شاہنامہ بالاکوٹ

شاہنامۂ بالاکوٹ

حصّہ

تحریکِ جہاد کی منظوم داستان

علیم ناصری

ادارہ مطبوعات سلیمانی رحمان مارکیٹ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور ۲

ناشر طلحہ وحید سلیمانی
مطبع اے این اے پرنٹرز
طبع اول (جلد اول) ۱۰۰۰
قیمت

اس بے نام ــــــ بے نفس ــــــ مجاہد حق

گدڑی شہزادے

کے نام

جو

کسی نامعلوم مقام سے آیا ــــــ جنگِ شیدو میں دادِ شجاعت دی

اور

خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوا

بازدید

شاہنامہ بالا کوٹ کی پہلی جلد ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی تھی اور امید تھی کہ دوسری جلد (جو اس وقت زیر قلم تھی) ایک دو سال کے بعد اشاعت پذیر ہو جائے گی مگر کچھ حالات کی ستم ظریفی دامن گیر رہی اور کچھ ذاتی سست گامی نے اکوڑہ خٹک سے اگلے سفر کو طویل کر دیا---شاہنامے پر چلنے والا قلم کئی کئی مہینے خشک پڑا رہا۔ اس طرح (اب تک) نو سال کی طویل مدت گزر گئی۔ بقول عرفی۔

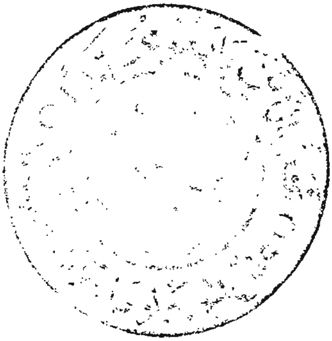
رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

گزشتہ دنوں اپنے اندوختے کی بازدید سے اتنا مواد بہرحال مل گیا کہ ایک جلد اور بن جائے---پہلے پروگرام کے مطابق دوسری جلد بالاکوٹ تک مکمل ہونی چاہئے تھی مگر اب اندازہ ہوا کہ ابھی بہت کام باقی ہے۔ بنابریں یہ فیصلہ کیا گیا کہ پہلی شائع شدہ جلد (جو اب نایاب ہے) اور جلد دوم کے مواد کو حصہ اول اور حصہ دوم کے طور پر ایک جلد میں شائع کر دیا جائے۔ پہلی جلد معرکہ اکوڑہ خٹک پر ختم ہوئی تھی۔ دوسرے حصے میں "حضرو پر چھاپہ"، "جنگ شیدو"، "جنگ نمکلہ"، "جنگ اتماں زئی" جیسے معرکہ ہائے رزم و پیکار اور دیگر تمام جنگی انتظامات اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمہ جہتی کارفرمائیاں شامل ہیں---دوسری جلد جنگ پنجتار سے شروع ہو کر ان شاء اللہ شہادت گاہ بالاکوٹ پر انجام پذیر ہوگی۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس کی توفیق اور مہلت مرحمت فرمائے گا۔ احباب سے بھی اپنے لئے دعاؤں کا ملتمس ہوں۔

شاہنامہ بالاکوٹ کی موجودہ اشاعت کے لئے محترم بھائی عبدالوحید سلیمانی حفظہ اللہ نے بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے۔ موصوف نوجوانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے پہلے بھی بعض ولولہ انگیز نثری کتب شائع کر چکے ہیں۔ اب اس سلسلے کا ایک منظوم کلام بھی ان کی حسنات میں شامل ہو جائے گا۔ اور اب یہ بھی امید ہے کہ تحریک جہاد کی اس منظوم کاوش کا انتظار کرنے والے احباب کی آرزو بھی پوری ہو جائے گی اور مجھے بھی اگلے مراحل میں تیزگامی کی ہمت میسر آ جائے گی۔

وماتوفیقی الا باللہ---!!

علیم ناصری
۳۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء



سر خاک شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش بانہال ملت ما سازگار آمد

(اقبال)

حصہ اول

پس منظر

سفر حج

معرکہ اکوڑہ خٹک

حصہ دوم

حضرو پر چھاپہ ۱۷۴

جنگ اتمان زئی

مقدمہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مد ظلہ العالی

حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کی تحریک جہاد و اصلاح برصغیر ہند و پاک ہی نہیں' بلکہ عالم اسلام کی بڑی تحریکوں میں شمار ہونے کے لائق ہے اور اب اس کی اہمیت و افادیت اور عظمت و انفرادیت کو سمجھنے کی کوشش عالمی پیمانے پر ہو رہی ہیں' اور نئی تحقیقات اس تحریک کی عظمت میں اضافہ ہی کا سبب بن رہی ہیں۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اس عظیم اسلامی تحریک جہاد میں حضرت مجدد الف ثانی کے جذبہ احیائے سنت و رد بدعت اور دینی غیرت و حمیت' اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریک جہاد و اجتہاد کا مبارک اجتماع ہو گیا تھا' جس نے اس ایمانی تحریک کو وقت کی سب سے بڑی تحریک بنا دیا اور جس نے پورے برصغیر ہند و پاک کے رخ کو ایک بار پھر اسلام کی طرف موڑ دیا تھا اور دلوں میں اسلامی طرز زندگی کے لئے ایسی تڑپ اور ایسا قوی جذبہ پیدا کر دیا تھا' جو اسلامی نشاۃ ثانیہ کا باعث بن گئی

اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ صحیح معنوں میں "ہندوستان کی اسلامی تحریک" تھی جس کے ہمہ گیر اور دور رس اثرات نے برصغیر کی اسلامی زندگی اور مسلم معاشرے کو گوناگوں طریقوں سے متاثر و مستفید کیا اور وہ مبارک خون شہیداں جو بالا کوٹ کی زمین پر بہایا گیا وہ ملت کی رگوں میں آج بھی دوڑ رہا ہے' اور نخل ملت کی آبیاری کا کام کر رہا ہے

اپنی ہمہ گیری' مقاصد کی کثرت' وسعت اور ان کی صحت' سلامت فکر و نظر' حمایت دینی و حمیت ملی' جذبہ جہاد و اجتہاد' شریعت کے نفاذ و اجرائے حدود اور اتباع و احیائے سنت کے ناقابل تسخیر جذبہ' اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے مسلسل اقدام مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور خلافت اسلامیہ کے قیام کے لئے عملی پیش رفت' اور مجاہدین کی ایسی مثالی جماعت کی تشکیل (جو اسلامی تمدن و معاشرت اور اسلامی زندگی کا عملی نمونہ تھی اور مسلم معاشرے میں جذبہ جہاد کی ایسی بیداری جس کا تسلسل اب تک برقرار ہے اور جس نے مختلف مسلم اداروں اور تحریکوں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس تحریک کے ان اثرات و برکات کو دیکھتے ہوئے یہ مصرع بے اختیار زبانوں پر آ جاتا ہے۔

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

میں نے حضرت سید صاحب کی سیرت کے شروع میں لکھا تھا :

"سید صاحب ان مجاہدین میں سے ہیں جنہوں نے محض اللہ کے نام کی بلندی اور اس کی بات اونچی کرنے کے لئے خالص اللہ کی خوشنودی اور رضا کے "مسلمان" نام ایک قوم کے غلبے کے لئے نہیں بلکہ "اسلام" نام ایک مذہبی' اخلاقی' روحانی اور سیاسی نظام کو قائم کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلوم شریعت جاری کرنے کے لئے اپنے خون کا پہلا اور آخری قطرہ بہایا' اس کے علاوہ کسی راستے میں ان کے پسینے کا بھی کوئی قطرہ نہیں بہا۔ ایسے مجاہدین و شہدائے اسلام' ایسے اکابر و قائدین اسلام کی فہرست اتنی طویل نہیں جتنی سمجھی جاتی ہے۔ زندگی اور موت کی یہ ترازو ایسی بلند معیار ہے جس پر ہزاروں میں سے چند ہی پورے اترتے ہیں۔

اس کے بعد سید صاحب کی ایک اور خصوصیت پر نظر ڈالئے اور وہ یہ کہ آپ نے تھوڑے زمانے میں ایک ایسی فضا قائم کر دی اور ایک ایسی جماعت قائم کر دی جس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں صحابہؓ کا نمونہ تھے۔ ایک رنگ میں رنگے ہوئے' ایک سانچہ میں ڈھلے ہوئے' اللہ کے لئے جان دینے والے' شریعت پر جینے اور مرنے والے' بدعت سے نفور' شرک کے دشمن' جہاد کے نشے میں سرشار' متقی و عبادت گزار' اور بڑی بات یہ کہ ہمرنگ و یک آہنگ' تاریخ اسلام میں ایک جگہ اتنی بڑی تعداد میں اس پختگی و جامعیت کی کوئی جماعت صحابہ و تابعین کے بعد مشکل سے ملے گی۔ کیفیات ایمانی کے جاں نواز جھونکے تاریخ اسلام میں بار بار چلے ہیں لیکن ایمان و یقین اور خلوص و للہیت کی ایسی باد بہاری ہمارے علم میں کم سے کم اس ملک میں اس سے پہلے نہیں چلی' نہ اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانے پر عزم و توکل' جوش جہاد' ایمان و احتساب' شوق شہادت اور یقین آخرت کے ایسے نمونے دیکھنے میں آئے۔ آدم گری و مردم سازی' اصلاح و انقلاب کے ایسے محیر العقول واقعات بھی اصلاح و تربیت کی تاریخ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ الخ"

خوش قسمتی سے اس تحریک جہاد کا بیشتر ریکارڈ محفوظ ہے' جس سے اس کے بارے میں صحیح رائے اور اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت سید صاحب کے ساتھیوں میں مولانا سید جعفر علی بستوی نے فارسی میں ایک ضخیم کتاب "منظورۃ السعداء" لکھی جو ان کے سوانح نگاروں کے بہت کام آئی۔ سید صاحب کے بڑے بھانجے سید محمد علی صاحب نے فارسی میں "مخزن احمدی" کے نام سے سید صاحب کے تفصیلی حالات لکھے جو ان کی سوانح کے مستند ترین ماخذ میں ہے۔

مولوی جعفر علی صاحب تھانیسری نے "سوانح احمدی" کے نام سے اردو میں ایک کتاب لکھی جو بہت مقبول

ہوئی۔ "الدرالمنثور یا تذکرہ صادقہ" میں مولانا عبدالرحیم صاحب صادق پوری نے جماعت مجاہدین اور صادقین صادق پور کے حالات لکھے ہیں۔ اردو میں راقم نے ۱۹۳۶ء میں "سیرت سید احمد شہید" لکھی جو دو جلدوں میں کئی بار شائع ہوئی ہے۔ راقم کے قلم سے سید صاحب اور جماعت مجاہدین کے بارے میں "کاروان ایمان و عزیمت" "اذاھبت ریح الایمان" (عربی) "جب ایمان کی بہار آئی" ' تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ" شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا مسعود عالم ندوی نے "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" کے نام سے اس تحریک کا فاضلانہ تعارف کرایا تھا۔ مولانا غلام رسول مہر نے چار جلدوں میں بڑی محنت و محویت اور لیاقت کے ساتھ سید صاحب اور جماعت مجاہدین کے احوال لکھے تھے۔

ابھی حال میں ہمارے رفیق کار جناب محی الدین صاحب نے سید صاحب پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے جو مجلس تحقیقات و نشریات اسلام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ سب کتابیں نثر میں تھیں۔ اب سید صاحب کی منظوم سیرت "شاہنامہ بالاکوٹ" کے نام سے علیم ناصری کے قلم سے سامنے آئی ہے۔

مضامین و مطالب میں زور' اثر اور دلچسپی پیدا کرنے میں نظم کو جو دخل ہے وہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ اردو میں پہلے پہل صوفی شعراء نے مثنویاں لکھیں' جن کے ذریعے اخلاقی مضامین میں دل کشی پیدا کی۔ پھر مسدس اور ترکیب بندوں کا رواج ہوا' اور مولانا حالی کی مقبول ترین مسدس سامنے آئی۔ اسی دور میں سادات بریلی میں ایک قادرالکلام اور اسلامی جوش و جذبہ رکھنے والے شاعر عبدالرزاق کلامی نے تقریبا پچیس ہزار اشعار میں فتوح الشام واقدی کے مضامین "صمصام الاسلام" کے نام سے منظوم کیے۔ یہ کتاب اپنے وقت میں خاصی مقبول ہوئی۔

نظم کی اہمیت و افادیت ہی کے خیال سے مولانا شبلی نے اسلامی تاریخ کے واقعات پر مشتمل نظمیں لکھیں جنہوں نے دلوں کو گرمایا اور دوسرے شعراء کو راستہ دکھایا' چنانچہ اقبال نے اس طرح کی بہت سی نظمیں لکھیں۔ اردو میں رزمیہ نظموں کی تعداد بہت کم ہے' ان میں حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" بجا طور پر سب سے بہتر کہلانے کا مستحق ہے' اپنی تاریخیت' موضوع کی اہمیت' دائرہ کار کی وسعت' جذبات کی فراوانی' تخیل کی جولانی' زبان و بیان پر قدرت اور شاعرانہ محاسن کے سبب نصف صدی تک اس نے لوگوں کو برابر متاثر کیا اور اب بھی اس کی تاثیر مسلم اور اس کی عظمت مستحکم ہے۔

شعر کے ذریعے دین و ملت کی خدمت کی یہ سعادت اب پاکستان کے مشہور شاعر جناب علیم ناصری کے حصے میں آئی ہے' اور انہوں نے مسلمانان برصغیر ہند و پاک کے ماضی قریب کی تحریک اصلاح و جہاد کو شعری پیکر عطا کیا ہے جو حضرت سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید اور جماعت مجاہدین کے ذریعے قائم ہوئی' اور جس کے دور رس اثرات آج بھی قائم و برقرار ہیں۔ حفیظ صاحب کا موضوع مقدس اور اہم ترین تھا۔ اس میں تخیل کی جولانی و

بلند پروازی کے لئے وسیع میدان تھا۔ اس کے مقابلے میں علیم ناصری صاحب کا موضوع محدود تھا اور اظہار جذبات میں حد ادب ملحوظ رکھنا تھا' تاہم فنی آداب کی رعایت اور شاعرانہ محاسن کے لحاظ سے وہ حفیظ کے جانشین کہلانے کے مستحق ہیں۔ علیم صاحب کے یہاں زبان و بیان میں بڑی سادگی و شگفتگی' طرز ادا میں دلکشی و دلکشائی' تاریخی واقعات کا تسلسل اور جزئیات کا احاطہ' مزاج کی اسلامیت اور دینی غیرت و حمیت' اپنے موضوع کے ساتھ خلوص و تعلق خاطر بلکہ جذباتی لگاؤ اور فن کے ظاہری و معنوی محاسن کی موجودگی نے ان کے "شاہنامہ بالاکوٹ" میں عصر حاضر کے ایک اچھے اسلامی رزمیہ کی شان پیدا کر دی ہے' جس کو پڑھتے ہوئے آنکھیں بھی نم ہوتی ہیں اور دلوں میں حرکت و حرارت بھی محسوس ہوتی ہے' اور یہ کسی ادبی شاہکار کی کامیابی کی ایک بڑی دلیل اور کھلا ثبوت ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ان کا شاہنامہ' حفیظ مرحوم کے شاہنامے کی طرح عرصے تک دلوں کو گرمانے' اسلامی جذبات اور ایمانی احساسات کی ترقی' دینی غیرت و حمیت میں اضافہ اور ملی زندگی میں حرکت و حرارت کے لئے مہمیز ثابت ہو گا' اور ان کی محنت ٹھکانے لگے گی' اور عنداللہ بھی وہ ماجور ہوں گے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

ابوالحسن علی (ندوی)
لکھنؤ ۲۷ ذی القعدہ ۱۴۰۴ ہجری
۲۶ اگست ۱۹۸۴ء

---ہماں خاکم کہ ہستم

لاہور سے تقریباً چالیس میل دور جنوب مشرق میں دریائے ستلج اور بیاس موضع "ہریکے" کے مقام پر باہم مل جاتے ہیں اور پھر یہ ایک متحدہ دریا کی صورت میں قصور کے قریب "گنڈا سنگھ والا" کے پل کے نیچے سے گزرتے ہیں۔ "ہریکے" سے کم و بیش پانچ میل نیچے دریا کے بہاؤ پر میرا مولد موضع سبھراؤں دریا کے قدیم "ڈھائے" کی بلندی پر واقع ہے' جہاں میں یکم ستمبر ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوا۔ یہ "ڈھایا" دریائے بیاس کا صدیوں پرانا کنارہ ہے جو ہمارے گاؤں سے شمال مشرقی سمت سے چلا آ رہا ہے اور پھر قصور اور اس کے مضافات سے گزرتا ہوا جنوب مغرب میں کہیں دور جا کر زمین کے برابر ہو گیا ہے۔ ہمارا علاقہ تحصیل قصور ضلع لاہور کا حصہ تھا' جو ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے دوران ضلع امرتسر میں شامل کر دیا گیا اور ہم ہجرت کر کے پاکستان میں آ گئے۔ سبھراؤں کی ایک چھوٹی آبادی بیاس کے اس پار ضلع فیروز پور میں شامل ہے' جہاں رنجیت سنگھ کی وفات (۱۸۳۹ء) کے بعد ۱۸۴۶ء میں سکھوں اور انگریزوں کی آخری (پانچویں) جنگ ہوئی اور اس کے نتیجے میں انگریز پورے پنجاب پر قابض ہو گئے۔ سردار شام سنگھ اٹاری والا بھی یہیں مارا گیا تھا۔ (اٹاری لاہور امرتسر روڈ پر واہگہ سے چند میل دور امرتسر کا مشہور قصبہ ہے)۔ سبھراؤں کلاں میں سکھوں کا قلعہ تھا جس کے آثار اب بھی ایک بلند ٹیلے کی صورت میں موجود ہیں۔ رنجیت سنگھ کی وفات سکھ سلطنت کے زوال کا باعث بن گئی کیونکہ اس کے جانشینوں کے درمیاں وہ جنگ اقتدار چھڑی کہ اس میں یکے بعد دیگرے تین شہزادے کھڑک سنگھ' شیر سنگھ اور نونہال سنگھ (پوتا) مارے گئے اور صرف کمسن شہزادہ دلیپ سنگھ بچا' جس کو انگریز ولایت لے گئے اور اس کی ماں رانی جنداں سازشوں کا شکار ہو گئی۔ رنجیت سنگھ کے وزراء جموں کشمیر کے ڈوگرا راجہ تھے' جو اس کے بعد "بادشاہ گر" کا کردار ادا کر رہے تھے اور پنجاب کے سکھ سردار یہاں تک کہ رنجیت سنگھ کا اپنا سکر چکیہ خاندان بھی انہی کا دست نگر ہو کر رہ گیا تھا۔ میرے گاؤں (سبھراؤں) کو سکھوں کی خانہ جنگی میں ایک خاص اہمیت یوں حاصل ہے کہ دوسرے پنجابی سکھ سردار جو آخری ڈوگرا وزیر ہیرا سنگھ سے اقتدار چھیننے میں کوشاں تھے۔ ان میں سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ خانہ جنگی میں ہیرا سنگھ کی دارو گیر کے دوران عطر سنگھ سبھراؤں کے بزرگ مذہبی راہنما بابا ویر سنگھ جی کے پاس پناہ گزیں ہو گیا تھا' جن کا سکھوں میں زبردست اثر و رسوخ تھا اور ہیرا سنگھ بھی ان پر فوج کشی میں متذبذب تھا۔ اس نے بابا جی سے کئی دفعہ عطر سنگھ کو اس کے حوالے کرنے کی گزارش کی مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ آخر ۱۸۴۳ء میں اس نے فوج کشی کی اور سبھراؤں پر زبردست یلغار کی۔ سپہ سالار نے بابا جی کو سخت تنبیہ کی کہ وہ عطر سنگھ کو فوج

کے حوالے کر دے مگر وہ ایک مہاتما آدمی تھے۔ کسی کو پناہ دے کر اپنا قول ہارنا گوارا نہ کرتے تھے۔ ان کے انکار پر فوج نے توپوں سے گولہ باری کر کے بابا جی کا مکان اور مال مویشی تباہ کر دیئے۔ بابا بھی اسی گولہ باری میں مارے گئے۔ عطر سنگھ جو ایک بہادر سردار تھا' شکست ماننے کی بجائے شمشیربدست میدان میں نکلا اور مردانہ وار لڑتا ہوا مارا گیا۔

میرے بچپن (۳۶-۱۹۲۵ء) میں سبھراؤں میں ایک خالصہ سکول قائم کیا گیا تھا' جس کا نام بابا ویر سنگھ خالصہ مڈل سکول رکھا گیا۔ میں نے یہیں سے ۱۹۳۶ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور پھر اپنے قریبی شہر پٹی میں میٹرک کیا۔ خالصہ سکول ہی میں' میں نے انگریزی کے ساتھ گورمکھی بھی پڑھی اور یہیں سے اپنی شاعری کا بھی آغاز کیا۔ سکول میں سکھ گوروؤں کے جنم دن بڑی پابندی سے منائے جاتے تھے۔ جلسے ہوتے اور جلوس نکلتے۔ ان میں طلباء سے شبد (مذہبی گیت) پڑھوائے جاتے۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ شبدوں کے علاوہ پنجابی میں متعلقہ گرو صاحب پر میں ایک نظم ضرور لکھتا اور جلسوں میں سناتا۔ میرا وہ کلام ہجرت (۱۹۴۷ء) کے وقت دوسری کتابوں اور سامان کے ساتھ وہیں رہ گیا۔ اس میں اردو نظمیں بھی تھیں۔

شاعری میں مجھے الحمد للہ تلمیذ الرحمٰن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہائی سکول میں اردو فارسی کے ہمارے استاد مولانا سراج الدین ایمن خود بھی ایک نغزگو شاعر تھے۔ وہ میری نظموں کی اصلاح ضرور کرتے مگر مجھے عروض کی کوئی تعلیم انہوں نے نہیں دی۔ اوزان و بحور سے مجھے فطری مناسبت تھی اس لئے اپنی علمی استعداد کے مطابق میں اردو شاعری میں رواں دواں رہا۔ ۱۹۴۰ء میں فوج میں چلا گیا' اور جب پاکستان بنا تو میں جاپان میں تھا۔ باہر کی دنیا کے مشاہدات اور واردات نے میری شاعری میں بوقلمونی پیدا کر دی مگر میں نے اپنی کوئی نظم وغیرہ کسی جگہ چھپنے کو نہیں بھیجی۔ پاکستان بننے پر میں جاپان ہی سے آیا تھا اور ہماری فوج سیدھی کشمیر کے محاذ پر چلی گئی تھی۔ ۱۹۴۹ء میں کشمیر میں جنگ بندی ہو گئی اور میں فوج سے ازخود واپس آ گیا۔ اس وقت سے میری ملی شاعری کا آغاز ہوا۔ ۱۹۶۹ء میں فاضل اردو کا شوقیہ امتحان دیا تو اس کورس میں "حدائق البلاغت" سے علم بیان' علم بدیع اور علم عروض پڑھا۔ نیز ذاتی مطالعے سے بھی شعر و سخن کے محاسن و معائب میں درک حاصل ہوا۔

خالصہ مڈل سکول میں ہمارے گیانی جی ہمیں سکھ تاریخ سے اپنے بہادروں کے قصے اکثر سناتے گورو گوبند سنگھ جی کے بعد بندہ بیراگی اور ہری سنگھ نلوہ ان کے بڑے ہیرو تھے۔ سکھوں کا مقابلہ چونکہ مغل سلطنت سے تھا' اس لئے ان کا مقابلہ مسلمان لشکروں سے ہوتا تھا۔ گیانی جی ہمیں جو کہانیاں سناتے' ان میں سکھ بہادروں کا پلہ ہمیشہ بھاری دکھاتے۔ میں اگرچہ اپنی اسلامی تاریخ و روایات سے نابلد تھا مگر دل میں ایک کسک ضرور رہتی کہ آخر ہندوستان میں مسلمان اتنے کمزور کیوں تھے (حالانکہ اس کے باوجود حاکم وہی تھے)۔ ہندو سکھ اور انگریز کی ملی بھگت سے جو تاریخ ہمیں پڑھائی جاتی تھی' اس میں مسلمان بادشاہوں کو عموماً عیش پسند کاہل اور ظالم ظاہر کیا جاتا تھا۔ اورنگ زیب کو

نہایت جابر و ستمگر اور محمود غزنوی کو ایک لٹیرا بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ سلطان ٹیپو کو ہندو ریاست کا غاصب اور شجاع الدولہ کو انگریز کا عہد شکن ظاہر کیا جاتا تھا۔

متذکرہ فاضل اردو کے کورس میں شیخ محمد اکرام مرحوم کی کتاب "موج کوثر" پڑھی تو تحریک جہاد نے بہت متاثر کیا' جو اس سے پہلے میرے مطالعے میں نہ آئی تھی۔ مڈل سکول کے زمانے میں جو کسک دل میں پیدا ہوئی تھی' اس کا مداویٰ اس تحریک کے مطالعے سے ہوا۔ اس کے علاوہ دینی عقائد کے سلسلے میں جو روایتی عقیدے چلے آ رہے تھے' ان میں تزلزل پیدا ہوا۔ تاریخ اسلام اور قرآن و حدیث کا جب غور سے مطالعہ کیا تو اپنے آپ کو اسلام کی بنیادی تعلیم سے کوسوں دور پایا۔ یہ مئی ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے کہ میں نے باقاعدہ توحید و سنت پر عمل شروع کیا اور ساتھ ہی تحریک جہاد کو نظم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ سب سے پہلے مرزا حیرت دہلوی کی کتاب "حیات طیبہ" خریدی اور "شاہنامہ بالاکوٹ" لکھنے کا آغاز کر دیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ تعالیٰ ؎ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو میرے عزم و عمل میں نئی قوت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے میری سرپرستی فرماتے ہوئے مولانا غلام رسول مہر کی کتاب "سید احمد شہید" عاریتہً عنایت فرمائی جس سے میں نے طویل عرصے تک استفادہ کیا۔ شاہنامے کا آغاز میں نے پہلے "معرکہ اکوڑہ خٹک" سے کیا تاکہ مجھے رزمیہ لکھنے کی استعداد کا اندازہ ہو جائے۔ الحمد للہ اس میں قدرے کامیابی ہوئی تو پھر اصل کتاب کا آغاز کیا۔ سرکاری ملازمت کے دوران شاہنامہ بڑی سست روی سے چلتا رہا۔ مزید کتابوں کے مطالعے کی فرصت بھی کم ہی ملی اور فکر معیشت کی بہت سی مصروفیات بھی اس میں دخیل رہیں۔ مزید کتابوں کا حصول بھی مشکل رہا اور سکون سے کام کرنے کے مواقع بھی تسلی بخش طور پر حاصل نہ رہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے میرا بیٹا خالد علیم جوان ہوا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے شعر و سخن اور طبع سلیم کی نعمت عطا فرمائی۔ اس نے تحریک جہاد پر بیشتر کتابیں میرے لئے خریدیں جن میں مولانا ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ کی "سیرت سید احمد شہید" اور دیگر کتب بھی شامل ہیں۔ دو تین سال پہلے میں کتاب کی جلد اول مکمل کر چکا تھا مگر اس کی اشاعت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا۔ اس سلسلے میں بھی میرا بیٹا ہی وسیلہ بنا۔ اسلام آباد میں مقیم میرے ایک فوجی دوست سید غلام شبیر صاحب سے اس کی اچانک ملاقات ہو گئی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ کتاب کی اشاعت میں رقم کی کمی حائل ہے تو انہوں نے بلاتاخیر اس کا اہتمام کر دیا۔۔۔مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔۔۔سید صاحب موصوف ایک ریٹائرڈ فوجی افسر ہیں مگر وہ نہ کوئی رئیس ہیں نہ کارخانہ دار' بس ایک عام کاروباری آدمی ہیں مگر ان کے دل میں میرے لئے جو محبت اور دوستی ۱۹۴۴ء میں پونا کی فضاؤں میں پروان چڑھی تھی' وہ مدت العمر سے قائم ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ وہ آسام' جاپان اور پھر کشمیر میں میرے ساتھ

؎ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اکتوبر ۱۹۸۷ء میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔!

نہیں تھے مگر قلبی انس و مودت کا جو ربط ایک دفعہ پیدا ہوا' وہ بحمد للہ قائم ہے اور ان شاء اللہ زندگی کے آخری لمحات تک مضبوط رہے گا۔

میرے مرشد و مربی حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ کی وساطت سے کتاب کے مقدمے کے لئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی خدمت میں کتاب کی نقل ندوۃ العلماء لکھنؤ بھیجی تو انہوں نے کمال شفقت و محبت سے مقدمہ تحریر فرما دیا۔ اس عاجز کی تحسین فرمائی اور تحریک جہاد کے قلمکاروں کی صف میں مجھے بھی شامل فرما دیا۔ اس عنایت پر میں ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں اور جتنا بھی فخر کروں' کم ہے۔ الحمد للہ والمنتہ ——!
مولانا موصوف کی شخصیت برصغیر ہند و پاکستان میں تحریک جہاد پر ایک اتھارٹی ہے۔ وہ ہندوستان میں اس وقت مسلم اقلیت کے زعمائے اول میں شامل ہیں اور عالم اسلام میں ان کی عظمت مسلم' اور ان کی کتابیں شہرہ آفاق ہیں۔ میرے دل میں ان کی محبت و ارادت کا باعث یہ بھی ہے کہ وہ حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمہ کے اخلاف میں سے ہیں اور دائرہ شاہ علم اللہ (رائے بریلی ہند) کے مسند نشین ہیں۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ میرا قلبی رابطہ اس مجاہد کبیر کی ذات سے بالواسطہ قائم ہے' جس نے ہندوستان میں اسلام کی نشاۃ الثانیہ کا علم اس وقت بلند کیا' جب اسلامی سلطنت کی شوکت و سطوت زوال پذیر تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے ذریعے میں بھی شعر و سخن کے میدان میں مومن خاں مومن' مولانا خرم علی بلہوری اور مولانا ابوالحسن کاندھلوی کا جانشین ہوں —— فللہ الحمد!!

میں محترم و مکرم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب رئیس "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" (پنجاب یونیورسٹی) کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے کمال شفقت سے اپنی عدیم الفرصتی کے باوصف میری کتاب پر سرپرستانہ تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ سید صاحب موصوف اس وقت علم و عرفان کی ان بلندیوں پر ہیں' جو ایک "دانائے راز" ہی کا حصہ ہوتی ہیں۔ ان کے چند الفاظ ہی میرے لئے سرمایہ حیات ہیں۔

اب آخر میں کتاب کے نام کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ حضرت حفیظ جالندھری کی کتاب "شاہنامہ اسلام" پر اعتراض کیا گیا تھا کہ اسلام کی تاریخ بادشاہوں کی تاریخ نہیں' خالص اسلامی وقائع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر مشتمل ہے' اس لئے اسے شاہنامہ کہنا درست نہیں' بلکہ جوش ملیح آبادی' جنہیں خود اسلام اور اسلام پسندوں کے نام ہی سے کد تھی' اپنی روایتی ترنگ میں یہ کہنے سے باز نہ رہ سکے۔

اسلام کا شاہنامہ لکھنے والے
اسلام کو شاہی سے تعلق کیا ہے

تقریباً اسی قسم کا اعتراض میری کتاب پر بھی وارد ہوا' اور بعض (تاہم مخلص اور اہل علم) دوستوں نے میری توجہ اس طرف دلائی' مگر میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ "شاہنامہ" میرے نزدیک اب ایک اصطلاح ہے

جس میں رزم و بزم کے واقعات نظم کئے گئے ہوں۔ نیز حضرت حفیظ مرحوم نے "شاہنامہ فردوسی" کی افسانویت کا رنگ پھیکا کر دیا ہے اور اپنے "شاہنامہ اسلام" کے ذریعے حقیت و واقعیت کو نظم کرنے کی طرح ڈال دی ہے۔ اس لئے میں نے بھی تحریک جہاد کو نظم کرنے میں اسی نام کو ترجیح دی۔ علاوہ ازیں اس نام کی جامعیت کے مقابلے میں کوئی دوسرا نام مجھے جچ نہیں سکا۔ نیز اس کی تشہیر بھی اس نام سے ہو چکی ہے' اس لئے امید ہے کہ احباب از راہ مودت اسی کو قبول فرمائیں گے۔۔۔!

میری یہ حقیر کوشش اہل نظر کے سامنے ہے۔ امید ہے' وہ مجھے میری کوتاہیوں سے آگاہ فرمائیں گے تاکہ میں اپنی اصلاح کر سکوں۔ اس کی دوسری جلد زیر قلم ہے' جس کا خاتمہ شہادت گہ بالا کوٹ پر ہوگا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی ہمت اور فرصت عطا فرمائے۔ واللہ المستعان۔۔۔!

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حلیم ناصری

یکم مارچ ۱۹۸۶ء

موج کنہار

من زادہ کاغانم طوفانم و گردابم ہر کوہ و کمر داند پندار تب و تابم
من جوش فراونم حشر است بدامانم ہر سنگ و شجر باشد مستغرق سیلابم
می افتم و می خیزم می خیزم و می افتم افتادن و استادن بازیچہ اعصابم
منزل نہ پذیرم من تسکین نگیرم من آہوئے سبک گامم شبدیز عناں تابم
من نغمہ جبریلم من صور سرافیلم من ساز دل آویزم من سوز جہاں تابم
من زیر و زبر سازم ہر پست و بلندے را رستم فگنسے باشد ہر حملہ سہرابم
از بہر سبک ساراں من قعر بلا خیزم مردان شناور را من دجلہ پایابم
دوں ہمت و بزدل را ظلمت کدہ مرگم از بہر اولوالعزماں تکیہ گہ سنجابم
ہر ساز و سرود من پیغام رحیل آرد غفلت شکنے باشد ہر ضربت مضرابم
یک خیل خدامستاں خیمہ بکنارم زد خیلے کہ نہ باز آمد در دیدہ بے خوابم
زاں پیش ندیدہ شد زاں بعد نہ ہم آمد آں لشکر جانبازاں جمعیت احبابم
از دید جوانمرداں عزمم دگر افزاید چوں نخل تمنائے سرسبزم و شادابم
ہر صبح و مسا آیم آناں را ہمی جویم شاید کہ دگر بینم باید کہ دگر یابم
گوئید سلام من مردان دلاور را
بخشید جنون من لاہور و پشاور را

شاہنامہ بالاکوٹؒ

حصہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ

خدائے لم یزل مختار و مالک ہے جہانوں کا
وہی ہے صانع مطلق زمینوں آسمانوں کا
وہی مالک خزانوں کا' وہی داتا عطاؤں کا
وہی ملجا غریبوں کا وہی ماویٰ گداؤں کا
اسی کے در کے سائل ہیں زمین و آسماں والے
گدا ہیں اس کے کوچے کے یہاں والے وہاں والے
وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی پنہاں
وہی ذیجاہ و ذی عظمت' وہی ذی حکمت و ذیشاں
وہی قدوس و قادر ہے' وہی سبحان و طاہر ہے
وہی رحمن و ارحم ہے' وہی جبار و قاہر ہے
پرے ہے سرحد ادراک انسانی سے ذات اس کی
عیاں ہیں ذرے ذرے پتے پتے سے صفات اس کی
یہ صبحیں اور یہ شامیں' یہ روشن دن سیہ راتیں
یہ مہر و ماہ کے جلوے' ستاروں کی یہ باراتیں
گھٹا بن کر اگر ابر بہاری گھر کے آتا ہے
تو اس کی رحمتوں کا اک نیا پیغام لاتا ہے
زمین مردہ میں جب زندگی کا خوں مچلتا ہے
تو دانہ خاک میں سویا ہوا پہلو بدلتا ہے
طلوع مہر عالمتاب ہوتا ہے قرینے سے
امڈ آتے ہیں دریا نور کے مشرق کے سینے سے
مسرت سے زمیں کا ذرہ ذرہ جگمگاتا ہے
تشکر میں چمن کا پتا پتا لہلہاتا ہے
چمک اٹھتی ہیں شب کی وادیاں مہتاب کی ضو سے
شبستانوں میں ہوتا ہے اجالا اس کے پرتو سے
یہ رنگا رنگ کے جلوے سب آیات الٰہی ہیں
یہ سب منظر وجود رب عالم کی گواہی ہیں
زباں عاجز ہے اس کی حمد پر تقریر کرنے سے
قلم معذور ہے اس کی ثنا تحریر کرنے سے

علیم ناتواں تحمید کا یارا نہیں رکھتا
سوائے انکسار و عجز کے چارا نہیں رکھتا

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لب عاصی پہ میرے سرورؐ عالم کا نام آیا
سنبھل جا اے دل ناداں بہت نازک مقام آیا
محمد مصطفیؐ نورالہدیٰؐ محبوبؐ سبحانی
سراپا حلم و شفقت' باعث افضال رحمانی
وہ جس کی عظمتوں کے غلغلے ہیں آسمانوں میں
وہ جس کے ذکر کی رفعت کے چرچے ہیں جہانوں میں
وہ جس کی مشعل سنت سے عالم میں اجالا ہے
وہ جس کے حسن سیرت کا جہاں میں بول بالا ہے
وہ جس کے فیض کے چشمے زمانے بھر میں جاری ہیں
ہدایت کی مصفیٰ ندیاں گھر گھر میں جاری ہیں
سلام اس پر کہ جس نے امیوں کو علم سکھلایا
وہ جس نے گمرہوں کو جادہ توحید دکھلایا
سلام اس پر کہ سجدہ جس نے سکھلایا جبینوں کو
منور نور ایماں سے کیا تاریک سینوں کو
سلام اس پر کہ جس نے کم نہادوں کو کرامت دی
عرب کے بدوؤں کو اہل عالم کی امامت دی
سلام اس پر کہ جس نے پستیوں کو سربلندی دی
زمانے بھر کے مدہوشوں کو جس نے ہوشمندی دی۔
سلام اس پر کہ جس نے ربط باہم کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیز اسود و احمر مٹا ڈالی
سلام اس پر کہ جس نے علم و حکمت کو ضیا بخشی
درود اس پر کہ جس نے بے نواؤں کو نوا بخشی
سلام اس پر کہ جس نے جابروں کو عفو سکھلایا
درود اس پر کہ جس نے دشمنوں پر رحم فرمایا
سلام اس پر کہ جس نے سلطنت دی ساربانوں کو
درود اس پر کہ منزل جس نے بخشی کاروانوں کو
سلام اس مصلح اعظم کے انوار بصیرت پر
درود اس ہادی اقوام کی پاکیزہ سیرت پر

زہے عظمت ہوا ہے ختم آدم کا مقام اس پر
سلام اس پر' درود اس پر' درود اس پر' سلام اس پر

حرف اول

مرا آغاز ہے نام خدائے دو جہاں لے کر
الٰہی مشکلیں آسان فرما میرے خامے کی
وہ بالاکوٹ جس پر ہر مجاہد ناز کرتا ہے
وہ مشہد حق پرستوں کا' وہ مقتل حق پسندوں کا
وہ جس کی سربلندی پر ہمالہ رشک کرتا ہے
یہی وہ خاک ہے جس نے قدم چومے شہیدوں کے
وہ جس کی مرمریں صبحوں میں ایماں کا اجالا ہے
وہ جس میں خادمان سید الابرارؐ سوتے ہیں
ہے اس کی سرزمیں میرے لئے گردوں کی ہم پایہ
جہاں اہل نظر پاتے ہیں اہل اللہ کی فوجیں
جہاں کے بے نوا پتھر ہیں محو انتظار اب بھی
یہ افسانہ نہیں تاریخ ہے ان شیر مردوں کی
وہ غازی جو وطن کو دیں کی خاطر چھوڑ کر نکلے
جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے خدا کے نام کی خاطر
جو ہندستان سے نکلے تھے شمشیر خدا بن کر
وہ جن کے غلغلے ہیں اب بھی سرحد کی فضاؤں میں
فقط راہ خدا میں تھیں جہاں پیمائیاں جن کی
گواہی دے رہے ہیں آج بھی پنجتار[4] کے پتھر
وہ جن کے دم قدم سے شرک و بدعت کا فسوں ٹوٹا

چلا ہوں علم کا محدود سا اک کارواں لے کر
کہ ہو تکمیل بالاکوٹ[1] کے اس شاہنامے کی
تخیل جس سے ماضی کی طرف پرواز کرتا ہے
وہ میدان شہادت خالق اکبر کے بندوں کا
شہیدوں کا لہو جس کے گلوں میں رنگ بھرتا ہے
یہی پتھر ہیں جن پر پھول برسے تھے نویدوں کے
وہ جس کی سرگیں شاموں میں حق کا بول بالا ہے
جہاں غازی اور ان کے قافلہ سالار سوتے ہیں
جہاں مدفون ہے اسلام کی غیرت کا سرمایہ
اسی صورت رواں ہیں آج بھی کنہار[2] کی موجیں
"کہ آجائے کوئی "رخش عزیمت" پر سوار اب بھی"
بدل ڈالی جنہوں نے زندگانی کوچہ گردوں کی
زن و فرزند کے' دولت کے ناتے توڑ کر نکلے
جنہوں نے بیچ دیں جانیں فقط اسلام کی خاطر
جو برسے لشکر کفار پر تیر قضا بن کر
تقدس ہے عیاں جن کا ہزارے کی ہواؤں میں
اکوڑے[3] کو ہیں اب تک یاد رزم آرائیاں جن کی
ہیں شاہد آج بھی زیدہ[5] کے اور مایار[6] کے پتھر
صنم زار توہم کا طلسم واژگوں ٹوٹا

جنھوں نے ملت مردہ کو بخشی نشاۃ ثانی — وہ جن کے عزم نے تازہ کیا پھر جوش ایمانی
وہ جن کے خون کی سرخی بنی عنوان ملت کا — شہادت جن کی آخر بن گئی ایمان ملت کا
بیاں کرنے چلا ہوں داستاں ان سرفروشوں کی — وہ جن کے دم سے قسمت جاگ اٹھی تاریک گوشوں کی
جناب سید احمد کارواں سالار تھا جن کا — جواں مردی کا وہ کوہ گراں سردار تھا جن کا
وہ علم و فضل کا چشمہ، وہ حلم و خلق کا دریا — سمندر عصمت و عفت کا، معدن لطف و رحمت کا
وہ جس کے جوش غیرت نے پلٹ دی قوم کی کایا — وہ جس نے منجمد خوں ملت بیضا کا گرمایا
وہ جس کے ساتھ اسماعیل سا مرد سپاہی تھا — جو اک فرد فرید و سرّ تقدیر الٰہی تھا
وہی جو دین کی خاطر دل بے تاب رکھتا تھا — تڑپ سینے کے اندر صورت سیماب رکھتا تھا
نظر میں دلربائی تھی، سخن میں جاں نوازی تھی — زباں میں گلفشانی تھی، بیاں میں دلگدازی تھی
وہ جس کی تیغ جوہردار میں بجلی کی تیزی تھی — وہ جس کی ضرب میں خارا شگافی، شعلہ ریزی تھی
وہ رزم و بزم میں ہم مشرب و ہمراز سید کا — وہ حرب و ضرب میں اک شہپر پرواز سید کا

میں ان کے ذکر کی چھوٹی سی دستاویز لایا ہوں
حضور قوم اپنا تحفہ ناچیز لایا ہوں

اعتذار

خدائے لم یزل کے نام سے آغاز کرتا ہوں — اسی کے لطف و رحمت پر ہمیشہ ناز کرتا ہوں
وہی ناقص قلم کو قوت ارقام دیتا ہے — زباں کو خوبی اظہار کا انعام دیتا ہے
اسی کے آسرے پر ہے رواں کلک و زباں میری — اسی کی برکتیں اس رہ میں ہونگی ہم عناں میری
جناب بوالاثر کی ہمسری میں کر نہیں سکتا — زبان شعر میں تاثیر ویسی بھر نہیں سکتا
نہ زعم شاعری مجھ کو، نہ دعوائے زباں دانی — بلندی فکر میں ویسی، نہ فطرت میں وہ جولانی
زباں میں چاشنی ویسی، نہ وہ زور سخن میرا — نہ وہ ندرت تخیل میں، نہ ویسا حسن فن میرا

نہ معنی آفرینی ہے، نہ نکتہ ہائے لاثانی
نہ حسن قافیہ بندی، نہ لفظوں کی فراوانی
نہ اس کے شاہنامے سے تقابل شاہنامے کا
جداگانہ ہے میدان گزارش میرے خامے کا
محمدؐ مصطفیٰ کا ذکر عالی اس نے فرمایا
مرے حصے میں حضرت کے غلاموں کا بیاں آیا
وہاں بطحا و طیبہ کی مقدس داستانیں ہیں
بریلی اور دہلی کی یہاں کمزور جانیں ہیں
وہاں اسلام کے دور ترقی کی کہانی ہے
یہاں دور تنزل پر فقط اک نوحہ خوانی ہے
وہاں پیغمبرؐ و اصحاب پیغمبرؐ کی باتیں ہیں
یہاں کچھ بے نوایان وفا پرور کی باتیں ہیں
فقیروں کو بھلا نسبت ہے کیسی بادشاہوں سے
گداؤں کا تقابل کس طرح ہو کج کلاہوں سے
کسی ذرے کو نسبت خلور افلاک سے کیا ہے
بھلا اس خاک کو نسبت سمائے پاک سے کیا ہے

گزارش احوال واقعی

مجھے شکوہ ہے اپنی قوم کی غفلت پذیری کا
خرد کی کم نگاہی کا، جنوں کی زود میری کا
یہ ہے وہ قوم جو اکثر سلف کو بھول جاتی ہے
اور اپنے عہد رفتہ کے شرف کو بھول جاتی ہے
ادھر کچھ لوگ ایسے بھی رہے ہیں اپنی ملت میں
نفاق و بغض کے طوفان تھے جن کی جبلت میں
جنہیں تبلیغ دین مصطفیٰ بھاتی نہ تھی ہرگز
جنہیں اصلاح گمراہوں کی راس آتی نہ تھی ہرگز
جہالت قوم کی جن کے لئے عشرت کا ساماں تھی
مسلمانوں کی غفلت ہی جنہیں راحت کا ساماں تھی
وہ جن کے دل میں کینہ تھا، حسد تھا اور شقاوت تھی
خدا والوں سے جن کو روز اول سے عداوت تھی
جنہوں نے خدمت دیں کا کبھی غم ہی نہ کھایا تھا
خدا کی راہ میں جن کو پسینہ تک نہ آیا تھا
کبھی نکلے نہ جو میدان میں اسلام کی خاطر
نہ جان و مال لٹوایا خدا کے نام کی خاطر
کبھی نکلے نہ جو باہر خدا کی راہ میں گھر سے
رہے طعنوں کے ناوک پھینکتے حجروں کے اندر سے
کبھی تلوار کی سوجھی نہ ان کو تیر کی سوجھی
اگر سوجھی تو ان حضرات کو "تکفیر" کی سوجھی
شہیدوں کو انہوں نے کفر کا "انعام" دے ڈالا
ستم کوشوں نے "وہابی" کا ان کو نام دے ڈالا

انہوں نے غازیوں سے زندگی بھر کینہ سازی کی
کبھی طعنہ طرازی کی، کبھی دشنام بازی کی

وہ منکر ہی رہے مردان غازی کی فضیلت کے
خدا کے وعدہ ہائے بخشش و درجات و رحمت کے

ارادہ ہے کہ پھر اک بار وہ قصہ بیاں کر دوں
رقم پھر سے رخ قرطاس پر وہ داستاں کر دوں

یہ خواہش ہے کہ اس کو شعر کے قالب میں ڈھالوں میں
خدا توفیق دے تو توشہ عقبیٰ بنا لوں میں

کروں میں دعوت فکر و نظر کا اہتمام اس میں
شہیدان مکرم کا نظر آئے مقام اس میں

جگر کا خون دے کر ان گلوں کو سرخ رو کر دوں
چمن کے پتے پتے کو شہید آرزو کر دوں

ارادہ ہے کہ غفلت کا تعطل توڑ ڈالوں میں
سلف کے ذکر جاں پرور کو پردوں سے نکالوں میں

جہاد حریت ان جاں نثاروں کا بیاں کر دوں
اور ان کے کارناموں کو جوانوں پر عیاں کر دوں

یہ ممکن ہے کہ پھر غیرت کے وہ جذبات ابھر آئیں
جواں مردی کے خفتہ ولولے پھر عود کر آئیں

لرزتے ہاتھ سے ناقص قلم میں نے اٹھایا ہے
عقیدت نے سمند شوق کو کوڑا لگایا ہے

چلا ہوں لے کے طوفانوں میں ٹوٹے سے سفینے کو
چٹانوں میں لئے نکلا ہوں نازک آبگینے کو

نہیں تھا گرچہ میں شامل خدائی شہسواروں میں
زہے قسمت کہ میں شامل ہوا سیرت نگاروں میں

خدا کے غازیوں کی عظمتوں کا پاس ہے مجھ کو
اور اپنے علم بے مایہ کا بھی احساس ہے مجھ کو

بھروسا کر کے اٹھا ہوں خدا کی رہنمائی پر
مرا ایمان ہے اللہ کی مشکل کشائی پر

مجھے اس راہ میں اللہ کی نصرت کا سہارا ہے
اسی کو میں نے سب مشکل مراحل میں پکارا ہے

الٰہی کھول دے گرہیں مرے کمزور سینے کی
خدایا ناخدائی کر مرے نازک سفینے کی

مجھے اس وادی پرخار میں چلنے کی ہمت دے
سفر میرا کٹھن ہے مجھ کو یارب استقامت دے

مہیا کام کی تکمیل کے اسباب فرما دے
مری جو مشکلیں ہیں ان کا سد باب فرما دے

زباں کو عظمت تقریر دے، معجز بیانی دے
قلم کو سطوت تحریر دے، گوہر فشانی دے

زباں میری بیان صدق میں گل بار ہو جائے
قلم میرا رہ اسلام میں تلوار ہو جائے

عطا کر نطق کو حسن بیاں کی صورت آرائی   جلال جرأت آموزی' جمال لطف گویائی
مرے ذوق سخن پر قرض ہے تیرے شہیدوں کا   الٰہی بارور فرما شجر میری امیدوں کا

تذکرہ تذکار

بیاں کرنے چلا ہوں داستاں اہل عزیمت کی   جنہوں نے روح پھونکی قوم کے اندر حمیت کی
یقیناً تذکرے لکھے گئے ہیں بے شمار ان کے   سبھی محفوظ ہیں ہنگامہ ہائے کارزار ان کے
کیا تحریر انہیں سید کے اکثر جاں نثاروں نے   لیا تدوین میں سیرت کی حصہ تاجداروں نے[9]
وہ "منظورہ"[10] وہ "مخزن"[11] ہمرکابوں کی ہیں تحریریں   "وقائع"[12] اور "نور احمدی"[13] سیرت کی تصویریں
گہرہائے گرانمایہ وہ ملفوظات سید کے   وہ مکتوبات[14] اسماعیل و مکتوبات[15] سید کے
مکاتیب[16] بریلی بھی ہیں ان میں مرتفع پایہ   مکاتیب[17] حمید الدیں بھی ہیں ملت کا سرمایہ
ہیں شامل اس کڑی میں جعفر[18] و حیرت[19] کی تحریریں   یہ ہیں ان غازیوں کی سطوت و غیرت کی تصویریں
بڑا رتبہ سمجھتا ہوں علی ندوی کی سیرت[20] کا   فقط سیرت نہیں ہے اک مرقع ہے بصیرت کا
یہ سید کی حیات پاک کی تفسیر ہے گویا   یہ اس تحریک کی منہ بولتی تصویر ہے گویا
علی جو خود بھی ہے چشم و چراغ اس خانوادے کا   وہ خود بھی راہرو ہے عشق و سرمستی کے جادے کا
کیا ہے حق ادا سیرت میں اس نے حق بیانی کا   کیا ہے تذکرہ مرادان جنت آشیانی کا
وہ جس کے دم سے قائم عظمت اجداد ہے اب بھی   وہ تکیہ شہ علم اللہ کا آباد ہے اب بھی
علم توحید و سنت کا وہاں لہراتا رہتا ہے   ادھر ندوہ یہ ساری داستاں دہراتا رہتا ہے
ادھر اک تذکرہ[21] دیکھا ہے میں نے اس زمانے میں   اچانک جیسے آ نکلے کوئی آئینہ خانے میں
جناب مہر نے لکھا ہے اس کو جانفشانی سے   ممیز کر دیا تاریخ کو قصہ بیانی سے
بڑی تفصیل سے تحریک کے حالات لکھے ہیں   حوالے کے لئے[22] سید کے مکتوبات لکھے ہیں
بڑی تحقیق کا رکھا گیا ہے التزام اس میں   نہیں ہونے دیا رخش قلم کو بے لگام اس میں

روایت کو درایت کے بھی شیشے میں اتارا ہے نہایت دیدہ ریزی سے حقائق کو نکھارا ہے
زبان کو لومتہ لائم سے بھی بے باک رکھا ہے حقیقت کو عقیدت کے غلو سے پاک رکھا ہے
یہ سارے تذکرے تاریخ ہیں ان جاں فروشوں کی نبیؐ کے خادموں' اسلام کے حلقہ بگوشوں کی
جنہوں نے مسلم ہندی کا رشتہ دین سے جوڑا
جنہوں نے ہند کی تاریخ کے دھارے کا رخ موڑا

تحریک جہاد کا پس منظر

عالمگیر کی وفات سے سید احمد شہید کے عہد تک
مسلمانان ہند کا سیاسی' معاشرتی اور مذہبی انحطاط و تنزل

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند
کس بہ میداں در نمی آید' سواراں را چہ شد

تاریک صدی

صدی اٹھارہویں جب عیسوی تقویم کی آئی — مسلمانانِ ہندی پر نحوست کی گھٹا چھائی
وطن میں انتشارِ عام کا ہنگام آ پہنچا — اجل کا شاہ عالمگیر کو پیغام آ پہنچا
وہ عالمگیر وہ صاحبقرانی آنکھ کا تارا — جہانگیر و جہاندار و جہانبان و جہاں آرا
وہ ارضِ ہند کی عظمت میں تھا قندیلِ رحمانی — وہ جس کے دم سے پھر روشن ہوا آئینِ قرآنی
شریعت کا وطن میں بول بالا کر دیا جس نے — چراغ[22] دینِ احمدؐ سے اجالا کر دیا جس نے
شہنشاہی میں جس کو ناز تھا اپنی فقیری پر — گزر اوقات کرتا تھا جو اکثر ٹوپیاں[23] سی کر
رہا ہر حال میں درویش مستغنی زمانے سے — کفن تک کے لئے پائی نہ لی جس نے خزانے[24] سے
کیا ناکام جس نے فتنہ پردازوں کے حیلوں کو — دبا رکھا تھا مرہٹوں کو سکھوں کو رہیلوں کو
وہ جس نے باغیوں کو ہر طرح ناکام رکھا تھا — وہ ایسا بند تھا، سیلاب جس نے تھام رکھا تھا
مگر جب شاہ نے خلدِ بریں کو کوچ[25] فرمایا — تو ہر سو ملک میں فتنوں کا اک طوفاں اٹھ آیا
جو صوبیدار تھے اس کے وہ خود مختار بن بیٹھے — جو تھے سرکار کے خادم، وہ خود سرکار بن بیٹھے
بڑھے دلی کو مرہٹے بھی تخت و تاج پانے کو — چلے کہسار کے چوہے بھی قسمت آزمانے کو
حیاتِ شاہ میں بھی گو یہ فتنہ دب نہ پایا تھا — اور ان کے سیواجی[26] نے بارہا اودھم مچایا تھا
مگر ان کی تگ و دو تھی انہی کے کوہساروں تک — رسائی ہو نہ پائی ان کی دلی کے حصاروں تک
ادھر سکھوں نے سونپی بندہ بیراگی[27] کو سرداری — وہ بندہ جس کی طینت میں تھی سفاکی و عیاری
جفاکاروں کا جتھا لے کے وہ میدان میں آیا — ستم رانی کا پرچم ہر گلی کوچے میں لہرایا

یہ فتنے پھیل کر بنتے گئے طوفان کے دھارے
بڑے دلدوز تھے یہ قتل و خوں ریزی کے نظارے

بندہ بیراگی کا خروج

گرو تھے آخری گوبند سنگھ جی خالصاؤں کے
وہی تھے قافلہ سالار طالع آزماؤں کے

مغل شاہنشہوں سے خالصے بیزار رہتے تھے
مسلمانوں سے اکثر بر سرِ پیکار رہتے تھے

گروجی کو دکن میں موت کا پیغام آ پہنچا
ادھر اب ملک میں فتنوں کا بھی ہنگام آ پہنچا

وہ خود ہی کر گئے تھے نامزد سالار لشکر کا
بنایا بندہ بیراگی کو جتھے دار لشکر کا

یہ بیراگی نہیں تھا' امن انسانی کا ڈاکو تھا
جفا کاری میں ارض ہند کا گویا ہلاکو تھا

یہ لشکر لے کے سکھوں کا بڑھا پنجاب کی جانب
جفا اندیش دوڑا گوہر نایاب کی جانب

چڑھا سرہند پر اور شہر کو تاراج کر ڈالا
مزاروں' مسجدوں کو کر دیا اس نے تہ و بالا

جلا کر شہر کو سفاک نے خاشاک کر ڈالا
زر و اموال لوٹے' بام و در کو خاک کر ڈالا

زن و طفل و جوان و پیر کی گردن اڑا ڈالی
نہتے شہریوں کے خون کی گنگا بہا ڈالی

ستم کوشوں نے قبروں میں سے لاشوں کو نکلوایا
انہیں قیمہ بنایا اور شہراہوں پر ڈلوایا

پرانے مدفنوں سے ہڈیوں تک کو اکھڑوایا
سر بازار لاشہ شہر کے حاکم کا لٹکایا

وہ سفاکی' وہ وحشی پن دکھایا ان رذیلوں نے
کہ ان لاشوں کی نوچیں بوٹیاں کووں نے چیلوں نے

ستم گاروں کے استبداد نے وہ رنگ دکھلایا
کہ پھر تاریخ نے بغداد کا ہر باب دہرایا

یہاں سے ہو گیا جب سیر یہ جنات کا ٹولا
نئی منزل کی جانب چل دیا آفات کا ٹولا

جو بستی راہ میں آتی' اسے بدحال کر دیتے
کھڑی فصلوں میں گھوڑے چھوڑ کر پامال کر دیتے

جو ملتا شہر رستے میں اسے برباد کرتے تھے
وہی سرہند جیسا اس پہ استبداد کرتے تھے

پیاپے یورشیں کرتے ہوئے لاہور تک آئے
یہ بدانجام لیکن برتری حاصل نہ کر پائے

یہاں آکر ہمیشہ پٹ گئے افواج شاہی سے
رہا لاہور محفوظ ان لعینوں کی تباہی سے

بندہ بیراگی کا انجام

بالآخر اس ستم اندیش کا بھی روز بد آیا ۔۔۔ گورنر بن کے اب لاہور کا عبدالصمد آیا[30]
اب اس مرد دلاور جنگ نے پرچم کشائی کی ۔۔۔ عساکر لے کے باغی خالصاؤں پر چڑھائی کی
انہیں چاروں طرف سے گھیر کر مجبور کر ڈالا ۔۔۔ اور ان کو لوہ گڑھ کے قلعے میں محصور کر ڈالا
برون قلعہ ہر اک راہ میں لشکر کو پھیلایا ۔۔۔ کڑے پہرے لگا کر آب و دانہ بند کروایا
مسلسل قید میں مرنے لگے جب بھوک کے مارے ۔۔۔ رسد کے بعد گھوڑے اور خچر کھا گئے سارے[31]
اب اس کے بعد جینے کی نہ جب صورت نظر آئی ۔۔۔ تو ان کو بس اطاعت ہی میں خیریت نظر آئی
پکڑ کر پابجولاں شہر میں لایا گیا ان کو ۔۔۔ بنا کر قافلہ دلی[32] کو بھجوایا گیا ان کو
وہاں فرخ سیر نے دیں وہ عبرتناک ایذائیں ۔۔۔ کہ جن کو دیکھ کر انسان کیا، پتھر پگھل جائیں
بدن بندہ کا نوچا لوہے کے زنبور تپوا کر ۔۔۔ مرا[33] آخر وہ بدانجام یوں ہی غش پہ غش کھا کر
سزا سے پیشتر پوچھا گیا اس کینہ پرور سے ۔۔۔ کہ تو نے کس لئے خلق خدا پر یوں ستم توڑے
کہا، "بندے خدا کے اس سے جب منہ پھیر لیتے ہیں ۔۔۔ تو مجھ ایسے جفا جو آ کے ان کو گھیر لیتے ہیں
نہیں ہوتی کچھ اس میں وجہ لوگوں سے عداوت کی ۔۔۔ سزا ملتی ہے ان کو سرکشی کی اور بغاوت کی
پھر آ جاتے ہیں تم جیسے دلاور مقتدر ہو کر ۔۔۔ سزا[34] دیتے ہیں مجھ ایسوں کو بے خوف و خطر ہو کر"
بزعم خویش وہ تعزیر کا اک تازیانہ تھا ۔۔۔ مگر آغاز و انجام اس کا عبرت کا فسانہ تھا

مرکزی حکومت پر ایک نظر

ادھر شہزادگاں باہم دگر دست و گریباں تھے ۔۔۔ حصول سلطنت کے واسطے دن رات کوشاں تھے
یہ حالت تھی کہ ان میں جو بھی تخت و تاج پاتا تھا ۔۔۔ گزر کر خون کے دریائے بے پایاں سے آتا تھا
معظم نے بہادر شاہ بن کر حکمرانی کی ۔۔۔ اور اپنے بھائیوں کی تیغ و خوں سے میزبانی کی
بہادر شاہ بھی جب مر گیا لاہور میں آ کر ۔۔۔ چلی تلوار فرزندوں میں اس کی جانشینی پر

امیروں نے جو دیکھی ان میں باہم رزم آرائی
سیاست کے افق پر چھا گئے "دو شاہ گر بھائی"[35]

جسے وہ چاہتے تھے، تخت کی زینت بناتے تھے
بگڑ جاتے تھے جب اس سے تو اس کا سر اڑاتے تھے

جہاندار اور اس کا جانشیں فرخ سیر آیا
پھر اس کے بعد رنگیلے[36] کا دور بد اثر آیا

ہوا سامان عشرت ہیجڑے اور نغمہ کار آئے
گئی تلوار اور دربار میں چنگ و ستار آئے

نہ بابر کی جلالت تھی، نہ اکبر کی سیاست تھی
نہ عالمگیر کی غیرت، نہ تدبیر و فراست تھی

نہ اس بدبخت میں ایمان کا وہ جوش باقی تھا
نہ اسلامی حمیت تھی، نہ اس کا ہوش باقی تھا

شراب ارغواں تھی، شور نوشانوش جاری تھا
نشہ ساقی کی چشم مست کا ظالم پہ طاری تھا

طوائف زادیاں اور ہیجڑے دربار کی زینت
حسین و نیم عریاں عورتیں سرکار کی زینت

سرود و رقص کے جلسے شراب و شعر کی باتیں
سرور و کیف کے دن تھے، وصل و عیش کی راتیں

محمد شاہ پر آخر پڑا تعزیر کا کوڑا
سہانا خواب اس کا آ کے نادر[37] شاہ نے توڑا

لہو کی ندیاں دلی کی گلیوں میں لگیں بہنے
ستم اس دور کے ہر بچے بوڑھے کو پڑے سہنے

خزانہ بھی لٹا، اغیار نے "طاؤس" بھی چھینا
زر و گوہر بھی، جان و مال بھی، ناموس بھی چھینا

یہ دور پرفتن گزرا تو دور فتنہ زا آیا
ہر اک صوبے میں خود مختاریوں[38] نے جال پھیلایا

سمٹ کر رہ گئی دلی میں مغلوں کی عملداری
جو صوبیدار تھے سب نے کیا اعلان مختاری

دکن والا نظام الملک آصف جاہ بن بیٹھا
علی وردی ادھر بنگالیوں کا شاہ بن بیٹھا

اودھ میں بھی سعادت نے کیا اعلان نوابی
سیاسی طور پر برپا ہوئی اک عام بے تابی

جنوبی ہند میں طاقت پکڑ لی پیشواؤں[39] نے
ادھر پنجاب پر قبضہ جمالیا خالصاؤں نے

گھٹا ادبار کی ہندوستاں پر چڑھ کے آئی تھی
سیاست کے افق پر ایک تاریکی سی چھائی تھی

حکومت کی ہوس ہر ایک کو اکساتی رہتی تھی
ریاست سے ریاست آئے دن ٹکراتی رہتی تھی

نہایت افراتفری تھی، بڑی ہنگامہ بازی تھی
وطن کے کونے کونے میں بپا فتنہ طرازی تھی

سیل فرنگ اور جنگ پلاسی

فرنگی جن کا کلکتے میں اڈہ تھا تجارت کا
کیا آغاز انہوں نے چپکے ہی چپکے شرارت کا

مقامی حاکموں میں جب انہوں نے کشت و خوں پایا
تو ان کو اقتدار و جاہ کی خواہش نے اکسایا

سر پیکار باہم دیکھ کے نواب زادوں کو
ملی تقویت ان لوگوں کے چنگیزی ارادوں کو

شہ بنگال سے اندر ہی اندر ٹھن گئی ان کی
انہیں جعفر[1] جو ہاتھ آیا تو بگڑی بن گئی ان کی

فرنگی کی بصیرت نے کیا تھا انتخاب اس کا
نہ تھا بنگال کی رزم سیاست میں جواب اس کا۔

اسے سلطانی بنگال کے لالچ نے اکسایا
یہ ظالم یوں فرنگی شاطروں کے دام میں آیا

کلائیو[2] سے جب اس ظالم نے پختہ کر لئے پیماں
اور اپنے ملک و ملت کا بنا غدار یہ شیطاں

تو انگریزوں نے حملہ کر دیا افواج شاہی پر
کمر باندھی انہوں نے نظم شاہی کی تباہی پر

نبرد آرا ہوا نواب میدان پلاسی میں
مگر نکلا سراسر نابلد نظم سیاسی میں

ادھر کچھ معرکہ بازی ابھی ہونے نہ پائی تھی
کہ اپنی فوج سب جعفر نے میداں سے ہٹائی تھی

ستمگر جا ملا لشکر لئے دشمن کے لشکر سے
اٹھا لیں نعمتیں شیطان نے نواب کے گھر سے

اکیلا رہ گیا نواب تو گھبرا کے بھاگ اٹھا
فرنگی کا نصیبہ اس طرح سازش سے جاگ اٹھا

مطابق عہد کے جعفر ہوا بنگال کا حاکم
بنا غدار اعظم تخت و تاج و مال کا حاکم

نوازش پر نوازش اس نے کی افرنگ زادوں پر
زر و گوہر لٹایا فتنہ خو نے بدنہادوں پر

انہیں دے دے کے نذریں جب خزانہ ہو گیا خالی
نظام سلطنت بگڑا بڑھی صوبے میں بدحالی

فرنگی کی طلب[3] بڑھ کر بنی لالچ کی بدمستی
کہاں تک ساتھ دے سکتی تھی جعفر کی تہی دستی

کیا انکار اس نے جب نوازش ہائے بیجا سے
تو افرنگی خود اپنے اس مربی سے بگڑ بیٹھے

اچانک جنگ سے اس کی حکومت ختم کر ڈالی
بنایا میر قاسم کو نیا بنگال کا والی

یقیناً میر قاسم صاحب تدبیر حاکم تھا
مگر انگریز کے آگے وہ بے توقیر حاکم تھا

فرنگی تاجر اس کو مال کی چنگی نہ دیتے تھے
اور اپنی فوج کی تنخواہ بھی قاسم سے لیتے تھے
بالآخر تنگ آ کر اس نے ان سے جنگ کی ٹھانی
مگر افسوس امیدوں پہ اس کی پھر گیا پانی
شکستوں پر شکستیں کھا کے تخت و تاج چھنوایا
اور اس کی سلطنت میں پرچم افرنگ لہرایا
بہت امداد شہ عالم نے کی بے شک بچارے کی
مگر تدبیر بن آئی نہ کچھ قسمت کے مارے کی
یہاں اسلام کی عظمت مسلمانوں نے کھو ڈالی
یہاں غداریوں نے قوم کی لٹیا ڈبو ڈالی

سقوط میسور

فرنگی کا مکمل ہو گیا بنگال پر قبضہ
سریر سلطنت پر اور جاہ و مال پر قبضہ
اڑیسہ اور بہار ان کو دیئے خود شاہ عالم نے
درون ہند بھی افرنگ کے پاؤں لگے جمنے
اودھ میں بھی انہوں نے سازشوں کا جال پھیلایا
اسی صورت سے یہ شاہیں بھی ان کے زیر دام آیا
یہ فتنہ ملک گیری کا بڑھا سیلاب کی صورت
علاقوں پر علاقے کھا گیا گرداب کی صورت
دکن کے ہندو مرہٹے بھی ان کی چال میں آئے
نظام اور اس کے درباری بھی ان کے جال میں آئے
یہ سیلاب بلا ہر سو قریب و دور تک پہنچا
ہوسناکی کا ریلا پھیل کر میسور تک پہنچا
یہاں لہرا رہا تھا پرچم ٹیپو فضاؤں میں
وہ جس کا غلغلہ تھا ہند کے فرمانرواؤں میں
وہ جس کی خوبی تدبیر میں تھی کشور آرائی
وہ حرب و ضرب میں حاصل تھی جس کو شان یکتائی
وہ جس کے زور بازو سے فرنگی بھی بدکتے تھے
نظام اور ہندو مرہٹے مقابل آ نہ سکتے تھے
یہ تینوں سازشی مل کر بڑھے میسور کی جانب
ہوس کی آندھیاں لپکیں چراغ طور کی جانب
یہ طوفان بلا میسور کے ایواں سے ٹکرایا
گداؤں کا یہ ٹولا بڑھ کے اب سلطاں سے ٹکرایا
یہاں انگریز نے پھر سازشوں کا جال پھیلایا
ہوس خو میر صادق کو سنہری دام دکھلایا
وہ صادق فطرتاً کاذب تھا' دھوکہ باز تھا یکسر
وہ محسن کش تھا' وہ غدار و کینہ ساز تھا یکسر
وہ ننگ دین و ملت بک گیا اغیار کے ہاتھوں
لٹی سلطان کی عظمت اسی غدار کے ہاتھوں

یہ شیطانوں کے لشکر جب بڑھے خونخوار ارادوں سے
ملی تقویت ان کو زر خریدہ میرزادوں[48] سے

وہی جو دین کے خادم تھے غداران دیں نکلے
پلے جو خوان نعمت پر وہ مار آستیں نکلے

نبرد آرا ہوا دشمن سے جب سلطان کا لشکر
تو اس سے ٹوٹ کر چلتا بنا شیطان کا لشکر

رہا میدان میں سلطان اور کچھ جاں نثار اس کے
چھپا صادق اور اس کے ساتھ ہی سب زلہ خوار اس کے

یہاں سلطان نے جوہر دکھائے تیغ بازی کے
نبرد آرا رہے بس چند ساتھی مرد غازی کے

یہ مرد حر بالآخر جنگ کے میداں میں کام آیا
فرنگی نے یہاں بھی پرچم تزویر لہرایا

یہ تھی ظلمت نشان ہند میں قندیل اسلامی
بجھا ڈالا خود اپنوں نے اسے اے وائے ناکامی

جنوبی ہند میں اس مرد غازی کی شہادت سے
فرنگی پر کھلے سب فتح ہندستاں کے دروازے

رہا کوئی نہ باقی مرد آہن ہند کے اندر
غلامی کا جوا پڑنے لگا لوگوں کی گردن پر

مسلط ہر ریاست پر ہوا اب "نظم امدادی"[49]
لگی یوں سلب ہونے رفتہ رفتہ سب کی آزادی

یونہی بڑھتا رہا سیل فرنگی گوشے گوشے میں
سرایت کر گیا یہ زہر ہر بالیں میں، خوشے میں

فریب و مکر کے پھندوں میں پھنستے ہی گئے ہندی
یہ مکاری کی دلدل تھی کہ دھنستے ہی گئے ہندی

صدی اٹھارہویں نے بھی لپیٹی اب[50] بساط اپنی
فرنگی نے جمائی ہند میں بزم نشاط اپنی

عہد سید شہید

مسلمانان ہند کا سیاسی زوال

سمٹ کر رہ گئی دلی میں مغلوں کی عملداری
تھی حد اس کی "حصار سرخ"[51] ہی کی چار دیواری

یہاں بھی قول فیصل تھا فرنگی کی سیاست کا
برائے نام تھا اک شاہ تیموری ریاست کا

تصرف تخت شاہی پر تھا اکبر شاہ ثانی کا
فقط اک کھوکھلا دعوئ تھا اس کی شہ جہانی کا

شجاعت اور فراست کا نہ تھا نام و نشاں باقی
جلال و شوکت شاہی کی تھی بس داستاں باقی

نہ جانبازوں کے لشکر تھے نہ وہ سالار باقی تھے
عمارت گر چکی تھی، اب فقط آثار باقی تھے

نہ وہ پہلا جہانبانی کا کوئی جوش باقی تھا ‎ اگر کچھ تھا تو بس اک شغل ناؤنوش باقی تھا
ادھر صوبوں میں یا نواب تھے یا میر حاکم تھے ‎ مگر وہ بھی فرنگی ہی کے رسہ گیر حاکم تھے
ہر اک راجا ریاست میں کیا کرتا تھا من مانی ‎ فقط اک کاٹھ کی پتلی بنا تھا "ظل[52] سبحانی"
فرنگی ہی کا سارے ملک میں فرمان جاری تھا ‎ ہر اک چھوٹے بڑے کی جیب سے تاوان جاری تھا
زمین ہند میں ہر سو مسلماں دل شکستہ تھے ‎ ہر اک صوبے میں غیروں ہی کے آگے دست بستہ تھے
ستم اور جور کی تاریکیاں بڑھتی ہی آتی تھیں ‎ غلامی کی بھیانک آندھیاں چڑھتی ہی آتی تھیں

پنجاب میں مسلمانوں کی زبوں حالی

ادھر پنجاب میں سکھوں کا تھا ظلم و ستم جاری ‎ بپا تھی بے محابا قتل و خوں کی گرم بازاری
یہاں رنجیت سنگھ از خود بنا تھا اک مہاراجہ ‎ تشدد سے ہوا تھا سرحد و پنجاب کا خواجہ
نظام[53] سلطنت میں بے اصولی تھا اصول اس کا ‎ فقط افواج کی قوت پہ تھا سب عرض و طول اس کا
اکھاڑے رہزنی کے بن گئی تھیں سب گزرگاہیں ‎ سفر تھا پرخطر اور ہر طرف مخدوش تھی راہیں
نہایت تنگ تھی غارت گروں سے مسلم[54] آبادی ‎ کہیں اموال کی لٹس، کہیں فصلوں کی بربادی
جسے چاہا اسے لوٹا، جسے چاہا اسے مارا ‎ رواں تھا ہر طرف غارت[55] گری کا تیز رو دھارا
اکالی[56] دل کبھی آبادیوں سے جب گزرتا تھا ‎ بڑے مکروہ جبر و جور و استبداد کرتا تھا
کھلی چھٹی تھی پھولا سنگھ کو نذرانے لینے کی ‎ نہ دے کوئی تو من مانی سزائیں اس کو دینے کی
مسلمانوں پہ قدغن تھی کھلے بندوں عبادت[57] کی ‎ یہی تھیں برکتیں اس دور میں سنگھی قیادت کی
بلند اواز سے مومن اذانیں کہہ نہ پاتے تھے ‎ بہت سی مسجدیں تھیں جن میں گھوڑے[58] باندھے جاتے تھے

بیاں میں آ نہیں سکتا جو ہوتا تھا یہاں ہر دم
"حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم"

مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی کجروی

رہا جب تک مسلمانوں پہ سایہ بادشاہی کا ۔۔۔ انہیں احساس ہو پایا نہ کچھ اپنی تباہی کا

یہ حاکم قوم تھی، تنقید سے ہر شخص بالا تھا ۔۔۔ نگاہ غیر میں ان کا اندھیرا بھی اجالا تھا

گماں کرتے تھے نیکی ہی کا اپنی ہر برائی پر ۔۔۔ انہیں اک ناز سا تھا ہند کی فرمانروائی پر

حکومت[59] چھن گئی آنکھوں سے اب سرکا نقاب ان کا ۔۔۔ یہ غافل تھے کہ سر پر آ گیا یوم حساب ان کا

یہ جھنجھلائے[60] جو دیوالہ پٹا مذہب سمیت ان کا ۔۔۔ یہ پچھتانے لگے جب چگ لیا چڑیوں نے کھیت ان کا

شب عشرت کٹی اور بجھ گئے آخر چراغ ان کے ۔۔۔ سحر کے ساتھ ظاہر ہو گئے چہرے کے داغ ان کے

بدل ڈالا تھا بدبختوں نے سب اسلام کا ڈھانچا ۔۔۔ کیا تھا بدنہادوں نے شریعت کا تیا پانچا

طریقے مندروں میں تھے جو پوجا کے عبادت کے ۔۔۔ وہی اہل حرم کے ہاں بنے سامان سعادت کے

تقدس مٹ گیا توحید کا ایمان والوں میں ۔۔۔ پرستش سیتلا[61] کی آ گھسی رحمان والوں میں

ہزاروں منتیں قبروں پہ جا کر مانی جاتی تھیں ۔۔۔ انہیں کی برکتیں دنیا میں سب گردانی جاتی تھیں

چڑھاوے دیوتاؤں کے بنے نذریں مزاروں کی ۔۔۔ کنہیا[62] کے پجاری کھا گئے توحید یاروں کی

کبیر[63] احمد کی گائے اور بکرا شیخ سدو[64] کا ۔۔۔ کہیں بی بی کی صحنک[65] اور اماموں کا کہیں کونڈا[66]

مقرر ہو گیا تھا ماسوا کے نام کا حصہ ۔۔۔ برہمن کی شریعت بن گئی اسلام کا حصہ

جبینیں جو جھکا کرتی تھیں اک اللہ کے در پر ۔۔۔ وہ اب ٹکنے لگیں قبروں کے تعویذوں کے پتھر پر

وہ لب جن پر کلام اللہ کے فرمان رہتے تھے ۔۔۔ وہ اب جاجا کے پتھر چومتے تھے خانقاہوں کے

مقید کر دیا قرآن کو جزدان کے اندر ۔۔۔ اسے دہرایا جاتا تھا فقط رمضان کے اندر

یہ تھی بولی فرشتوں کی فقط پڑھ کر سنانے کو ۔۔۔ یہ اشلوکوں[67] کی پستک تھی فقط پھونکیں چلانے کو

یہ امت فائدہ قرآن سے اتنا اٹھاتی تھی ۔۔۔ کہ بس یٰسین[68] پڑھ کر موت آسانی سے آتی تھی

جو رسمیں ہندوؤں کی تھیں مسلمانوں کے گھر آئیں ۔۔۔ وہی بدعات جو مندر میں تھیں، مسجد میں در آئیں

گناگت[69] اور کریاکرم کے وہ پوریاں حلوے ۔۔۔ یہاں اب فاتحہ کے خوان پر دینے لگے جلوے
دیئے جلتے تھے دیوالی کے جیسے فتح لنکا پر ۔۔۔ وہی بدعت چراغاں بن گئی شعبان میں آ کر
شریعت پر عمل اب وضعداری کے منافی تھا ۔۔۔ وسیلہ پیر کا جنت میں لے جانے کو کافی تھا
برہما کے پروہت بن کے پیران حرم آئے ۔۔۔ اٹھائے جام کوثر، وارثان جام جم آئے
صنم خانوں کے کاہن مسند ارشاد پر بیٹھے ۔۔۔ یہ ہندو جوگیوں کا سربسر بہروپ بھر بیٹھے
مریدوں ہی کی جیبیں تھی ہدف ان کی نگاہوں کا ۔۔۔ تجارت میں بدل ڈالا تقدس خانقاہوں کا
ہر اک تہوار پر میلے لگانا بھی ضروری تھا ۔۔۔ طوائف زادیوں کا ناچ گانا بھی ضروری تھا
ادھر رندوں کی محفل میں مئے گلرنگ کی مستی ۔۔۔ ملنگوں پر سوار افیون کی اور بھنگ کی مستی
سرود و رقص تقریبات کی رونق بڑھاتے تھے ۔۔۔ طوائف زادیوں سے مجلسی تعلیم پاتے تھے
لعینوں نے نکاح بیوگاں معدوم کر ڈالا ۔۔۔ وراثت میں سے مستورات کو محروم کر ڈالا
تمدن میں تمیز حلت و حرمت مٹا ڈالی ۔۔۔ برہمن کی شراکت سے نئی ملت بنا ڈالی
نہ تھا کوئی نشاں باقی صداقت کا عدالت کا ۔۔۔ زمانہ لوٹ آیا پھر اسی مکی جہالت کا
وہی فسق و فجور و معصیت کا دور جاری تھا ۔۔۔ اسی بے رہروی اور گمرہی کا طور جاری تھا
خدا کے باغیوں نے دین کا حلیہ بگاڑا تھا ۔۔۔ گلستان محمدؐ باغبانوں نے اجاڑا تھا

مرد حق کی ضرورت

مسلمانان ہندستاں پہ نازک وقت آیا تھا ۔۔۔ سیاست تھی نہ مذہب تھا نہ سلطانی کا سایا تھا
تنزل ہی تنزل تھا، تباہی ہی تباہی تھی ۔۔۔ نہ وہ کردار باقی تھا، نہ سرداری، نہ شاہی تھی
نہ تھی اس دور میں ہمت کسی میں سر اٹھانے کی ۔۔۔ نہ تھی جراءت کسی میں غیر سے پنجہ لڑانے کی
نہ دل اس پر کسی ذیجاہ کا بے تاب ہوتا تھا ۔۔۔ جو طرے باز تھے، ان کا بھی زہرہ آب ہوتا تھا
نہ تھا یہ وقت اب تسبیح بازوں کی قیادت کا ۔۔۔ نہ رندوں کی امارت کا، نہ شاہوں کی سیادت کا

ضرورت تھی کہ ایسے وقت میں اک مرد کار آتا — کوئی اللہ کا جانباز اٹھتا، حق شعار آتا
ضرورت تھی کہ کوئی حامل قرآن بھی ہوتا — جہاد حریت میں غازی میدان بھی ہوتا
وہ جس کے ہاتھ میں تسبیح بھی، شمشیر بھی ہوتی — وہ جس میں فقر بوذرؓ فطرت شبیرؓ بھی ہوتی
وہ جس میں ولولہ ہوتا علمبرداری حق کا — وہ جس میں دغدغہ ہوتا سپہ سالاری حق کا
وہی جو ست رو دریاؤں میں طوفاں اٹھا دیتا — بجھی چنگاریوں کو جس کا دم شعلے بنا دیتا
سخن جس کا دلوں کی تنگناؤں میں اتر جاتا — عمل جس کا بھٹکتے کارواں کو راہ پر لاتا
صدا جس کی دلوں پر صور اسرافیل بن جاتی — وہ جس کی خوش بیانی نغمہ جبریل بن جاتی
بہت جب آزمایا جا چکا ہر جاہ والے کو — بالآخر مل گیا منصب یہ اک اللہ والے کو
کوئی جاگیردار اٹھا نہ اب نواب و میر اٹھا — اگر اٹھا تو اک اللہ کا مرد فقیر اٹھا
یہ مرد حق بریلی کی مبارک خاک سے اٹھا — محمدؐ مصطفیٰ کے دودمان پاک سے اٹھا
خدا نے چن لیا درویش کو بہر جہانبانی — "فقیر راہ کو بخشے گئے اسرار سلطانی"
عزیمت کا علم تھامے ہوئے میدان میں آیا — خدا رحمت کرے اقبال نے کیا خوب فرمایا
"نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؓ — کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری"
مزاج خانقاہی کو مبدل کر دیا اس نے — مسلمانوں کے اندر جوش غیرت بھر دیا اس نے
جو گدڑی پوش تھے وہ ہو گئے مشتاق جانبازی — جو تھے گوشہ نشیں وہ بن گئے میدان کے غازی
چلاتے تھے جو حجروں میں فقط تسبیح کے دانے — وہ سینے تان کر نکلے عدو کی گولیاں کھانے
اٹھی تحریک ہندوستان سے سیلاب کی صورت — شب مسلم کو روشن کر گئی مہتاب کی صورت
یہ تھا پہلا تصور ایک اسلامی ریاست کا — جہاں مقصود تھا غلبہ شریعت کی سیاست کا
قدم ہمت کا سید نے اسی خاطر اٹھایا تھا — اسی کے واسطے سرحد کو جولانگہ بنایا تھا
اس کے واسطے لکھے تھے نامے تاجداروں کو — اسی کے واسطے مسکن بنایا کوہساروں کو

نہ تھا کچھ فائدہ اب قوم کی بگڑی پہ رونے میں
پھرا دعوت لئے ہندوستاں کے کونے کونے میں

یہ دعوت تھی جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت
یہ جنت کا بلاوا تھا، شہادت گاہ کی دعوت

اسی دعوت پہ نکلی تھی جماعت حق شعاروں کی
رہ مولا کے جانبازوں، خدائی شہسواروں کی

یہی تحریک تھی بنیاد اسلامی حکومت کی
ولیکن ہو گئی یہ نذر اپنوں کی خصومت کی

میں اس تحریک کو بنیاد پاکستان کہتا ہوں
اسے دیباچہ روداد پاکستان کہتا ہوں

مقام عزیمت

کئی نادان کہتے تھے کہ یہ ناکام کوشش ہے
یہ قبل از وقت ہنگامہ ہے، بالکل خام کوشش ہے

نظام ملت اسلام کا شیرازہ برہم ہے
وسائل کی کمی ہے، فوج کی تعداد بھی کم ہے

مماثل ہی نہیں ہم دشمنوں کے جاہ و قوت میں
امامت کی بھی اہلیت نہیں سید کی طینت میں

نہیں ہے اسلحہ کافی، رسد ہے اور نہ دولت ہے
حکومت کے مقابل جاہ و شوکت ہے، نہ صولت ہے

امیروں کی رفاقت ہے، نہ شاہوں کی شراکت ہے
جہاد اس حال میں اپنی ہی جانوں کی ہلاکت ہے

یہ عقل مصلحت اندیش کی تھی فتنہ سامانی
کہ فطرت میں ودیعت اس کو ہوتی ہے تن آسانی

وہ جن کو جان و مال و خانماں محبوب ہوتا ہے
یہی ان کا لب و لہجہ، یہی اسلوب ہوتا ہے

جنہیں راہ خدا میں جان دینا بار ہوتا ہے
زباں سے ان کی ان الفاظ کا اظہار ہوتا ہے

غلط اندیشیاں انسان کو بزدل بناتی ہیں
عمل سے دور تر رہنے کو تاویلیں سکھاتی ہیں

خطر کو عشق خاطر میں مگر لایا نہیں کرتا
فروفال شہنشاہی سے گھبرایا نہیں کرتا

وہ غازی جو خدا کی راہ میں گھر سے نکلتے ہیں
عمل کے جوش سے دنیا کی تقدیریں بدلتے ہیں

چلے آتے ہیں بے تیغ و نیام اسباب سے عاری
سمجھتے ہیں وہ کافی اپنے حق میں نصرت باری

ہراساں ہی نہیں ہوتے وہ شیطانوں کی کثرت سے
نہ وہ مرعوب ہوتے ہیں شہنشاہوں کی عظمت سے

مقام ان غازیوں کا جنگ کا میدان ہوتا ہے
کہ ان کا "انتم الاعلون" پر ایمان ہوتا ہے

مجاہد موت کو ترجیح دیتے ہیں غلامی پر
فدا کرتے ہیں جان و مال حق کے نام نامی پر
مصائب سے خدا کے پاک بندے ڈر نہیں سکتے
وہ گردن تو کٹا دیتے ہیں لیکن مُڑ نہیں سکتے
جو اہل عشق ہیں وہ مصلحت کوشی نہیں کرتے
وہ ابن الوقت بن کر حق سے روپوشی نہیں کرتے
انہیں خاموش رکھ سکتا نہیں جبروت سلطانی
ڈرا سکتا نہیں ان کو کبھی طاغوت شیطانی
وہی غفلت زدہ افرادِ ملت کو جگاتے ہیں
مولوں کو وہی شہباز سے لڑنا سکھاتے ہیں
انہی جذبات نے سید کو میداں میں اتارا تھا
مسلمانوں کو جس نے جانفروشی پر ابھارا تھا
مسلمانان ہندستان تو جی چھوڑ بیٹھے تھے
عمل کی رہ میں اپنے ہاتھ پاؤں توڑ بیٹھے تھے
حکومت چھن گئی' جاتی رہی دینی حمیت بھی
تڑپ اسلام کی رخصت ہوئی' بدلی تھی نیت بھی
ہوئی پیدا تڑپ اس بے نوا سید کے سینے میں
وہی جو بے بہا گوہر تھا ملت کے خزینے میں
کلامؔ اللہ کی یاں برتری مطلوب تھی اس کو
نبیؐ کی سنتوں کی تازگی مرغوب تھی اس کو
بلاد المسلمیں کو غیر سے آزاد کرنا تھا
دلوں میں حریت کے ولولے آباد کرنا تھا
جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز کرنا تھا
درِ فکر و عمل جو بند تھا' پھر باز کرنا تھا

امام وقت اور حصول شوکت

فرشتے آسمانوں سے امامت کو نہیں آتے
قتال و حرب کے سامان اور لشکر نہیں لاتے
یہ سنتؔ ہے کہ انسانوں سے اک انسان اٹھتا ہے
وہ جس کے دل میں آزادی کا اک طوفان اٹھتا ہے
وہ بے شک بے نوا اور بے سروسامان ہوتا ہے
مگر اس کا خدا کی ذات پر ایمان ہوتا ہے
توکل کرکے اٹھتا ہے وہ امداد الٰہی پر
نظر اس کی نہیں ہوتی جہاں کی بادشاہی پر
اٹھاتا ہے خدا کے نام سے اسلام کا جھنڈا
وہ لہراتا ہے میداں میں خدا کے نام کا جھنڈا
بناتا ہے جماعت رفتہ رفتہ حق شعاروں کی
یونہی تعداد بڑھتی ہے مجاہد جاں نثاروں کی
مراحل تربیت کے بھی اسی صورت گزرتے ہیں
جہاد و سرفروشی کے جہاں سے نقش ابھرتے ہیں

امام وقت کو حاصل جب اطمینان ہوتا ہے ۔۔۔ تو پھر اس کی طرف سے جنگ کا اعلان ہوتا ہے
کفن بردوش غازی ہر طرف سے دوڑے آتے ہیں ۔۔۔ عطیہ اپنے جان و مال کا ہمراہ لاتے ہیں
وہ ٹکراتے ہیں جابر حاکموں سے' بادشاہوں سے ۔۔۔ نہیں مرعوب ہوتے وقت کے عالم پناہوں سے
مچا دیتے ہیں بڑھ کر تہلکہ دشمن کی فوجوں میں ۔۔۔ خدا شدت عطا کرتا ہے اس طوفاں کی موجوں میں
جہاد ان کا نہیں ہوتا حصول جاہ کی خاطر ۔۔۔ وہ لڑتے ہیں فقط احیائے دین اللہ کی خاطر
رسولؐ پاک کی سنت کا وہ اعلان کرتے ہیں ۔۔۔ خدا کی رہ میں اپنا مال و جاں قربان کرتے ہیں
یہ فرض منصبی ہوتا ہے اب ایمان والوں کا ۔۔۔ گھروں کو چھوڑ کر وہ ساتھ دیں میدان والوں کا
وہ حجرے چھوڑ کر میدان میں خنجر بکف آئیں ۔۔۔ امام وقت کا اعلان سن کر صف بہ صف آئیں
اسی صورت حصول شوکت اسلام ہوتا ہے ۔۔۔ اسی انداز سے راہ خدا میں کام ہوتا ہے
مگر اب کیا کہیں اس دور کے ایماں فروشوں کو ۔۔۔ عدو کے ہاتھ میں بک جانے والے فتنہ کوشوں کو
امامت کی شرائط پیش تو کیں نکتہ چینوں نے ۔۔۔ دیئے فتوے مگر حجروں سے ہی مسند نشینوں نے
نہ خود اٹھے' نہ آمادہ کیا اپنے مریدوں کو ۔۔۔ اگر کچھ ہو سکا تو گالیاں دے دیں شہیدوں کو
مدد کرنا کجا اوروں کو بھی اس راہ سے روکا ۔۔۔ ڈرایا اور جہاد فی سبیل اللہ سے روکا
یہ انداز عمل کیا تھا' تن آسانی کا حیلہ تھا ۔۔۔ قتال و جنگ سے جانیں بچانے کا وسیلہ تھا

ناکامی یا کامرانی

یہ تحریک جہاد حق اگر ناکام ہو جاتی ۔۔۔ تو ارض ہند میں رسوائی اسلام ہو جاتی
ہمارا آفتاب حریت گہنا گیا ہوتا ۔۔۔ ہماری قوم پر ابر تنزل چھا گیا ہوتا
ہمار گلشن ملت اجڑ کر رہ گیا ہوتا ۔۔۔ اثاثہ دین کا سیل بلا میں بہہ گیا ہوتا
ہمارے جذبہ ہائے حریت پژمردہ ہو جاتے ۔۔۔ ہمارے سلطنت کے ولولے افسردہ ہو جاتے
غلامی پر رضامندی ہمارا دین ہو جاتی ۔۔۔ اور ایسے "انتم الاعلون" کی توہین ہو جاتی

وقار اپنا مگر اللہ کو مطلوب ہوتا ہے — سدا باطل ہی حق کے سامنے مغلوب ہوتا ہے
شہیدوں نے لہو دے دے کے سینچا باغ ملت کا — مبارک خون سے وہ دھو گئے ہر داغ ملت کا
خدا والوں نے دے دی اپنے مال و جاں کی قربانی — اور اپنے جانشینوں کو عطا کی روح ایمانی
بظاہر گو نہ پورا ہو سکا مقصد شہیدوں کا — نہ لایا برگ و بار اس وقت گو گلشن امیدوں کا
مگر اس وجہ سے ترک عمل لازم نہیں آتا — حق اندیشوں کو یہ اقدام دوں عزمی نہیں بھاتا
کبھی بنیاد کار دیں نتائج پر نہیں ہوتی — ہر اک کوشش اسی لمحے میں بار آور نہیں ہوتی
مدار اعمال کا ہوتا ہے مبنی حسن نیت پر — عمل اللہ والوں کا تھا اخلاص حمیت پر
انہوں نے سنت محبوب کا کھولا تھا دروازہ — جہاد و سرفروشی کا کیا تھا ولولہ تازہ
جو آزادی کی مشعل ان شہیدوں نے جلائی تھی — وہی اسلامیان ہند نے ورثے میں پائی تھی
یہ چنگاری خس و خاشاک سے بجھنے نہیں پائی — شہیدوں کے رفیقوں نے یہ آتش اور بھڑکائی
چراغ حریت جلتا رہا تاریک راہوں میں — معین ہو گئی منزل مسلماں کی نگاہوں میں
شہیدوں کا لہو جو ارض بالاکوٹ میں ٹپکا — کئے اس نے زمین ہند میں لعل و گہر پیدا
پیاپے جاں فروشوں کی رہی یلغار عرصے تک — دکھایا غازیوں نے جذبہ ایثار عرصے تک
جہاد حریت اس دور میں جاری رہا برسوں — نشہ جو چڑھ چکا تھا قوم پر طاری رہا برسوں
نصیرالدینؒ منگلوری اور اس کے صف شکن غازی — اور ان جانباز شیروں کی مسلسل معرکہ بازی
پھر اس کے بعد وہ سید نصیرالدینؒ کا آنا — اور اس کا سندھ میں سکھوں اور انگریزوں سے ٹکرانا
ستھانہ کو وہ مرکز سرفروشی کا بنا دینا — دبی چنگاریاں اک بار پھر شعلے بنا دینا
عظیم آباد کے جانباز دو ضیغم صفت بھائی — ولایتؒ اور عنایتؒ وہ خدا کے دیں کے شیدائی
وہ پیکر سید والا کے عزم و استقامت کے — مظاہر شاہ اسماعیل کے جوش و شہامت کے
جنہوں نے راہ حق میں مال و جاں قربان فرمایا — مگر ہر حال میں توحید کا اعلان فرمایا

وہ الجھے آندھیوں سے اور طوفانوں سے ٹکرائے — وہ جابر حاکموں سے اور سلطانوں سے ٹکرائے
ہے اب تک فتح گڑھ کو یاد ان کی رزم آرائی — نواں شہر اور پکھلی سے ہوئی سکھوں کی پسپائی
تھانہ کے مجاہد سرفروشوں کی وہ پیکاریں — وہ امبیلہ کے مردان وفا پیشہ کی یلغاریں
درون ہند ادھر مردان حق کی امتحاں گاہیں — وہ انبالہ میں قید و بند کی ظلمت نشاں راہیں
کبھی دار و رسن کی آزمائش حق پسندوں پر — سزائے خانہ ویرانی کبھی اللہ کے بندوں پر
مگر ان کو ڈرا پایا نہ کچھ صیاد کا خنجر — نہ زنجیر و سلاسل کا' نہ استبداد کا خنجر
یہ اپنی دھن کے پکے تھے' دھنی اپنے ارادوں کے — نہ آئے وہ سنہری دام میں افرنگ زادوں کے
یہ مردان خدا گھر سے نکل کر دار تک پہنچے — غلامی کی بجائے منصب احرار تک پہنچے
فرنگی دور کے جور و ستم سہتے رہے برسوں — مظالم کی اسی منجدھار میں بہتے رہے برسوں
یہ جذبات جنوں اور ولولے اس جاں سپاری کے — ثمر تھے کون سے پاکیزہ خوں کی آبیاری کے
یہ کس بحر عزیمت کی قیامت خیز موجیں تھیں — یہ کس دریائے غیرت کی جنوں انگیز موجیں تھیں
یہ کس خورشید عالمتاب کی ضوبار کرنیں تھیں — یہ کس [illegible] [illegible] کی خوش انوار کرنیں تھیں
یہ کس نے دین کی خاطر انہیں مرنا سکھایا تھا — یہ کس نے راہ حق میں جاں فدا کرنا سکھایا تھا
یہ کس نے شرک کے مضبوط ایوانوں کو ڈھایا تھا — یہ کس نے نو بہ نو بدعات کو جڑ سے ہلایا تھا
یہ کس کے دم سے قال اللہ کی ہیبت ہوئی طاری — یہ کیوں قال رسول اللہ کے چشمے ہوئے جاری
اگر اب بھی اسے کہتے ہیں ناکامی تو کیا کہئے — نہیں جاتی کسی کے ذہن کی خامی تو کیا کہئے
دماغوں میں جو ہوں پنہاں صنم خانے تو کیا کہئے — کوئی دن میں بھی سورج کو نہ پہچانے تو کیا کہئے
بہر صورت حقائق تک رسائی اپنی اپنی ہے — عمل کی رہ میں ہر اک کی کمائی اپنی اپنی ہے
بجز بہتاں تراشی کے شہیدوں کا صلہ کیا ہے — کوئی نادان تھوکے چاند پر بھی تو گلہ کیا ہے
دعائے خیر ہے یاروں کی اس کج اعتقادی پر — مرادیں سیکڑوں قرباں کروں اس "نامرادی" پر

سید احمد شہید کے اجداد کرام

قبیلہ شہ علم اللہ[۸۳] کا تقویٰ میں نامی تھا | شرافت میں معزز تھا، نجابت میں گرامی تھا
یہ مرجع تھا خدا والوں کا سادات بریلی میں | مکرم تھا بریلی اور مضافات بریلی میں
نبوت کی مقدس گود میں پالا ہوا گھر تھا | یہ سانچے میں کتاب اللہ کے ڈھالا ہوا گھر تھا
محمدؐ مصطفیٰ کی آل حیدر کی عشیرت تھی | طہارت ہی طہارت تھی بصیرت ہی بصیرت تھی
یہ گھر تھا ہر جفا اندیش سے ٹکرانے والوں کا | رضائے حق پہ جان و خانماں لٹوانے والوں کا
لہو سے جن کے سرخی ہے عرب کے ریگزاروں میں | ہے جن کے خوں کی رنگینی عجم کے لالہ زاروں میں
یہ گھر تھا سید سادات قطب[۸۴] الدین کا وارث | خدا کے پاک سیرت مرد خوش آئین کا وارث
وہ جس کا زہد و تقویٰ اس زمانے میں مثالی تھا | سعادت گاہ اہل اللہ جس کا باب عالی تھا
وہ سلطان التمش کے عہد کا شیخ شریعت تھا | منار معرفت تھا پیر پیران طریقت تھا
وہ زہد و اتقا کے ساتھ مرد تیغ زن بھی تھا | جہاد فی سبیل اللہ میں باطل شکن بھی تھا
وہ جانبازان غزنی لے کے شرقی ہند میں آیا | نشان حق سر قنوج و مانک پور لہرایا
خداؔ کے فضل سے پائی یاں فتح مبیں اس نے | کڑا کی سرزمیں کو بھی کیا زیر نگیں اس نے
یہ مفتوحہ علاقے نذر سلطاں کر دیئے اس نے | کئی نسلوں کے کافر بھی مسلماں کر دیئے اس نے
عزیمت خواہ تھے جیسے بزرگان سلف اس کے | انہی کے نقش سیرت پر رہے قائم خلف[۸۵] اس کے
نظام الدین و تاج الدین فرزندان نامی تھے | وہی اس مرد حق کے جانشینان گرامی تھے
وہ تھے زہد و ورع میں اور علم و فضل میں یکتا | قلم ان کے فضائل کا احاطہ کر نہیں سکتا
بدایوں اور کڑا میں ان کے عرفاں سے اجالا تھا | یہ گھر دین و شریعت کی حفاظت کرنے والا تھا
یہ نخل سایہ افگن مختلف امصار تک پہنچا | کہیں میداں میں لہرایا کہیں کہسار تک پہنچا
کڑا کو رونقیں بخشیں تو جائس کو سکوں بخشا | نصیر آباد کو راحت، بریلی کو جنوں[۸۶] بخشا

جہاں جو جو بھی ٹھہرا اہل حق کا مقتدا ٹھہرا
جوانمردوں کا ہادی سالکوں کا رہنما ٹھہرا

زمانہ عہد عالمگیر والا جاہ تک پہنچا
یہ زریں سلسلہ سید عَلَمَ اللہ تک پہنچا

شاہ علم اللہؒ [87]

عَلَمَ اللہ نے فقر و غنا ورثے میں پایا تھا
رسولؐ اللہ کی سنت کو آئینہ بنایا تھا

یہ مرد حق شریعت سے قدم باہر نہ دھرتا تھا
فرامین محمدؐ پر عمل سختی سے کرتا تھا

شریعت ہی کے تابع تھی خدا والے کی درویشی
سمائی تھی رگوں میں اس کی حق گوئی، حق اندیشی

حجازی سرزمیں میں بھی برہنہ[88] پا رہا برسوں
یہ تھا قیس حرم جو بادیہ پیما رہا برسوں

یہ خود ہیزم[89] کشی سے زیست کا سامان کرتا تھا
گزر عسرت میں مثل بوذرؓ و سلمانؓ کرتا تھا

نیاز و نذر مسکینوں غریبوں سے نہ لیتا تھا
جو زائد مال ہوتا، مفلسوں میں بانٹ دیتا تھا

نہ حب مال رکھتا تھا، نہ حب جاہ رکھتا تھا
فقط فوز و فلاح آخرت کی چاہ رکھتا تھا

نظام خانقاہی[90] سے اسے یک گونہ نفرت تھی
زبس اس کے تصوف میں شریعت ہی شریعت تھی

غرض اس کو خدا سے اور محبوب خدا سے تھی
محبت اتباع سنت خیرالوریٰؐ سے تھی

سید احمد شہید

(ولادت)

صدی اٹھارہویں بڑھنے لگی انجام کی جانب
کسلمندی کا سورج چل دیا اب شام کی جانب

افق پر تیرہویں ہجری صدی کا آفتاب آیا
عزیمت کے صحیفے کا سبق آموز باب آیا

علم اللہ کے پڑپوتے[91] کے گھر آن سعید آئی
سحر کے ساتھ ہی تولید[92] احمد کی نوید آئی

یہ شمع بزم افروز عزیمت کی بشارت تھی
یہ تفسیر کتاب سرفروشی کی عبارت تھی

یہ نومولود جس کو مہر عالمتاب بننا تھا
جسے تاریخ اسلامی کا روشن باب بننا تھا

وہ جس نے آنکھ کھولی کلبہ افلاس کے اندر
وہ جس نے پرورش پائی ہجوم یاس کے اندر

کسے معلوم تھا یہ قوم کی بگڑی بنا دے گا
ممولوں کو اٹھا کر شاہبازوں سے لڑا دے گا

فقیروں اور درویشوں کو ٹکرائے گا شاہوں سے
کرے گا سربلند ان بے کسوں کو کج کلاہوں سے

ضعیفوں کی رگوں میں بجلیاں مستور کر دے گا
نحیفوں کے دلوں سے خوف و دہشت دور کر دے گا

یہ گوشہ گیر رہبانوں کو جانبازی سکھائے گا
وطن کے سر بہ زیروں کو سرافرازی سکھائے گا

مسلمانوں کو جوش عزم سے سرشار کر دے گا
جہاد راہ حق کے وِلولے بیدار کر دے گا

ابتدائی تعلیم اور عہد شباب

بٹھایا مدرسے میں چار سالہ ننھے احمد کو
کہ پڑھ لکھ کر یہ تابندہ کرے نام اب و جد کو

مگر تھوڑا سا عرصہ مدرسے جاتا رہا سید
جہاں تک ہو سکا تعلیم بھی پاتا رہا سید

یہ تعلیم کتابی اس کی فطرت کو نہ راس آئی
صمیم قلب سے اس پر توجہ ہی نہ فرمائی

ہوئی تشویش گھر والوں کو اس بے اعتنائی پر
گراں گزری یہ محرومی خصوصاً اس کے بھائی پر

مگر والد نے فرمایا کہ یہ تشویش جانے دو
خدائے پاک کی جانب سے جو آتا ہے' آنے دو

گیا بچپن' لڑکپن بھی گیا' دور شباب آیا
ہلالی دور گزرا' بدر بن کر ماہتاب آیا

تنومندی کی خاطر ورزشیں کرنے کا شوق ابھرا
کبڈی کھیلنے' مگدر ہلانے کا بھی ذوق ابھرا

کبھی لڑکے اکٹھے کرکے مشق جنگ کرتا تھا
جہاد و حریت کا شوق یوں ہر روز ابھرتا تھا

کبھی کشتی لڑا کرتا کبھی' ڈنڑ[۹۳] پیلتا رہتا
کبھی دریا کی لہروں سے مسلسل کھیلتا رہتا

یونہی مشقیں برابر سخت کوشی کی کیا کرتا
شدائد جھیلنے کا جسم کو عادی کیا کرتا

جوانی سید والا پہ گو بھرپور آئی تھی
طبیعت میں مگر آوارگی آنے نہ پائی تھی

سلامت رو طبیعت تھی خدا اندیش سینہ تھا
نگاہیں پاک ہیں' دل منزل عرفاں کا زینہ تھا

کجی اور گمرہی سے پاک تھا یکسر شباب اس کا
اسی خاطر ادب کرتے تھے اکثر شیخ و شاب اس کا

یتیموں اور ناداروں کی خدمت کرتا رہتا تھا
ضعیفوں اور بیواؤں کا پانی بھرتا رہتا تھا

کسی کو کاٹ کر جنگل سے ایندھن لا دیا کرتا   جو تھے محتاج ان کی حاجتیں پوری کیا کرتا
مشاغل تھے یہی اس پاک خو مردِ الٰہی کے   سپہدار عزیمت لشکر دیں کے سپاہی کے

بریلی تا دہلی

اٹھارہ سال کے لگ بھگ ہوئی جب عمر سید کی   تو کچھ ہمجولیوں کے ساتھ اس کو سیر کی سوجھی
یہ ہمجولی کہ تھے کچھ دوست، کچھ احباب تھے اس کے   کہ تھی فکر معاش ان کو وہ سب اس کام سے نکلے
مگر سید کے دل میں اور ہی جذبہ مچلتا تھا   جمود ملت بیضا اسے دن رات کھلتا تھا
اسے تھی جستجو[94] اس دور میں اک مرد کامل کی   حدیث مصطفیؐ کے وارث اور قرآں کے حامل کی
بریلی سے نکل کر لکھنؤ کا قصد فرمایا   پیادہ پا چلے رخت سفر کندھوں پہ لٹکایا
رفیقوں کے لئے مشکل ہوئی جب باربرداری   تو سید نے اٹھائی سر پہ یاروں کی گراں باری
یہ جذبہ خدمت و ایثار کا رہ میں بھی کام آیا   اٹھا کر بوجھ سب کا سید والا نے فرمایا
"عزیزو تم نے اس خدمت[95] کا جو احساں کیا مجھ پر   نہ جانے شکریہ اس کا ادا کر پاؤں گا کیونکر
زہے خدمت گزاری! مرحبا ایثار و قربانی!   زہے اس مرد حق آگاہ کی طرز مسلمانی
چلے منزل بہ منزل اور آخر لکھنؤ پہنچے   تھکے ہارے ہوئے آشفتہ حال آشفتہ مو پہنچے
ہوا مہمان سید اک ارادتمند[96] کے گھر میں   جو منصب دار تھا پہلے یہاں والی[97] کے لشکر میں
رفیقوں نے تگ و دو کی بہت روزی کمانے کی   مگر نکلی نہ صورت با فراغت پینے کھانے کی
بچارے کچھ نہ کچھ کرکے گزر اوقات کرتے تھے   کسی بہتر گھڑی کی آس میں دن رات کرتے تھے
وہ جو سید کو کھانا میزباں کے گھر سے آتا تھا   رفیقوں کو وہ اکثر ساتھ ہی اپنے کھلاتا تھا
بچاروں نے گزارے چار ماہ اس تنگدستی میں   کبھی تھوڑا بہت کھا پی کے، گاہے فاقہ مستی میں
کھلا باب معیشت ایک دن فضل الٰہی سے   ملا فرمان منصب دار کو دربار شاہی سے
کہ لشکر کے لئے بھرتی کرے وہ سو سواروں کو   کرن امید کی آئی نظر بے روزگاروں کو

مگر اس میں بھی اطمینان کی صورت نہ بن آئی
فقط اک اک اسامی دو رفیقوں نے وہاں پائی

جو باقی تھے انہیں سید نے تلقین قناعت کی
یہاں پردیس میں سب کی نظر فضل خدا پر تھی

اچانک ایک دن والی شکار و سیر کو نکلا
اور ان کے میزباں کو بھی رفاقت کا شرف بخشا

لیا سید کو بھی' اس کے رفیقوں کو بھی ساتھ اس نے
اٹھایا ہی نہ اس اثنا میں بھی خدمت سے ہاتھ اس نے

یہاں بھی تین مہ صحرا نوردی' دشت گردی کی
سہی صبر و توکل سے صعوبت گرمی' سردی کی

کہا اک روز سید نے[۹۸] کہ میں دہلی کو جاؤں گا
مراد شوق میرے دل میں جو ہے جا کے پاؤں گا

وہاں عبدالعزیز خوش گہر کا فیض جاری ہے
اسی کے آستاں پر حاضری کی بے قراری ہے

جسے شوق سعادت ہو وہ میرے ساتھ آ جائے
وہاں شاید فلاح ہر دو عالم ہاتھ آ جائے

مگر کوئی بھی اس تجویز پر راضی نہ ہو پایا
ادھر سے بلبل شیراز[۹۹] نے سید سے فرمایا

"ترا در منزل جاناں چہ امن و عیش محفل ہا"
جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محمل ہا"

بالآخر ایک دن اس خیمہ و خرگاہ کو چھوڑا
رفیقوں کی رفاقت اور لشکر گاہ کو چھوڑا

پیادہ پا تن تنہا روانہ ہو گیا سید
ہمہ تن منزل جاناں کے اندر کھو گیا سید

شدائد جھیلتا دہلی کی جانب بڑھتا جاتا تھا
عقیدت کا نشہ منزل بہ منزل چڑھتا جاتا تھا

جنوں کی راہ میں کانٹے بھی آ کر پھول بن جاتے
محبت کے سفر میں سنگریزے دھول بن جاتے

نظر منزل کے اوپر تھی تو دل دہلی کے اندر تھا
بظاہر تھا فقیر راہ باطن میں سکندر تھا

پیاپے راہ طے کرتا ہوا دہلی میں جا پہنچا
ہوئی منزل تمام آخر مقام شوق آ پہنچا

امام الہند شاہ ولی اللہ

ولی اللہ کو محی الملت اسلامیاں کہئے
بلاد ہند میں دین مبیں کا پاسباں کہئے

اسے علم و عمل میں یادگار اولیں کہئے
اسے رشد و ہدیٰ میں مقتدائے آخریں کہئے

امام الہند کہئے' حجۃ الاسلام بھی کہئے
عزیمت میں حریف تلخی ایام بھی کہئے

امام الہند کا گھر حکمت و عرفان کا گھر تھا — یہ تبلیغ علوم سنت و قرآن کا گھر تھا
وہ جس نے ہر مسلماں تک کلام اللہ پہنچایا — بھٹکتے کارواں کو جادہ توحید دکھلایا
جو نادانی کے باعث ارتکاب شرک کرتے تھے — جو قبروں کے بچاری تھے جو ہر پتھر سے ڈرتے تھے
انہیں اللہ کی توحید کی تعلیم فرمائی — وضاحت سے کتاب اللہ کی تفہیم فرمائی
جہالت کے رواج و رسم کی عادات پر ٹوکا — انہیں آبا پرستی کی پرانی راہ سے روکا
دکھایا دین حقہ کا صراط مستقیم ان کو — عطا کر دی دوبارہ دولت فوز عظیم ان کو
بچایا سادہ دل افراد کو بدعت فروشوں سے — علیحدہ حق پرستوں کو کیا الحاد کوشوں سے
مسلسل خدمت دین ہدیٰ کرتا رہا برسوں — وہ تبلیغ حدیث مصطفیٰ ﷺ کرتا رہا برسوں
جہاد حق پہ بھی رغبت دلائی تیغ بازوں کو — شکست فاش دی ہر رزم میں فتنہ طرازوں کو
بظاہر یہ مغل اقبال کے انجام کے دن تھے — حقیقت میں زوال شوکت اسلام کے دن تھے
جمود و یاس ہندی مسلموں میں بڑھتا جاتا تھا — قنوطیت کا رنگ ان پر مسلسل چڑھتا جاتا تھا
عمل کی راہ میں کم ہمتی، کوتاہ اندیشی — زخود بیگانگی، غفلت شعاری، مسکنت کیشی
تصوف اور شریعت میں فقط نفرت کی گھاتیں تھیں — سیاست میں بھی طالع آزمائی ہی کی باتیں تھیں
یہ قوم اب جی رہی تھی بدحواسی، بے یقینی پر — قناعت کرکے بیٹھی تھی فقط کوتاہ بینی پر
امام الہند کی للکار سے خواب زبوں ٹوٹا — عمل کا آفتاب ابھرا، اندھیروں کا فسوں ٹوٹا
تساہل کیش ملت میں عمل کا حوصلہ ابھرا — ہجوم مردہ دل میں زندگی کا ولولہ ابھرا
دیا احیائے دیں کا جذبہ فکر و عمل اس نے — وضاحت سے بتایا سب کو ہر مشکل کا حل اس نے
تصانیف کثیرہ سے بھرا اسلام کا دامن — ہرا پھر سے کیا بنجر زمیں میں دین کا گلشن

اسی چشمے سے دین و علم کے دریا ہوئے جاری
بنی شعلہ اسی گلخن سے جانبازی کی چنگاری

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور سید احمد شہید

یہ مرد حق ولی اللہ کا فرزند گرامی تھا
علوم دین میں یکتا تھا اور تقویٰ میں نامی تھا

امام الہند کا یہ جانشیں تھا علم و عرفاں میں
امام وقت تھا درس حدیث و درس قرآں میں

ہزاروں ہی عقیدت مند اور شاگرد تھے اس کے
ارادت کیش بے انداز گردا گرد تھے اس کے

یہ علم و فقر کا اک مجمع البحرین تھا گویا
یہ ارباب بصیرت کا سواد العین تھا گویا

یہ تحریک ولی کا مرکزی کردار تھا گویا
یہ اب احیائے دیں کا نقطہ پرکار تھا گویا

ہزاروں تشنگان علم یاں سیراب ہوتے تھے
تصوف کے مسافر آ کے منزل یاب ہوتے تھے

اسی کے آستاں پر حاضری سید نے آ کر دی
عقیدت اور ادب کے ساتھ عرض مدعا کر دی

کہا حضرت نے "کیا غایت ہے اس لمبی مسافت کی"
کہا "ہے جستجوئے حق فقط اس بے بضاعت کی"

کہا "گر جذبہ و شوق حصول حق یہی ہوگا
بحمداللہ مراد دل کا ملنا لازمی ہوگا"

کہا خادم سے ان کو اکبر آبادی[۱۰۲] میں لے جاؤ
مرے بھائی کو واں مسجد میں یہ پیغام پہنچاؤ

کہو مہمانداری میں وہ کوتاہی نہ فرمائیں
جہاں تک ہو سکے مہماں کی خدمت بجا لائیں"

جناب شاہ عبدالقادر اس مسجد میں رہتے تھے
یہیں وہ درس دیتے تھے یہیں وہ وعظ کہتے تھے

یہیں سید نے تحصیل علوم دین فرمائی
یہیں ہر منزل فقر و تصوف ان کے ہاتھ آئی

یہیں ذکر و سلوک و معرفت کا شغل فرمایا
یہیں توحید سیکھی' جذبہ احیائے دیں پایا

شاہ اسماعیل شہید

امام الہند[۱۰۳] نے احیائے دیں کی راہ پیدا کی
تغافل کیش ملت میں جو غفلت تھی ہویدا کی

مسلمانوں کو اصلی دین کی تصویر دکھلائی
دلائل کی زبان کلک سے تاثیر دکھلائی

یہ نور سرمدی دلی کے نزد و دور تک پہنچا
یہ بنگالہ تلک پھیلا' یہ صادق پور تک پہنچا

ادا کرتے رہے اس فرض ہی کو جانشیں اس کے
وہ فرزندان فاضل وارثان علم دیں اس کے

ضرورت تھی کہ اب اک صاحب سیف و قلم آتا / جو اس میداں کے اندر صورت تیغ دو دم آتا
جو یخ بستہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑاتا / جو عفریتوں سے لڑ جاتا، جو طوفانوں سے ٹکراتا
جو بڑھ کر کاٹ دیتا شرک اور بدعت کی زنجیریں / فضا میں غلغلہ انداز ہوتیں جس کی تکبیریں
وہ جس کے ہاتھ میں توحید باری کا علم ہوتا / عزیز اہل حق، سالار ارباب ہمم ہوتا
جلو میں جس کے چلتے ولولے خارا گدازی کے / دلوں میں موجزن ہوتے عزائم شاہبازی کے
اذاں جس کی حریم قدس کا پیغام بن جاتی / نوا جس کی درائے لشکر اسلام بن جاتی
وہ جس کا نقش پا منزل دکھاتا کاروانوں کو / صدا جس کی حدی کا سوز دیتی ساربانوں کو
عمل کے راستے میں گرم جوشی عام ہو جاتی / جہاد راہ حق میں سرفروشی عام ہو جاتی
امام الہند کے حصے میں یہ بھی فخر آنا تھا / یہ بیڑا بھی اسی کے جانشینوں کو اٹھانا تھا
انہی آفاق سے وہ مہر عالمتاب ابھرنا تھا / جسے عزم و عمل کی روشنی کو عام کرنا تھا
جسے ادبار کی تاریکیوں کو دور کرنا تھا / ظلال گمرہی اور جہل کو کافور کرنا تھا
یہ شہ عبدالغنی ابن ولی اللہ کی قسمت تھی / کہ اس کی لوح پیشانی پہ مرقوم ایسی دولت تھی
عطا اس نیک خو کو حق نے اسماعیلؒ فرمایا / اسے کنز صفا کا گوہر مقصود ہاتھ آیا
یہ تھا پہلا پسر اس دودماں کے سب گھرانوں میں / مسرت کی بشارت تھا جو ان سب آستانوں میں
سبھی اس نونہال پاک رو سے پیار کرتے تھے / دعائیں اس کے حق میں سب قرابتدار کرتے تھے
فضائے علم و عرفاں ہی میں اس نے پرورش پائی / ہوائے دانش و حکمت میں بچپن کی بہار آئی

مولانا شہید کی تعلیم اور دیگر مشاغل

اسے والد نے پہلے گھر پہ ہی پڑھنا سکھایا تھا / مروج علم اور قرآن بھی اس کو پڑھایا تھا
ابھی دس سال کا سن تھا کہ حسرتناک وقت آیا / گرامی قدر والد نے جہاں سے کوچ فرمایا
وفات والد ماجد نے نگرانی کا رخ بدلا / جناب شاہ عبدالقادر اس کا بن گئے ملجا

انہی کی زیر نگرانی ہوئی تعلیم بھی اس کی — یہیں جوہر بھی نکھرے اور بڑھی تعظیم بھی اس کی
علوم عقلی و نقلی میں حاصل دسترس کر لی — بیان و نحو و فقہ و منطق و تفسیر بھی سیکھی
ذہانت اور فطانت میں نہ تھا کوئی مثیل اس کا — فراست بے نظیر اور حافظہ تھا بے عدیل اس کا
تھا اب علم حدیث اس سلسلے کی آخری منزل — بزیر سایہ عبدالعزیز اس میں ہوا کامل
رحیمیہ [۱۰۶ے] میں تعلیم حدیث مصطفیٰ پائی — نہایت شوق سے اس علم کی تکمیل فرمائی
فراغت کی سند حضرت محدث نے عنایت کی — ہوئی منزل تمام اس پیکر رشد و ہدایت کی
ہوا یہ فارغ التحصیل سولہ سال کے سن میں — بڑے جوہر نہاں تھے اس گرامی مرد مومن میں
لڑکپن میں بھی یہ آوارگی سے دور رہتا تھا — اور اپنے ہمسنوں سے کھیل پر معذور رہتا تھا
یہ اکثر ورزشیں خود اپنی تن سازی کی کرتا تھا — مشقت جھیلتا اور مشق جانبازی کی کرتا تھا
کبھی دریائے جمنا میں یہ پیراکی کیا کرتا — کبھی جا کر سبق یہ گھڑ سواری کا لیا کرتا
برہنہ پا جھلتی ریت پر چلنے کی خو ڈالی — نکیلے پتھروں پر دوڑنے کی مشق فرما لی
اگر کشتی کا فن سیکھا تو مرد افگن ہوا اس میں — جو سیکھی نیزہ بازی ہو گیا استاد فن اس میں
ہوا ماہر یونہی تیر افگنی شمشیر بازی میں — ہر اک خوبی مکمل ہو گئی اس مرد غازی میں
کتابی علم میں کامل فنون حرب میں یکتا — ہمیں اس دور میں سالار ایسا مل نہیں سکتا
جسے حضرت محدث "حجۃ الاسلام" کہتے تھے — زبان خلق پر بھی جس کے چرچے عام رہتے تھے
میں اس مرد خدا کو جامع الضدین کہتا ہوں — قرار قلب و جاں اور قرۃ العینین کہتا ہوں

مولانا شہید کی حق گوئی و بے باکی

امام الہند بے شک داعی قرآن و سنت تھا — قلم اس کا بیان حق میں شمشیر ہدایت تھا
یقیناً کر دیا تھا شہرہ توحید عام اس نے — کیا تھا پیش واضح کرکے اسلامی نظام اس نے
مگر آبا پرستی کا ابھی جادو نہ ٹوٹا تھا — ابھی تک شرک اور بدعات کا دامن نہ چھوٹا تھا

عوام اب تک تھے بدعت کیش ملاؤں کے پنجے میں — سبھی جکڑے ہوئے تھے جھوٹے پیروں کے شکنجے میں
ابھی گھر گھر میں جنوں اور بھوتوں ہی کی شاہی تھی — ابھی تک کوچہ و بازار میں گم کردہ راہی تھی
طواف خانقاہ اب تک عبادت سمجھا جاتا تھا — تصور شیخ کا وجہ سعادت سمجھا جاتا تھا
ابھی "بی بی کی صحنک" میں تھا سامان شکم باقی — ابھی سجدہ گزاری کو تھے قبروں کے صنم باقی
ابھی تک ماسوااللہ کی نیاز و نذر جاری تھی — ابھی تعویذ گنڈے کی گھٹا ملت پہ طاری تھی
سر بازار ابھی گونجا نہیں تھا حق کا آوازہ — ابھی تھا بند بیچاروں پہ اصلی دیں کا دروازہ
سر میداں ابھی تک بولنے والا نہ آیا تھا — در توحید و سنت کھولنے والا نہ آیا تھا
ابھی قرآں کی دولت بانٹنے والا نہ آیا تھا — حق و باطل کو اب تک چھانٹنے والا نہ آیا تھا
مگر اب وقت آ پہنچا تھا دیں کی حق نمائی کا — سر بازار و کو توحید کی پرچم کشائی کا
رحیل کاروان عشق کا ہنگام آ پہنچا — سر میدان حق گوئی کا اذن عام آ پہنچا
لسان الصدق اسماعیل نے باب بیاں کھولا — عمل کے قافلے کا پرچم نصرت نشاں کھولا
اچانک نغمہ توحید باری کی صدا گونجی — پیاپے نعرہ سنت سے دہلی کی فضا گونجی
بجا نقارہ حق مسجد جامع کے زینوں پر — لگے اسرار کھلنے شہر دلی کے مکینوں پر
وہ باتیں رمز و ایما میں بھی کہنا جن کا مشکل تھا — اب ان کا ذکر و شہرہ ہر جگہ عنوان محفل تھا
مسائل وہ جو دب کر رہ گئے تھے خواب گاہوں میں — کھلے بندوں بیاں ہونے لگے اب شاہراہوں میں
ہوئے جذبات ہر سو موجزن اصلاح ملت کے — مسائل زیر بحث آنے لگے حرمت کے حلت کے

بہر سو تذکرہ ہونے لگا توحید و سنت کا
اندھیرا خود بخود چھٹنے لگا شرک اور بدعت کا

طوفان مخالفت

(واقعہ تبرکات)

صدائے لا و الا کوچہ و بازار میں گونجی
دیار ہند کے اقطار اور امصار میں گونجی

مگر یہ سلسلہ ابلیس کو بھایا نہیں کرتا
کبھی اعلان حق باطل کو راس آیا نہیں کرتا

صدائے احتجاج اٹھی سواد خانقاہی سے
ہوا پیکار کا آغاز اللہ کے سپاہی سے

رواجوں کے جو عادی تھے جو رسموں کے پجاری تھے
انہی کی سمت سے سب و شتم کے تیر جاری تھے

جنہیں خیموں کے حلوے رات دن بے خواب رکھتے تھے
بڑے بے چین رکھتے تھے بڑے بے تاب رکھتے تھے

جو غیراللہ کی نذروں سے شکم سیری کے عادی تھے
وہی دراصل فتنہ باز و فتنہ خو فسادی تھے

انہوں نے آسماں سر پر اٹھایا کینہ سازی سے
کیا ہنگامہ محشر بپا بہتاں طرازی سے

اسے ولیوں کا منکر' بے ادب نبیوں کو ٹھہرایا
خلاف اس کے جہاں تک ہو سکا لوگوں کو بہکایا

بہانے ڈھونڈتے رہتے تھے اس کو خوار کرنے کے
عوام الناس کو توحید سے بیزار کرنے کے

کہ وہ جاہل نیاز و نذر سے فارغ نہ ہو بیٹھیں
کہیں ایسا نہ ہو کونڈوں سے ملا ہاتھ دھو بیٹھیں

مبادا مرغیاں سونے کی ہاتھوں سے نکل جائیں
مبادا معتقد توحید کے سانچے میں ڈھل جائیں

انہیں اک دن بہانہ مل گیا ایسی شرارت کا
اٹھایا پورے زور و شور سے طوفاں حقارت کا

شہید اک روز حوض مسجد جامع پہ بیٹھا تھا
کہ اس کے پاس سے خدام کا اک طائفہ گزرا

لئے جاتے تھے "اشیائے زیارت" شاہ کی خاطر
"تبرک" تھے سروں پر ان کے "قبلہ گاہ" کی خاطر

سبھی لوگوں نے اٹھ کر ہر طرح تعظیم کی ان کی
مطابق رسم کے تقدیس بھی تسلیم کی ان کی

یہ اسماعیل چپ بیٹھا رہا اس بے نیازی سے
کہ گویا اس کو کچھ رغبت نہ تھی اس رسم بازی سے

انہوں نے جا کے اکبر شاہ کو یہ حال بتلایا
تو اس نے فوراً اسماعیل کو قلعے میں بلوایا

کہا احباب نے حضرت! کسی کو ساتھ لے جائیں
کہیں ایسا نہ ہو دشمن کوئی نقصان پہنچائیں

کہا اللہ کے بندے ماسوا اللہ سے نہیں ڈرتے
توکلؒ حق پہ رکھ کر غیر کی پروا نہیں کرتے
یہ کہہ کر بندہ حق، شاہ کے دربار میں پہنچا
بٹھایا شاہ نے عزت سے اور احوال بھی پوچھا
پھر اس نے ذکر چھیڑا خود ہی اشیائے زیارت کا
کہا ان کی عدم تعظیم کا آخر سبب کیا تھا
کہا درویش نے مشکوک ہے ان کی حقیقت ہی
مرے نزدیک ان اشیاء میں اصلیت نہیں کچھ بھی
تبرک خود کبھی چل کر کہیں جایا نہیں کرتے
زیارت اپنی گھر گھر جا کے کروایا نہیں کرتے
جو زائر ہیں وہ خود ان کی زیارت کرنے جاتے ہیں
تبرک ہیں یہ کیسے جو یہاں خود چل کے آتے ہیں
یہ سن کر شاہ نے گردن جھکا لی شرم کے مارے
شکایت کرنے والے بھی ہوئے خاموش بیچارے
پھر اس مردِ خدا نے شرک کی توضیح فرمائی
خدائے پاک کی توحید کی تشریح فرمائی
حدیث مصطفیٰؐ سے دین کی تصویر دکھلائی
صحابہؓ کے تعامل سے عمل کی راہ بتلائی
سکون و ضبط و اطمینان قلب شاہ کو بخشا
فقیر حق نے یہ انعام "والا جاہ" کو بخشا
صدائے حق سنا کر مردِ حق آرام سے لوٹا
بڑے اعزاز سے نکلا، بڑے اکرام سے لوٹا
حریفوں کی امیدوں پر یہ سن کر پھر گیا پانی
نہ خواہش ہو سکی پوری نہ کر پائے وہ من مانی

منصوبہ زباں بندی

سرِ میداں مسلسل وعظ ادھر غازی کا جاری تھا
حریفوں پر ادھر جینا سکوں کے ساتھ بھاری تھا
وہ صبح و شام منصوبوں پہ منصوبے بناتے تھے
یہ ڈھاتے، وہ بناتے، وہ بناتے اور یہ ڈھاتے تھے
یہ مقصد تھا کہ اسماعیل کی آواز رک جائے
کسی صورت سے یہ اعلائے حق کا ساز رک جائے
انہوں نے ناظمؒ دہلی کو اک تحریر بھجوائی
فرنگی کو کچھ اس انداز کی فریاد پہنچائی
کہ اسماعیل فرقہ پروری پر وعظ کہتا ہے
ہمیشہ اختلاف آرائیوں میں محو رہتا ہے
یہ خطرہ ہے کہ اس سے امن عامہ پر اثر ہو گا
فضائے شہر بگڑے گی، پریشاں ہر بشر ہو گا
یہ بہتر ہے کہ فوراً وعظ اس کا بند فرمائیں
اور اس کو امن کے آئین کا پابند فرمائیں

مبادا فرقہ وارانہ فساد و جنگ چھڑ جائے
مبادا ایک فرقہ دوسرے فرقے سے بھڑ جائے

یہ عرض حال افرنگی کے اکسانے کو کافی تھا
حکومت کی کلیں حرکت میں لے آنے کو کافی تھی

وہیں فی الفور افرنگی نے اک فرمان لکھوایا
زباں بندی کا نامہ غازی دوراں کو پہنچایا

یہ بندش وعظ کی نافذ تھی گو مسجد کے زینوں پر
نقوش حق مگر تھے مرتسم لوگوں کے سینوں پر

بہت سے لوگ اب قرآن اور سنت پہ عامل تھے
کئی افراد اب ان غازیوں کی صف میں شامل تھے

ادھر دلی میں افواہوں کا تانتا بندھ گیا ہر سو
زباں ہر مرد و زن کی ہو گئی بے باک و بے قابو

کوئی کہتا تھا اسماعیل کو زنداں میں ڈالیں گے
کوئی کہتا تھا اس کو شہر سے باہر نکالیں گے

کوئی کہتا تھا یہ باغی یقیناً مارا جائے گا
یہ گستاخی کا مجرم ہے سزا فی الفور پائے گا

غرض اس سلسلے میں جتنے منہ اتنی ہی باتیں تھیں
کہیں چھپ چھپ کے چہ میگویاں تھیں اور گھاتیں تھیں

کھلے بندوں ادھر گو وعظ غازی کہہ نہ سکتا تھا
مگر اظہار حق سے بھی وہ غافل رہ نہ سکتا تھا

قلم برداشتہ اک نامہ ریزیڈنٹ کو لکھا
اور اپنے وعظ کا مقصود اور مفہوم بتلایا

کہا "میں وعظ میں توحید کی تبلیغ کرتا ہوں
کسی کو گالیاں دیتا' نہ کچھ بہتان دھرتا ہوں

مسلمانان دلی کو کلام اللہ سناتا ہوں
حدیث مصطفیٰؐ کا معنی و مقصد بتاتا ہوں

انہیں میں شرک اور بدعات کے نقصاں جتاتا ہوں
انہیں جنت دکھاتا ہوں' جہنم سے بچاتا ہوں

مری تقریر میں نیکی ہی کی تلقین ہوتی ہے
مری ہر بات بہر ارتقائے دین ہوتی ہے

میں وعظوں میں سیاسی شعبدہ بازی نہیں کرتا
میں سب کچھ برملا کہتا ہوں' غمازی نہیں کرتا

میں اپنے مذہب و ملت ہی کی بس بات کرتا ہوں
میں نفی شرک اور توحید کا اثبات کرتا ہوں

حکومت نے جو میرے وعظ پر قدغن لگائی ہے
سراسر ناروا ہے اور فقط قوت نمائی ہے

یہ حکم نادری ہے' غیر قانونی جسارت ہے
سمجھتا ہوں کسی بدبخت شاکی کی شرارت ہے

ہمارے دین میں یہ دخل بے جا ہے حکومت کا
جو بن سکتا ہے باعث حق پرستوں کی بغاوت کا

ہم اپنے دین کی خاطر دل حساس رکھتے ہیں
اور اس ناموس کا جاں سے زیادہ پاس رکھتے ہیں

سناتا ہوں جو انسانوں کو پیغام خداوندی
کسی مذہب میں بھی جائز نہیں اس کی زباں بندی

یہ نامہ پڑھ کے ریزیڈنٹ کے دل میں خیال آیا
کہ تھا یکسر طرفداری پہ مبنی فیصلہ اس کا

ولی اللہ کا پوتا فسادی ہو نہیں سکتا
کسی تخریب کاری کا وہ عادی ہو نہیں سکتا

یہ دل میں سوچ کر فرماں نیا جاری کیا اس نے
زباں بندی کا پہلا حکم واپس لے لیا اس نے

ملازم بھیج کر سر رشتہ[113] دار اپنے کو بلوایا
او اس فرمان کی تعمیل کا ارشاد فرمایا

مگر وہ حکم کو بستے میں رکھ کر ساتھ لے آیا
نہ برق انداز بلوایا، نہ آگے حکم پہنچایا

یہی تھا سرغنہ پہلی شکایت لانے والوں کا
زباں بندی فریب و مکر سے کروانے والوں کا

کئی دن تک نہ اس غازی کو جب کوئی جواب آیا
تو ریزیڈنٹ سے ملنے کا خود ہی قصد فرمایا

توکل برخدا اک روز آخر مل لیا اس کو
سلام آکر کہا حسب "من التبع الہدیٰ[114]" اس کو

بڑی تکریم سے حضرت کو اس نے پاس بٹھلایا
نئے فرمان کے اجرا کا اس کو حال بتلایا

کہا شہ نے کوئی فرماں نہیں اب تک ملا مجھ کو
یہی معلوم کرنے کے لئے آنا پڑا مجھ کو

یہ سنتے ہی فرنگی غیظ کے عالم میں تھرایا
نہایت طیش میں سررشتہ دار اپنے کو بلوایا

کہا اس سے کہ تم نے کیوں مرا فرماں چھپایا ہے
یہ ظاہر ہے کہ تم نے اس کو دانستہ دبایا ہے

یقیں ہے مجھ کو ناممکن ہے کچھ دنگا فساد ان سے
مگر ثابت ہوا تم کو ہے کچھ ذاتی عناد ان سے

نہ پروا حکم کی، نے فرض ہی کا پاس ہے تم کو
اگر کچھ ہے تو ذاتی بغض کا احساس ہے تم کو

تم اس منصب کے لائق ہی نہیں یہ حکم لے جاؤ
تمہیں میں نے معطل کر دیا ہے، گھر چلے جاؤ

بچارے منطقی[115] نے اپنا منہ گھر کی طرف موڑا
بڑے افسوس سے اپنے مربی کا مکاں کا چھوڑا

اب ان حضرت کو دلی شہر میں مشکل ہوا رہنا
بڑا جانکاہ تھا اس نامرادی کا الم سہنا

وہاں سے بوریا بستر اٹھا کر رام پور آیا
بچائی جان طعن و طنز سے، دل نے سکون پایا

جو کہتے تھے کہ اسماعیل اب خانہ بدر ہوگا
خود ان کا مرشد و ہادی ہی آخر شہر سے نکلا

بڑی تکریم سے واپس ادھر شاہ شہید آیا
اور اپنے ساتھ لے کر کامرانی کی نوید آیا

خبر فی الفور پھیلی شہر بھر میں آگ کی صورت
جو اہل شرک و بدعت تھے، وہ بیٹھے جھاگ کی صورت

ادھر غازی نے پھر سے وعظ کا آغاز فرمایا
ظلام شرک میں توحید کا پھر نور پھیلایا

بڑی کثرت سے لوگ آنے لگے اب وعظ سننے کو
گلستان ہدیٰ سے معرفت کے پھول چننے کو

بلاغت کے سمندر سے در شہوار پانے کو
سلاست کے خزانے سے زر اسرار پانے کو

معاصر[116] اہل علم و فضل بھی رغبت سے آتے تھے
موافق بھی، مخالف[117] بھی بڑی کثرت سے آتے تھے

سب اپنے ظرف کی حد تک ہدایت پا کے جاتے تھے
شقاوت لے کے آتے تھے، سعادت پا کے جاتے تھے

منصوبہ قتل

بہ جرم عشق توام می کشند غوغائے ست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائے ست

ہوا دلی میں چرچا عام جب توحید و سنت کا
تو کاروبار ٹھپ ہونے لگا شرک اور بدعت کا

ہزاروں لوگ تائب ہو گئے آبا پرستی سے
یہ سب حق کی بلندی پا گئے باطل کی پستی سے

موحد بن کے غیر اللہ سے استمداد کو چھوڑا
رہ اسلام پکڑی، جادہ اجداد کو چھوڑا

ادھر جب خانقاہوں کے چڑھاووں میں کمی آئی
مجاور سٹپٹائے، مسندوں پر برہمی چھائی

مجاور مولوی اور پیر جتنے تھے شکم پرور
ہوئے اک دن اکٹھے مفتی صدرالدین[118] کے گھر پر

جہاں تک ہو سکا ہر اک نے اسماعیل کو کوسا
کسی نے گالیاں دیں، کوئی طنز و طعن سے گرجا

امام عید گہ قاسم[119] نے اس درجہ حماقت کی
کہ غصے میں نہ کچھ پروا رہی اس کو شریعت کی

کہا "قائل ہے اسماعیل جن چیزوں کی حرمت کا
میں فتویٰ دوں گا پورے زور سے ان سب کی حلت کا

کہا اک نیک خو نے، یہ کہاں کی دینداری ہے
شریعت کی حدوں کو توڑنا عصیاں شعاری ہے

حرام اس نے بتایا ہے مے و خنزیر مومن پر — بتائیں آپ کیا فتویٰ لگاتے ہیں بھلا ان پر
یہ سن کر لوگ قاسم کے مخالف ہو گئے اکثر — کیا اظہار نفرت اور وہاں سے چل دیئے اٹھ کر
وہ لعنت بھیج کر اس بدعتی ٹولے کو چھوڑ[120] آئے — ہمیشہ کے لئے رشتہ غلط کاروں سے توڑ آئے
ادھر قاسم کی منڈلی نے بھی کی پھر مجلس آرائی — اور اس میں قتل اسماعیل کی تجویز طے پائی
کہا سب نے کہ اب اس شخص کا جھگڑا ہی چک[121] جائے — تو ممکن ہے کہ یوں توحید کا سیلاب رک جائے
انہوں نے ایک خفیہ وفد کو پنجاب میں بھیجا — شناسا تھا وہاں اک بندہ[122] رنجیت سنگھ ان کا
جب اس کے پاس جا کر وفد نے فریاد پہنچائی — تو اس نے خندہ پیشانی سے کی ان کی پذیرائی
انہیں چار آدمی دے کر کہا' لو ان کو لے جاؤ — یہ خود اس سے نپٹ لیں گے' نہ غم کھاؤ نہ گھبراؤ
پھر ان چاروں سے بندہ نے کیا انعام کا وعدہ — علاوہ خلعت و نقدی کے کچھ اکرام کا وعدہ
یہ چاروں نوجواں دلی میں آ کر میہماں ٹھہرے — گروہ قاسمی کے معتبر لوگوں کے ہاں ٹھہرے
انہیں لے جا کے اسماعیل کی صورت بھی دکھلائی — اور اس کے چلنے پھرنے کی جگہ چاروں کو بتلائی
لگے چھپ چھپ کے وہ کرنے تعاقب صبح و شام اس کا — کہ جب موقع ملے تو کام کر ڈالیں تمام اس کا
بالآخر ہو گئی اک روز پوری آرزو ان کی — بڑی "خوش قسمتی" سے رنگ لائی جستجو ان کی
تمازت دوپہر کی' جون کا تپتا مہینہ تھا — دہکتی آگ سے پھنکتا ہوا دھرتی کا سینہ تھا
مکانوں کے در و دیوار پر شعلے لپکتے تھے — سراپا آتشیں کرنوں سے کاخ و کو دہکتے تھے
بلا کی دھوپ تھی' باہر نظر آتا نہ تھا کوئی — گلی بازار میں بھی خوف سے جاتا نہ تھا کوئی
تپش اندوز تانبے کی طرح تھا فرش مسجد[123] کا — خدا کا ایک بندہ اس پہ ننگے پاؤں پھرتا تھا
یہ اسماعیل تھا جو باطنی افکار میں گم تھا — جہاں سے بے خبر تھا' ذکر اور اذکار میں گم تھا
نہ کوئی ہم نشیں اس کا' نہ کوئی پاسباں اس کا — فقط اک حامی و ناصر تھا رب کن فکاں اس کا
تعاقب کرتے کرتے آ گئے چاروں شکاری بھی — شکار ان کا اکیلا تھا' نہ تھا کوئی حواری بھی

اتارے اپنے جوتے اور چپکے سے لگے چلنے
قدم دو ہی چلے ہوں گے کہ بس تلوے لگے جلنے

پڑے تلووں میں جب چھالے تو جھٹ واپس پلٹ آئے
بڑھے تھے جوش سے اور ہوش سے پیچھے کو ہٹ آئے

لگے اب سوچنے' یہ شخص کوئی مرد کامل ہے
یقیناً برگزیدہ اولیائے حق میں شامل ہے

یہ ننگے پاؤں پھرتا ہے جو آتش ناک پتھر پر
بگاڑے گا بھلا کیا اس ولی کا تیر یا خنجر

یہ سوچا اور خنجر پھینک کر چاروں جواں بولے
کہ حضرت ہم خطاکاروں کے اوپر رحم کر دیجے

نہایت شفقت و رحمت سے اس غازی نے فرمایا
کہ بھائی کون سا جذبہ تمہیں یاں کھینچ کر لایا؟

پریشاں سے نظر آتے ہو' آخر ماجرا کیا ہے؟
لئے پھرتے ہو تم خنجر' تمہارا مدعا کیا ہے؟

کہا اک نے کہ حضرت ہم تو قاتل ہیں کرائے کے
نہ قادر اپنی مرضی پر نہ مالک اپنی رائے کے

ہمیں بھیجا گیا ہے آپ کی گردن اڑانے کو
معاذ اللہ! گناہ قتل کا یہ بوجھ اٹھانے کو

مگر اب آپ کو دیکھا تو ہمت ہار بیٹھے ہیں
سزا جو جی میں آئے' دیجئے' تیار بیٹھے ہیں

ہم اہل خطہ پنجاب ہیں محکوم بندے ہیں
ہیں سکھوں کے غلام اور ہر طرح مظلوم بندے ہیں

ہمارے ملک میں دو ہی ہماری قبلہ گاہیں ہیں
ادھر رنجیت سنگھی تاج' ادھر کچھ خانقاہیں ہیں

انہی دو آستانوں پر جھکاتے ہیں جبیں اپنی
انہی دو کی رضا پر کاشت کرتے ہیں زمیں اپنی

سوا اس کے نہ کوئی اور کاروبار رکھتے ہیں
یہی پختہ عقیدہ ہے' یہی کردار رکھتے ہیں

مگر اب آپ کی عظمت کے قائل ہو گئے ہیں ہم
یہیں رہنے' یہیں مرنے پہ مائل ہو گئے ہیں ہم

کہا حضرت نے "بھائی! میں نہیں گدی نشیں کوئی
مرے ڈیرے پہ نذرانے کو تربت بھی نہیں کوئی

مرے ہاں سلسلہ کوئی مریدی کا نہ پیری کا
میں خود جویا ہوں مولائے جہاں کی دستگیری کا

زر و گوہر لٹاتا ہوں' نہ لعل و سیم دیتا ہوں
مسلمانوں کو بس توحید کی تعلیم دیتا ہوں

کلام اللہ سے اللہ کے فرماں سناتا ہوں
محمد مصطفیٰؐ کی سنت اطہر بتاتا ہوں

نہ قبروں کا پجاری ہوں' نہ شاہوں کا حواری ہوں
اگر کچھ ہوں تو بس اللہ کے در کا بھکاری ہوں

وہی خالق، وہی رازق وہی مشکل کشا میرا ۔۔۔ وہی ہے حامی و ناصر، وہی حاجت روا میرا
اسی کی بارگہ سے مانگنا سب کو سکھاتا ہوں ۔۔۔ اسی کے در پہ پانچوں وقت اپنا سر جھکاتا ہوں
نہیں شکوہ مجھے تم سے، ہر اک گھر کو چلا جائے ۔۔۔ معافی میں نے دی، اللہ تم پر رحم فرمائے"
وہ بولے "اب تو حضرت آپ ہی ملجا و ماویٰ ہیں ۔۔۔ ہمارے واسطے ہر درد کا گویا مداوا ہیں
ہمیں دھکے بھی دیجے گا تو ہم یاں سے نہ جائیں گے ۔۔۔ ہمیشہ آپ کی خدمت میں ہم جانیں لڑائیں گے
رہیں گے عمر بھر اب آپ کے دامن سے وابستہ ۔۔۔ نہ ڈھونڈیں گے سوا اللہ کے ہم غیر کا رستہ
ہمیں توحید کی دولت سے مالا مال کر دیجے ۔۔۔ ہماری جھولیاں ایمان کی دولت سے بھر دیجے"
نہ چھوڑا پیر کا دامن کبھی ان چار یاروں نے ۔۔۔ شہادت[124] جا کے سرحد ہی میں پائی حق شعاروں نے

یہ منصوبہ بھی کچھ قاسم کی منڈلی کے نہ کام آیا
یہاں بھی حق نے مردِ حق کو سرافراز فرمایا

طوائفوں کی توبہ

یہ قصہ صاحب "ذکر جلی"[125] تحریر کرتے ہیں
وینھون عن المنکر[126] کی یوں تفسیر کرتے ہیں

کہ حضرت شاہ اسماعیل وہ ملت کا دیوانہ
وہ شمع سنت و توحید کا بے تاب پروانہ

وہ درویش خدا مست اور وہ ایمان کا گوہر
وہ پوتا شہ ولی اللہ کا' عرفان کا گوہر

سر منبر جسے اللہ نے جادو بیانی دی
سر میداں جسے شمشیر بازی' جاں فشانی دی

کھڑا تھا ایک دن اپنے تصور میں جھکائے سر
یہ مرد حق عزیزی[127] مدرسہ کی پاک چوکھٹ پر

اچانک سامنے دیکھا تو اک جاں سوز منظر تھا
خدا کے پاک بندے کے لئے دلدوز منظر تھا

رتھوں میں' بہلیوں میں جلوہ گر کچھ بیسوائیں تھیں
وہ بے پردہ تھیں سب ایمان سوز ان کی ادائیں تھیں

کسی سے آپ نے پوچھا کہ یہ کیسا تماشا ہے
یہ کیسی عورتیں ہیں' ان میں غیرت ہے نہ پردہ ہے

کہا' یہ کسبیاں ہیں' ناچتی ہیں اور گاتی ہیں
یہ پیشہ ور ہیں' عصمت بیچ کر دولت کماتی ہیں

بڑی کسبی کو شاید آج کوئی دن منانا ہے
وہیں جشن سرود و رقص پر ان سب کو جانا ہے

کہا' ان کا عقیدہ کیا ہے اور کیا دین و ایماں ہے
وہ بولا' اکثریت ان رذیلوں کی مسلماں ہے

یہ سن کر مرد مومن کا جگر خوں ہو گیا فورا
غم و اندوہ سے چہرہ دگرگوں ہو گیا فورا

یہ سوچا روز محشر جب خدا کے پاس جاؤں گا
تو اپنے مالک و مختار کو کیا منہ دکھاؤں گا

یہ پوچھا جائے گا' تم کو ملی تھی علم کی دولت
مگر تم نے چھپائی کس لئے یہ حکمت و نعمت

تمہارے سامنے ہوتی رہی دلی میں بدکاری
وہاں بکتی رہی عورت مثال جنس بازاری

مگر تم دیکھتے ہی رہ گئے سب کچھ خموشی سے
کھلی آنکھوں لیا کیوں کام تم نے چشم پوشی سے

جواب اس بات کا اس وقت میرے پاس کیا ہو گا
خدائے پاک جانے کس قدر مجھ سے خفا ہو گا

یہ کچھ ایسا تصور تھا کہ مومن کا بدن کانپا
جلال حق سے ڈر کر بندہ حق دفعۃً کانپا

کہا' میں آج ہی ان کسبیوں کے پاس جاؤں گا
ہدایت اور نیکی کی طرف ان کو بلاؤں گا

رفیقوں نے کہا حضرت غضب ایسا نہ کیجے گا
"نہ اس بازار میں" جانے کا ہرگز نام لیجے گا

بہانہ دشمنوں کو چاہیے بدنام کرنے کا
میسر آئے گا موقع انہیں الزام دھرنے کا

یہ چرچا عام ہو جائے گا لوگوں کی زبانوں پر
کہ اسماعیل بھی جانے لگا ہے بالا خانوں پر

یہ فرمایا کہ ان باتوں کی میں پروا نہیں کرتا
خدا والا جہاں والوں سے گھبرایا نہیں کرتا

مجھے اللہ کا پیغام لوگوں کو سنانا ہے
کسی سے کچھ نہیں لیتا' نصیحت کرنے جانا ہے

یہ قرآں ایک نعمت ہے ہر اک انساں کی خاطر
نسیم روح پرور ہے یہ انس و جاں کی خاطر

مخاطب ہے ہر اک قرآں کا' ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ ہو
تونگر ہو کہ مفلس ہو' وہ گورا ہو کہ کالا ہو

عرب کا رہنے والا ہو' وہ ہندی ہو کہ ایرانی
وہ ترکی ہو کہ شامی ہو' عراقی ہو کہ افغانی

وہ کوئی چور ہو یا سرغنہ ہو بدمعاشوں کا
طوائف ہو کہ کوئی طائفہ ہو بدقماشوں کا

خدائے پاک کے احکام میں سب کو سناؤں گا
اور اس تبلیغ کی خاطر میں جاں پر کھیل جاؤں گا

خدا کی راہ میں بے شک مجھے ذلت اٹھانے دو
مجھے غیروں کی بدگوئی کے مہلک تیر کھانے دو

مجھے اللہ کی نعمت کو سب پر عام کرنے دو
مئے توحید سے لبریز سب کا جام کرنے دو

مرے ہاتھوں کسی اک کو بھی گر ایماں مل جائے
تو ممکن ہے کہ بخشش کا مجھے ساماں مل جائے

کسی اک کا نصیبہ بھی اگر بیدار ہو جائے
تو شاید اس طرح میرا بھی بیڑا پار ہو جائے

کیا تھا فیصلہ جانباز نے اللہ کے ڈر سے
بدل کر بھیس درویشوں کا نکلا شام کو گھر سے

کسی سے پوچھ کر درویش اس بازار میں پہنچا
یہ خورشید ہدیٰ عصیاں کے گہرے غار میں پہنچا

ملک سیرت بشر بابل کے اندھے چاہ میں پہنچا
زخود یوسف زلیخاؤں کی جلوہ گاہ میں پہنچا

"او اللہ والیو!" کہہ کر صدا دی اور دستک دی
صدا سنتے ہی دروازہ کھلا' اک لونڈیا نکلی

ٹھٹھک کر رہ گئی جب در پہ اک درویش کو دیکھا
بڑی حیرت سے نووارد کے گرد و پیش کو دیکھا

کہا' کیا کام اس ماحول میں تم سے فقیروں کا
کہ یہ عشرت کدہ ہے شہر کے میروں وزیروں کا

سمجھتے ہو کہ شاید اس جگہ خیرات بٹتی ہے ۔۔۔ ارے ناداں یہاں خود شہر کی دولت سمٹتی ہے

رئیسانِ جہاں خود چل کے اس کوچے میں آتے ہیں ۔۔۔ اور اپنے دین و دولت کے خزانے دے کے جاتے ہیں

کہا حضرت نے' اے پگلی! میں کچھ لینے نہیں آیا ۔۔۔ بدل کر بھیس یا تم کو دغا دینے نہیں آیا

تم اندر جا کے یہ کہہ دو کہ اک درویش آیا ہے ۔۔۔ بڑی بی صاحبہ کے واسطے پیغام لایا ہے

بڑی بی نے سنا پیغام تو اس سے کہا' جاؤ! ۔۔۔ جو دروازے پہ آیا ہے اسے اندر بلا لاؤ

اجازت مل گئی درویش کو' سیڑھی لگا چڑھنے[۱۲۸] ۔۔۔ کہا اللہ اکبر اور قدم آگے لگے بڑھنے

جب اوپر جا کے دیکھا' ایک ایماں سوز منظر تھا ۔۔۔ سرود و رقص برپا تھا' ہوس آموز منظر تھا

طوائف زادیاں جو بیلیوں میں تن کے بیٹھی تھیں ۔۔۔ یہاں وہ سب کی سب محفل کی زینت بن کے بیٹھی تھیں

سماں باندھے ہوئے تھا پاؤں کی جھنکار کا جادو ۔۔۔ فضا میں گھل رہا تھا طبلہ و سہ تار کا جادو

بڑی بی صاحبہ نے آنکھ اٹھا کر اک نظر دیکھا ۔۔۔ لباسِ فقر میں شاہنشہی کو جلوہ گر دیکھا

وہ گھبرا کر اٹھی پہچانتے ہی شاہ کی صورت[۱۲۹] ۔۔۔ جلالت آفریں تھی شاہ والا جاہ کی صورت

کہاں حضرت! یہاں اور آپ کا تشریف لے آنا؟ ۔۔۔ مری آنکھوں کا دھوکہ ہے کہ میں نے ٹھیک پہچانا؟

یہ فرمایا کہ اس کا معترف میں خود ہی ہوتا ہوں ۔۔۔ میں اسماعیل یعنی شہ ولی اللہ کا پوتا ہوں

مودب ہو کے پوچھا' کس لئے تکلیف فرمائی ۔۔۔ کہا' اللہ کی حکمت یہاں تک آج لے آئی

ضروری کام تھا جس کے لئے خود چل کے آیا ہوں ۔۔۔ تمہارے واسطے چھوٹا سا اک پیغام لایا ہوں

یہ طبلہ اور سارنگی تو تم سنتی ہی رہتی ہو ۔۔۔ اور ان جادو بھرے نغموں پہ سر دھنتی ہی رہتی ہو

ذرا سب بیٹھ جاؤ اور میرا مدعا سن لو ۔۔۔ فقیر بے نوا کی ایک چھوٹی سی صدا سن لو

یہ سن کر کسبیاں ساری ہمہ تن گوش ہو بیٹھیں ۔۔۔ پیامِ فقر سننے کے لئے خاموش ہو بیٹھیں

گھڑی اب آ چکی تھی شاید ان سب کی ہدایت کی ۔۔۔ کہ موقع پا کے مردِ حق نے قرآں کی تلاوت کی

کلام اللہ نے لطف و کرم کا نور پھیلایا ۔۔۔ فضا میں لحنِ داؤدی نے اپنا کیف برسایا

دلوں سے میل بدکاری کی لعنت کا لگا دھلنے
سیہ کاروں کے سینوں کی سبھی گرہیں لگیں کھلنے

جب ان آیات کے معنی بتائے شاہ والا نے
تو ہر اک نے کتاب اللہ کے اسرار پہچانے

بیاں کی پھر حقیقت آپ نے دنیائے فانی کی
عیاں کی بے ثباتی دہر کے حسن و جوانی کی

بہار زندگانی پر خزاں کا دور دکھلایا
جہاں کے مال و دولت کا بدلتا طور دکھلایا

جہاں میں دندناتی موت کی تصویر دکھلائی
ہلاکت ہر نفس کے ساتھ دامنگیر بتلائی

پھر اس کے بعد کھینچا موت کی سکرات کا نقشہ
دکھایا قبر کی تنہا اندھیری رات کا نقشہ

وہ نقشہ، جب عزیز و اقربا منہ موڑ لیتے ہیں
زن و فرزند بھی الفت کے رشتے توڑ لیتے ہیں

جہاں راتوں کی تنہائی میں اک وحشت برستی ہے
جہاں کی خاک بھی سورج کی صورت کو ترستی ہے

نکیروں کے سوال اور بے بسی لاچار انساں کی
جہاں کوئی بھی شے ہوتی نہیں غم خوار انساں کی

کچھ ایسے سوز دل سے آپ نے یہ وعظ فرمایا
کہ سننے والیوں پر عالم وارفتگی چھایا

زباں سے بات جو نکلی وہ نکلی دلگدازی کی
خدائے پاک کی رحمت نے بڑھ کر چارہ سازی کی

بیاں بڑھنے لگا اب حشر کے میدان کی جانب
ادھر کھچنے لگے دل خود بخود ایمان کی جانب

دکھایا شاہ نے منظر تماشا گاہ محشر کا
عیاں ہونے لگا احوال پرسش ہائے داور کا

وہ پھٹنا آسماں کا، چاند کا بے نور ہو جانا
ستاروں کا فلک سے ٹوٹ کر کافور ہو جانا

وہ سورج کی تمازت سے زمیں کا آگ ہو جانا
چٹانوں کا چٹخنا اور پگھل کر جھاگ ہو جانا

فلک کا تھرتھرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کے رہ جانا
پہاڑوں کا زمیں پر ریت کی مانند بہہ جانا

خدا کے خوف سے اک تھرتھری ہر ایک سینے میں
ہر اک کا ڈوبنا گردن تلک اپنے پسینے میں

اگلتی آگ اور بادل کی صورت دھاڑتی دوزخ
غضب کا شور کرتی چیختی چنگھاڑتی دوزخ

یہ دہشت ناک منظر شاہ نے اس طرح دکھلایا
کہ رنگ اڑنے لگا سب کا، قیامت کا سماں چھایا

پھر ان کی فحش کاری پر توجہ شہ نے فرمائی
اور انجام زناکاری کی یوں تصویر دکھلائی

کہا، اس روز سب لوگوں کو جب بلوایا جائے گا
ہر اک کا نامہ اعمال آگے لایا جائے گا

فرشتے زانیوں کو کھینچ کر محشر میں لائیں گے
وہاں انبوہ در انبوہ سب بدکار آئیں گے

اور ان کے فعل کا دنیا میں جو موجب بنا ہوگا
وہی اس روسیہ ٹولے کا اس دن پیشوا ہوگا

کھڑی ہوگی ہر اک کسبی جو میدان قیامت میں
تو اس کے ساتھ ہوں گے سینکڑوں زانی جماعت میں

یہاں کے پھول بھر لیں گے وہاں بہروپ خاروں کا
یہ زانی کام دیں گے سب تمہارے اشتہاروں کا

وہاں قیمت نہ پائے گی کوئی عشوہ طرازی بھی
ملے گی خاک میں یہ دلبری بھی، دلنوازی بھی

بدل جائے گی چہروں کی صباحت واں سیاہی میں
ذلیل و خوار ہو جاؤ گی دربار الٰہی میں

مسلماں زادیاں ہو کر یہ بدکاری معاذاللہ!
رسولؐ پاک کی امت کی یہ خواری معاذاللہ!

بتاؤ روبرو اللہ کے کس منہ سے جاؤ گی؟
اور اپنا نامہ اعمال کس کس سے چھپاؤ گی

یہ سن کر خوف کے مارے لگیں سب سسکیاں بھرنے
کوئی سر نوچنے، کوئی لگی آہ و بکا کرنے

یہ منظر دیکھ کر اب شاہ نے عنوان کو بدلا
کیا آغاز اب مضمون توبہ کی فضیلت کا

یہ فرمایا کہ توبہ کوئی جب کر لے گناہوں سے
خلوص دل سے جو منہ موڑ لے عصیاں کی راہوں سے

تو وہ اللہ کو رحمٰن اور غفار[۱۳۰] پاتا ہے
ہر اک لفظ اس کا درگاہ خدا میں بار پاتا ہے

وہ بخشش عام کر دیتا ہے ایسے حق پسندوں پر
خطاؤں کو عیاں ہونے نہیں دیتا ہے بندوں پر

خزانے رحمتوں کے کھول دیتا ہے غریبوں پر
کرم کا نور برساتا ہے ایسے بے نصیبوں پر

اب اس پر سرور کونین کا فرمان بھی سن لو
ذرا دل سے پیام صاحب قرآن بھی سن لو!

یہ فرمایا کہ تائب[۱۳۱] کی پلٹ جاتی ہے یوں کایا
کہ گویا اس سے کوئی جرم ہی ہونے نہیں پایا

اٹھو اللہ کے انعام سے اب جھولیاں بھر لو
گھڑی یہ پھر نہیں آئے گی فکر عاقبت کر لو!

بیاں کو ختم کر کے اب دعا کا قصد فرمایا
خدائے لم یزل کے سامنے دامن کو پھیلایا

کیا یہ عرض "اے مولا دلوں کے پھیرنے والے!
زمین و آسماں کی وسعتوں کو گھیرنے والے

میں تیری بارگہ میں کچھ گنہگاروں کو لایا ہوں ۔۔۔ تری بخشش کی خاطر ان سیہ کاروں کو لایا ہوں
خداوندا! ترے دربار میں ان کو جھکایا ہے ۔۔۔ جو میرا کام تھا میں نے وہ پورا کر دکھایا ہے
اب اس کے بعد تیرے ہاتھ ہے اصلاح کار ان کی ۔۔۔ الٰہی سن پکار ان کی! الٰہی سن پکار ان کی!
دعاء و وعظ نے کہتے ہیں یہ تاثیر دکھلائی ۔۔۔ کہ توبہ کی تمنا سب کے دل میں عود کر آئی
خلوص دل سے توبہ کی ہر اک نے باوضو ہو کر ۔۔۔ خدا کے سامنے سب گڑگڑائیں قبلہ رو ہو کر
خدائے ذوالمنن سے سب نے پیمان وفا باندھا ۔۔۔ حیات نو بسر کرنے کا عہد با صفا باندھا
خدا والا پلٹ آیا خدا کا حکم پہنچا کر ۔۔۔ خدا کے نور سے ہر گوشہ ظلمات چمکا کر
یہ لکھا ہے کہ جلدی شادیاں کر لیں جوانوں نے ۔۔۔ کیا آغاز محنت سن رسیدہ ناتوانوں (۱۳۰۲ھ) نے

علیم ناتواں یہ فتح کامل تھی، کرامت تھی
ولی اللہ کے پوتے کی ولایت کی علامت تھی

مناقب اسماعیل

فتوحات زبان شاہ اسماعیل کیا کہئے
بیان و شرح و استدلال و قال و قیل کیا کہئے

وہ کوئی بزم ہو، جادو بیانی تھا کمال اس کا
بنا لیتا تھا گرویدہ اسے "سحر حلال" اس کا

یہاں تک وعظ و تقریر و بیاں کا حال آیا ہے
ابھی تفصیل باقی ہے فقط اجمال آیا ہے

ابھی باقی ہے قرطاس و قلم میں کار فرمائی
معاصر عالموں کے ساتھ فقہی نکتہ پیرائی

ولیکن شاہنامے میں نہیں شاید مقام اس کا
بعون ایزدی ہوگا کہیں اور اہتمام اس کا

یہاں اس مرد غازی کی غزا فرمائیاں ہوں گی
جہاد راہ حق میں معرکہ آرائیاں ہوں گی

یہاں سیف و سناں کے کارناموں کا بیاں ہوگا
نبرد انگیزیاں ہوں گی، جنوں کا امتحاں ہوگا

جنود کفر ہوں گے اور ادھر شیر خدا ہوگا
شکوہِ خسروی سے فقر پنجہ آزما ہوگا

کئی احباب نے شعر و ادب میں کی قلم کاری
دکھائے شاہ اسماعیل کے اوصاف سالاری

نقوش سیرت اس کے نظم میں تحریر فرمائے
عقیدت مند بڑھ چڑھ کر سخن کے ارمغاں لائے

قصیدہ حضرت[۱۳۳] ماہرؔ نے بھی تحریر فرمایا
مناقب کو جنہوں نے صفحہ "فاراں" پہ پھیلایا

میں اس کو عقد شہنامہ میں من و عن پروتا ہوں
اور ان کی نغز گوئی کا بہت ممنون ہوتا ہوں

ماہرؔ صاحب کی نظم

"ترے اوصاف کیا کہنا، مجدد بھی مجاہد بھی
امام وقت بھی اور جیش اسلامی کا قائد بھی

مفکر بھی مبلغ بھی خدا آگاہ زاہد بھی
کہ تو آمر بھی تھا مامور بھی مشہود و شاہد بھی

تو وہ مجموعہ خوبی کہ تجھ کو زیب دیتے ہیں
محامد بھی فضائل بھی مناقب بھی قصائد بھی

علامت اور مظاہر بن چکے تھے شرک و بدعت کے
خیال و فکر بھی ذہن و طبیعت بھی عقائد بھی

تو اٹھا اور مصلح بن کر اٹھا خاک دہلی سے
کہ شامل ہو گئے تھے دین میں حشو و زوائد بھی

یہ سازش تھی تری تحریک کو ناکام کرنے کی
مسلمانوں میں پیدا ہو گئے دشمن بھی حاسد بھی

ترا وہ عزم محکم جو چٹانوں کے مقابل تھا
عزیمت نے تری جھیلے مصائب بھی شدائد بھی

تری خدمت میں سب نذر عقیدت پیش کرتے ہیں
مقالے بھی مضامیں بھی کتابیں بھی جرائد بھی

کتاب اللہ اور خلق پیمبرؐ کے مطابق تھے
ترا ذوق و طبیعت بھی عزائم بھی مقاصد بھی

جھلکتے ہیں نگارش میں تری آب گہر بن کر
روایت بھی درایت بھی دلائل بھی شواہد بھی

تقاضا ہے عقیدت کا کہ تجھ کو محترم کہئے
شہید راہ حق اور صاحب سیف و قلم کہئے"

سید صاحب کی مصروفیات

انھی ایام میں سید نے حاصل یہ سعادت کی
امام اہلِ[134] حق کے دست حق پرور پہ بیعت کی

ملا عرفان کیف آگیں تصوف کے لطائف کا
ہوا حاصل سرور سرمدی ورد و وظائف کا

عبادت میں نیاز و ناز کے اطوار پہچانے
ریاضت میں سرور و کیف کے آثار پہچانے

مقامات سلوک و معرفت کی سیر فرمائی
حقائق کی ضیا سے دیدہ و دل نے جلا پائی

ذکی الطبع[135] سید نے منازل کیں تمام آخر
ملا رشد و ہدایت کا اسے اعلیٰ مقام آخر

اجازت لے کے مرشد سے وطن کا قصد فرمایا
جہاں گردی کے بعد آہو ختن کو لوٹ کر آیا

فقط کچھ دن رہا اپنے اقارب کی معیت میں
ادھر کچھ اور ہی تھا حق تعالیٰ کی مشیت میں

اسے جہد و عمل کے ولولوں کو عام کرنا تھا
اسے میداں میں آ کر راہ حق میں کام کرنا تھا

وطن میں بیٹھ کر مسند نشینی کر نہ سکتا تھا
کسی حجرے میں وہ عزلت گزینی کر نہ سکتا تھا

پھر اک دن گھر سے چل کر ٹونک میں مرد خدا آیا
جنود میر خاں[136] میں منصب عز و شرف پایا

یہ لشکر میں مشیر خاص والی کا رہا برسوں
کیا تبلیغ دین مصطفیٰؐ کا حق ادا برسوں

وہاں رہتے ہوئے سیکھے امور لشکر آرائی
رموز سلطنت اور رزمگہ میں کارفرمائی

کیا والی نے آزادہ روی کا حق ادا جب تک
بپا رکھے رہا وہ معرکہ ہائے وغا جب تک

رہا اس کی رفاقت میں نہ چھوڑا ساتھ سید نے
بٹایا ہر طرح کی مشورت میں ہاتھ سید نے

مگر جب وہ بھی آخر بہہ گیا سیل سیاست میں
تزلزل آ گیا اس کے تدبر میں' فراست میں

فرنگی شاطروں نے مکر کا جب جال پھیلایا
یہ شاہیں بھی نہایت سادگی سے زیر دام آیا

تو سید نے رفاقت میر خاں کی ترک فرما دی[۱۳۷]
کہ اس کو بھا نہ سکتی تھی یہ بدحالی' یہ بربادی

وہ سمجھا تھا کہ یاں ہم دین کا مرکز بنا لیں گے
اسی نواب کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں گے

یہی لشکر جہاد فی سبیل اللہ میں نکلے گا
عطیہ لے کے جانوں کا' خدا کی رہ میں نکلے گا

یہیں اسلام کے پرچم کو پھر لہرایا جائے گا
اور اپنی عظمت رفتہ کو واپس لایا جائے گا

جہاد و حریت کے ولولے دیں گے جوانوں کو
سکھائیں گے رموز سرفروشی خستہ جانوں کو

مگر یہ آرزوئیں خاک ہو کر رہ گئیں اس کی
یہ ساری حسرتیں سیل بلا میں بہہ گئیں اس کی

یہاں رہنے کی اب کوئی ضرورت ہی نہ تھی باقی
امیدیں بارور ہونے کی صورت ہی نہ تھی باقی

یہاں کے سب سر و سامان سے سید نے منہ موڑا
چلا دلی کی جانب اور سواد ٹونک کو چھوڑا

پیادہ پا سفر کرتا' مصائب جھیلتا آیا
سر رہ ہر طرح کے رنج و غم سے کھیلتا آیا

ہوئیں سب منزلیں حق کے مسافر کی تمام آخر
کہا مرشد کی خدمت میں عقیدت کا سلام آخر

یہاں حضرت محدث نے بڑی توقیر فرمائی
کمال شفقت و الفت سے کی اس کی پذیرائی

عزیز القدر کو پھر اکبر آبادی[۱۳۸] میں ٹھہرایا
جہاں فیض ہدایت سید والا نے تھا پایا

قران السعداء

(مولانا عبدالحی اور مولانا اسماعیل کی سید صاحب سے بیعت)

کیا اب سید والا نے دلی میں قیام اپنا
کیا پیدا سلوک و ذکر میں بھی اک مقام اپنا

ریاضت میں نہایت شوق سے شب زندہ داری تھی
عبادت میں سراپا عاجزی تھی' گریہ زاری تھی

کمال زہد و تقویٰ سے رخ سید تھا نورانی
جمال سجدہ ریزی سے منور لوح پیشانی

ہوا اب سلسلہ بیعت کا جاری دست سید پر
دیا مرشد نے اذن عام اس کا مطمئن ہو کر
جناب مولوی یوسف[۱۳۹ھ] نے بیعت سب سے پہلے کی
وہ پہلا خوش نصیب انساں تھا جس نے پائی یہ نیکی
پھر آئی مرد حق اندیش عبدالحی[۱۴۱ھ] کی باری
عطا جس کو کیے تھے حق نے انداز فداکاری
ہوا اک روز حاضر سید والا کی خدمت میں
کہا کیونکر حصول کیف ہوتا ہے عبادت میں؟
کہا کیفیت اس کی یوں بیاں میں آ نہیں سکتی
یہ وہ شے ہے کہ لفظوں میں بتائی جا نہیں سکتی
ادا فرمائیے دو رکعتیں میری قیادت میں
حضور قلب کی دولت ملے شاید عبادت میں
ہوئے مشغول تحریمہ میں یہ دونوں خدا والے
عبودیت میں یکسر کھو گئے صبر و رضا والے
ہوئے فارغ تو مولانا پہ جذب و کیف طاری تھا
حضوری کے نشے میں قلب محو حمد باری تھا
نہایت شوق سے سید سے مولانا نے بیعت کی
اور اس کے بعد اپنے مرشد والا سے رخصت لی
یہ کیفیت بتائی شاہ اسماعیل کو آ کر
کہا' لے لو یہ نعمت حضرت سید کے ہاں جا کر
وہ مرد حق جو پہلے ہی طلب گار حقائق تھا
اٹھا اور فرط جذب و شوق سے سید کے ہاں پہنچا
اسی انداز سے اس مرد غازی نے بھی بیعت کی
سرور سرمدی پایا' ملی دولت سعادت کی
سعید و سعد نے خلوت میں قرب جاوداں پایا
خیال و فکر میں اک سرے کو ہمزباں پایا
یہ ربط مستقل کا نقطہ آغاز تھا گویا
نہاں اس قرب کے اندر عمل کا راز تھا گویا
یہ فکر انگیزی مردان حق آگاہ کا دن تھا
یہ تمہید جہاد فی سبیل اللہ کا دن تھا
ہوا مضبوط یوں رشتہ کہ جیتے جی نہیں ٹوٹا
وفا کیشی کا دامن آخری دم تک نہیں چھوٹا

یہ رشتہ گھر کے آنگن سے شہادت گاہ تک پہنچا
ازل کا یہ تعلق یوں ابد کی راہ تک پہنچا

بیعت عام اور تبلیغی دورے

جب اسماعیلؒ کی بیعت کا چرچا ہر طرف پھیلا — تو لوگوں کے دلوں میں بھی یہ شوق و ولولہ ابھرا
جناب شاہ اسحاق[۱۴۱] اور ان کے ہمنوا آئے — مشرف ہو کے بیعت سے ہر اک نے مرتبے پائے
جوار و قرب سے انبوہ مشتاقاں اُمڈ آیا — پہنچ کر مرکز دلی میں بیعت کا شرف پایا
جنہیں دشوار تھا دلی میں چل کر دور سے جانا — مگر شوق و طلب نے ان کو کر رکھا تھا دیوانہ
انہوں نے دور ہی سے نامہ ہائے شوق بھجوائے — کہ سید خود وہاں تشریف لا کر لطف فرمائے[۱۴۲]
یہ نامے دیکھ کر سید ہوا تیار دورے پر — معیت میں رفیقوں کا چلا ننھا سا اک لشکر
نکل کر شہر سے دریائے جمنا پار فرمایا — وہیں ٹھہرے جہاں جمہور نے اصرار فرمایا
بڑے چھوٹے دیہات[۱۴۳] اور شہر ان کی راہ میں آئے — جہاں ٹھہرے وہیں اللہ کے احکام پہنچائے
عوام الناس کو توحید کی تبلیغ فرمائی — حدیث مصطفیٰ غفلت زدہ لوگوں کو پہنچائی
عقائد کی کجی کی ہر طرح تردید فرمائی — بڑی شفقت سے ترک شرک کی تاکید فرمائی
جو رسمیں ہندوؤں کی تھیں، مسلمانوں سے چھڑوائیں — نبیؐ کی سنتیں جو مٹ چکی تھیں تازہ کروائیں
وہ جن کے مشرکانہ نام تھے سارے بدلوائے — جو سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے تھے راہ پر آئے
جہاں بھی سید احمد اور ان کے ہمنوا پہنچے — وہاں ان کے جلو میں چل کے انوار خدا پہنچے
دلوں کی کھیتیاں اس ابر نے سیراب کر ڈالیں — زمینیں روح کی بنجر تھیں جو شاداب[۱۴۴] کر ڈالیں

بہار افزا ہوئے ہر سو فلاح و خیر کے گلشن
خزاں کی زد میں آئے سب کنشت و دیر کے گلشن

دورے سے واپسی اور قصد وطن

یہ دورہ ختم کرکے واپسی کا قصد فرمایا ۔۔۔ نفوس پاک کا یہ قافلہ دہلی چلا آیا
اعزہ سے ملے سید کو اب دس سال بیتے تھے ۔۔۔ خیال آیا نہ جانے کس طرح وہ لوگ جیتے تھے
یہ سوچا اور وطن کو لوٹنے کا قصد فرمایا ۔۔۔ جو وعدہ اپنے بھائی سے کیا تھا وہ بھی یاد آیا
چلا سید تو ساتھ اک جاں نثاروں کی جماعت[١٤٥] تھی ۔۔۔ یہ تھے وہ لوگ حاصل جن کو اللہ کی حمایت تھی
چلے منزل بہ منزل رنج و راحت کا مزا پاتے ۔۔۔ جہاں رکتے عوام الناس کی اصلاح فرماتے
ہر اک منزل پہ بیعت کا بھی رکھا سلسلہ جاری ۔۔۔ عجب شان امامت تھی' عجب انداز سالاری
یہ موکب آخر شعبان[١٤٦] جا پہنچا بریلی میں ۔۔۔ خبر پھیلی ہر اک گھر' ہر محلے' ہر حویلی میں
یہ حق کا کارواں تکیہ علم اللہ میں ٹھہرا ۔۔۔ اسی رائے بریلی کی سعادت گاہ میں ٹھہرا

رائے بریلی میں مختلف مصروفیات

وطن میں دو برس دو ماہ تک ٹھہرا رہا سید ۔۔۔ مریدوں کی جماعت ساتھ تھی تنہا نہ تھا سید
جناب شاہ عبدالحی بھی حلقے میں شامل تھے ۔۔۔ عقیدت مند اسماعیل جیسے مرد کامل تھے
کم و بیش ایک صد افراد کی قدسی جماعت تھی ۔۔۔ حیات مستعار ان کی قناعت ہی قناعت تھی
وطن میں قحط برپا تھا گھروں میں فاقہ مستی تھی ۔۔۔ مگر سید کے ہاں اللہ کی رحمت برستی تھی
وہ سب ان سختیوں میں بھی گزر اوقات کرتے تھے ۔۔۔ بڑی کثرت سے ذکر و فکر حق دن رات کرتے تھے
یہاں بھی دعوت اصلاح کا تھا سلسلہ جاری ۔۔۔ جہاد فی سبیل اللہ کی ہوتی تھی تیاری
جماعت نے کئے اطراف کے دیہات کے دورے ۔۔۔ سراسر خیر کے حامل تھے یہ دن رات کے دورے
غریبوں کے عقائد کی کجی کو دور فرمایا ۔۔۔ چھڑا کر شرک و بدعت جادہ توحید دکھلایا
نکاح بیوگاں معدوم تھا اجرا کیا اس کا ۔۔۔ یہ سنت مٹ رہی تھی آپ نے احیا کیا اس کا
نمونہ اس کا خود سید نے اپنے گھر میں دکھلایا ۔۔۔ کہ بیوہ بھاوجہ[١٤٧] کے ساتھ پہلے عقد فرمایا

جہاد کی ترغیب

یہاں یادِ الٰہی مشغلہ صبح و مسا کا تھا
مریدوں کے دلوں میں بھی یہی جذبہ بلا کا تھا

رہا کرتا تھا مسجد میں کہیں خلوت گزیں کوئی
کیا کرتا تھا جنگل میں ادھر ذکر مبیں کوئی

کوئی ندی کنارے فکر میں مشغول رہتا تھا
کسی کا رات دن تسبیح ہی معمول رہتا تھا

مگر اک روز سید نے انہیں ارشاد فرمایا
کہ اب شمشیر بازی کا عزیزو وقت ہے آیا

فنونِ جنگ کی ہر ایک بھائی مشق فرمائے
زیادہ سے زیادہ وقت اب اس کو دیا جائے

جہاد فی سبیل اللہ عبادت سے بھی بڑھ کر ہے
مجاہد ثانیے بھر کا بڑے عابد سے بہتر ہے

یہ سنتے ہی مریدوں میں نیا جذبہ ابھر آیا
خدا کی راہ میں شوقِ شہادت عود کر آیا

یہی سید کی خواہش تھی یہی مقصود تھا اس کا
رہِ حق میں زیاں کا سامنا بھی سود تھا اس کا

ریاضت سے مریدوں کے دلوں کو پاک کرنا تھا
گنہگاری کی ہر آلودگی کو خاک کرنا تھا

فقط دینی محبت کا دلوں میں بیج بونا تھا
زن و فرزند کی الفت کی آلائش کو دھونا تھا

خدا کی راہ میں ایثار و قربانی سکھانا تھا
انہیں تقویٰ سکھا کر خوفِ غیر اللہ مٹانا تھا

حقیقی دین کے کردار کو تعمیر کرنا تھا
انہیں تاریخ کا اک بابِ نو تحریر کرنا تھا

زمینِ ہند میں اسلام کو غالب بنانا تھا
یہاں اللہ کے قانون کا سکہ چلانا تھا

اب اس کے واسطے حاجت تھی اصحاب اطاعت کی
وفا اندیش اور جانباز قدوسی جماعت کی

بحمد اللہ سید اس کے اندر کامراں نکلا
یکایک اس کی دعوت پر ہر اک پیرو جواں نکلا

جو ذکر و فکر کرتے تھے وہ اب خنجر بدست آئے
جو تھے سبحہ بدست اب شوقِ جانبازی میں مست آئے

رہِ حق میں شہادت کے نشے سے چور آ نکلے
بہادر جذبہ ایمان سے معمور آ نکلے

خدا کے واسطے فرزند و جاہ و مال کو چھوڑا
فقط دیں کے لئے دنیا کے ہر جنجال کو چھوڑا

نتیجہ تھا یہ اک مردِ خدا کی پاکبازی کا
ملا انعام اسے اللہ کی بندہ نوازی کا

واقعہ نصیر آباد

اودھ کی سلطنت میں تھا نصیر آباد کا قصبہ / یہ تھا اس سید سادات کے اجداد کا قصبہ
جہاں آباد تھے عرصے سے کچھ ننھال سید کے / یہیں رہتے تھے ان ایام میں سسرال سید کے
یہاں کے لوگ پہلے دور میں سب اہل سنت تھے / بزرگوں کے عقائد کے مطابق ایک ملت تھے
نہ کوئی تفرقہ تھا اور نہ آپس میں لڑائی تھی / سکوں سے لوگ رہتے تھے بہم صلح و صفائی تھی
مگر آہستہ آہستہ تشیع کا اثر آیا / اودھ سرکار نے اب اپنے مسلک کو بھی پھیلایا
نصیر آباد کا قصبہ بھی تھا جاگیر[۱۴۸] بیگم کی / موثر تھی یہاں ہر حال میں توقیر بیگم کی
یہاں شیعی عقائد اس کے کارندوں نے پھیلائے / کچھ ان کے خوف سے بھی لوگ ان کے دین میں آئے
یہاں اب سنیوں کی ایک چوتھائی تھی آبادی / اور اب چھننے لگی تھی چپکے چپکے ان کی آزادی
محرم کے دنوں میں شیعہ بھائی جوش میں آئے / انہوں نے سنیوں کواس طرح پیغام بھجوائے
کہ ہم سنی محلے سے جلوس اپنا گزاریں گے / علم لہرا کے نکلیں گے تبرا بھی پکاریں گے
یہ مقصد تھا کہ ان پر رعب طاری کر دیا جائے / اور اپنا مسلک اس قصبے میں جاری کر دیا جائے
یہ صورت تھی کہ شیعہ سلطنت کا ان پہ سایا تھا / وہاں کا مجتہد[۱۴۹] خود ان کی آبادی سے آیا تھا
اسی نے ان کو اکسایا تھا یہ اقدام کرنے کو / ضرورت ہو تو کشت و خون کا بھی کام کرنے کو
بچارے سنیوں نے فوراً اک قاصد کو دوڑایا / بریلی آ کے جس نے حال سب سید کو بتلایا
یہ سن کر مشورہ اصحاب سے سید نے فرمایا / "بلا تاخیر چلنا چاہئے" آخر یہ طے پایا
عشاء پڑھ کر چلا سید پچھتر آدمی لے کر / وہ جا پہنچے سحر ہونے سے پہلے اپنی منزل پر
نماز فجر پڑھ کر شہر میں داخل ہوا سید / عزیز و اقربا[۱۵۰] سے ان کے گھر جا کر ملا سید
وہاں سے ہو کے فارغ مسجد جامع میں جا ٹھہرا / اور اس کے ساتھ مردان خدا کا قافلہ ٹھہرا
کہا سید نے کوئی بھی کسی کو زک نہ پہنچائے / کرے جھگڑا نہ کوئی اور نہ کوئی جوش میں آئے

یہ مقصد تھا کہ صورت ہو کوئی صلح و صفائی کی
جہاں تک ہو سکے نوبت نہ آنے دیں لڑائی کی

ادھر احباب کو صبر و سکوں کا حکم فرمایا
ادھر شیعان قصبہ کے لئے پیغام بھجوایا

کہ ماتم بھی کریں اور تعزیہ داری بھی فرمائیں
تبرا کہہ کے لیکن آتش فتنہ نہ بھڑکائیں

یہ بہتر ہے کہ چند اک معتبر حضرات آ جائیں
ہمارے ساتھ آ کر گفتگوئے صلح فرمائیں

قبول خاطر ارباب شیعہ تھیں نہ یہ باتیں
کہ وہ سوچے ہوئے تھے فتنہ و تزویر کی گھاتیں

کہا جبرا ہمیں جو تعزیہ داری سے روکا ہے
ہمیں اپنے عقیدے پر عمل کرنے پہ ٹوکا ہے

شکایت لے کے اب ہم بادشہ کے پاس جاتے ہیں
کریں گے جا کے یہ دعویٰ ہمیں سنی ستاتے ہیں"

یہ کہہ کر چل دیئے سب لکھنؤ کو تعزیے لے کر
علم تھامے ہوئے چلنے لگا یہ ماتمی لشکر

ادھر پرچہ نویسوں نے یہ صورت شاہ کو لکھ دی
فساد فرقہ بازی کی خبر دربار میں پہنچی

یہ سن کر شہ نے آغامیر[۱۵۱] کو فی الفور بلوایا
اور اس فتنے کو فورا روکنے کا حکم فرمایا

یکایک اس نے دو دستے رسالہ فوج کے بھیجے
کہ تا سالار ان کا جا کے فورا صلح کروا دے

یہ صورت تھی کہ آغا اور بیگم میں عداوت تھی
اور آغا کے لئے یہ واقعہ اچھی علامت تھی

کرا سکتا تھا اس سے ضبط وہ جاگیر بیگم کی
گھٹا سکتا تھا شہ کے سامنے توقیر بیگم کی

مگر یہ سینوں کے واسطے فال مبارک تھی
کہ یہ اسباب ان پر رحمت رب تبارک تھی

ادھر فریادیوں کا جمگھٹا بھی شہر آ پہنچا
زبوں حالی میں اپنے مجتہد کے پاس جا پہنچا

جناب مجتہد دوڑے اب آغامیر کی جانب
کہ تا جلدی قدم اٹھے کسی تدبیر کی جانب

حکومت کی مدد سے سینوں کو پیس ڈالیں ہم
جو عرصے سے چھپا رکھے ہیں وہ ارماں نکالیں ہم

مگر واں صورت حالات ہی الٹی نظر آئی
جناب مجتہد کی آرزو کوئی نہ بر آئی

کہا آغا نے گھر جا کر جناب آرام[۱۵۲] فرمائیں
اور ایسے تفرقوں سے، فتنہ آرائی سے باز آئیں

نصیر آباد میں پھیلی ہے یہ جو تفرقہ بازی
مجھے لگتی ہے یہ سب آپ ہی کی فتنہ پردازی

یہ وہ آتش ہے جو قصہ ہمارا پاک کر دے گی
جلا کر سلطنت کو بھی خس و خاشاک کر دے گی

دعا کیجیے کہ ہم اس آگ سے مامون رہ جائیں
مبادا نوحہ خواں اپنے فقط ملعون رہ جائیں

یہ آفت ٹل گئی تو حمد ربانی پکاروں گا
جو باقی عمر ہے شکر الٰہی میں گزاروں گا"

یہ سن کر مجتہد صاحب بچارے گھر کو لوٹ آئے
اور اپنے دوستوں کو ملک کے حالات بتلائے

کہا ان سے کہ اب تدبیر کوئی چل نہیں سکتی
جو اب صورت ہے اس میں دال اپنی گل نہیں سکتی

سنے گا شاہ بھی اپنی' نہیں مجھ کو یقیں کوئی
سوائے صلح کے اب دوسرا رستہ نہیں کوئی

اب ان فریادیوں نے بھی اسی میں عافیت جانی
نصیر آباد میں واپس پہنچ کر صلح کی ٹھانی

وہ سب اپنا سا منہ لے کر نصیر آباد لوٹ آئے
اور اپنے اقربا کے سامنے حالات دہرائے

اسی ثنا میں سرکاری رسالہ جب وہاں پہنچا
نواحی بستیوں سے سینوں کا کارواں پہنچا

جماعت در جماعت لوگ اکٹھے ہوتے جاتے تھے
یہ دونوں وقت کھانا سید والا سے کھاتے تھے

یہ جمعیت بنی اک لشکر جرار کی صورت
نصیر آباد میں پیدا ہوئی پیکار کی صورت

رسالہ دار نے سوچا کہیں جھگڑا نہ بڑھ جائے
فریقوں کے بزرگ و معتبر حضرات بلوائے

پھر ان کے درمیاں اک صلح نامہ کی بنا رکھی
اور اس سے شیعہ سنی بھائیوں میں صلح کروا دی

یہ طے پایا کوئی اک دوسرے کو زک نہ پہنچائے
جو ہے دستور سابق اس کے اوپر ہی چلا جائے

علی الاعلان ماتم میں تبرا بھی نہیں ہوگا
طریقہ ہے یہی جو امن عامہ کا امیں ہوگا

یہی تجویز تھی جو سب سے پہلے دی تھی سید نے
یہی تدبیر تھی جو اس سے پہلے کی تھی سید نے

رسالہ دار نے آ کر عمل اس پر ہی کروایا
اسی پر صلح نامہ ضابطہ کی رو سے لکھوایا

کرا کے دستخط سب کے کیا رخصت فریقوں کو
دیا دستور امن و صلح دیرینہ رفیقوں کو

ہوا سید بھی رخصت امن کی تحریر لکھوا کر
ہوئے سب سرخرو اس طور اس جھگڑے کو نمٹا کر

تبلیغی دورے

چلا سید مریدوں کا مبارک کارواں لے کر　　خدا کے دین کی تبلیغ کا عزم جواں لے کر
یہ مقصد تھا کہ اہل جہل کی اصلاح فرمائے　　خدائے پاک کی توحید کو عالم میں پھیلائے
وطن کی سرزمیں پر پرچم اسلام لہرائے　　چراغ مصطفیٰ کی روشنی گھر گھر میں پہنچائے
یہ نیت تھی کہ ہر لمحہ خدا کی یاد میں گزرے　　حیات چند روزہ دعوت و ارشاد میں گزرے
ادھر ہر شہر سے الفت بھرے مکتوب آتے تھے　　خدا والے خدا والوں کو اپنے گھر بلاتے تھے
کوئی کہتا کہ پہلے ہم غریبوں پر کرم کیجے　　کسی کو تھی یہ ضد پہلے ہماری لاج رکھ لیجے
یہ عالم تھا کہ جب نکلے الہ آباد کی جانب　　عقیدت مند لپکے صاحب ارشاد کی جانب
بڑی چاہت سے کرتے تھے وہ استقبال سید کا　　سمجھتے تھے وہ اپنی جان کو بھی مال سید کا
تہ دل سے وہ حق مہماں نوازی کا ادا کرتے　　جو کچھ بھی پاس تھا وہ میمانوں پر فدا کرتے
اب اس دورے میں جو پہلا مقام آیا سلون[۱۵۳] آیا　　یہاں بھی اہل قصبہ نے بڑا ایثار فرمایا
مزار شاہ اشرف پر جو کچھ بدعات ہوتی تھیں　　نظام خانقاہی کی طرح دن رات ہوتی تھیں
وہی قوالیاں' تربت پرستی' شرک آمیزی　　وہی سنت کی پامالی وہی بدعات کی تیزی
جناب سید والا نے جا کر ان کو سمجھایا　　خلاف شرع جتنی حرکتیں تھیں سب کو رکوایا
یہاں سے کارواں نکلا الہ آباد جا پہنچا　　خدا کا حکم لے کر یاں گروہ اصفیا پہنچا
یہاں مردان بداعمال کی اصلاح[۱۵۴] فرمائی　　کتاب اللہ کی لوگوں تک اک اک بات پہنچائی
یہاں کچھ روز ٹھہرے پھر بنارس میں چلے آئے　　عوام الناس تک اللہ کے احکام پہنچائے
بنارس سے نکل کر کارواں سلطان پور آیا　　یہاں کچھ روز ٹھہرا بعد اس کے کان پور آیا
یہاں بھی ہر طرح اسلام کی تبلیغ فرمائی　　حدیث مصطفیٰؐ نادان انسانوں کو پہنچائی
عقیدت مند خدمت میں قطار اندر قطار آئے　　سحر کو بے حساب آئے عشاء کو بے شمار آئے

ضعیف و ناتواں آئے صغیر آئے کبیر آئے
کبھی پیر و جواں آئے غریب آئے امیر آئے
یہیں آیا تھا اللہ بخش خاں[۱۵۵] کچھ اور بھائی بھی
خدا کے دیں کے شیدائی بھی عاشق بھی فدائی بھی
جنہوں نے آخری دم تک نہ چھوڑا ساتھ سید کا
یہ دنیا چھوڑ دی لیکن نہ چھوڑا ہاتھ سید کا
بہت سے خوش عقیدہ لوگ یاں بیعت ہوئے آکر
بہت مسرور تھے وہ دولت توحید کو پا کر
ہر اک نے شوق سے کی شرک اور بدعات سے توبہ
خلوص قلب سے کی سب بری عادات سے توبہ
ادا کرکے فریضہ اب چلے یاں سے خدا والے
یہ مردان سعادت کیش تسلیم و رضا والے
پڑے اب کانپور کے بعد کچھ دیہات رستے میں
جہاں ٹھہرے وہیں پہنچائی حق کی بات رستے میں
بالآخر دلمئو ہوتے ہوئے آئے بریلی میں
دوبارہ لگ گیا میلہ سا پھر رائے بریلی میں

دورہ لکھنؤ

بریلی میں ملا سید کو آغا میر[۱۵۶] کا نامہ
یہ تھا اک لکھنؤ کے صاحب توقیر کا نامہ
یہ لکھا تھا کہ حضرت آپ اب اہل امارت ہیں
یہاں تشریف لائیں ہم طلب گار زیارت ہیں
یہ گویا ہم پہ اک احسان ارباب ہمم ہوگا
یہ مشتاقوں غریبوں مستمندوں[۱۵۷] پر کرم ہوگا
یہ نامہ پڑھ کے پھر اک موقع تبلیغ ہاتھ آیا
رفیقوں کے جلو میں لکھنؤ کا قصد فرمایا
رفاقت میں تھا اسماعیل سا مرد دلاور بھی
وہ عبدالحی بھی تھا بحر قرآں کا شناور بھی
یہ سب سید کے اپنے جاں نثاروں کی جماعت تھی
جنہیں دین خداوند تعالیٰ سے محبت تھی
انہیں دھن تھی فقط اسلام کی تبلیغ کرنے کی
اسی کے واسطے جینے اسی کے ساتھ مرنے کی
جماعت میں تھے شامل ایک سو[۱۵۸] ستر خدا والے
چلے پیدل[۱۵۹] سفر کرتے ہوئے صبر و رضا والے
بریلی سے چلے دو منزلوں میں لکھنؤ پہنچے
نہایت مطمئن آئے نہایت سرخرو پہنچے
ہوا قندھاریوں کی چھاؤنی میں یاں قیام ان کا
بہر سو لکھنؤ میں ہو گیا مشہور نام ان کا
ہوا ہر سمت سے اب دعوتوں کا سلسلہ جاری
کبھی اہل عقیدت کی مریدوں کی کبھی باری

شرف اکثر اکابر[۱۶۰] نے بھی پایا میزبانی کا	کیا اظہار بڑھ چڑھ کر ہر اک نے شادمانی کا

تبلیغ و اصلاح اور بیعت عام

کیا آغاز کار دعوت و ارشاد سید نے	یہاں بھی ڈال دی تبلیغ کی بنیاد سید نے
وہ مرد کار عبدالحی واں تقریر کرتا تھا	نماز جمعہ میں قرآن کی تفسیر کرتا تھا
وہ اپنے وعظ میں توحید کی تاکید فرماتا	وہ جہل و شرک کی، بدعات کی تردید فرماتا
مفاسد جس قدر پھیلے تھے سب گنواتا جاتا تھا	رد ان کا سنت و قرآن سے فرماتا جاتا تھا
رسوم تعزیہ[۱۶۱] سازی، رواج ماتم آرائی	نظام خانقاہی اور قبروں پر جبیں سائی
کبوتر پر جوا بازی، وہ ہنگامے پتنگوں پر	بٹیروں پر لڑائی ابتری مرغوں کی جنگوں پر
وہ مونچھوں کو بڑھا کر بانکپن سے شہر میں پھرنا	شرابی ہو کے غل کرنا، بپھرنا، راہ میں گرنا
وہ میلوں میں بداخلاقی جلوسوں میں ہوسناکی	ہمہ ہنگامہ آرائی و بدگوئی و بے باکی
مسلسل وعظ مولانا نے جب جمعوں میں فرمائے	کئی اک لوگ جو بگڑے ہوئے تھے راہ پر آئے
بڑی کثرت سے اہل شوق مسجد میں لگے آنے	بقدر ظرف سب نے شرع کے اسرار پہچانے
کتاب اللہ کی تفسیر دل کا زنگ دھوتی تھی	حدیث مصطفیٰ تقویت ایمان ہوتی تھی
عقیدتمند ذوق و شوق سے بیعت لگے کرنے	عطا کی دولت ایماں انہیں ان کے مقدر نے
معلم اور متعلم، بزرگان شریعت بھی	فسادی، چور، فاسق اور پیران طریقت بھی
ہوئے بیعت تو ان کی زندگی میں انقلاب آیا	ہر اک دل میں خیال پرسش یوم حساب آیا
یونہی چلتا رہا یہ سلسلہ رشد و ہدایت کا	ہوا جاری مسلسل فیض ارباب ولایت کا
یہاں آ کر ہوا بیعت عظیم آباد کا غازی	وہ مولانا ولایت[۱۶۲] یعنی شیر معرکہ بازی

ہزارہ جانتا ہے معرکہ آرائیاں اس کی
ستھانہ کو بھی ازبر ہیں وغا فرمائیاں اس کی

معتمد الدولہ کی تشویشناک روش

اور سید صاحب کی استقامت

ارادت مند جو سید سے بیعت ہونے آتے تھے
وہ سب باطل عقائد کو سراسر چھوڑ جاتے تھے

وہ شیعہ ہوں کہ سنی ہوں' تمیز اس کی نہ تھی کوئی
ہدایت کے ہر اک طالب کی یاں ہوتی تھی دلجوئی

بہت اہل تشیع بھی ہوئے ان کے مرید آ کر
بہت مسرور تھے وہ دولت دین ہدیٰ پا کر

مگر شیعہ اکابر کو یہ صورت کب گوارا تھی
یہ بیعت کی خبر ان کے لئے ہنگامہ آرا تھی

انہوں نے جا کے آغا میر کے آگے شکایت[163] کی
لگے کہنے نہیں اب خیر اس شیعی ولایت کی

یہاں سید کا رہنا امن عامہ کی تباہی ہے
کسی شیعہ کی "گمراہی" جو ہے قہر الٰہی ہے

ہمارے مومنوں کو دین سے بے دین کرتا ہے
ہمارے مسلک حقہ کی وہ توہین کرتا ہے

یہ سن کر فوراً آغا میر نے پیغام بھجوایا
"کسی شیعہ کو بیعت مت کریں" یہ حکم لکھوایا

اگر کہنا نہ مانو گے تو میں اس کی سزا دوں گا
جو ڈیرہ ہے تمہارا اس کو توپوں سے اڑا دوں گا

جواباً سید والا نے بھی پیغام بجھوایا
کہ میں اس شہر میں گمراہ کرنے کو نہیں آیا

خدائے لم یزل کا حکم میں سب کو سناتا ہوں
محمد مصطفیؐ کا راستہ سب کو دکھاتا ہوں

نہیں ہے فرق میرے ہاں کسی سنی کا شیعہ کا
مجھے تو خاتمہ کرنا ہے عادات شنیعہ کا

یہاں جو آئے گا پیغام حق اس کو سناؤں گا
ہدایت خواہ کو اسلام کا رستہ دکھاؤں گا

تمہارے حکم پر تبلیغ سے میں ہٹ نہیں سکتا
ارادت کا یہ رشتہ دھمکیوں سے کٹ نہیں سکتا

نہ تلواروں کا خطرہ ہے نہ میں توپوں سے ڈرتا ہوں
کہ میں تکیہ خدائے پاک کی نصرت پہ کرتا ہوں

مرا ایماں ہے گر میری مدد اللہ فرمائے
تو کیا طاقت کسی میں جو مجھے نقصان[164] پہنچائے؟

توقع تھی نہ آغا میر کو اس صاف گوئی کی
ندامت سے لگا رہ ڈھونڈنے اب نرم خوئی کی

رسالہ[165] دار سے کہنے لگا میری مدد کیجے
جناب سید والا کو دعوت پر بلا لیجے

میں شرمندہ ہوں ان کے سامنے اس بدزبانی پر
مدارا مجھ سے فرمائیں وہ میری میہمانی پر

رسالہ دار نے حضرت سے جا کر معذرت چاہی
حقیقت سے ہوئی اب سید والا کو آگاہی

کیا منظور دعوت کو نہایت خندہ روئی سے
وہ سب کچھ درگزر فرما دیا فرخندہ خوئی سے

گیا سید رفیقوں کا مبارک کارواں لے کر
ضیافت میں ہوا شامل وہ سب پیر و جواں لے کر

بڑے اکرام سے آغا نے استقبال فرمایا
نہایت پرتکلف نعمتوں کا خوان رکھوایا

سجائے مختلف انواع کے خوش ذائقہ کھانے
گزارے[١٦٦] خدمت سید میں سیم و زر کے نذرانے

ہوئی دروان دعوت گفتگو علم و[١٦٧] ہنر کی بھی
چلی کچھ بات باہم حکمت و فکر و نظر کی بھی

رواداری سے حلم و رفق سے ہوتی رہیں باتیں
اور اس کے بعد باہم دی گئیں کچھ عمدہ[١٦٨] سوغاتیں

بڑے اعزاز سے رخصت کیا سید کو آغا نے
عقیدت بھی بڑھی اور خیر کے پہلو بھی پہچانے

اسلحہ بندی

بظاہر وضع میں سید بس اک مخدوم زادہ تھا
مگر فکر و عمل کا ولولہ حد سے زیادہ تھا

عبادت اور ریاضت میں جو شب بیدار زاہد تھا
تو رزم خیر و شر کے واسطے ہر دم مجاہد تھا

بدن کے ساتھ اکثر اک نہ اک ہتھیار رکھتا تھا
ادھر بندوق رکھتا تھا ادھر تلوار رکھتا تھا

لگا کہنے یہ اک موقع پہ باقی خان قندھاری
کہ حضرت آپ کی اک اک ادا ہے جان سے پیاری

مگر اک بات رہ رہ کر مرے دل میں کھٹکتی ہے
یہ جو ہتھیار ہیں ان سے جہالت سی ٹپکتی ہے

وہی ہے آپ کو زیبا جو آبا کا طریقہ ہے
کہ سب سادات کے اندر نفاست کا سلیقہ ہے

یہ سن کر ہو گیا غصے سے چہرہ لال سید کا
غضب کی تھی وہ شدت' دیدنی تھا حال سید کا

مگر سید نے اس غیظ و غضب کو ضبط فرمایا
کہ حق سے "کاظمین الغیظ" کا فرمان ہے آیا

کہا اے خان بھائی تم یہ کیسی بات کہتے ہو
مسلماں ہو کے جانے کون سی دنیا میں رہتے ہو

یہ شمشیر و سناں اسباب ہیں سب خیر و برکت کے
یہی سامان تھے نبیوں کی خاطر حق کی نصرت کے

ہمارے ہادی اکرم کو بھی حکم مبیں آیا — خدا نے ماالستطعتم[169] من رباط الخیل فرمایا

انہیں سے سرکشوں کے سر اڑائے گردنیں توڑیں — انہی کے ڈر سے اکثر دشمنوں نے حرکتیں چھوڑیں

انہیں سے ملت اسلام نے عالم میں کی میری — انہی سے کی جہانبانی' جہانداری' جہانگیری

نہ یوں ہوتا تو اس مذہب میں ہم ہوتے نہ تم ہوتے — جو ہوتے بھی تو جانے کن صنم خانوں میں گم ہوتے

یہ باتیں آپ نے جو کیں گنہگاری کی باتیں ہیں — خلاف حکم حق ہیں اور زیاں کاری کی باتیں ہیں[170]

لکھنؤ سے واپسی اور تعمیر مکان[171]

قیام لکھنؤ میں ہو چکیں سب سے ملاقاتیں — لگیں ہونے بہر سو شہر میں اصلاح کی باتیں

جو بداعمال تھے اکثر وہ راہ راست پر آئے — جو گمراہی پہ مائل تھے ہدایت یاب کہلائے

مکمل ہو گیا دورہ نہایت کامرانی سے — ہوئے اکثر مشرف لوگ ان کی میزبانی سے

بالآخر لکھنؤ سے واپسی کا قصد فرمایا — مریدوں کو لئے سید بریلی میں چلا آیا

یہاں پہنچے تو کثرت سے ملاقاتی لگے آنے — ارادت مند اور شائق' یگانے اور بیگانے

بہت سی عورتیں بھی آ بنیں مہمان سید کی — خود اپنے گھر میں مشکل ہو گئی گزران سید کی

ضرورت تھی کہ رہنے کو مکاں اک اور بن جائے — وہ کچا ہو کہ پکا ہو مگر فی الفور بن جائے

یہ سوچا اور کلند و بیلچہ لے کر چلا سید — بلا اکراہ مٹی کھودنے خود ہی لگا سید

مریدوں نے جو یہ دیکھا تو سب دوڑے چلے آئے — کدالیں' پھاوڑے جو کچھ بھی ہاتھ آیا اٹھا لائے

دھڑا دھڑ کھود کر مٹی لگایا ڈھیر گارے کا — نتیجہ تھا یہ اس اللہ والے کا اشارے کا

ہزاروں کچی اینٹیں تھاپ کر تیار کر ڈالیں — مکاں بننے لگا اینٹیں بھی بنیادوں میں بھر ڈالیں

مریدوں میں کئی مزدور اور معمار بن بیٹھے — عقیدت میں رضاکارانہ خدمت گار بن بیٹھے

سحر سے شام تک ہر اک نے محنت میں مزا پایا — انہوں نے دو مہینے میں مکاں تعمیر فرمایا

نیا کچا مکاں جب ہو گیا تیار سید کا — یہیں اہل و عیاں آئے بنا گھر بار سید کا

مکاں آبا کا مہماں عورتوں کو وقف فرمایا
جو مہماں مرد تھے ان کو الگ حجروں میں ٹھہرایا

مولانا ولایت علی کی کیفیت

عظیم آباد کا فرزند وہ سالار جانبازاں
وہ مولانا ولایت جس پہ خود تاریخ ہے نازاں

وہ پٹنہ کے معزز خانداں کی آنکھ کا تارا
رئیس دودماں فتح علی کا وہ جگر پارا

جو نازوں میں پلا تھا نعمتوں کے ساتھ کھیلا تھا
نہ جس نے غم کوئی دیکھا نہ کوئی رنج جھیلا تھا

یہاں وہ لکھنؤ سے کارواں کے ساتھ آیا تھا
مشقت میں اب اس نے ہر طرح سے دل لگایا تھا

وہ اینٹیں تھاپتا تھا اور گارا بھی بناتا تھا
ضرورت ہو تو مٹی کی تغاری بھی اٹھاتا تھا

وہ اک دن کام میں مصروف تھا گارے میں لت پت تھا
کہ اس کے شہر کا اک آدمی اس سمت آ نکلا

وہ اس کو ڈھونڈنے ہی کے لئے پٹنہ سے آیا تھا
اور اس کے واسطے نقدی و ملبوسات لایا تھا

بچارے نے بایں ہیئت ولایت کو نہ پہچانا
کسی نے جب اشارے سے بتایا تو اسے جانا

اسے گارے میں لت پت دیکھ کر رقت ہوئی طاری
اور اس کا دل بھر آیا آنکھ سے آنسو ہوئے جاری

کہا رو کر یہ ساماں ہے قبول آپ اس کو فرمائیں
یہ والد نے دیا ہے اس کو استعمال میں لائیں

ولایت اپنا ساماں پاس مرشد کے اٹھا لایا
اسے سید کے آگے رکھ کر چپکے سے پلٹ آیا

عظیم آباد جا کر آدمی نے حال بتلایا
تو والد بھی بریلی میں پسر کو دیکھنے آیا

یہاں سید کی خدمت میں اٹھایا فیض صحبت کا
زخود آنکھوں سے دیکھا حال بیٹے کی عزیمت کا

کرشمہ یہ بھی طرفہ تر تھا سید کی رفاقت کا
مزا معدوم ہو جاتا تھا سب دنیا کی لذت کا

فقط دینی مشاغل تھے محمد کے فقیروں کے
کہ جن سے خادم دیں بن گئے بیٹے امیروں کے

وہ دنیا کی ہر آسائش کو ٹھوکر مار دیتے تھے
در سید پہ سب آرام و راحت ہار دیتے تھے

سکوں ملتا انہیں زحمت کشی اور جانفشانی میں
بقا کا راز پا لیتے تھے اس دنیائے فانی میں

وہ طوفانوں سے ٹکرانا جوانمردی سمجھتے تھے
بلاؤں پر جھپٹنے کو وہ پامردی سمجھتے تھے

وہ گردابوں کا سینہ چیرنا آساں سمجھتے تھے
الجھنا ابتلاء سے دولت ایماں جھتے تھے
وہ ابلیسوں سے ہر دم برسرپیکار رہتے تھے
مصائب جھیلنے کو ہر گھڑی تیار رہتے تھے

حج بیت اللہ

دربیاباں گر ز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور (حافظ)

مسافر شوق کعبہ سے جو صحرا میں قدم رکھے
تو سنگ و خار کی کلفت کا کیوں سینے میں غم رکھے

فتویٰ اسقاط فرضیت حج

دیار ہند میں پھر اک نیا فتنہ ابھر آیا
وہ جس نے حج بیت اللہ کا اسقاط فرمایا
یہ اک فتویٰ تھا جس کو کم سوادوں نے کیا جاری
"کہ از روئے شریعت منع ہے کعبے کو تیاری
عرب کی راہ میں بحر ہلاکت خیز حائل ہے
جو چلتا ہے وہ گویا خود کشی کرنے پہ مائل ہے
ہے طوفانوں کا امکاں اور گردابوں کے گھیرے ہیں
ہماری جاں کے دشمن راہ میں بحری لٹیرے ہیں
ہمیں جانیں بچانے کو خدا کا حکم ہے آیا
خدا نے خود ولا تلقوابایدیکم ہے فرمایا
طریق امن شرط خاص کعبے کے سفر میں ہے
مگر اب امن باقی ہے اگر تو اپنے گھر میں ہے"
یہ فتویٰ لکھنؤ میں شاہ اسماعیل نے دیکھا
اور اس کے ساتھ تھا اس وقت عبدالحی مولانا
انہوں نے مل کے اس علان کی تردید فرمائی
اور اس فتنے سے بچنے کے لئے تاکید فرمائی
کیا ثابت فریضہ حج کا پرقوت دلائل سے
دیا فتوے نصوص ثابتہ سے اور شمائل سے
یہ دونوں فتوے خیرالدینؒ نے تحریر فرمائے
امام وقتؒ کی خدمت میں پھر دہلی میں بجھوائے
وہاں سے جلد ہی ہر دو فتاویٰ کا جواب آیا
بڑا واضح بہت بین جواب باصواب آیا
کہا "اسقاط کا فتویٰ گنواروں کے دلائل ہیں
یہ ایسے لوگ ہیں جو قوم میں پستی کے قائل ہیں
یہ تھوڑی سی کتابیں پڑھ کے عالم بن کے بیٹھے ہیں
یہ جاہل لوگ دیں کی مسندوں پر تن کے بیٹھے ہیں

کتابیں معتبر جتنی ہیں یہ ازبر نہیں رکھتے
یہ شرع و دیں میں ہرگز بہرہ وافر نہیں رکھتے

یہی وہ لوگ ہیں جو عمر بھر گمراہ رہتے ہیں
بزعم خویش گمراہوں کے والا جاہ رہتے ہیں

جنھوں نے آج حج کے فرض کا اسقاط فرمایا
نہ جانے کیوں انہیں اللہ سے کچھ ڈر نہیں آیا

یہ کل کو حکم دے دیں گے نمازوں کی معافی کا
بہانہ ڈھونڈ لائیں گے یہ روزوں کی تلافی کا

زکواۃ ان کے لئے ٹھہرے گی جرمانہ کمائی میں
یہ جو چاہیں کئے جائیں گے اپنی پیشوائی میں

ٹپکتی ہے جہالت ان کے فتویٰ کی عبارت سے
خدا محفوظ رکھے ایسے لوگوں کی شرارت سے

جو عبدالحی و اسماعیل نے لکھا جواب ان کا
اسے سمجھو کہ میرا تھا جواب باصواب ان کا

جو ان کے دستخط اور مہر سے فتویٰ ہوا جاری
اسے جانو کہ گویا وہ مری تحریر تھی ساری

یہ دونوں علم و فہم و حکمت و عرفاں کے حامل ہیں
یہ تفسیر و حدیث و فقہ میں ہر طرح کامل ہیں

علوم دیں میں مجھ سے مرتبہ کمتر نہیں ان کا
یہاں اس وقت کوئی علم میں ہمسر نہیں ان کا

میں ان کے فیصلے کی شوق سے توثیق کرتا ہوں
اور ان کی حق نما تحریر کی تصدیق ۱۲۳۵ھ کرتا ہوں

سید صاحب کا عزم حج

یہ سب علمی مباحث اور نظریاتی مسائل تھے
ادھر سچے دلائل تھے ادھر جھوٹے دلائل تھے

ضرورت تھی کوئی صورت عمل کی سامنے آتی
کہ جس سے حاجیوں کو راہ بیت اللہ کھل جاتی

جو ترکستان کو چلتے تھے کعبے کا سفر کرتے
ہزیمت کے جو عادی تھے عزیمت پر نظر کرتے

خدائے پاک نے یہ کام بھی سید سے لینا تھا
اولواالعزمی کا بے عزموں کو گویا درس دینا تھا

اسی جذبے سے حج کا آپ نے اعلان فرمایا
دیار ہند میں چاروں طرف پیغام بھجوایا

کہ ہم حج کے لئے فی الفور بیت اللہ کو جاتے ہیں
چلے آئیں ہمارے ساتھ زائر جتنے آتے ہیں

مگر واضح رہے دولت نہ زر ہم پاس رکھتے ہیں
فقط فضل خدائے پاک ہی کی آس رکھتے ہیں

مسبب ہے وہی اسباب پیدا کرنے والا ہے
وہی رازق ہے خالی جھولیوں کو بھرنے والا ہے

ہم اس کے فضل و رحمت سے قوی امید رکھتے ہیں — کرے گا کامراں ہم کو یہی امید رکھتے ہیں
مریدوں نے کہا لبیک اس اعلان سید پر — چلا دلی سے اسماعیل بھی اک کارواں لے کر
بدھانہ سے چلا فی الفور عبدالحی مولانا — دگر اطراف سے بھی زائروں کا بندھ گیا تانتا
قریبا چار صد (۱۲۳۶ھ) افراد یوں آئے بریلی میں — اکٹھا ہو گیا اک قافلہ رائے (۱۲۳۶ھ) بریلی میں
بنا یہ قافلہ اک بے سر و سامان لوگوں کا — مگر یہ قافلہ تھا صاحب ایمان لوگوں کا
بہت بوڑھے بھی تھے ان میں زن و طفل و جواں بھی تھے — تنومند و توانا بھی تھے ان میں ناتواں بھی تھے
مگر ہر فرد یاں صبر و توکل ہی کا حامل تھا — اور ان کا قافلہ سالار بھی اک مرد کامل تھا

سفر حج

بریلی سے الہ آباد

بریلی سے مبارک زائروں کا کارواں (۱۲۳۶ھ) نکلا — خدا کے ذکر میں مصروف ہر پیر و جواں نکلا
پیادہ پا سفر کرتے ہوئے سب دلمئو آئے — کنار آب گنگا کامران و سرخرو آئے
یہاں لوگوں نے کی شوق فراواں سے پذیرائی — بہت سے مرد و زن تائب ہوئے بیعت بھی فرمائی
یہاں سے کشتیوں پر پھر سفر آغاز فرمایا — برائے حج کعبہ باب بستہ باز فرمایا
مبارک دن تھے ذوالقعدہ کا باحرمت مہینہ تھا — دلوں میں شوق حج نظروں میں مکہ اور مدینہ تھا
رواں تھا زائروں کا کارواں گنگا کی لہروں پر — گزر ہونا تھا جس کا آگے قصبوں اور شہروں پر
دھئی پہنچے تو کی ساحل کے اوپر لنگر اندازی — ارادتمند آئے دیکھنے اس دور کے غازی
یہاں بھی محفلیں وعظ و نصیحت کی ہوئیں جاری — مثالی غازیوں نے شرک اور بدعت کی بیماری
علم اور تعزیہ سازی کی رسموں کو مٹا ڈالا — موحد اہل سنت اہل بدعت کو بنا ڈالا
یہاں سے چل کے آگے ڈگڈگی میں کارواں اترا — یہاں بھی وعظ سے بدعات کا ہر اک نشان اترا
پھر آگے قصبے گنتی اوجھنی چھپری کے بھی آئے — وہاں بھی اہل حق نے دین کے احکام پہنچائے

ہزاروں مرد و زن نے فیض پایا حق پسندوں سے
ہدایت کی ملی نعمت انہیں ان پاک بندوں سے

یہاں سے قافلہ چل کر الہ آباد جا پہنچا
مبارک کاروان دعوت و ارشاد جا پہنچا

وہاں پہلے ہی چرچا ہو چکا تھا ان کے آنے کا
براہ حج بیت اللہ یہاں تشریف لانے کا

جوار و قرب سے بھی لوگ سن کر جوق جوق آئے
عقیدت مند سینوں میں چھپائے ذوق و شوق آئے

ہوئیں برپا یہاں بھی محفلیں رشد و ہدایت کی
لگی ہونے ضیافت پر ضیافت بھی جماعت کی

عقیدت مند نذرانے بھی لا کر پیش کرتے تھے
جہاں تک ہو سکا خدمت ارادت کیش کرتے تھے

کوئی نقدی کی صورت میں زر و گوہر اٹھا لایا
کوئی کپڑے کھلے کوئی لباس ان کے بنا لایا

ہزاروں ہو گئے تائب فجور و فسق کو چھوڑا
مئے و لہو و لعب کے خوش نما آلات کو توڑا

ہوا یوں خاتمہ بادہ کشی کا بدقماشی کا
سیہ کاری مٹی قصہ چکا آوارہ باشی کا ۱۲۹ھ

سفر حج

الہ آباد سے عظیم آباد

چلیں پھر زائروں کی کشتیاں دریا کے دھارے پر
اور آگے جا کے مرزا پور میں ٹھہریں کنارے پر

یہاں بھی منتظر تھا ایک مجمع میزبانوں کا
کیا پرجوش استقبال جس نے میہمانوں کا

ضیافت بھی ہوئی لوگوں نے یاں بیعت بھی کی آ کر
ہدایت کی دعا سید نے بھی کی وعظ فرما کر

یہاں سے چل کے آ پہنچے بنارس میں خدا والے
یہ تھا بدعت کا گڑھ پہنچے جہاں صبر و رضا والے

یہ تیرتھ ہندوؤں کا تھا جو مرکز بت پرستی کا
نظر آتا تھا منظر چارسو انساں کی پستی کا

یہاں ہر موڑ پر تھے مورتی پوجا کے نظارے
بتوں کے سامنے جھکتے تھے ہندو لوگ بے چارے

یہاں اسلام کے وارث بھی قبروں کے پجاری تھے
مسلماں تھے مگر توحید کی نعمت سے عاری تھے

علم اور تعزیہ سازی بڑے زوروں سے ہوتی تھی
یہاں خود ملت مسلم گنہ کے بیج بوتی تھی

یہاں توحید و سنت کا نہ تھا کوئی نشاں باقی
کہیں بدعات کی دھن تھی کہیں شغل مے و ساقی

کیا سید نے جس دن سے یہاں آ کر قیام اپنا — لگے لوگوں کو دینے نرم گوئی سے پیام اپنا
بنارس ہی میں آئی عید اضحیٰ حق پسندوں کو — ہدایت کے لئے بھیجا تھا حق نے پاک بندوں کو
پڑھی سید نے عید اور شرع کے احکام پہنچائے — اور اپنے ہاتھ سے سو جانور قربان فرمائے
رہا یہ سلسلہ قربانیوں کا تین دن جاری — ادھر برسات کی صورت میں اتری رحمت باری
بندھا تانتا مسلسل پندرہ دن تک گھٹاؤں کا — زمیں پر زور پانی کا تو اوپر غل ہواؤں کا
بشکل نہر ہر کوچہ یہاں وقف روانی تھا — کہیں کیچڑ ہی کیچڑ تھا کہیں پانی ہی پانی تھا
کوئی جس وقت بیعت کے لئے گھر پر بلاتا تھا — تو اس موسم میں بھی سید بلاتاخیر جاتا تھا
پیاپے محفلیں برپا ہوئیں وعظ و نصیحت کی — لگیں کھلنے اب آنکھیں رفتہ رفتہ اہل بدعت کی
سمجھ میں آ گئی توحید کچھ گم کردہ راہوں کی — کھلیں آہستہ آہستہ کئی گرہیں گناہوں کی
لگی ہونے رسولؐ اللہ کی سنت سے شناسائی — انہیں خود اپنے کردار و عمل پر شرم بھی آئی
ہزاروں لوگ تائب ہو کے اب بیعت لگے کرنے — عطا کی نعمت دین مبیں ان کے مقدر نے
بہر سو تذکرہ ہونے لگا توحید و سنت کا — وہ پہلا زور ٹوٹا شہر میں شرک اور بدعت کا
بنارس سے پھر اب اگلے سفر پر کارواں نکلا — بحکم سید والا ہر اک پیر و جواں نکلا
پرانی کشتیوں کا جو بنارس تک کرایہ تھا — وہ ان لوگوں سے اتنے فاصلے ہی کا چکایا تھا
یہاں سے پھر نئی کچھ کشتیاں لے لیں کرائے پر — سوار ان پر ہوئے اور چل دئے مردان خوش گوہر
بنارس سے زمانیہ میں ٹھہرا کارواں جا کر — ہوئی بیعت یہاں بھی پیر کے دست مبارک پر
یہاں سے آگے غازی پور اور چھپرا میں جا ٹھہرے — وہاں بیعت ہوئی اور آگے داناپور آ ٹھہرے
ارادتمند یاں بھی ان کے استقبال کو آئے — ہوئی بیعت بھی اکثر اور نذرانے بھی کچھ لائے
ہدایت یاب ہو کر شرک اور بدعات کو چھوڑا — پرانی گمرہی کو اور بد عادات کو چھوڑا
یہاں سے قافلہ چل کر عظیم آباد میں پہنچا — عظیم آباد یعنی شہر خوش بنیاد میں پہنچا

یہی وہ شہر ہے جس نے کئے پیدا جواں غازی
جنھوں نے دین کی خاطر لگائی جان کی بازی

یہی مرکز بنا آخر[۱۸۰ھ] میں حریت پسندوں کا
یہی مولد تھا اس تحریک کے جانباز بندوں کا

وہ جس کے شہسواروں کو ستھانہ یاد کرتا ہے
بڑی حسرت سے انڈیمان بھی فریاد کرتا ہے

ہزارے کی فضا میں گونجتی ہیں جن کی تکبیریں
شہیدوں کا لہو ٹپکے اگر پتھر کا دل چیریں

اسی شہر گرامی پر فرنگی جبر ٹوٹا تھا
یہیں کا جان و مال و خانماں گوروں نے لوٹا تھا

ولایت اور عنایت کے بزرگوں کا چمن ہے یہ
یہ ہے یحییٰ علی کا' احمد اللہ کا وطن ہے یہ

یہاں آج ان مبارک ہستیوں کی ہے پذیرائی
جنھوں نے دیں کی خاطر جاں سپاری ہم کو سکھلائی

جنھوں نے ہند کے مسلم کا رخ کعبے کو موڑا تھا
جمود جاہلیت جن کی تکبیروں نے توڑا تھا

مبارک کشتیاں ان کی یہاں اک گھاٹ پر ٹھہریں
پرانے گھاٹ سے دریا کے اگلے پاٹ پر ٹھہریں

بڑا سا اک کھلا میدان تھا جس کے کنارے پر
وہاں سب کشتیاں باندھی گئیں دریا کے دھارے پر

پذیرائی کی خاطر شہر سے جم غفیر آیا
عوام الناس نے پرجوش استقبال فرمایا

وہاں پینس بھی تھا موجود سید کی سواری کو
یہاں ہر آدمی تیار تھا خدمت گزاری کو

چلا سید جلو میں لے کے اپنے ہم جلیسوں کو
اس آمد پر خوشی تھی سب غریبوں کو' رئیسوں کو

ورود ان کا ہوا مظہر علی کے آستانے پر
بڑھی توقیر اس کی سید والا کے آنے پر

عیال و اقربا نے اور محلے بھر نے بیعت کی
انہیں بیٹھے بٹھائے مل گئی نعمت ہدایت کی

وہاں سے آئے مولانا الٰہی بخش کے گھر میں
ہوئی بیعت یہاں بھی جن کے لکھی تھی مقدر میں

یہیں ان کے عزیز القدر بیٹے نے بھی بیعت کی
جناب احمد[۱۸۱ھ] اللہ دھوم ہے جس کی عزیمت کی

غلامی کی نہ تھی منظور جس نے جاں کی قیمت پر
کہ وہ ترجیح دیتا تھا عزیمت کو ہزیمت پر

فرنگی کے مقابل جس نے کچھ ہارا نہ کچھ کھویا
وہ بازی جیت کر چپکے سے انڈیماں میں جا سویا

جناب مولوی فتح علی والد ولایت کا
ہوا بیعت تو اعزاز اس نے بھی پایا سعادت کا

یہی خوش بخت ہے جس کے عظیم القدر دو بیٹے[182] — شہادت پا کے حق کی راہ میں سرحد میں جا لیٹے
وہ عبداللہ[183] غازی اب جو استھانہ میں سوتا ہے — اسی فتح علی کا شیر دل جانباز پوتا ہے
یہ شہر غازیاں سید کی مہمانی پہ نازاں تھا — یہ شہر سرفروشاں تھا یہ شہر سرفرازاں تھا
چلا سید یہاں سے لے کے بیعت حق شعاروں کی — خدا کے پاک بندوں کی نبی کے جاں نثاروں کی
نکل کر شہر سے پھر گھاٹ پر سید چلا آیا — وہاں بھی فیض کا خواہاں کھڑا اک جمگھٹا پایا
ہزاروں لوگ یاں ہر روز بیعت کرنے آتے تھے — اور آ کر سید سادات سے سب فیض پاتے تھے
عظیم آباد میں یوں آٹھ دن رکھا قیام اپنا — نبھایا سب نے یاں رہ کر خوش اسلوبی سے کام اپنا
اسی ہفتے کے ہی ایام میں جمعہ بھی اک آیا — وہ جس میں خطبہ[184] اسماعیل نے ارشاد فرمایا
بہت شہرہ تھا اسماعیل کی قرآن خوانی کا — مزا لوگوں نے لوٹا وعظ کا اور خوش بیانی کا
سنیں لوگوں نے اس علام خوش گفتار کی باتیں — سناتا تھا جو سب کو سید ابرار کی باتیں
وہ ہر اک بات میں قرآں سے استدلال کرتا تھا — حدیث مصطفیٰ کی رو سے قیل و قال کرتا تھا
عوام الناس پر اس وعظ نے اتنا اثر ڈالا — کہ دامن سب کا دین ایمان کی دولت سے بھر ڈالا

سفر حج

عظیم آباد سے کلکتہ

عظیم آباد سے پھر اہل حق کا قافلہ نکلا — رکا باڑہ میں پہلے اور پھر مونگیر جا نکلا
ہدایت کا شرف حاصل ہوا گم کردہ راہوں کو — ہوئے سید سے بیعت شوق سے چھوڑا گناہوں کو
پھر آگے راستے میں اور بھی کچھ منزلیں آئیں — ولیکن کشتیاں سب مرشد اباد آ کے ٹھہرائیں
یہاں[185] پایا نہ فیضان ہدایت بدنصیبوں نے — اگر تھوڑا بہت پایا تو پایا کچھ غریبوں[186] نے
یہاں سے چل کے پھر ہگلی کی بندرگاہ میں پہنچے — اور اس کے بعد کلکتے کی آبی راہ میں پہنچے
یہ پرمٹ[187] کا پڑاؤ تھا یہاں رکنا ضروری تھا — یہاں ہر مال کے محصول کا چکنا ضروری تھا

اچانک ایک کشتی سامنے آتی نظر آئی
بڑی تیزی سے جو حجاج کے بیڑے میں در آئی

رکی جب سید ساداات کے حجرے کے پاس آ کر
تو اترا آدمی اس میں سے سید کا پتہ پا کر

یہ کلکتہ کا اک منشی امین[۱۸۸ھ] الدین احمد تھا
وہاں تھا جو وکیل خاص انگریزی حکومت کا

عدالت کے لئے یاں استغاثے جو بھی آتے تھے
وہ منشی کی وساطت سے ہی سارے بار پاتے تھے

بڑا خوش بخت تھا منشی بلند اقبال رکھتا تھا
زر و گوہر مکان و جائداد و مال رکھتا تھا

وظائف طالبعلموں کو بڑی کثرت سے دیتا تھا
مدد کرکے دعائیں اہل حاجت کی بھی لیتا تھا

مگر افسوس دینداری میں حائل تھی یہ خوشحالی
اسے لہو و لعب میں ڈال رکھتی فارغ البالی

ولیکن باوجود اس کے خلیق انسان تھا منشی
سلیم الطبع تھا اور پیکر احسان تھا منشی

ملا سید سے آ کر شوق سے فرط عقیدت سے
کیا سید نے استقبال اس کا بھی محبت سے

لگا کہنے کہ یا حضرت مری اک عرض سن لیجے
بڑی ذرہ نوازی ہو اگر مجھ پر کرم کیجے

خریدا ہے ابھی اک آپ کی خاطر مکاں میں نے
کیا ہے آپ کے رہنے کو بند و بست واں میں نے

یہ ہے احسان حضرت کا قدم رنجہ جو فرمائیں
مبارک کارواں اپنا مرے گھر ہی میں ٹھہرائیں

شرف بخشیں مجھے اس کارواں کی میزبانی کا
کروں گا خود ہی بند و بست میں کھانے کا پانی کا

کسی دن دوسرا کوئی اگر دعوت پہ لے جائے
نہایت شوق سے وہ آپ کی خدمت بجا لائے

مگر جس دن نہ ہو ایسی کوئی تقریب جانے کی
سعادت بخشئے اس دن مجھے کھانا کھلانے کی

امیر محترم کو اشتیاق اس کا پسند آیا
امین الدین کی تجویز کو منظور[۱۸۹ھ] فرمایا

شاہ اسماعیل شہید سے ملاقات کا شوق

کہا منشی نے لوگوں سے کہ یہ مجھ پر کرم کیجے
جناب شاہ اسماعیل سے مجھ کو ملا دیجے

بڑی شدت سے خواہش ہے ملاقات ان سے ہو جائے
انہیں آنکھوں سے دیکھوں اور کچھ بات ان سے ہو جائے

یہ سن کر شاہ عبدالحی نے قاصد کو دوڑایا
وہ مولانا کو جا کر ان کی کشتی سے بلا لایا

نظر بیٹھے ہی منشی کی پڑی وہ سخت گھبرایا　　اسے میلے سے کپڑوں میں کوئی آتا نظر آیا

وہ یہ سمجھا کہ آنے والا کوئی اور ہی ہوگا　　یہ اسماعیل کوئی زائروں میں مولوی ہوگا

کہا دل میں کہ اسماعیل ایسا ہو نہیں سکتا　　وہ معمولی عوام الناس جیسا ہو نہیں سکتا

وہ اسماعیل جو حضرت ولی اللہ کا پوتا ہے　　وہی جس کا شمار اب فاضلان دیں میں ہوتا ہے

یقیناً اطلس و کمخواب کے ملبوس میں ہوگا　　حریر و پرنیاں کے خرقہ سالوس میں ہوگا

بدن پر جبہ اور سر پر کلاہ خسروی ہوگا　　مریدوں کے جلو میں غیرت شاہنشہی ہوگا

لگا کہنے کہ بھائی مضحکہ مجھ سے نہ فرمائیں　　مجھے دلی کا والا شان اسماعیل دکھلائیں

مری خواہش ہے میں لخت دل عبدالغنی دیکھوں　　برادر زادہ عبدالعزیز دہلوی دیکھوں

وہ بولے اس حقیقت کی نہیں ہے تم کو آگاہی　　یہی ہے وہ جو کرتا ہے فقیری میں شہنشاہی

یہی ہے آپ کا مقصود اسمٰعیل مولانا　　یہی ہے صاحب عرفاں جسے تم نے نہ پہچانا

یہ سنتے ہی امین الدین استقبال کو لپکا　　ملا جا کر گلے' اشک مسرت آنکھ سے ٹپکا

عقیدت کے وہ سب آداب ارادت سے بجا لایا　　مقدر پر وہ نازاں تھا کہ اس نے مدعا پایا

قیام کلکتہ

ہوئے طے مرحلے پرمٹ سے آگے کارواں گزرا　　نہایت مطمئن گزرا' نہایت شادماں گزرا

یہاں سے چل کے کلکتے کے بالو گھاٹ پر پہنچا　　بحمداللہ سمندر کے نواحی پاٹ پر پہنچا

یہاں سب کشتیاں خالی ہوئیں اور کارواں اترا　　لئے اسباب کو ہر مرد و زن پیر و جواں اترا

یہ پورا کارواں چل کر اقامت گاہ پر آیا　　جہاں حسب مراتب ہر بڑے چھوٹے کو ٹھہرایا

یہی منشی امین الدین احمد کی وہ کوٹھی تھی　　جو اس نے خدمت حجاج کی خاطر خریدی تھی

رہائش گاہ کے کمرے بھی تھے دالان بھی اس میں　　نہانے اور دھونے کا تھا سب سامان بھی اس میں

یہیں اک باغ تھا میووں کی تھی جس میں فراوانی　　اجازت تھی کہ کھا سکتے تھے وہ ہر پھل بہ آسانی

مگر برعکس اس کے ان کا استغنا نرالا تھا
ہر اہل قافلہ اس قسم کی خواہش سے بالا تھا
کوئی پھل توڑنا کیسا، گرا پھل بھی نہ کھاتے تھے
وہی کھاتے تھے جو تقسیم کی صورت میں پاتے تھے
ادھر ہر روز ان کی دعوتیں صبح و مسا ہوتیں
نہایت پرتکلف نعمتیں ان کو عطا ہوتیں
مسلسل بیش قیمت خوان دسترخوان پر آتے
سبھی زائر یہ کھاتے اور شکر حق بجا لاتے
کہا اک روز سید نے امین الدین احمد سے
کہ منشی جی تکلف میں نہ بڑھئے اس قدر حد سے
چلے آتے ہیں جو ہر وقت رنگا رنگ کے کھانے
یہ ہم نے عمر بھر کھائے کبھی دیکھے نہ پہچانے
ہمارے واسطے کافی ہیں جو سادہ نوالے ہیں
کہ ہم تو دال دلیا خشک روٹی کھانے والے ہیں
وہ بولا آپ کا احساں نہیں حضرت اتر سکتا
میں خدمت آپ کی حسب مراتب کر نہیں سکتا
خیال ایسا جو ہے وہ آپ دل سے دور فرمائیں
اسی کو دال دلیا جان کر منظور فرمائیں

قیام کلکتہ اور ہدایت خلق

بریلی سے چلی تھی چار سو افراد کی ٹولی
یہ ٹولی تھی جوانمردان خوش بنیاد کی ٹولی
عقیدت مند رستے میں بہت ملتے گئے ان کو
خدا کے پاک بندے ساتھ ہی لیتے گئے ان کو
یہاں تک آتے آتے سات سو تک کارواں پہنچا
یہ پورا سات سو کا قافلہ تھا جو یہاں پہنچا
بہت دن تک یہاں سید نے فرمایا قیام اپنا
ادھر جاری کئے رکھا ہدایت کا نظام اپنا
ضیافت پر ضیافت کر رہے تھے شہر والے بھی
چلے آتے تھے بیعت کو اندھیرے بھی اجالے بھی
کوئی چٹگام و سلہٹ سے کوئی تبت سے آیا تھا
جنہیں جذبہ عقیدت کا یہاں تک کھینچ لایا تھا
یہاں تانتا بندھا رہتا تھا ہر دم آنے والوں کا
نہ ہوتا تھا شمار ایسے ہدایت پانے والوں کا
کوئی بیعت یہاں کرتا کوئی گھر پر بلاتا تھا
اور اپنے اپنے حسب حال ہر اک فیض پاتا تھا
جہاں بھی یہ گرامی قافلہ دعوت پہ جاتا تھا
وہیں سید رسول پاک کے فرماں سناتا تھا
ہزاروں گمرہوں نے اس طرح راہ ہدیٰ پائی
ہزروں سالکان دیں کے ایماں نے جلا پائی

زن و مرد و جوان و پیر حق کی راہ پر آئے / امیر و مفلس و خرد و کلاں نے مرتبے پائے
جوا بازوں نے چھوڑا یک بیک اپنے ٹھکانوں کو / کہی نفریں اوباشوں نے یکسر قحبہ خانوں کو
ہوئی تائب بڑی تعداد یاں کے بادہ نوشوں کی / تجارت ختم ہو کر رہ گئی بادہ فروشوں کی
ہوئی اس شہر پر طاری فضائیں پاکبازی کی / ہوئیں ہر بزم میں جاری ادائیں دلنوازی کی

کلکتہ سے حجاز مقدس تک

کچھ اوپر تین ماہ اس شہر میں ٹھہرے خدا والے / رضائے حق کی دولت دے گئے صبر و رضا والے
نزول رحمت حق ہو گیا ان پاک بینوں پر / چلا بطحا کی جانب کارواں اپنے سفینوں پر
یہ قدوسی جماعت منقسم تھی دس جہازوں پر / اسی صورت بٹا مال و رسد بھی پاکبازوں پر
ہوا ہر کام پورا جس طرح اللہ نے چاہا / پڑھا سید نے بسم اللہ مجرھا وہ مرسٰہا
ترانے حمد کے جاری ہوئے سب کی زبانوں پر / گداز و کیف کی حالت تھی طاری خستہ جانوں پر
سفینوں کو سمندر کی ہوائیں کھینچے جاتی تھیں / ادھر بے تاب لہریں دوست کا پیغام لاتی تھیں
سکوں کی نعمتیں ملتی تھیں سجدوں میں جبینوں کو / خدا کے ذکر نے معمور کر رکھا تھا سینوں کو
سحر کا نور انہیں تسبیح میں مصروف پاتا تھا / اندھیرا شب کا یاد حق میں ان کو چھوڑ جاتا تھا
رواں تھا کارواں دن رات بیت اللہ کی جانب / گدا محو سفر تھے، قصر شاہنشاہ کی جانب
مچلتی تھیں ہزاروں آرزوئیں ان کے سینوں میں / تڑپتے تھے ہزاروں مضطرب سجدے جبینوں میں
نظر تھی رحمت حق پر ندامت تھی خطاؤں پر / عجب بیچارگی کی کیفیت تھی بے نواؤں پر
سفینے بھی ادھر پانی میں قوت آزماتے تھے / سمندر چیرتے موجوں سے لڑتے بھڑتے جاتے تھے
بڑھے لنکا سے آگے اور کماری راس[١٩٠] سے گزرے / رکے کچھ کالی کٹ میں مالدپ کے پاس سے گزرے
جزائر سے گزر کر جانب بطحا سبک رو تھے / یہ سوئے منزل مقصود مصروف تگ و دو تھے
عجب کچھ چال تھی بحر عرب میں ان سفینوں کی / دنوں میں کٹ رہی تھی جو مسافت تھی مہینوں کی

اسی رفتار سے چلتے جہاز اک دن عدن پہنچے
پھر آگے روبروئے ساحل ارض یمن پہنچے

یہاں شہر مخا کی خاص بندرگاہ میں ٹھہرے
مسافر ارض بطحا کی مبارک راہ میں ٹھہرے

یہی وہ شہر ہے لمبا پڑاؤ جس میں ڈالا تھا
کہ سید کا سفینہ راں یہاں کا رہنے والا تھا

مہینے بعد جب رخصت سے واپس ناخدا آیا
اٹھایا اس نے لنگر اور مخا سے کوچ فرمایا

سفینے دوسرے کچھ رہ میں کچھ منزل پہ جا پہنچے
اور استقبال والے لوگ بھی جدے میں آ پہنچے

کئی دن بعد جب جدے میں سید کا جہاز آیا
تو سارا قافلہ لے کر حرم کو کوچ فرمایا

مگر جدے میں پیچھے شاہ اسماعیل کو چھوڑا
وہ جس نے زندگی بھر حکم حق سے منہ نہیں موڑا

یہ مقصد تھا کہ جدے میں کوئی جھگڑا نہ رہ جائے
وہ بندر گاہ پر محصول کا قضیہ چکا آئے

ادھر مکہ میں پہنچے سید والا حشم آخر
مؤدب ہو کے ۱۹۱ھ بیت اللہ میں رکھا قدم آخر

خدا کے پاک گھر میں شوق سے عمرہ کیا سب نے
طواف و سعی بھی کی آب زمزم بھی پیا سب نے

تمنا زائروں کی اس جگہ آ کر ہوئی پوری
سکون قلب پایا مٹ گیا سب رنج مجبوری

مکہ معظمہ میں قیام

خدا کے پاک گھر میں پاک طینت میہماں آئے
خدائے پاک نے اپنے ہی گھر کے پاس ٹھہرائے

نواح خانہ کعبہ میں اک خالی حویلی تھی
جو اپنے اہل خانہ کے لئے سید نے لے لی تھی

کئے حاصل مکاں کچھ اور اسی صورت کرائے پر
خدا کے گھر کے گردا گرد بندوں نے بنائے گھر

ادھر ماہ صیام اپنے جلو میں رحمتیں لایا
فلک سے مومنوں کو عفو و بخشش کا پیام آیا

کمر باندھی عبادت پر خدا کے نیک بندوں نے
نہ دن دیکھا نہ دیکھی رات اس میں حق پسندوں نے

نمازیں پڑھ کے بیت اللہ میں کرتے تھے طواف اس کا
بھرا رہتا تھا ان سجدہ گزاروں سے مطاف اس کا

شب و روز ان کے بس تسبیح اور تہلیل میں کٹتے
یہ لمحے آخرت کے اجر کی تحصیل میں کٹتے

تراویح و نوافل کی غذا مرغوب تھی ان کو
قیام اللیل سے حق کی رضا مطلوب تھی ان کو

ریاضت کے مشاغل میں ہوا ماہ صیام آخر — ہلال عید لایا امن و ایماں کا پیام آخر
ہوئے روزے تمام اللہ کے طاعت گزاروں کے — نماز عید سید نے پڑھی مع جاں نثاروں کے
بہت لوگوں نے یاں سید کے دست حق پہ بیعت کی — بہت لوگوں کو بخشی حق نے نعمت اس سعادت کی
یہیں شوال گزرا اور ذوالقعدہ کے دن آئے — ادھر حجاج بیت اللہ اپنے قافلے لائے
کوئی پیدل چلے آئے کوئی ناقہ سوار آئے — صدا لبیک کی دیتے قطار اندر قطار آئے
قریب و دور سے اللہ کے گھر میہماں آئے — حدی خوانوں کے لشکر کارواں در کارواں آئے

ادائے حج

ادھر بام افق پر ماہ ذی الحجہ کا چاند آیا — ہر اک نے حج بیت اللہ کا اقدام فرمایا
ادا ہونے لگے حج کے شعائر روز اول سے — پھواریں فضل کی پڑنے لگیں رحمت کے بادل سے
بدن پر ان سلی دو چادریں ملبوس تھا سب کا — برہنہ سر، نظر نیچی، زباں پہ درد "یارب" کا
خدا کے گھر کے گردا گرد پھرتے تھے خدا والے — وفور شوق سے اٹھ اٹھ کے گرتے تھے خدا والے
نوافل میں نہایت والہانہ تھا سجود ان کا — بڑی وارفتگی میں تھا قیام ان کا قعود ان کا
حطیم پاک کے پہلو میں جب ہوتی نماز ان کی — ہزاروں سال طے کرتی تھی چشم پاکباز ان کی
سلام شوق معمار[۱۹۲] حرم کی پاک ہستی پر — کیا مامور جس نے بت گروں کو حق پرستی پر
دعاؤں میں سراپا عاجزی تھی آہ و زاری تھی — دلوں میں سوز تھا آنکھوں سے جوئے اشک جاری تھی
منیٰ میں حاضری عرفات میں ظہرین کا پڑھنا — وہاں سے سوئے مزدلفہ سبھی حجاج کا بڑھنا
وہاں شب بھر ٹھہرنا اور سحر کو لوٹ کر آنا — منیٰ میں پھر سے دس ذی الحج کو سب کا پہنچ جانا
سر میدان شیطانوں کے سر پر سنگ برسانا — مناظر مارمیتَ اذ رمیتَ کے نظر آنا
غضب سے پھینکنا چھوٹے بڑے طاغوت پر کنکر — چلانا کفر کے ہاروت اور ماروت پر کنکر
خدا کے حکم پر قربان کرنا جانور اپنے — فراغت پا کے منڈوانا اسی میداں میں سر اپنے

زیارت کے لئے پھر سوئے کعبہ لوٹ کر آنا / صدا لبیک کی دیتے طواف کعبہ فرمانا
کبھی کچھ دوڑنا اور گرد کعبہ گھومتے جانا / محبت کے نشے میں سنگ اسود چومتے جانا
صفا سے دوڑنا مروہ کو مروہ سے صفا آنا / مسلسل سات بار اس سنت اطہر کو دہرانا
جناب ہاجرہ' اللہ اکبر' پاک نام اس کا / رضا کے درس کا مینار ہے نقش دوام اس کا
خدا کا فضل جس پر صورت زمزم ہوا جاری / برائے تشنہ کاماں چشمہ پیہم ہوا جاری
عمل اس پاک طینت کا فضیلت کھو نہیں سکتا / صفا مروہ نہ ہو تو حج مکمل ہو نہیں سکتا
سر زمزم ہجوم تشنگاں کی آرزو مندی / پیاپے رحمت حق' سربسر فضل خداوندی
کئے حج کے مناسک حسن و خوبی سے ادا سب نے / خدا کے فضل سے توفیق بھر حصہ لیا سب نے
تمنائیں بر آئیں زائرین پاک باطن کی / بڑی مدت سے دل میں ہو رہی تھی پرورش جن کی

مدینہ منورہ کو تیاری

صفر کے نصف[۱۹۳] تک مکے کے اندر کارواں ٹھہرا / خوش و خرم بلاد حق میں ہر پیر و جواں ٹھہرا
خدا کے گھر میں عبدالحی درس وحی حق دیتا / ولی اللہ کا پوتا "حجۃ اللہ" کا سبق دیتا
بپا رہتیں مجالس رات دن رشد و ہدایت کی / فروزاں تھیں مسلسل مشعلیں قرآن و سنت کی
مدینے کے لئے سید نے اب رخت سفر باندھا / سب اہل قافلہ نے اپنا ساماں زود تر باندھا
مگر کچھ لوگ ان میں لاغر و معذور تھے یکسر / سفر کرنے کے ناقابل تھے اور مجبور تھے یکسر
یہاں ان کے لئے سید نے اسماعیل[۱۹۴] کو چھوڑا / مریضوں کا مسیحائی سے رشتہ اس طرح جوڑا
کہ فرمائے حفاظت بھی' کرے تیمارداری بھی / اطاعت میر کی احباب کی خدمت گزاری بھی
مدینہ پاک سے جب قافلہ سید کا ہو آیا / تو اس غازی نے بھی شہر نبی کا قصد فرمایا
زیارت کی حرم کی اور اہم آثار بھی دیکھے / دیار مصطفیؐ کے کوچہ و بازار بھی دیکھے
یہاں قلب و نظر کو نور سے معمور فرمایا / وطن کو واپسی سے پیشتر یہ بھی شرف پایا

مدینہ منورہ کو روانگی

کرائے پر لئے سو اونٹ سید نے سواری کو
چلے اللہ والے بلدہ محبوبؐ باری کو
شتربانوں نے ہانکے اونٹ ہاتھوں میں مہاریں تھیں
یہ صحرائی سفینے تھے کہ اونٹوں کی قطاریں تھیں
صدائیں گھنٹیوں کی نغمہ پیرا تھیں فضاؤں میں
حلاوت تھی حدی خوانوں کی جاں پرور نواؤں میں
کوئی مستی میں حمد و نعت کے ابیات پڑھتا تھا
محبت سے کوئی قرآن کی آیات پڑھتا تھا
مسافت ہو رہی تھی طے یونہی صحرا کے سینے پر
دلوں میں شوق بے حد تھا نگاہیں تھیں مدینے پر
کہیں تھے ریت کے ٹیلے کہیں سنگیں چٹانیں تھیں
مگر محو سفر منزل بہ منزل پاک جانیں تھیں

رہزنوں کا حملہ

کئی منزل نکل کر قافلہ مکے سے دور آیا
تو خود اس کے شتربانوں کی نیت میں فتور آیا
انہوں نے اپنے رہزن راستے میں چھوڑ رکھے تھے
اور ان کے ساتھ رشتے رہزنی کے جوڑ رکھے تھے
کہستانوں میں جب یہ کاروان خوش خرام آیا
لٹیروں اور شتربانوں کا طے کردہ مقام آیا
بہانہ ڈھونڈ کر ناحق شتربانوں نے لڑنے کا
کیا آغاز کچھ لوگوں سے لڑنے اور جھگڑنے کا
پہاڑوں سے اچانک اس طرف پتھر لگے آنے
لگے قزاق اہل قافلہ پر سنگ برسانے
ہوئے کچھ لوگ زخمی اس اچانک سنگباری سے
مچا غوغا تو اکثر لوگ اتر آئے سواری سے
خبر سید کو جب پہنچی تو دل میں کچھ ملال آیا
مگر تلخی زباں پر تھی نہ چہرے پر جلال آیا
وہ صبر و ضبط کا پتلا وہ اہل اللہ کا ہادی
یہاں آیا اور آکر ان میں باہم صلح کروا دی
روانہ ہو گیا پھر کارواں ان پاکبازوں کا
سفر جاری ہوا طیبہ کو صحرائی جہازوں کا
چلے جاتے تھے اہل قافلہ حمد و ثنا کرتے
خدائے حافظ و ناصر سے نصرت کی دعا کرتے

مدینے کی آخری منزل

بالاخر کارواں اپنی منازل ختم کر آیا
افق پر دور ہی سے گنبد خضریٰ نظر آیا
مدینے کے گلستاں سے ہوائے مشکبار آئی
دلوں کے خشک کھیتوں کے لئے باد بہار آئی
زبانوں پر ہوئی بے ساختہ حمد و ثنا جاری
درود و نعت کے نغموں سے گونج اٹھی فضا ساری
اسی پرکیف حالت میں مدینہ بھی قریب آیا
دیار مصطفیؐ میں کاروان خوش نصیب آیا
مدینہ پاک کے باہر بالاخر کارواں اترا
ہر اک اپنی سواری سے زن و پیر و جواں اترا
ادا کی سید والا نے اجرت ساربانوں کو
بڑے اکرام سے رخصت کیا ان راہ دانوں کو

مدینہ منورہ میں داخلہ

یہ تھا پچھلا پہر شب کا یہاں جب کارواں آیا
سحر تک زائروں نے اس جگہ آرام فرمایا
سحر کے ساتھ آخر کھل گئے سب در مدینے کے
منور ہو گئے نور سحر سے گھر مدینے کے
فراز گنبد خضریٰ سے آواز اذاں آئی
مکاں کے گوشے گوشے کو نوید لامکاں آئی
نماز فجر ادا کی زائروں نے شہر سے باہر
خدا کی بارگہ میں سر بہ سجدہ تھا ہر اک زائر
عبادت میں خدا کے پاک بندوں نے سکوں پایا
ادھر مشرق میں سورج نے سحر کا نور پھیلایا
چلا سید مدینے کو مبارک کارواں لے کر
چلے زائر بھی ذوق و شوق سے سامان و جاں لے کر
در حضرت کا جوں جوں فاصلہ کم ہوتا جاتا تھا
کوئی پڑھتا درود و نعت کوئی روتا جاتا تھا
ہوا یہ مرحلہ جذب و جنوں کا بھی تمام آخر
نگاہوں کے مقابل آ گیا باب السلام آخر
اسی در سے مدینے میں ہوئے داخل خدا والے
مراد اپنی کو پہنچے اس طرح صبر و رضا والے
پڑھا مسجد میں سید نے دوگانہ دلگدازی سے
اور اس کا رابطہ تھا درگہ بندہ نوازی سے

مسجد نبویؐ

یہ مسجد جو رسولؐ پاک کا مسکن رہی برسوں
یہ مسجد جو نزول وحی سے روشن رہی برسوں

قبا کے بعد اس میں رحمۃ للعالمینؐ آئے
اسی میں آخری دس سال جبریل امیں آئے

یہی منبع بنی عالم میں انوار رسالتؐ کا
یہیں مرکز بنا حسن صداقت کا عدالت کا

اسی مرکز سے پھوٹیں مہر عالمتاب کی کرنیں
شب غم کا اجالا تھیں اسی مہتاب کی کرنیں

یہی بزم مقدس تھی نبیؐ کے جاں نثاروں کی
یہی تھی کہکشاں چرخ ہدایت کے ستاروں کی

یہی تھی تربیت گہ ان مجاہد شہسواروں کی
جنہوں نے گردنیں خم کیں جہاں کے تاجداروں کی

یہی وہ بوریا تھا جس سے تاج و تخت ڈرتے تھے
فریدوں جاہ و جم اقبال و خسرو بخت ڈرتے تھے

یہیں سے راستی کا درس ملتا کج کلاہوں کو
پنہ ملتی تھی آ کر اس جگہ عالم پناہوں کو

یہی دارالاماں تھا ظلم و جبر و غم کے ماروں کا
یہی تھا خانہ عفو و کرم عصیاں شعاروں کا

یہیں سے دعوت توحید کے مناد چلتے تھے
یہیں سے اہل حق تسخیر عالم کو نکلتے تھے

یہیں اس مرد حبشہ کی صدا گونجی فضاؤں میں
وہ مرد حق بلا کا سوز تھا جس کی نواؤں میں

اذاں جس کی جگاتی تھی ازل کے سونے والوں کو
جو شب کی ظلمتوں سے کھینچ لاتا تھا اجالوں کو

محمدؐ کی شہادت کا وہ جب اعلان فرماتا
کنکھیوں سے ادھر محبوبؐ کو بھی دیکھتا جاتا

زبان قال سے کہتا نگاہ حال سے کہتا
نگاہ مصطفیؐ کا نور شفقت دیکھتا رہتا

وہ جس کے جذب و مستی میں سعادت ہی سعادت تھی
وہ جس کا ایک اک لمحہ عبادت ہی عبادت تھی

یہیں اصحاب صفہ توشہ دارین پاتے تھے
یہیں ابلیس کے مارے ہوئے بگڑی بناتے تھے

یہیں بے چارگان دہر کو آرام ملتا تھا
یہیں پژمردگاں کا غنچہ امید کھلتا تھا

اسی کا ایک ٹکڑا روضہ رضواں کا حصہ ہے
جہاں سجدہ گزاری قوم کے ایماں کا حصہ ہے

رفیع المرتبت ہے بعد بیت اللہ حرم ہے یہ
نگاہ ملت اسلام میں والا حشم ہے یہ

اسی کے ایک گوشے میں رسولؐ اللہ کا گھر تھا — وہی جو حجرہ لخت دل صدیقؓ اکبر تھا
جناب عائشہؓ یعنی وہی صدیقہ عالم — وہ ام المومنینؓ وہ زوجہ پیغمبرؐ خاتم
وہ جس کی پاکبازی کی خدا نے خود گواہی دی — جسے حق نے علوم شرع میں روشن نگاہی دی
وہ جس کی عفت و عصمت پہ حوروں کو بھی رشک آئے — وہ جس کے نام پر چشم عقیدت پھول برسائے
اسی کا حجرہ اقدس رسولؐ اللہ کا مسکن تھا — وہی تھا مہبط جبریل اور بے کس کا مامن تھا
ہوا قسمت میں جس کی خوابگاہ مصطفیٰؐ ہونا — مقدر میں تھا جس کے تربت خیرالوریٰؐ ہونا
یہیں اہل جنوں کا قافلہ سالار سوتا ہے — حبیبؐ پاک کے پہلو میں یارؓ غار سوتا ہے
وہ جس کا لمحہ لمحہ وقف توحید و رسالت تھا — وہ جس کے گھر کا اک اک فرد جانباز نبوت تھا
وہ جس نے گھر کی اک اک شے نثار مصطفیٰؐ کر دی — کمائی عمر بھی کی راہ مولا میں فدا کر دی
اسی کے ساتھ ہی وہ شیخ ثانی بھی ہے خوابیدہ — وہ فاروق معظمؓ سرورؐ دیں کا گل چیدہ
خدا کے دشمنوں کو ہر جگہ للکارنے والا — رسولؐ پاک کے باغی کی گردن مارنے والا
جلال و عظمت ملت تھی تیغ آبدار اس کی — وقار حق میں سرگرداں تھی جان بے قرار اس کی
اسی کے غازیوں نے کفر کے پرچم گرائے تھے — در حق پر اسی نے روم و رے کے سر جھکائے تھے
یہی شیخین ہیں جو ہادی برحق کے پیارے ہیں — یہ دونوں ملت اسلام کی آنکھوں کے تارے ہیں
نبیؐ کے بعد ان جیسا کوئی اور آ نہیں سکتا — مورخ سے بھی نام ان کا بھلایا جا نہیں سکتا

درود و سلام

دوگانہ پڑھ کے سید گنبد خضریٰ کی سمت آیا — رسولؐ پاک پر آ کر درود پاک پہنچایا
سلام اس ذات اقدس پر پڑھا سوز اور رقت سے — دل و جاں کی حضوری سے عقیدت سے محبت سے
سلام اس رحمتہ للعالمینؐ کی ذات والا پر — سلام اس مجتبیٰؐ و مصطفائےؐ حق تعالیٰ پر
وہ جس کی شان کے شایاں ہے ختم المرسلیں ہونا — جسے زیبا ہے میرؐ اولین و آخریں ہونا

وہ جس پر روز و شب اللہ کا قرآں اترتا تھا — جو انسانوں کی ہر آلودگی کو پاک کرتا تھا
سلام اس پر جو نادانوں کو دانائی سکھاتا تھا — جو امی ہو کے اہل علم و دانش کو پڑھاتا تھا
سلام اس نرغہ طائف میں پتھر کھانے والے پر — درود اس قوم کے حق میں دعا فرمانے والے پر
سلام اس پر کہ جس نے دی شتربانوں کو سلطانی — سکھائی جس نے بے کس گلہ بانوں کو جہانبانی
سلام اس پر کہ جس نے کر دیا آقا غلاموں کو — کیا مست مئے توحید ازل کے تشنہ کاموں کو
سلام اس صاحب بدر و احد کی استقامت پر — سلام اس کی شجاعت پر سلام اس کی شہامت پر
سلام اس پر کہ جس نے خوف باطل کو مٹا ڈالا — عرب کے بے کسوں کو قیصر و جم سے لڑا ڈالا
وہی ہادی کہ نازاں ہے وجود ہست و بود اس پر — درود اس پر سلام اس پر سلام اس پر درود اس پر

مدینہ منورہ میں قیام

مدینہ ہی میں رہنے کے لئے گھر مل گئے سب کو — لگے رہنے خوشی سے سب، کہیں اک اک کہیں دو دو
حرم کے پاس اک گھر میں امیر کارواں ٹھہرا — یہ سمہودی[۱۹۵] کا گھر تھا جو کہ سید کا مکاں[۱۹۶] ٹھہرا
مشرف تھا یہ گھر اشراف کا بیت الشرافت تھا — یہی گھر حضرت عثمانؓ کا دارالخلافت تھا
یہ ذوالنورینؓ کے انوار سے روشن رہا برسوں — رسولؐ اللہ کے داماد کا مسکن رہا برسوں
یہیں سے روم و رے کو روز و شب احکام جاتے تھے — یہیں سے مصر و صنعا کے لئے پیغام جاتے تھے
یہی اس دور میں مرکز تھا ملت کی قیادت کا — یہیں اس مرد حق نے مرتبہ پایا شہادت کا
وہی جس کی حیا پر نوریوں کو بھی حیا آئی — وہ جس کی چشم تر خوف خدا سے اشک برساتی
وہ جس نے جامع القرآن کا اعزاز پایا ہے — وہی قرآں جو صدیاں چیر کر لاریب آیا ہے
وہی جس کے غنا نے جیش عسرت کی اعانت کی — نہیں ملتی مثال اس کی سخاوت کی دیانت کی
وہ جس نے بیعت رضواں کرانے کا شرف پایا — اور اپنے ہاتھ کو ہادیؐ نے جس کا ہاتھ فرمایا
محبت مصطفیٰؐ کی موجزن تھی جس کے سینے میں — وہ جس نے آب شیریں[۱۹۷] وقف فرمایا مدینے میں

دیا ہر مرحلے میں دیں کی خاطر مال و زر اس نے
اور آخر دے دیا اللہ کے رستے میں سر اس نے

ہوا رخشندہ اس کا حال اور مستقبل و ماضی
وہ راضی بر رضائے حق تھا حق اس پر ہوا راضی

قیام مدینہ میں زیارات

مہینہ بھر مدینہ پاک میں ٹھہرے خدا والے
یہ مردان سعادت کیش تسلیم و رضا والے

رسولؐ اللہ کی مسجد میں کرتے تھے عبادت بھی
ریاض الجنہ میں پاتے نوافل کی سعادت بھی

مدینے کے وہ خوش منظر مکیں دیکھے مکاں دیکھے
رسولؐ اللہ کے عہد مبارک کے نشاں دیکھے

وہاں کے سنگ خارا بھی گل و گلزار بھی دیکھے
نواح شہر میں تاریخ کے آثار بھی دیکھے

وہ یثرب کی دم ہجرت مبارک راہ بھی دیکھی
وہ ارض بدر کے شیروں کی جولانگاہ بھی دیکھی

قبا کی مسجد اول میں بھی سجدہ گزاری کی
تو مسجد قبلتین آ کر دعا میں اشکباری کی

احد کی سرزمیں میں بھی شہیدوں پر دعائیں کی
در حق پر شہادت کے لئے بھی التجائیں کیں

نظر میں پھر گئے جنگ آزما جانباز غازی بھی
تصور میں جوانمردوں کی دیکھی تیغ بازی بھی

وہ حمزہؓ ہر شقی بدبخت کا سر کاٹنے والا
دو دستی تیغ سے لشکر کے لشکر کاٹنے والا

احد کی خاک پر اللہ کے رستے میں کام آیا
یہیں اس کو شہادت کا حیات افروز جام آیا

در دندان حضرت بھی اسی میداں میں کام آئے
یہیں روئے مبارک پر نبیؐ نے زخم بھی کھائے

احد کی سرزمیں اسلام کے ہیروں کا مخزن ہے
شہیدان رہ حق کا نظر افروز مدفن ہے

احد کے حق میں آقاؐ کا یہ فرمان صداقت ہے
محبت ہے اسے ہم سے' ہمیں اس سے محبت ہے [198]

زیارت اور بھی آثار کی سید نے فرمائی
ملی دل کو بھی فرحت اور نظر نے روشنی پائی

مدینہ میں بعض واقعات

یہ تھا وہ وقت جب "وہابیت"[199] معتوب تھی یکسر
جسارت شرک کے ابطال کی معیوب تھی یکسر

پتہ چلتا کسی کا گر کہ ہے یہ شخص "وہابی"
عدالت اس پہ فوراً ٹھونستی تعزیر سرتابی

موحد غازیوں سے ہو گئے تھے اب حرم خالی
بنے تھے مصر و ترکی اب حجاز و نجد کے والی

خلاف شرک کوئی بات کہنے پر بھی قدغن تھی
یہاں بدعات کو بدعات کہنے پر بھی قدغن تھی

وہ عبدالحق نیوتنوی[200] کہ تھا سید کا ہمراہی
جسے اللہ نے بخشی تھی حق گوئی حق آگاہی

وہ رد شرک میں بے باک و جرات مند غازی تھا
رہ سنت کا شیدائی تھا غیرت مند غازی تھا

کسی اک بدعتی سے ایک دن تکرار کر بیٹھا
مقام سنت و توحید پر گفتار کر بیٹھا

شکایت پر سپاہی لے گئے اس کو عدالت میں
کہ "وہابی" ہے یہ گستاخ ہے باب رسالت میں

عدالت میں ابھی پوری سماعت ہو نہ پائی تھی
سزا کا فیصلہ دینے کی بھی نوبت نہ آئی تھی

کہ آ پہنچے وہاں فی الفور عبدالحی مولانا
عدالت نے بھی ان کو صاحب توقیر گردانا

انہوں نے دی ضمانت اور فرمائی وکالت بھی
ہوئی محظوظ مولانا کی باتوں سے عدالت بھی

دلائل کی بنا پر فیصلہ فرما دیا فوراً
نیوتنوی کو قاضی نے رہا فرما دیا فوراً

محفل میلاد میں شرکت سے معذرت

مدینے میں انہیں ماہ ربیع الاول آیا تھا
جو میلاد النبیؐ کی محفلوں کے جشن لایا تھا

کسی محفل سے قاصد ایک دن سید کے پاس آیا
اور اپنی بزم کی جانب سے یہ پیغام پہنچایا

کہ اک میلاد کی محفل ہمارے ہاں بپا ہوگی
اور اس میں آپ کی شرکت بڑی بہجت فزا ہوگی

گر اہل ہند کا ہادی مشرف ہم کو فرمائے
تو ممکن ہے ہماری بزم کی توقیر بڑھ جائے

یہ سید تھا رسول پاک کی سنت کا شیدائی
وہ کرتا کیسے ان بدعت نوازوں کی پذیرائی

کہا بھائی مرے نزدیک یہ اک امر بدعت ہے
نہ ثابت ہے صحابہ سے نہ پیغمبرؐ کی سنت ہے

اگر کچھ ہے تو پھر قرآں سے کیجے قال و قیل اس پر
حدیث مصطفیٰؐ سے لائیے کوئی دلیل اس پر

ہمارا اس جگہ آنے کا مقصد بس عبادت ہے
فقط کسب ثواب و اجر و تحصیل سعادت ہے

ثبوت اس کا ملا تو ہم بذوق و شوق آئیں گے
نہ ہو تو ہم کسی بدعت میں شامل ہو نہ پائیں گے

یہی مضمون قاصد نے سنایا جا کے یاروں کو
بجز خاموش رہنے کے نہ تھا چارہ بچاروں[۲۰۱] کو

مدینہ منورہ سے واپسی

ادھر اللہ نے پوری ہر اک کی آرزو کر دی
ادھر ہر روز صبح و شام کو بڑھنے لگی سردی

ادھر نسید کو بھی واپس پلٹنے کا خیال آیا
اور اپنے قافلے کو واپسی[۲۰۲] کا حکم فرمایا

وہی جمال جو ان کو مدینہ طیبہ لائے
وہ اپنے اونٹ لے کر پھر مدینے میں چلے آئے

لدا اونٹوں پہ سب سامان اور اسواریاں نکلیں
بہے آنکھوں سے آنسو اور دلوں سے زاریاں نکلیں

دیار مصطفیٰؐ کو چھوڑنے کا تھا ملال ان کو
پہ مجبوری تھی جس پر تھی نہ تاب قیل و قال ان کو

شتربانوں نے ہانکے اونٹ اب بطحا کی راہوں پر
وہی دیکھے ہوئے منظر لگے چھانے نگاہوں پر

وہی کہسار و صحرا تھے وہی دشت و بیاباں تھے
وہی خار مغیلاں تھے وہی نخل و خیاباں تھے

منازل پر منازل کاٹتے بیت الحرام آئے
نہایت سرخرو آئے نہایت شاد کام آئے

طواف خانہ کعبہ کیا جوش محبت سے
پھر اس کے بعد کی سعی صفا مروہ عقیدت سے

شعائر سے ہوئے فارغ تو جا پہنچے مکانوں پر
برستی تھیں خدا کی رحمتیں ان پاک جانوں پر

مکہ مکرمہ میں دوسرا قیام

مہ رمضان[۲۰۳] تک بطحا کے اندر کارواں ٹھہرا
جوار خانہ کعبہ میں ہر اک شادماں ٹھہرا

وہی اللہ کے گھر میں نمازیں اور پھیرے تھے
وہی شب کے اندھیروں میں بھی صبحوں کے سویرے تھے

وہی برکات کی دولت لئے ماہ صیام آیا
وہی روزوں کے دن آئے وہ راتوں کا قیام آیا

عبادت ہی عبادت تھا قیام ان کا قعود ان کا
سعادت ہی سعادت تھا رکوع ان کا سجود ان کا

وہی درس کتاب اللہ صبح و شام جاری تھا
وہی تبلیغ سنت کا مبارک کام جاری تھا
ہر اک غازی ثواب و اجر ہی کا کام کرتا تھا
خدا کی راہ میں ان کا اک اک لمحہ گزرتا تھا
فراواں دولت ایمان پائی حق پسندوں نے
سمیٹا توشہ عقبیٰ خدا کے پاک بندوں نے

مکہ معظمہ سے روانگی

خدائے پاک کے گھر سے بھی اب وقت سفر آیا
ہر اک کا دل خیال فرقت کعبہ سے بھر آیا
ہر اک کی آنکھ اس صدمے سے اشک خوں بہاتی تھی
غریبان حرم کو نیند بھی مشکل سے آتی تھی
دیار رحمت کونین کو اب چھوڑ جانا تھا
بہ مجبوری سعادت گاہ سے منہ موڑ جانا تھا
دلوں میں بے کلی تھی اضطرار و بے قراری تھی
جگر افگار تھے آہ و فغاں ہر لب پہ جاری تھی
وہ ارض پاک کے اندر ہمیشہ رہ نہ سکتے تھے
اور اپنے دل کی کیفیت کسی سے کہہ نہ سکتے تھے
ملا جب حکم تو زاد سفر تیار فرمایا
اور اس سامان کو اونٹوں کے اوپر بار فرمایا
شتربانوں نے اپنے اونٹ جدے کی طرف ہانکے
لگے دل بیٹھنے سینوں کے اندر اہل ایماں کے
وہ بیت اللہ تھا منظر نظر آتا تھا صاف اس کا
نگاہیں دور ہی سے کرتی جاتی تھیں طواف اس کا
چلے جاتے تھے مڑ مڑ کر نظارا کرتے جاتے تھے
برستے آنسوؤں کے ساتھ آہیں بھرتے جاتے تھے
سواد مکہ سے باہر بالآخر کارواں نکلا
ولیکن یہ مدینہ چھوڑنے سے بھی گراں نکلا
یہاں قرب مدینہ کا بھی اک احساس رہتا تھا
نگہ سے دور تھا لیکن دلوں کے پاس رہتا تھا
حجاز پاک مکے اور مدینے سے عبارت ہے
انہی کے دم سے قائم دہر میں دیں کی عمارت ہے
یہاں رہنا مسلماں کے لئے عین سعادت ہے
ثواب دین و دنیا ہے عبادت ہی عبادت ہے
یہاں سے کوچ کرنا شاق تھا گو مستمندوں پر
مگر لازم تھا واپس لوٹنا ان پاک بندوں پر
خدائے پاک نے کچھ اور ان سے کام لینا تھا
رہ حق میں انہیں کچھ اور بھی انعام لینا تھا
مشیت تھی کہ جلد از جلد وہ واپس پہنچ جائیں
بلا تاخیر اپنے کام کا آغاز فرمائیں

جدہ سے سفر مراجعت

سفر کرتا ہوا جدے میں آخر کارواں آیا　　　جہازوں کے لئے کچھ دن یہاں آرام فرمایا

ملے جس دن جہاز اس دن ہوئے اسوار جدے سے　　　روانہ ہو گئے مردان خوش طوار جدے سے

وہی بحر عرب کی تند و ناہموار موجیں تھیں　　　سفینوں سے مگر پہلے ہی واقف کار موجیں تھیں

وہی تھا راستہ جو مشرقی ملکوں کو جاتا تھا　　　اسی پر ہر سفینہ بار ہو کر جاتا آتا تھا

سواران سفینہ کے وہی دن تھے وہی راتیں　　　وہی بطحا کے چرچے تھے وہی طیبہ کی تھیں باتیں

وہی جذب و سرور و بے خودی کا رنگ تھا ان کا　　　وہی کیفیت ان کی تھی وہی آہنگ تھا ان کا

بھر سو ان کے تاحد نظر پانی ہی پانی تھا　　　محیط بیکراں میں کارواں وقف روانی تھا

سفر میں جا بہ جا ان کے جزیرے بھی کئی آئے　　　انہی حالات میں دن رات کرتے بمبئی آئے

یہاں[205] کچھ روز ٹھہرا کاروان سید والا　　　دکن کی سرزمیں کو نور سے معمور کر ڈالا

دکھائی راہ گمراہوں کو عمر جاودانی کی　　　جلائیں مشعلیں خیر و فلاح و کامرانی کی

بہت سوں نے یہاں سید کی بیعت کا شرف پایا　　　دکن میں بھی علم توحید اور سنت کا لہرایا

یہاں سے سوئے ملابار[206] رخ موڑا جہازوں نے　　　سفر جاری کیا نام خدا سے پاک بازوں نے

ہوا اگلے ہی دن بندر الپی[207] میں قیام ان کا　　　نکل کر قافلے سے شہر میں آیا امام ان کا

وہ جس کے نام کی شہرت تھی ہر قریے میں ہر گھر میں　　　وہ جس کا ذکر تھا شہروں سے باہر بحر میں بر میں

یہاں بھی نام سن کر لوگ بیعت کے لئے آئے　　　بری رسموں کے سائے یاں سے بھی سید نے اٹھوائے

یہاں سے دوسرے دن قافلے نے کوچ فرمایا　　　جہازوں نے پھریرا اپنے مستولوں پہ لہرایا

چلے اٹکھیلیاں کرتے ہوئے بے تاب لہروں سے　　　سلام رخصتی کہتے ہوئے ساحل کے شہروں سے

بڑھے لنکا کی جانب چیرتے سینہ سمندر کا　　　لگا آنے خیال اب قافلہ والوں کو بھی گھر کا

سفینوں نے وہاں سے جانب بنگال رخ موڑا　　　جنوبی ہند کی اس بحری جولانگاہ کو چھوڑا

بالآخر کارواں اک دن وطن کی راہ پر پہنچا — یہ بیڑا چل کے کلکتے[۲۰۸] کی بندرگاہ پر پہنچا
یہاں آ کر ہوا بحری سفر ان کا تمام آخر — وطن میں آ کے اترا کاروان ذی الکرام آخر

کلکتہ میں قیام اور بریلی کو روانگی

سر بندر عقیدت مند استقبال کو آئے — پذیرائی کی خاطر ساتھ کچھ اسواریاں لائے
وہ عبداللہ اک فینس[۲۰۹] بھی سید کے لئے لایا — اسی نے قافلے کو باغ میں لے جا کے ٹھہرایا
وہی رشد و ہدیٰ کی محفلیں پھر سے ہوئیں جاری — امڈ آئے دلوں میں پھر سے جذبات فدا کاری
وہی شدت دلوں میں تھی عقیدت کی ارادت کی — ملیں پھر اہل کلکتہ کو وہ گھڑیاں سعادت کی
یہاں کچھ روز ٹھہرا کارواں آرام کرنے کو — مگر اس کے علاوہ بھی ضروری کام کرنے کو
ابھی آیا نہ تھا بھٹکا[۲۱۰] ہوا پیچھے جہاز ان کا — انہیں یوں چھوڑ کے گھر لوٹنا تھا بے جواز ان کا
وہ سب ساتھی جب آئے تو سفر کا قصد فرمایا — وہی گنگا کے اندر کشتیوں پر مال لدوایا
ہوئے اسوار اہل قافلہ مردان دانا بھی — زن و فرزند بھی اور ناتواں بھی اور توانا بھی
وہی دریا کا رستہ تھا وہی موجوں کے دھارے تھے — وہی سب بستیاں تھیں اور دریا کنارے تھے
نگاہوں سے وہی دشت و جبل اور وادیاں گزریں — وہی شہر و دیار آئے وہی آبادیاں گزریں
کہیں اس راستے میں اب زیادہ دن نہیں ٹھہرے — جہاں اصرار فرمایا گیا کچھ دن وہیں ٹھہرے
نواح مرشد آباد اک عقیدت[۲۱۱] مند نے روکا — ضیافت کے لئے مرد سعادت مند نے روکا
وہاں خس پوش بنگلے میں انہیں لے جا کے ٹھہرایا — جہاں تک ہو سکا خدمت وہ سید کی بجا لایا
بڑے خوش ذائقہ کھانے بنا کر پیش کرتا تھا — تواضع بے نہایت یہ سعادت کیش کرتا تھا
طمنچے اور اک بندوق نذرانے میں دی اس نے — اعانت یوں جہاد فی سبیل اللہ میں کی اس نے
چلا دو تین دن رہ کر یہاں سے کارواں آگے — کہ رستے میں ٹھہرنے کو تھیں اور آبادیاں آگے
پڑاؤ کے لئے اب آ گئی مونگیر کی باری — یہاں سید نے کی کچھ اسلحہ کی بھی خریداری

طمنچے اور بندوقیں خریدیں کچھ یہاں سے بھی ۔۔۔ کہ ہتھیاروں کی اب ہر چیز سے بڑھ کر ضرورت تھی
دلوں میں پل رہے تھے ولولہ ہائے فداکاری ۔۔۔ جہاد فی سبیل اللہ کی کرنی تھی تیاری

عظیم آباد میں دس روز قیام

بڑھیں اب کشتیاں آگے عظیم آباد کی جانب ۔۔۔ فداکاران حق کے شہر خوش بنیاد کی جانب
عظیم آباد مرکز ہے خدا کے جاں نثاروں کا ۔۔۔ رسول اللہ کے جانباز شیروں' حق شعاروں کا
یہاں پہنچے تو استقبال کرنے جاں نثار آئے ۔۔۔ وہ مولانا ولایت اور اس کے ہم جوار آئے
عقیدت مند سب دس روز تک خدمت بجا لائے ۔۔۔ نئے کچھ لوگ بیعت کے لئے بھی شوق سے آئے
مگر سید نے جب اگلے سفر کا قصد فرمایا ۔۔۔ تو مولانا ولایت کو نہایت مضطرب پایا
لیا تھا ہاتھ میں جس دن سے اس نے ہاتھ سید کا ۔۔۔ گوارا تھا نہ اس کو چھوڑ دینا ساتھ سید کا
چلا وہ کارواں[۲۱۲] کے ساتھ ہی مل کر بریلی کو ۔۔۔ کہ وہ سمجھے ہوئے تھا جان و دل سے گھر بریلی کو
کچھ اس کے ہم خیال احباب بھی آ کر ہوئے شامل ۔۔۔ کہ تھا ان کو بھی شوق اقتدائے مرشد کامل
چلیں لڑتی ہوئی اب کشتیاں دریا کی لہروں سے ۔۔۔ گزرنا تھا انہیں آگے بھی کچھ قریوں سے شہروں سے
یہ دریا کی روانی کے مخالف تھا سفر ان کا ۔۔۔ مگر تھا روزمرہ کا یہ سب کسب و ہنر ان کا
اسی دریا میں کشتی بان آتے اور جاتے تھے ۔۔۔ اسی صورت بچارے رات دن روزی کماتے تھے
عظیم آباد سے آگے بنارس میں رکے جا کر ۔۔۔ زیارت کے لئے دوڑے ہوئے آئے مرید اکثر
عقیدت[۲۱۳] مند سید کے قریب و دور سے آئے ۔۔۔ خلوص قلب سے مقدور بھر خدمت بجا لائے

بنارس ۔۔۔ مرزاپور ۔۔۔ الہ آباد

بنارس سے روانہ ہو کے مرزا پور آ ٹھہرے ۔۔۔ الہ آباد کے سنگم سے تھوڑی دور آ ٹھہرے
زیارت کے لئے یاں بھی ہر اک میر و فقیر آیا ۔۔۔ محبت سے عوام الناس کا جم غفیر آیا
یہاں عبداللطیف[۲۱۴] اور دوسرے لوگوں نے دعوت کی ۔۔۔ دکھائی سب نے سرگرمی عقیدت کی ارادت کی

۲۱۵ھ
لیا شیخ علی نے سارے اخراجات کا ذمہ
اٹھایا قافلے کی سب ضروریات کا ذمہ

یہاں بھی محفلیں جاری ہوئیں ارشاد و بیعت کی
لگیں جمنے نشستیں رشد و تلقین و ہدایت کی

دعا کے بعد اک دن سید والا نے فرمایا
کہ مجھ پر حق نے اپنا دامن رحمت ہے پھیلایا

دکھایا مجھ کو اپنا گھر بھی اور محبوبؐ کا گھر بھی
مقدر میں کیا عمرہ بھی اس نے حج اکبر بھی

یہ اس عاجز پہ وہ احسان ہے اللہ تعالیٰ کا
کہ جس پر شکر بھی ممکن نہیں اس ذات والا کا

ضرورت ہے کہ اس کا حکم ہر صورت بجا لاؤں
تمنا ہے کہ اس کی راہ میں قربان ہو جاؤں

سب اپنا مال اور جان اس کے رستے میں فدا کر دوں
یہ مجھ پر قرض ہے اس کا کسی صورت ادا کر دوں

یہ ارشادات لب پر آ رہے تھے آہ و زاری سے
سماں برسات کا آنکھوں نے باندھا اشکباری سے

ہوئی تھی اہل مجلس پر بھی رقت اس قدر طاری
۲۱۶ھ
کہ مدہوشی میں جوئے اشک تھی ہر آنکھ سے جاری

اسی انداز سے اکثر مجالس ہوتی رہتی تھیں
ہدایت کی مصفا ندیاں دن رات بہتی تھیں

یہاں سے تیسرے دن قافلے نے کوچ فرمایا
اور اپنی کشتیوں کو جا الہ آباد ٹھہرایا

۲۱۷ھ
یہاں جمنا کنارے شیخ کے بنگلے پہ آ ٹھہرے
بڑے امن و سکوں کے ساتھ مردان خدا ٹھہرے

شیخ غلام علی کا ایثار و تواضع

۲۱۸ھ
یہاں نان و خورش کا اہتمام ایسا فراواں تھا
کہ اس کو دیکھنے والا غریب انسان حیراں تھا

چنے جاتے تھے دسترخوان پہ رنگا رنگ کے کھانے
نرالے ذائقے والے نرالے ڈھنگ کے کھانے

پلاؤ، قورمہ، زردہ کے ساتھ اعلیٰ کباب آتے
متنجن اور بریانی بھی جتنا چاہتے کھاتے

اٹھائے شیر مال اک سمت سے اک اہل کار آتا
ادھر سے دوسرا لے کر مربے اور اچار آتا

کسی کو جو بھی شے درکار ہوتی یک بیک آتی
جسے کھاتے ہی مہماں کی طبیعت سیر ہو جاتی

کسی کو گر غذا پرہیز کی مقصود ہوتی تھی
تو اس کی دال کھچڑی بھی وہاں موجود ہوتی تھی

فقط مہمان ہی اس خوان سے کھانا نہ کھاتے تھے
جوار و قرب سے بھی لوگ بھوک آ کر مٹاتے تھے

جناب شیخ کھانا اس قدر وافر پکاتے تھے
جو بچ رہتا اسے دریا میں جا کر ڈال آتے تھے
جناب شیخ سے اک روز یہ سید نے فرمایا
کہ بھائی اس قدر اسراف یہ ہم کو نہیں بھایا
تم آخر کس لے اتنا زیادہ خرچ کرتے ہو
یہ حیثیت سے بھی بڑھ کر ہے جو تم کر گزرتے ہو
کہا یہ شیخ نے حضرت میں کچھ بھی کر نہیں پایا
ابھی تو ظرف کی حد تک نہیں کچھ میں نے پکوایا
مری خواہش ہے جتنے ہو سکیں ارماں نکالوں میں
اور اس خدمت سے اپنی عاقبت بہتر بنا لوں میں
یہ سب کچھ جو ہوا ہے توشہ عقبیٰ سمجھتا ہوں
اسے میں اپنی بخشش کے لئے حیلہ سمجھتا ہوں

الہ آباد سے بریلی

الہ آباد والوں سے بھی اب رخصت کا وقت آیا
خدا والوں نے سامان سفر تیار فرمایا
چلیں سب کشتیاں اب دلمئو کو کارواں لے کر
مگر سید چلا خشکی پہ اک اسپ جواں لے کر
چلے کچھ ساتھ ہی خدام حضرت اس سواری کے
کہ رستے میں ملیں لمحات انہیں خدمت گزاری کے
انہی میں اک عظیم آباد کا طالب علی بھی تھا
وہ جس کے دل میں یہ جذبہ خفی بھی تھا جلی بھی تھا
رکاب اسپ تھامے چل رہا تھا' پا پیادہ تھا
یہ خار و سنگ کا رستہ اسے مخمل کا جادہ تھا
کہیں رستے میں کانٹا پاؤں میں اک دن چبھا اس کے
تو چلنے میں لگے کچھ لڑکھڑانے زخمی پا اس کے
وہیں اک دوسرے ساتھی نے پیش اس کو کیا گھوڑا
مگر اس شخص نے خدمت کا یہ منصب نہیں چھوڑا
لگا کہنے یہ خدمت چھوڑ دینا ہے گراں مجھ کو
مقابل اس کے یکسر ہیچ ہے تخت رواں مجھ کو
"براہ عشق اگر در پا خلد خار" بیابانے
"نباید از رہش پرہیز کردن" لحمہ اے آنے
"کہ از خارش بسے گلہا شگوفد" مثل بستانے
"قدم بر خار باید تیز کردن" چوں سبک جانے
یہی انداز تھا ان خادموں کے جذب و مستی کا
یہ اک اعجاز تھا اس رہبر کامل کی ہستی کا
نہ دزد و راہزن سے' نے کس و ناکس سے ڈرتے تھے
نہ سنگ و خشت کا خطرہ نہ خار و خس سے ڈرتے تھے
نہ رستے کے نشیبوں اور فرازوں سے ہراساں تھے
یہ سارے مرحلے ان کی اولوالعزمی پہ آساں تھے

مسلسل مرشد کامل سے کسب فیض کرتے تھے — غنیمت تھے یہ لمحے جو رفاقت میں گزرتے تھے
انہی احوال میں یہ قافلہ منزل[۲۱۹] پہ آ پہنچا — یہ ننھا سا سفینہ ایک دن ساحل پہ آ پہنچا
ہوا سارے بریلی پر مسرت کا سماں طاری — کہ لوٹ آئی تھی پھر سے شہر بھر میں رحمت باری
ہوئے دیدار سید پر شگفتہ رخ مریدوں کے — کھلے بار دگر غنچے عزیزوں کی امیدوں کے
براہ دلمئو سب کشتیوں والے بھی آ پہنچے — رفیقان سفر احباب اور سب اقربا پہنچے
سکونت سید والا نے اب تکیے[۲۲۰] میں فرمائی — کہ ملنے کو کھلے بندوں چلا آئے ہر اک بھائی
ہر اک کے واسطے رہنے کا بندوبست فرمایا — گھروں میں عورتوں کو عورتوں کے ساتھ بھجوایا
کئی دن تک رہی سید کے ذمے میمانداری — رہیں علم و خبر، صدق و صفا کی محفلیں جاری

قصیدہ تہنیت

قصیدہ تہنیت کا اک حسن[۲۲۱] مرحوم نے لکھا — عقیدت کا صحیفہ شاعر معصوم نے لکھا
قریبا ایک صد اشعار کا اردو قصیدہ[۲۲۲] ہے — قصیدہ کیا ہے، اک حسن ارادت کا جریدہ ہے

اسی مضموں کو شہنامے کی لے میں ڈھالتا ہوں میں
انہی اشعار کو بحر ہزج[۲۲۳] میں ڈالتا ہوں میں

ہوا ہے نور سے معمور ایسے گنبد اخضر — کہ حیرت جس سے طاری ہے فرشتوں کی نگاہوں پر
نہ ہے شمس و قمر میں ایسی تابانی سی تابانی — نہ بجلی میں چمک ایسی نہ یوں روشن کوئی اختر
کہوں میں طور کا جلوہ کہ لمعہ قدر کی شب کا — فراواں ہو گئی ہے یا سحر کی روشنی بڑھ کر
عجب کیا ہے کہ ارض ہند کا دیدار کرنے کو — چلی آئے نکل کر حور بھی فردوس سے باہر
تعجب تھا مجھے، اس نور کا آخر سبب کیا ہے — درخشاں ہے زمیں بھی، کون ہیں وہ نور کے پیکر

اچانک غیب سے آئی یہ ہاتف کی صدا مجھ کو
کہ غفلت سے نکل اور اپنے گوش ہوش کو وا کر

ابھی پہنچا نہیں ہے مژدہ جاں بخش کیا تجھ کو
کہ جس سے خوش ملائک بھی ہیں اور جن و بشر خوش تر

یہاں اک قافلہ آیا ہے بیت اللہ کے حج سے
کہ اک اک فرد جس کا ہے ولی، عارف، نکو منظر

انہی کے نور سے روشن فضا کا ذرہ ذرہ ہے
انہی کی ہمت عالی سے ہے دیں کا یہ کر و فر

ہے اک اک فرد ان میں امر بالمعروف پر عامل
ہر اک ہے قامع بدعت ہر اک ہے ناہی منکر

مٹاتے کفر کو کفار کو نابود کرتے ہیں
بری رسموں کے قاطع ہیں بحکم خالق داور

ہر اک فرد فرید ان کا ہے حافظ اور عالم بھی
عدالت میں صداقت میں سخاوت میں کرم گستر

مزین ان کا ظاہر ہے رسولؐ اللہ کی سنت سے
منزہ اور منقیٰ ان کا باطن صورت گوہر

نہیں دل میں ریا ان کے نہ کچھ سینے میں کینہ ہے
نہیں فخر و حسد ہرگز کسی کے قلب کے اندر

بیاں کیونکر کروں میں قافلہ سالار کی خوبی
قلم کیسے لکھے اس صاحب کردار کے جوہر

وہ عادل اور عالم اور عابد، صاحب ہمت
وہ اشجع بھی وہ افصح بھی وہ ابلغ اور سخا گستر

وہ عالی طبع عاقل بھی ہے فاضل بھی ہے راحم بھی
وہ زاہد متقی صابر، شباہت میں بھی خوش منظر

نہیں ہے اس کا ثانی ترک و تجرید و توکل میں
نہیں ہے حلم اور خلق و دیانت میں کوئی ہمسر

حیا و لطف کا معدن سخا و جود کا مجمع
وہ مخزن عفت و الفت کا، ظاہر وضع میں احقر

سمندر لطف و رحمت کا نبیؐ کے علم کا گلشن
طریقت کا چراغ اور سالکان راہ کا رہبر

قوی صدق و دیانت میں ہے وہ صدیقؓ کی صورت
جہاد حق میں مانند عمرؓ برکف نہادہ سر

حیا و شرم میں عثمانؓ ذوالنورین کی صورت
صف جنگاہ میں تیغ آزما مثل علیؓ صفدر

نسب میں سید سادات عالی نسبتوں والا
امام وقت فخر غازیان و زینت منبر

وہ سالار عزیمت فخر ملت فخر دوراں ہے
شریعت کا وہ خادم رہنمائے راہ پیغمبرؐ

مساجد کی جدھر بھی دیکھئے تعمیر جاری ہے
نظر ہر ایک کی ہے آج تحقیق مسائل پر

اذانوں کی صدا ہر سمت سے آتی ہے کانوں میں ہے ذکر اللہ اکبر کا ہر اک انسان کے لب پر

نمازوں میں ہوئی افراط تیرے عہد میں ایسی ہوئے تیار لاکھوں ملک میں چھوٹے بڑے منبر

ہوئی ہی بدعتیں مفقود تیرے فیض سے ایسی کہ ارض ہند سے رسمیں بری سب اٹھ گئیں یکسر

جسے دیکھو کلام اللہ پڑھتا' حفظ کرتا ہے کمر باندھی ہے یاں ہر اک نے تہذیب و ہدایت پر

وہ عبدالحی و اسماعیل تیرے دست و بازو ہیں ترے باعث ہوئے ہیں کاملان دیں کے سر دفتر

تری صحبت نے دی ان کو فرشتوں کی سی خاصیت وہ ظاہر میں تو انساں ہیں مگر انساں سے ہیں برتر

وہ کافر پر تو شیروں کی طرح یلغار کرتے ہیں مگر مومن پہ شفقت میں پدر سے بھی کہیں بہتر

وہ فخر قوم بھی ہیں قبلہ اہل صفا بھی ہیں اور ان کی داد فرمائی سے ہے مسرور ہر مضطر

یتیموں کو ہوئی حاصل تری شفقت سے تقویت توجہ سے تری بیواؤں کے سر کو ملی چادر

غضب یہ تھا کہ بیوہ عقد ثانی کر نہ سکتی تھی مٹائی تو نے یہ رسم زبوں' حق شاد ہو تجھ پر

وہ منشائے خداوندی پہ ہیں ہر حال میں راضی نہ خوف آبرو ان کو نہ ہے جاں کا انہیں کچھ ڈر

خدائے پاک رزو افزوں ترا اقبال فرمائے ترے انصاف سے آزاد ہوں دنیا کے سب کشور

زیارات حرم کرکے وطن کو ۱۲۳۷ھ لوٹ آئے ہیں سعادت حج کعبہ کی لئے پہنچے سب اپنے گھر

صدائے غیب ہاتف کی "یہ حج منظور ہے" آئی پئے تاریخ آمد میں نے جیسے ہی جھکایا سر

حسن بھی اور علیم زار بھی تیرے رہیں ممنوں قیامت تک رہیں جمعیت باطن سے یہ خوشتر

دعوت و تنظیم جہاد

فراغت ہر طرف سے سید والا نے جب پائی توجہ سب جہاد فی سبیل اللہ پہ فرمائی

فقط مقصد حصول خیر فی الدارین تھا اس کا جہاد فی سبیل اللہ نصب العین تھا اس کا

اسی کے واسطے اکثر دعائیں ہوتی رہتی تھیں حضور حق مسلسل التجائیں ہوتی رہتی تھیں

کیا تھا وقف راہ حق میں اپنا جان و تن اس نے امانت ہی سمجھ رکھا تھا سارا مال دھن اس نے

وہ اب تیار تھا ہر چیز داؤ پر لگانے کو ۔۔۔ رہ حق میں اثاثہ زندگی بھر کا لٹانے کو
اسی خاطر بنایا اک نظام کار سید نے ۔۔۔ اسی کے واسطے داعی کیئے تیار سید نے
وہ عبدالحی و اسماعیل جو اصحاب سید تھے ۔۔۔ وہ پہلے ہی سے اس کے ہر ارادے کے موید تھے
وہ اس مرشد کے اک اک فیصلے پر صاد کرتے تھے ۔۔۔ نہایت شوق سے تعمیل ہر ارشاد کرتے تھے
جہاد حق کی دعوت کے لئے نکلے خدا والے ۔۔۔ چلے پیغام حق دینے کو تسلیم و رضا والے
بریلی کی فضاؤں میں صدائے جاھدو گونجی ۔۔۔ زمین ہند میں قریہ بہ قریہ کو بہ کو گونجی
اذانیں سرفروشی کی قریب و دور تک پہنچیں ۔۔۔ بریلی سے اٹھیں دلی سے صادق پور تک پہنچیں
یہ سنتے ہی مجاہد کارواں در کارواں آئے ۔۔۔ جواں ہمت بزرگ آئے تو شیر افگن جواں آئے
زن و فرزند کو چھوڑا عزیز احباب کو چھوڑا ۔۔۔ مکان و ملک کو چھوڑا زر و اسباب کو چھوڑا
سبک اندام ہو کر سب خدا کی راہ میں نکلے ۔۔۔ شہادت کے نشے میں حق کی جولانگاہ میں نکلے
بریلی میں اکٹھا ہو گیا اللہ کا لشکر ۔۔۔ یہی لشکر تھا ملت کے شکوہ و جاہ کا لشکر
نہ تخت و تاج کی خاطر نہ ملک و مال کی خاطر ۔۔۔ یہ نکلا تھا فقط اسلام کے اقبال کی خاطر
میں اس لشکر کی عظمت پر فدا ہر شان کر ڈالوں ۔۔۔ جنود قیصر و فغفور کو قربان کر ڈالوں

لشکر کی اعانت میں ایثار و خدمت

خبر پھیلی کہ لشکر کچھ دنوں میں چلنے والا ہے ۔۔۔ چراغ حریت اس ملک میں پھر جلنے والا ہے
فضائے ہند میں پرچم ہیں سرافراز ملت کے ۔۔۔ بریلی میں کھڑے ہیں مستعد جانباز ملت کے
جناب سید احمد قائد و سالار ہے ان کا ۔۔۔ عزیمت کا وہی پیکر علمبردار ہے ان کا
وہ استیصال باطل جس نے دل میں ٹھان رکھا ہے ۔۔۔ جہاد حق کی خاطر جس نے سینہ تان رکھا ہے
وہ جانبازوں کو لیکر ملک یاغستان جائے گا ۔۔۔ وہاں راہ خدا میں جان کی بازی لگائے گا
رسولؐ اللہ کی سنت پہ ہجرت ہونے والی ہے ۔۔۔ یہ قدوسی جماعت نذر ملت ہونے والی ہے

نہ پورا اسلحہ ہے گو نہ کچھ سامان رکھتے ہیں
مگر سینوں کے اندر جذبہ ایمان رکھتے ہیں

نہ ان کے پاس توپیں ہیں نہ ہاتھی ہیں نہ گھوڑے ہیں
نہ زرہیں ہیں نہ بکتر ہیں کمندیں ہیں نہ کوڑے ہیں

فقط اللہ کی نصرت پہ تکیہ کرکے نکلے ہیں
خدائے پاک کے بندے خدا سے ڈر کے نکلے ہیں

یہ سنتے ہی مخیر لوگ ذوق و شوق سے آئے
خدا کے غازیوں کے واسطے جو بن سکا لائے

کوئی نقدی لئے آیا کوئی جنس و رسد لایا
ہر اک ان میں سے اپنی استطاعت بھر مدد لایا

وہ فرزند[226] علی غازی پوری ایثار کا پیکر
ہدایا لے کے وہ حضرت کے پہنچا آستانے پر

کلام اللہ کے نسخے تو اسواری کو دو گھوڑے
کھلے کپڑے کے تھان اور کچھ پہننے کے لئے جوڑے

پھر اس پر مستزاد اپنا وہ اک نور نظر لایا
خدا کی راہ میں قربان کرنے کو پسر لایا

یہ جذبہ تھا مدینہ پاک کی جانباز ماؤں کا
عطیہ راہ حق میں لے کے آتیں مامتاؤں کا

بوقت جنگ یوں خدمت سعادت کیش کرتی تھیں
رسولؐ اللہ کو لا لا کے بچے پیش کرتی تھیں

یہی جذبہ تھا اس غازی پوری شیخ مکرم کا
ستارا اس طرح بھی اس خلوص اندیش کا چمکا

ادھر شیخ الٰہ[227] آباد کا عالم نرالا تھا
بڑے عرصے سے جو سید کی خدمت کرنے والا تھا

وہ بے انداز ساز و برگ لے کر خود ہوا حاضر
بہت سا اسلحہ سید کی خدمت میں کیا حاضر

بہت سے تھان کپڑے کے بہت خیمے قناتیں تھیں
ضرورت کے لئے برتن تھے دیگیں تھیں پراتیں تھیں

تلاوت کے لئے قرآن، پڑھنے کو کتابیں تھیں
سواری کے لئے گھوڑے تھے زینیں تھیں رکابیں تھیں

کنوؤں کے آب کش سامان میں ڈلو و رسن بھی تھے
جناب سید والا کی خاطر پیرہن بھی تھے

جو خیمے تھے انہی میں ایک خاص الخاص تھا خیمہ
یہ تھا حضرت کے رہنے کے لئے مسجد نما خیمہ

رقم اک نقد بھی لا کر بطور نذر دی اس نے
جہاد فی سبیل اللہ میں خدمت یہ کی اس نے

وہ اپنی استطاعت بھر یہ سب سامان تھا لایا
یہ سب کچھ پیش کرکے انکسار اس طور فرمایا

زبوں حالم نہ ہیچ از حق بجز عفو و کرم جویم
متاعم "گر قبول افتد زہے عز و شرف" گویم

سفر ہجرت کی تیاری

وہ دیکھ اے دیدہ مہجور دربار بریلی ہے
نہ قصر شاہ' نے جاگیرداروں کی حویلی ہے

جلال خسروی ہے اور نہ اورنگ سلیمانی
درفش کاویانی ہے نہ مال و جاہ ساسانی

فقط یہ اک فقیر بے نوا کا آستانہ ہے
نہ اس کے پاس تخت و تاج' نے مال و خزانہ ہے

مگر اس کی نوا میں سوز و ساز دلنوازی ہے
زباں میں حق بیانی ہے بیاں میں دلگدازی ہے

وہ دیکھ اس کی صدا پر کس طرح جانباز آئے ہیں
فداکار و مشیر و ہمدم و ہمراز آئے ہیں

ہیں شامل سب امیر و مفلس و نادار بھی ان میں
نظر آتے ہیں علم و فضل کے مینار بھی ان میں

مشائخ بھی ہیں ان میں صاحب ارشاد بھی ان میں
خدائے پاک کے عباد بھی زہاد بھی ان میں

انہی میں نوجواں فولاد میں ڈھالے ہوئے بھی ہیں
سبک اندام بھی ہیں ناز کے پالے ہوئے بھی ہیں

وہ دیکھ اللہ کے ابرار اور احرار بیٹھے ہیں
وہ سب جانیں ہتھیلی پر لئے تیار بیٹھے ہیں

ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو چھوڑے جاتے ہیں
خدا کے واسطے ہر شے سے رشتہ توڑے جاتے ہیں

وہ دیکھ اک مرد خوش منظر سر میدان آیا ہے
وہ جس کے سر پہ توقیر ہمایونی کا سایا ہے

ہر اک غازی کا چہرہ نور ایماں سے چمکتا ہے
عزیمت کا جلال ان کی جبینوں پر دمکتا ہے

یقیں اک اک کے دل میں موجزن ہے کامرانی کا
خلوص اک اک کے سینے میں نہاں ہے جانفشانی کا

نظر اک اک کی ہے اللہ کی بندہ نوازی پر
نشہ طاری ہے جانبازی کا اک اک مرد غازی پر

وہ دیکھ اے دیدہ فکر و تصور لشکر حق ہے
تحیر آفریں جس سے نگاہ چرخ ازرق ہے

یہ لشکر لشکران خسرو و جم سے نرالا ہے
کہ سالار اس کا سالاران عالم سے نرالا ہے

نمایاں گو ہے چہرے پر جلال کشور آرائی
مگر فکر و عمل میں ہے مآل عجز پیرائی

نگاہ و قلب کے اندر سراپا "انکساری" ہے
جبیں پر نقش سجدہ ہے زباں پر حمد باری ہے

تفاخر کا کوئی نعرہ' نہ مغروری کا آوازہ
کہ ایمان و شرافت پر بندھا ہے اس کا شیرازہ

نہ ہے طبل و دہل کا کوئی دل آزار ہنگامہ ——— رباب و چنگ و طنبورہ' نفیری ہے نہ دمامہ
کہیں فخر و تکبر کی نہیں باتیں زبانوں پر ——— سپاس حق کی کیفیت ہے حق کے پاسبانوں پر

لشکر کی روانگی

۱۲۴۸ھ

خدائے لم یزل کی راہ میں ہجرت کا وقت آیا ——— خدا کے سرفروشوں نے وطن سے کوچ فرمایا
بریلی سے جماعت در جماعت کارواں نکلا ——— کوئی حمد و ثنا کرتا کوئی تسبیح خواں نکلا
جماعت سید والا کی سب سے پیشتر نکلی ——— قیادت کی سواری مثل خورشید سحر نکلی
جلو میں اس جماعت کے چلا اللہ کا لشکر ——— یہ تھا اس دور کے دینی شکوہ و جاہ کا لشکر
اٹھائیں اپنے شبدیزوں کی باگیں شہسوارں نے ——— فلک پیمائی کو رخت سفر باندھا ستاروں نے
سواری تھی نہ جن کے پاس وہ سب پا پیادہ تھے ——— یہ سب شوق جہاد حق میں سربرکف نہادہ تھے
یہ سب لشکر براہ دلمئو دریا کے پار اترا ——— اک اک جیش آگے پیچھے ہو کے کشتی میں سوا اترا
سفر کرتا ہوا لشکر گوالیار میں آیا ——— یہاں کچھ روز تک احرار نے آرام فرمایا
یہ دولت راؤ سیندھیہ کی محروسہ ریاست تھی ——— وہ خود بیمار تھا رانی علمدار سیاست تھی
یہاں ہر طرح فرمایا گیا اکرام لشکر کا ——— رہا ملحوظ ہر اعزاز صبح و شام لشکر کا
یہاں کی از سر نو عسکری تنظیم سید نے ——— کہ لشکر پانچ حصوں میں کیا تقسیم سید نے
بنایا میمنہ بھی میسرہ بھی اور ساقہ بھی ——— اور اک حصے کو حیثیت خصوصا قلب کی دے دی
اسی حصے سے وابستہ تھے خود بھی سید والا ——— یہی حصہ تھا اس لشکر کا گویا مرکز اعلیٰ
ہراول کی جماعت پانچواں شعبہ تھا لشکر کا ——— کہ اس رستے میں جس کو فرض ادا کرنا تھا رہبر کا
بنایا شاہ اسماعیل غازی کو امام اس کا ——— دیا اس مرد کامل کو نظام و انصرام اس کا

گوالیار سے اب کوچ فرمانے کا وقت آیا
تو سید نے رحیل کارواں کا حکم فرمایا

ٹونک میں قیام

سفر جاری ہوا لشکر کا صحراؤں کے سینوں پر
بیابانوں کے بیہڑ راستوں' بنجر زمینوں پر
کہیں تھے جھاڑ کانٹوں کے کہیں کنکر نکیلے تھے
کہیں مٹی کے ڈھیر اور ریت کے بے کار ٹیلے تھے
کہیں سایہ' کہیں پانی' کہیں کچھ بھی نہ ملتا تھا
"بواد غیر ذی زرع" کوئی غنچہ نہ کھلتا تھا
سفر جانکاہ تھا گو اور بڑی سفاک راہیں تھیں
مگر ان غازیوں کی اپنی منزل پر نگاہیں تھیں
قدم زن تھے پیاپے سوئے منزل بڑھتے جاتے تھے
کلام اللہ کی آیات اکثر پڑھتے جاتے تھے
بالاخر ٹونک آ پہنچا یہ لشکر خوش خصالوں کا
یہ اک مرکز تھا سید سے عقیدت رکھنے والوں کا
یہاں نواب خود بھی تھا ارادت مند سید کا
اور اک انبوہ لشکر تھا سعادت مند سید کا
یہاں سید نے اک عرصہ جوانی میں گزارا تھا
جہاد و ضرب کا جذبہ یہیں رہ کر نکھارا تھا
ہوئی اس شوق سے سید کے لشکر کی پذیرائی
کہ استقبال پیرائی کو اک خلقت اٹھ آئی
کیا نواب نے سب اہتمام ان کے ٹھہرنے کا
کیا ہر کام جو اس میزبانی میں تھا کرنے کا
مہینہ بھر یہاں احرار نے آرام فرمایا
ادھر نواب نے خدمت میں ہر اقدام فرمایا
ہوا وہ خود بھی بیعت اور اس کا شاہزادہ بھی
بنا سید کا خدمتگار اس کا خانوادہ بھی
نیاز و ناز کا رشتہ ہوا یوں اور بھی گہرا
کہ اہل بیت سید کا یہ آخر مستقر ٹھہرا
بالاخر ٹونک سے آگے سفر کرنے کا وقت آیا
ادھر نواب نے نذرانہ لا کر پیش فرمایا
سواری کے لئے گھوڑے' پہننے کے لئے جوڑے
مصاف و جنگ کی خاطر کمندیں نیمچے کوڑے
مناسب اسلحہ حسب ضرورت پیش فرمایا
زر و مال و گہر بھی نذر بیش' از بیش فرمایا
وداع لشکر دیں کو چلا خود ٹونک کا والی
سمجھتا تھا اسے اک فخر امیر الدولہ العالی
وہ آیا دور تک ان اہل حق کی ہمرکابی میں
اضافہ ہو گیا یوں اس کی خود دولت مآبی میں
دم رخصت کہا نواب نے اے پیر حقانی
ہمیشہ آپ پر برسا کرے اکرام ربانی

مرے پاس آ کے جیسے آپ نے کی عزت افزائی
مجھے خدمت کا حق دے کر مری توقیر فرمائی
گزارش ہے مجھے پردیس میں بھی یاد رکھئے گا
مجھے بھی گوشہ دل میں کہیں آباد رکھئے گا
مرے لائق جو خدمت ہو مجھے ارشاد فرمائیں
ضرورت کے لئے اس بے نوا کو یاد فرمائیں
اگر خادم کو اس لائق کبھی سمجھا نہ جائے گا
علاقہ ربط باہم کا یہ باقی رہ نہ پائے گا

ٹونک سے حیدر آباد (سندھ)

یہاں سے اگلی منزل کو چلے اللہ کے غازی
جنہیں اس دور میں حق نے عطا کی تھی سرافرازی
کٹھن راہوں کی جاں فرسا مسافت کٹتی جاتی تھی
وطن کی سرزمیں ہر لحہ پیچھے ہٹتی جاتی تھی
کہیں رکتا، کہیں چلتا، کہیں آرام فرماتا
چلا جاتا تھا لشکر شوکت اسلام دکھلاتا
نکل کر ٹونک سے اجمیر آ پہنچے خدا والے
تھکن سے چور تھا کوئی کسی کے پاؤں میں چھالے
بدن افگار تھے لیکن بشاشت تھی جبینوں پر
برستی تھی سکینت ہی سکینت ان کے سینوں پر
یہاں بھی دیکھنے لشکر کو اک جم غفیر آیا
سعادت کوش دینداروں نے بیعت کا شرف پایا
یہاں سے پھر سفر جاری ہوا اللہ والوں کا
کہ اگلی منزلیں تکتی تھیں رستہ ان جیالوں کا
ادھر صحرا نے پھیلایا ہوا تھا جال وحشت کا
بیاباں نے بچھا رکھا تھا دامن خوف و دہشت کا
جہاں اک اک قدم پر ریت ان کے پاؤں پڑتی تھی
عقیدت سے بچھی جاتی تھی پیروں کو پکڑتی تھی
کہ میں نے آج تک دیکھی نہیں رہگیر کی صورت
نہ ایسے جاں نثاروں کی نہ ایسے پیر کی صورت
نکیلے خار رہ رہ کر کہیں دامن پکڑتے تھے
گھنے جنگل پذیرائی کے جذبے سے سکڑتے تھے
درختوں کے گھنیرے جھنڈ رستہ روک لیتے تھے
سلامی کو جھکے جاتے تھے اور چلنے نہ دیتے تھے
یہ ارض راجپوتانہ جو پانی کو ترستی تھی
یہاں بادل سے پانی کی جگہ وحشت برستی تھی
ہوائیں چیختی تھیں چار جانب بھوت کی صورت
زمیں رستے سے بھٹکاتی تھی خود طاغوت کی صورت
نہ کوئی ہمنوا ملتا، نہ کوئی ہم سخن ملتا
کہیں ملتا اگر کوئی تو وہ بھی راہزن ملتا

بڑے صبر آزما دن تھے بڑی بے درد راتیں تھیں — کڑے کوسوں کی منزل تھی غم افزا وارداتیں تھیں
مگر جانباز شیروں کے قدم رکنے نہ پاتے تھے — مصائب کو کچلتے سوئے منزل بڑھتے جاتے تھے
گزر کر راجپوتانے کے صحرا کے شراروں سے — چلے آگے نکل کر مارواڑی خارزاروں سے
بالآخر سرزمین سندھ میں داخل ہوا لشکر — خدا کا ذکر کرتا حیدرآباد آ گیا لشکر

حیدر آباد سے پیر کوٹ

یہاں تب دودمان تالپور کی حکمرانی تھی — انہی میروں کی ان ایام میں یہ راجدھانی تھی
انہوں نے کی بڑی الفت سے لشکر کی پذیرائی — عقیدت سے جہاں تک ہو سکی توقیر فرمائی
ضیافت کے لئے سامان بھیجا میرزادوں نے — تحائف نقد و شیرینی کے بھیجے خوش نہادوں نے
کوئی دس دن یہاں رہ کر روانہ ہو گیا لشکر — دلوں میں بیج حریت کے آ کر بو گیا لشکر
ضعیف و ناتواں بھیجے گئے مہران[۲۳۰] کے رستے — چلا باقی کا لشکر ساحلی میدان کے رستے
شمالی سمت کو جاری رہی یہ جادہ پیمائی — اور اک دن اگلی منزل جا کے رانی پور میں آئی
یہاں اک مرشد مردان حق آگاہ کو دیکھا — زعیم سندھ[۲۳۱]، سید صبغتہ اللہ شاہ کو دیکھا
وہ جس کا زہد و تقویٰ تھا فلاح و خیر کا مخزن — وہ جس کی ذات تھی ہر بے نوا کی سندھ میں مامن
وہ دین حق کی خاطر جذبہ اخلاص رکھتا تھا — رہ حق میں فدا کاری کا جوش خاص رکھتا تھا
سیاسیات ارض سندھ پر بھی تھی نظر اس کی — علاقے بھر میں شخصیت تھی خاصی معتبر اس کی
ادھر پنجاب[۲۳۲] کے سکھوں کا خطرہ بڑھتا جاتا تھا — ادھر انگریز کی قوت کا سورج چڑھتا جاتا تھا
انہی خطروں سے ملت کے تحفظ کی ضرورت تھی — مگر مسلم رئیسوں میں عداوت تھی کدورت تھی
کوئی ان میں سے باطل کے مقابل آ نہ سکتا تھا — مصاف جنگ میں جوہر کوئی دکھلا نہ سکتا تھا
مگر اس مرد حق نے ساری صورت بھانپ رکھی تھی — اور اپنی ساری کاوش مصلحت سے ڈھانپ رکھی تھی
بنا رکھی تھی البتہ جماعت جاں نثاروں کی — فداکاروں کی دینداروں کی حریت شعاروں کی

جہاد حق کی خواہش ان کے دل میں پلتی رہتی تھی — انہی کے دم سے حریت کی مشعل جلتی رہتی تھی
یہی تھی سندھ میں پہلی جماعت "حر"[۲۳۳] جوانوں کی — ہوئی تجدید جس کے دم سے پچھلی داستانوں کی
یہ سب کچھ اس خدا والے کی حریت نوازی تھی — یہ آنے والے وقتوں کے لئے اک چارہ سازی تھی
ملاقات اس خدااندیش سے سید نے فرمائی — وہ جس نے کی بڑے جوش محبت سے پذیرائی
بڑا اعزاز اس نے سید والا کا فرمایا — اسی کی میزبانی میں یہ لشکر پیر کوٹ آیا
یہ مرکز تھا خدائے پاک کے آزاد بندوں کا — حق اندیشوں حق آگاہوں جیالوں حق پسندوں کا

پیر کوٹ سے شکار پور اور کوئٹہ

ضیافت تین دن ہوتی رہی مردان غازی کی — جناب صبغۃ اللہ شاہ نے مہماں نوازی کی
رسد بانٹی گئی پھر حسب سابق اہل لشکر میں — قناعت ہی قناعت کا سماں تھا قافلے بھر میں
بالاخر تیرہ دن کے بعد کی لشکر نے تیاری — شمالی سندھ کی جانب سفر پھر سے ہوا جاری
اتر کر پار دریا کے چلا پھر کارواں آگے — کہ باقی تھے ابھی طے کرنے والے ہفت خواں آگے
گزرتے ندیوں سے، کرتے نالوں کو عبور آئے — زمینوں کی طنابیں کھینچتے اشکار پور آئے
یہاں رک کر سفر کی ہر تھکن کو دور فرمایا — مواعظ سے جوانمرادن حق کا خون گرمایا
یہاں سے اگلی منزل کی طرف پھر سے کمر باندھی — ڈرا سکتا نہ تھا ان کو کوئی طوفاں کوئی آندھی
وہ خود اک تند رو طوفان کی صورت میں چلتے تھے — اور اس رستے کی ہر آفت کو راحت میں بدلتے تھے
ہر اک غازی خدا کے راستے میں بڑھتا جاتا تھا — توکلنا علی اللہ تعالیٰ پڑھتا جاتا تھا
بیابانوں سے نکلے دلدلوں کو پاٹتے گزرے — پہاڑی گھاٹیوں کی ہر رکاوٹ کاٹتے گزرے
انہیں الفت سے کندھوں پر اٹھایا کوہساروں نے — دیا دامن کا سایہ شوق سے سنگیں حصاروں نے
یہ رستہ تھا کہستان بلوچستان کا رستہ — نہایت پرخطر تھا درہ بولان کا رستہ
جہاں دونوں طرف اونچے پہاڑوں کی تھیں دیواریں — بھیانک گھاٹیاں ظالم چٹانیں چیختی غاریں

جہاں ہر ہر قدم پر رہزنوں کی تھیں کمیں گاہیں — کہ لوٹیں رہروؤں کو جس طرح چاہیں جہاں چاہیں
یہ جاں لیوا سفر بھی چلتے چلتے کٹ گیا آخر — تن و جاں کی اذیت کا یہ بادل چھٹ گیا آخر
بلوچستان کا دارالحکومت کوئٹہ آیا — پہنچ کر سید والا نے یاں لشکر کو ٹھہرایا

کوئٹہ سے قندھار اور غزنی

یہاں کا حکمراں اک نیک خو مرد مسلماں تھا — جسے خود بھی جہاد دین کا شوق فراواں تھا
ملا پیغام اسے تو سید والا کے پاس آیا — نیاز و آرزو مندی سے بیعت کا شرف پایا
نہایت شوق سے مرشد کے لشکر کی ضیافت کی — دکھائی شان اپنے انکسار‘ اپنی شرافت کی
جہاں تک ہو سکا خدمت وہ لشکر کی بجا لایا — پھر اک دن عجز سے یوں لب پہ حرف مدعا لایا
کہ یا سید مجھے بھی اذن دیجے ساتھ چلنے کا — رہ حق میں فدا ہو کر مقدر کو بدلنے کا
یہ جذبہ دیکھ کر مومن کا سید نے یہ فرمایا — بلا لیں گے یقیناً آپ کو‘ جیسے ہی وقت آیا
مگر فی الحال آپ اپنی جگہ آرام فرمائیں — اور اپنی منصبی خدمت یہاں رہ کر بجا لائیں
ادھر قندھار کو بھیجا ہوا قاصد بھی لوٹ آیا — وہ پروانہ اجازت کا امیر وقت سے لایا
خبر پا کر کیا سید نے اب تیار لشکر کو — اٹھا کر کوئٹہ سے لے گئے قندھار لشکر کو
یہاں کے خان زادوں نے بڑی تعظیم فرمائی — مجاہد غازیوں کی والہانہ کی پذیرائی
یہ خطہ یوں بھی جانبازوں جیالوں کا علاقہ ہے — یہ میدان وغا گرمانے والوں کا علاقہ ہے
جوان و پیر لشکر کی سواری دیکھنے آئے — وہ جانبازوں کا شوق جاں سپاری دیکھنے آئے
وہ حیراں تھے کہ اب بھی ہند میں وہ لوگ باقی ہیں — جو خود جام و سبو‘ خود میکدہ ہیں‘ خود ہی ساقی ہیں
ابھی اس راکھ کی چنگاریاں شعلہ بداماں ہیں — ابھی ٹوٹی طنابوں میں وہی خیموں کے ساماں ہیں
انہوں نے ان جوانمردوں کو دیکھا شوق و حیرت سے — تھے جن کے رخ منور جذبہ ایمان و غیرت سے
جہاد فی سبیل اللہ کا چرچا یہاں پھیلا — یہ ذکر جاں فزا کوہ و کمر کے درمیاں پھیلا

یہ سنتے ہی جواں ہمت مجاہد سربکف آئے
جوار و قرب سے بھی شہر سے بھی صف بہ صف آئے

ہوا تیار پورا جیش یوں قندھار والوں کا
ہوا لشکر میں شامل قافلہ یہ بھی جیالوں کا

اٹھائیں سید والا نے باگیں اگلی منزل کو
چلا اپنے جلو میں لے کے جانبازان کامل کو

چلے غازی کلوخ و سنگ کو زیر و زبر کرتے
پہاڑوں کے نشیبوں اور فرازوں پر سفر کرتے

گزرتے وادیوں' سنسان دروں' تنگناؤں سے
چلے اٹکھیلیاں کرتے کہستانی فضاؤں سے

۲۳۴ھ

بالآخر بلدہ غزنی میں آ ٹھہرے خدا والے
یہاں روضہ میں ڈیرے لشکر اسلام نے ڈالے

غزنی سے کابل

یہ روضہ ہے مبارک خوابگاہ اس مرد غازی کی
ابھی تک ہند پر ہیبت ہے جس کی ترکتازی کی

لرز جاتا ہے جس کا نام سن کر سومنات اب بھی
مسلسل کانپتے ہیں ہند کے لات و منات اب بھی

مثال اس کی وغا فرمائیوں کی مل نہیں سکتی
نظیر اس کی جہاد آرائیوں کی مل نہیں سکتی

جوانمردوں کو یاد آئیں جوانمردوں کی یلغاریں
تصور میں سنیں خونریز تلواروں کی جھنکاریں

نظر آئے جواں بجلی کی صورت کوندنے والے
زمین ہند گھوڑوں کے سموں سے روندنے والے

یہاں اس شیر کے تذکار نے لشکر کو گرمایا
ہر اک غازی میں سربازی کا تازہ جوش اٹھ آیا

یہاں سے تیسرے دن سوئے کابل چل دئے غازی
وہی تکبیر کے نعرے وہی جذبات جانبازی

اسی دھن میں لگی کٹنے مسافت کوہساروں کی
ہوئی آسان منزل سب پیادوں کی سواروں کی

سوئے کابل سفر کرتے ہوئے بڑھتے ہوئے آئے
خدا کا ذکر فرماتے رجز پڑھتے ہوئے آئے

۲۳۵ھ

نواح بلدہ کابل میں جس دم کارواں پہنچا
خود استقبال کرنے کے لئے سلطان خاں پہنچا

اسے جیسے ہی سید کا رخ انور نظر آیا
تقاضائے ادب سے اپنے گھوڑے سے اتر آیا

جو تھے ہمراہ اس کے سب اتر آئے سواری سے
گلے آ کر ملے حضرت سے سارے باری باری سے

بڑے اکرام سے کی سارے لشکر کی پذیرائی
انہیں خوش قسمتی سے دولت بیدار ہاتھ آئی

انہوں نے حضرت اقدس کا خوب اکرام فرمایا
کشادہ باغ میں لے جا کے سب لشکر کو ٹھہرایا

افغانستان کی اجمالی کیفیت

دیار ملت افغان جاں بازوں کا مسکن ہے
جوانمردی کے رخشندہ زر و گوہر کا مخزن ہے

امانت دار ہے محمود کی شمشیر بازی کا
یہ شاہد ہے قشون بابری کی ترکتازی کا

یہ بازی گاہ تھی جنگ آزما غوری دلیروں کی
سنی جاتی تھی گونج اجمیر تک افغان شیروں کی

جب ابدالی نے جولانگاہ پانی پت بنائی تھی
یہیں سے اٹھ کے سرکش مرہٹوں کی گت بنائی تھی

یہی کوہ و دمن تھے غازیوں کی پرورش گاہیں
نکلتی تھیں یہیں سے سطوت اسلام کی راہیں

شجاعت اور تہور کے یہیں جذبات پلتے تھے
یہیں سے غیرت ایماں کے چشمے ابلتے تھے

مگر بدقسمتی سے اب وہ صورت ہی نہ تھی باقی
مفاد ذات تھا دینی حمیت ہی نہ تھی باقی

وہی نسلی تفاخر کا الاؤ جلتا رہتا تھا
وہی فخر و مباہات و تکبر چلتا رہتا تھا

قبائل کی وہی عصبیتیں آتش بداماں تھیں
دلوں میں انتقامی خواہشیں راحت کا ساماں تھیں

یہ حالت تھی کہ بھائی بھائی سے ٹکراتا رہتا تھا
دیئے تھے زخم جو بھائی نے وہ سہلاتا رہتا تھا

باہم آویزشوں نے توڑ رکھی تھی کمر ان کی
کسی دشمن کی جانب اٹھ نہ پاتی تھی نظر ان کی

انہی حالات نے سکھوں کو یہ جرات دلائی تھی
کہ سرحد میں بسلط آ کر انہوں نے بھی بچھائی تھی

تھی شہرت ہر طرف رنجیت سنگھ کی تیغ بازی کی
بٹھا رکھی تھی اس نے دھاک اپنی ترکتازی کی

یہ سب افغان اس "یک چشم" کی قوت سے ڈرتے تھے
یہ گھوڑے اور شکاری باز اس کی نذر کرتے تھے

یہ دشمن کی تو اک چھوٹی سی دھمکی سہ نہ سکتے تھے
ولیکن بھائیوں میں آشتی سے رہ نہ سکتے تھے

اسی باعث یہاں اک بے حسی اور بے یقینی تھی
سراپا بد دلی، کم ہمتی، کوتاہ بینی تھی

سید صاحب کی افغان اتحاد کی کوشش

یہ صوت سید سادات کے دل پر گراں گزری ۔۔۔ یہاں جو بھی گھڑی گزری بڑی حسرت نشاں گزری
یہ خواہش تھی کہ ہو جائے مکمل اتحاد ان میں ۔۔۔ کسی صورت سے پیدا ہو سکے جوش جہاد ان میں
یہ آوارہ خرام آہو سراپا رام ہو جائیں ۔۔۔ کدورت چھوڑ کر سب خادم اسلام ہو جائیں
یہ اک بکھری ہوئی قوت کسی صورت بہم کر لیں ۔۔۔ یہ باغی ٹولیوں کو ملت بیضا میں ضم کر لیں
جناب سید والا نے ہر تدبیر فرمائی ۔۔۔ فلاح و خیر کی سب دوستوں کو بات سمجھائی
ہر اک کے سامنے سب صورت حالات کو رکھا ۔۔۔ نظر میں وقت کی ساری ضروریات کو رکھا
ہر اک کو اتحاد قوم کی برکات سمجھائیں ۔۔۔ نفاق و انتشار و بغض کی آفات بتلائیں
جہاد و سرفروشی پر بھی متوجہ کیا سب کو ۔۔۔ خلوص قلب و جاں سے درس حریت دیا سب کو
بیاں فرمائی غایت اپنے ہجرت کرکے آنے کی ۔۔۔ کڑے کوسوں کی منزل مارنے زحمت اٹھانے کی
مگر افسوس ہر اک نے سنی بھی ان سنی کر دی ۔۔۔ کسی میں بھی ہوئی پیدا کوئی جرات نہ پامردی
نہ باہم اتفاق و امن کی صورت نظر آئی ۔۔۔ نہ ملنے کے لئے راضی ہوئے بارک زئی بھائی
ہوا تیار کوئی بھی نہ سید کی حمایت پر ۔۔۔ توجہ کی نہ بدبختوں نے حضرت کی ہدایت پر
کوئی ان میں سے اپنے خول سے باہر نہیں نکلا ۔۔۔ ہر اک بے حس نظر آیا' ہر اک کوتاہ بیں نکلا

کابل سے پشاور

خدا کے لشکری کابل (۱۲۳۶ھ) میں پینتالیس دن ٹھہرے ۔۔۔ اذان حق سے لیکن کان خانوں کے رہے بہرے
کسی کے دل میں کوئی غیرت دینی نہیں جاگی ۔۔۔ کم از کم آرزوئے مصلحت بینی نہیں جاگی
یہ سید کے لئے ازبسکہ یاس انگیز صورت تھی ۔۔۔ بڑی دلدوز حالت تھی ملال آمیز صورت تھی
اٹھایا آپ نے رخت سفر ان سنگزاروں سے ۔۔۔ لئے لشکر نکل کر چل دئے ان کوہساروں سے
نکل کر درہ خیبر سے آ پہنچے پشاور (۱۲۳۷ھ) میں ۔۔۔ تھکن کا شائبہ تک تھا نہ مردان دلاور میں

پشاور سے روانگی

[۲۳۸]
پشاور میں رہے کچھ روز یہ اللہ کے غازی — دلوں میں موجزن تھا ان کے جوش معرکہ بازی
نہ آئے تھے پہاڑوں پر سیاحت کے ارادے سے — نہ ٹھہرے تھے یہاں آرام و راحت کے ارادے سے
وہ نکلے تھے خدا کے نام پر گردن کٹانے کو — وہ آئے تھے رہ اسلام میں جانیں لڑانے کو
وہ آئے تھے پٹھانوں کو یہاں بیدار کرنے کو — جہاد حریت کے واسطے تیار کرنے کو
اسی مقصد سے سید نے یہاں سے کوچ فرمایا — مبارک کارواں ان کا پشاور سے نکل آیا
شتر پر تھا سوار اس کاروان قدس کا رہبر — وہ پاکیزہ نفس مومن جناب سید اکبر
شتر کے واسطے تھی باعث انداز سرمستی — امام ملت اسلامیان ہند کی ہستی
بالآخر رود[۲۳۹] کابل کے کنارے کارواں اترا — چمکنی گھاٹ پر آ کر گروہ غازیاں اترا
یہاں سے عسکر سید نے دریا پار فرمایا — زمین ہشت نگری[۲۴۰] کو سعادت بار فرمایا
گزر کے گھاٹ سے آگے بڑھے اللہ کے غازی — زبانوں پر کلام اللہ دلوں میں جوش جانبازی

استقبال

نواحی بستیوں میں جب صدائے کارواں گونجی — پہاڑوں میں جونہی بانگ درائے کارواں گونجی
وفور شوق سے یوں لوگ نکلے دید کی خاطر — نگاہیں جیسے اٹھتی ہیں ہلال عید کی خاطر
سب استقبال کرنے کارواں در کارواں آئے — امیر و مفلس و مرد و زن و پیر و جواں آئے
بڑی مدت ہوئی تھی ان کو غیروں کے ستم سہتے — ہوا تھا ایک عرصہ[۲۴۱] یورشوں کے رنج و غم سہتے
اجیرن ہو گئی تھی زندگی اغیار کے ہاتھوں — پریشاں تھے عدو کی پے بہ پے یلغار کے ہاتھوں
تھی ان کی آنکھ بیتابی سے محو انتظار اب بھی — "کہ آجائے کوئی "رخش عزیمت" پر سوار اب بھی"
کوئی اللہ والا آسمانوں سے اتر آئے — اور ان کی زندگی کی مشکلیں آسان فرمائے
خبر جب سے ملی تھی حضرت سید کے آنے کی — بندھی تھی ان کو کچھ امید اطمینان پانے کی

وفور شوق سے لپکے وہ دل آرام کی جانب — بڑی تیزی سے دوڑے لشکر اسلام کی جانب
جبینوں پر کرن امید کی جلوے دکھاتی تھی — کہیں سرگوشیوں میں اس طرح آواز آتی تھی

"بیا پیدا خریدار است جان ناتوانے را
پس از مدت گزر افتاد بر ما کاروانے را" (اقبال)

جونہی رستے پہ سید کا مبارک کارواں آیا — اور ان بے تاب مشتاقان دیں کے درمیاں آیا
اچانک نعرہ تکبیر سے ساری فضا گونجی — پہاڑوں کی چٹانوں میں جوانوں کی صدا گونجی
زیارت کی غرض سے سیل مشتاقاں اُمڈ آیا — ہر اک نے سبقت الخیرات کا اظہار فرمایا
ہر اک یہ چاہتا تھا کچھ تبرک ہاتھ آ جائے — یہ خواہش تھی کہ بخشش کا کوئی سامان پا جائے
عجب یہ وقت تھا طاری تھی اک دیوانگی سب پر — عقیدت کے نشے میں پل پڑے سید کے مرکب پر
شتر کی پشت پر تھا زین پوش اک جھالروں والا — کہ جس سے مرکب خوش بخت کی تھی شان دوبالا
بڑھے اور بڑھ کے بہتوں نے نکالے تار جھالر کے — ادھر کچھ بال دم کے آ گئے تھے ہاتھ اکثر کے[۲۴۲]
جسے کچھ بھی نہ ہاتھ آیا اسے سوجھی تو یہ سوجھی — محبت سے اٹھالی اونٹ کے پاؤں کی مٹی ہی
گھروں کو لوٹتے جاتے تھے اور نازوں سے چلتے تھے — تبرک تھے جو پاس ان کے وہ سر آنکھوں پہ ملتے تھے
یہ جوش عشق تھا اللہ کے ان سادہ بندوں کا — یہ پہلا منظر جاں آفریں تھا حق پسندوں کا

چارسدہ میں ورود مسعود

عشاء کے وقت وارد چارسدے میں ہوئے غازی — لگانے آئے تھے جو دیں کی خاطر جان کی بازی
ہوا بستی سے باہر ایک میداں میں قیام ان کا — سر میدان اترا رہبر والا مقام ان کا
شب اول رسد[۲۴۳] کی گرچہ ان کے پاس قلت تھی — مگر یہ صابر و شاکر مسلمانوں کی ملت تھی
بنا رکھا تھا نصب العین دیں کی بالا دستی کو — بھلا خاطر میں لا سکتے تھے کیونکر فاقہ مستی کو
نہ گھبراہٹ تھی عسرت پر نہ غربت پر ملال ان کو — رضا و صبر کا اللہ نے بخشا تھا کمال ان کو

وہ اللہ کے لئے دنیا کے بندھن توڑ آئے تھے ۔۔۔ وہ سب سامان ہزاروں میل پیچھے چھوڑ آئے تھے
خدائے پاک نے بخشا تھا جانبازی کا جوش ان کو ۔۔۔ نہ ان کو نیند پیاری تھی نہ تھا کھانے کا ہوش ان کو
نہ چہروں پر ملال ان کے نہ جسموں میں تھکن کوئی ۔۔۔ نہ آلام و مصائب سے جبینوں پر شکن کوئی
ادب سے بستر سید کے گردا گرد بیٹھے تھے ۔۔۔ یہ گویا مکتب عرفان میں شاگرد بیٹھے تھے
ادھر سے حکمت و عرفان کا سیلاب جاری تھا ۔۔۔ ادھر اک وجد کا عالم ہر اک غازی پہ طاری تھا
کبھی تسبیح کی باتیں کبھی شمشیر کی باتیں ۔۔۔ بڑی جاں آفریں تھیں غازیوں کے پیر کی باتیں
ہمہ تن گوش تھے ارشاد سید سنتے جاتے تھے ۔۔۔ سرور و کیف کی تاثیر سے سر دھنتے جاتے تھے
کچھ اطمینان ایسے مل رہا تھا حق شعاروں کو ۔۔۔ کہ بارش سے سکوں ملتا ہے جیسے ریگزاروں کو
اسی عالم میں شب خوابی کا بھی ہنگام آ پہنچا ۔۔۔ مجاہد غازیوں کو نیند کا پیغام آ پہنچا
دیا فرمان سید نے کہ سب آرام فرمائیں ۔۔۔ مگر کچھ لوگ خدمت پہریداری کی بجا لائیں
اشارہ پا کے خوابوں کے جہاں میں کھو گئے غازی ۔۔۔ تھکے ماندے ہوئے تو تھے ہی آخر سو گئے غازی
وہ اکثر بستر سید کے گردا گرد[۲۴۴] لیٹے تھے ۔۔۔ کسی نے پاؤں پھیلائے کسی نے کچھ سمیٹے تھے
کسی نے سر کسی کے پاؤں کی جانب ٹکایا تھا ۔۔۔ کسی نے دوسرے کی پشت سے پہلو ملایا تھا
نہایت بے تکلف سو رہے تھے خاک کے اوپر ۔۔۔ فرشتے لکھ رہے تھے نیکیاں افلاک کے اوپر
یہ جانبازوں کی الفت کا اخوت خیز منظر تھا ۔۔۔ خدا کے پاک بندوں کا وفا آمیز منظر تھا
مقرر تھے ادھر جو لوگ شب کی پاسبانی پر ۔۔۔ بڑے چوکس تھے اور مسرور تھے اس جانفشانی پر

نماز تہجد اور دعا

یہ سب لشکر تہجد کے لئے اٹھنے کا عادی تھا ۔۔۔ کہ اک اللہ والا ان جوانمردوں کا ہادی تھا
اٹھا جب مرشد کامل تو غازی جاگ اٹھے سارے ۔۔۔ در حق کی حضوری کو نمازی جاگ اٹھے سارے
وضو کے بعد ہر اک نے سعادت کا شرف پایا ۔۔۔ سبھی نے ساتھ مرشد کے قیام اللیل فرمایا

تہجد سے ہوئے فارغ تو سید نے یہ فرمایا — عزیزان گرامی اب دعا کا وقت ہے آیا
یہ کہہ کر حضرت والا نے دونوں ہاتھ پھیلائے — مریدوں نے بھی اپنے ہاتھ اس کے ساتھ پھیلائے
برہنہ سر ہوا سید' زباں سے یوں دعا نکلی — دل پردرد کی گہرائیوں سے یہ صدا نکلی
خداوندا رحیما بے نیازا قادرا شاہا — الٰہا خالقا ربا کریما اور ذی جاہا
ترے دربار میں آئے ہیں تیرے بے نوا بندے — ترے در کے بھکاری تیرے محتاج و گدا بندے
سوا تیرے نہ کوئی حامی و دمساز رکھتے ہیں — فقط تیرے ہی الطاف و کرم پر ناز رکھتے ہیں
جو تو چاہے تو تپتے ریگزاروں کو چمن کر دے — سلگتے پتھروں کو باعث رشک سمن کر دے
تری درگاہ میں ہم جھولیاں پھیلا کے بیٹھے ہیں — مرادیں مانگنے والے سوالی آ کے بیٹھے ہیں
تمنا ہے حکومت کی نہ صولت کے پجاری ہیں — نہ شہرت کی ہوس ہے اور نہ دولت کے پجاری ہیں
فقط تیری رضا کے واسطے گھر بار چھوڑے ہیں — فقط تیرے لئے رشتے زمانے بھر سے توڑے ہیں
فقط اسلام کی خاطر وطن سے دور آئے ہیں — یہ تحفہ بے نوا کمزور سی جانوں کا لائے ہیں
خداوندا کرم کی اک نظر ان بے نواؤں پر — کرم کر دے فقیروں پر کرم کر دے گداؤں پر
ہمارے خدمت دیں کے ارادے پختہ تر کر دے — ہماری عاجزانہ کوششوں کو بارور کر دے
دعا کرتا تھا سید اور سب آمین کہتے تھے — وفور سوز و رقت سے ہر اک کے اشک بہتے تھے
دعا کا سلسلہ تھا کیف کے عالم میں طولانی — رہی تا دیر جاری غازیوں کی اشک افشانی
دعا ہوتی رہی سوز و گداز و دل فگاری سے — نہایت عجز و الحاح و نیاز و آہ و زاری سے
بالآخر رحمت رحمان ایسے جوش پر آئی — کہ ہر غازی کے دل میں جذب و مستی عود کر آئی
سرور[٢٤٥] و وجد و حال ان کا بیاں میں آ نہیں سکتا — کچھ ایسا کیف طاری تھا کہ لکھا جا نہیں سکتا

دعا کے بعد اک چھوٹا سا وعظ عام فرمایا
پھر اس کے بعد سید نے ذرا آرام فرمایا

نماز فجر

ادھر جب پو پھٹی انوار پھیلے کوہساروں پر — سپیدی صبح کی ابھری فلک کے سب کناروں پر

سحر کے ساتھ کہساروں میں آواز اذاں گونجی — مکاں کو مرتعش کرتی میان لامکاں گونجی

مجاہد کی اذاں بھی صور اسرافیل ہوتی ہے — کہ جس سے امتحان عشق کی تکمیل ہوتی ہے

ازل کے سونے والوں کو جگاتی ہے پکار اس کی — جلا دیتی ہے مردوں کو صدائے کارزار اس کی

دیا پیغام بیداری سحر نے خواب گاہوں کو — بریشم کے لحافوں سے نکالا کج کلاہوں کو

جگایا دشت و در کو اور دریا کو روانی دی — ضعیفی کو توانائی بڑھاپے کو جوانی دی

نشیبی وادیوں کو سوز و ساز زندگی بخشا — پہاڑوں کی چٹانوں کو فراز زندگی بخشا

شبستانوں کو لرزایا صنم خانوں کو تھرایا — اذان مرد مومن نے سحر کا نور پھیلایا

پرندوں نے بھی شبنم پی کے کرلیں صاف منقاریں — اٹھیں ان کی زبانوں سے بھی حمد حق کی چہکاریں

اٹھے جانباز دو رکعت ادا کرنے کی نیت سے — جو آئے تھے یہاں جانیں فدا کرنے کی نیت سے

صفیں باندھی گئیں تکبیر اولیٰ کی صدا سن کر — خدا والوں نے نیت کرکے باندھے ہاتھ سینوں پر

نیاز انی وجہت نے یکسوئی عطا کر دی — خدا نے پاکبازوں کے دلوں میں معرفت بھر دی

کھڑے تھے مقتدی پیچھے اور آگے تھا امام ان کا — سر میداں حضور رب کعبہ تھا قیام ان کا

بدن تھے فرش پر ان کے تو روحیں عرش پیما تھیں — دلوں میں سوز عبدیت زبانیں حمد فرما تھیں

مجسم خشیۃ اللہ تھا قیام ان کا قعود ان کا — سراپا سوز و رقت تھا رکوع ان کا سجود ان کا

کلام اللہ کے ڈر سے اندھیرا بھاگا جاتا تھا — وفور شوق سے دن کا اجالا دوڑا آتا تھا

سماں ایسا بندھا تھا پاک بازی پاک بینی کا — کہ نقشہ کھچ گیا تھا خلد کی خلوت گزینی کا

ہوا اللہ والوں کا یہ نذرانہ تمام آخر — کہا اک دوسرے کو سب نے الفت کا سلام آخر

نماز فجر سے پائی فراغت حق شعاروں نے — دعا کے واسطے پھر ہاتھ اٹھائے جاں نثاروں نے

بہت لمبی دعا اک بار پھر سید نے فرمائی — خدائے پاک کی درگاہ میں فریاد پہنچائی
اذاں سن کر بہت سے لوگ بستی سے بھی آئے تھے — سعادت کے لئے جن کو فرشتے کھینچ لائے تھے
انہیں بھی اقتدائے مردِ کامل کا شرف پہنچا — انہیں بھی مل گیا حصہ خدا کے لطف و رحمت کا

بیعتِ عام

ادھر مشرق کی جانب سے سحر کا آفتاب ابھرا — فلک کے بحر بے پایاں پہ رخشندہ حباب ابھرا
امیر[۲۴۷] ہشت نگری نے بھی چھوڑا کاروبار اپنا — سحر کے بعد نکلا چھوڑ کر بالا حصار اپنا
عقیدت سے خلوص و شوق سے میدان میں آیا — اور آ کے سید والا کی بیعت کا شرف پایا
عوام الناس اس کے ساتھ بھی دیوانہ وار آئے — ہجوم اندر ہجوم آئے قطار اندر قطار آئے
کچھ اس کثرت سے آ پہنچے تھے شائق بے قراری سے — بڑا مشکل ہوا بیعت کا لینا باری باری سے
دوپٹے سے بندھے بیعت[۲۴۸] کے رشتے ساتھ سید کے — ادھر تھے ہاتھ لوگوں کے ادھر تھے ہاتھ سید کے
اسی صورت ہوئی بیعت تمام ان حق سرشتوں کی — ہوئیں مضبوط گرہیں اس طرح ایماں کے رشتوں کی

لشکرِ اسلام کی ضیافتیں

ضیافت صید خاں نے پہلے دن لشکر کی فرمائی — پھر اس کے بعد باری دوسرے حضرات کی آئی
ہوا اصرار پھر کھانے کی خاطر عام دعوت کا — لگا دینے وہاں ہر آدمی پیغام دعوت کا
مگر غازی اکٹھی دعوتوں پر جا نہ سکتے تھے — ادھر ان کا پیامِ شوق بھی ٹھکرا نہ سکتے تھے
کیا کچھ ٹولیوں میں قافلہ تقسیم سید نے — دکھائی اس طرح سے عسکری تنظیم سید نے
ہر اک داعی کے ساتھ اک اک جماعت اس طرح ہو لی — کسی میں تیس کی ٹولی کہیں چالیس کی ٹولی
اسی ترتیب سے داعی جماعت لے کے جاتے تھے — اور اپنی اپنی باری سے انہیں کھانا کھلاتے تھے
رہی لشکر کی دو ہفتے رہائش چارسدے میں — یہ تھی مہماں نوازی کی نمائش چارسدے میں
یہاں کچھ مشورے جنگی بھی فرماتا رہا سید — کبھی دیہات کے دورے پہ بھی جاتا رہا سید

جاسوس کی گرفتاری

سپاہ حق میں کچھ دو سو سے بھی اوپر تھے قندھاری — وہ جن کی سید والا سے محکم تھی وفاداری
انہیں اک مشتبہ سا آدمی اک دن نظر آیا — پکڑ کر اس کو سید کے انہوں نے پیش فرمایا
کہا حضرت یقیں ہے ہم کو یہ جاسوس ہے ظالم — مسلماں ہے مگر غارت گر ناموس ہے ظالم
اجازت دیجئے غدار کی گردن اڑا دیں ہم — اور ایسے نابکار انسان کا قصہ چکا دیں ہم
مگر سید کی شان عفو کا جوہر نرالا تھا — وہ جس کا جد امجد سب پہ رحمت کرنے والا تھا
وہ جس نے اپنے بدخواہوں پہ بھی شفقت روا رکھی — وہ جس نے اس جہاں میں لطف و رحمت کی بنا رکھی
اسی کی پاک سنت کا نشہ سید پہ طاری تھا — اسی کے لطف و رحمت کا رگوں میں خون جاری تھا
یہ فرمایا کہ اس مجرم کو میرے پاس رہنے دو — مجھے کچھ اس کی سننے دو کچھ اپنی بات کہنے دو
عشاء کے بعد آخرکار تنہائی کا وقت آیا — تو سید نے بڑی شفقت سے اس کو پاس بلوایا
یہ فرمایا کہ بھائی مجھ کو سچی بات بتلاؤ — نہ اندیشہ کرو دل میں کوئی مجھ سے نہ گھبراؤ
وہ سرکش تھا مگر حسن مروت نے جھکایا تھا — شفیقانہ روش نے اس کو گرویدہ بنایا تھا
کہا میں واقعی جاسوس ہوں دشمن کا بندہ ہوں — خطا تسلیم کرتا ہوں میں حضرت سر فگندہ ہوں
مسلماں ہوں میں حضرت نام ہے شمشیر خاں میرا — معافی چاہتا ہوں اب نہ لیجے امتحاں میرا
مجھے بد سنگھ[۲۴۹] نے بھیجا ہے معلومات کرنے کو — فراہم آپ کے لشکر کی[۲۵۰] تفصیلات کرنے کو
وہ لشکر لے کے دریائے اٹک کے پار آیا ہے — اور آ کے اس نے خیر آباد میں خیمہ لگایا ہے
قریبا دس[۲۵۱] ہزار افراد اس لشکر میں شامل ہیں — نہایت جنگجو ہیں سورما مردان کامل ہیں
کہا سید نے تم کو چھوڑ دیتا ہوں چلے جاؤ — مگر بد سنگھ کو جا کر مرا پیغام پہنچاؤ
کہو اس سے کہ گو رنجیت سنگھ آقا تمہارا ہے — مگر یاں مالک کون و مکاں مولا ہمارا ہے
تم اس کے ناروا حکموں پہ جیسے سر جھکاتے ہو — اور اس کی خواہشوں پر جان کی بازی لگاتے ہو

اسی صورت ہمیں محبوب ہے حق کی رضامندی / ہمارا دین ہے اللہ کے حکموں کی پابندی
اسے کہنا کہ اک سید جو ہندوستاں سے آیا ہے / مجاہد غازیوں کی اک جماعت ساتھ لایا ہے
وہ آ پہنچا ہے بے دینوں کے دامن چاک کرنے کو / علاقے مومنوں کے غاصبوں سے پاک کرنے کو
بس اتنی بات ہے کہہ دو اسے ہشیار ہو جائے / خدا والوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے
وہی شمشیر خاں جو اس سے پہلے اک منافق تھا / وہی جس کا رویہ غازیوں کے ناموافق تھا
ہوا اس درجہ سید کی مروت کا وہ شیدائی / کہ اس کے دل میں بیعت کی تمنا عود کر آئی
لگا کہنے کہ یا سید میں پھر اک بار آؤں گا / اور ان کفار کے لشکر کی تفصیلات لاؤں گا
کروں گا خدمت اسلام میں اللہ کی خاطر / کروں گا ترک جو کرتا ہوں مال و جاہ کی خاطر
بلایا سید والا نے اللہ بخش غازی کو / حوالے کر دیا اس کے قتیل[252] دلنوازی کو
یہ فرمایا کہ جب تھوڑی سی باقی رات رہ جائے / اسے تم دور[253] چھوڑ آنا کہ میری بات رہ جائے
یہ ورثہ سنت مرسل سے ہی سید نے تھا پایا / خدا رحمت کرے اقبال نے کیا خوب فرمایا

"مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا" (اقبال)

رئیس اکوڑہ کا مشورہ

خبر مل ہی چکی تھی خالصہ لشکر کے آنے کی / اٹک سے بڑھ کے خیرآباد میں خیمہ لگانے کی
یہ تھا معلوم سید کو وہ آگے بڑھنے والے ہیں / گھٹا بن کر وہ سمہ[254] کی فضا پر چڑھنے والے ہیں
مگر اب تک نہ کوئی جنگ کا نقشہ بنایا تھا / ابھی کچھ فیصلہ اس باب میں ہونے نہ پایا تھا
ادھر خدمت میں سید کی اکوڑے کا امیر[255] آیا / فر شاہی کا متوالا بدرگاہ فقیر آیا
کہا حضرت حقیقت ہے کہ دشمن سر پہ آ پہنچا / جسے ہم دور سمجھے تھے وہ طوفاں گھر پہ[256] آ پہنچا
ہماری خاندانی چپقلش کلیہ نتیجہ ہے / کہ حامی دشمنوں کا آج کل میرا بھتیجہ ہے

عدو کی ہر طرح چھپ چھپ کے وہ امداد کرتا ہے
بڑا ظالم ہے اپنی قوم پر بیداد کرتا ہے

بھلا کیا اور اس سے بڑھ کے بدبختی ہماری ہے
کہ تھا جو دوست کل تک آج دشمن کا حواری ہے

اگر بد سنگھ آگے بڑھ کے لنڈے سے گزر آیا
تو یوں سمجھو عذاب اک آسمانوں سے اتر آیا

کرے گا وہ بپا غارت کا اک طوفان سمہ میں
نکالے گا وہ خونریزی کے سب ارمان سمہ میں

مقامی لوگ تو جانیں ہی مشکل سے بچائیں گے
کسی صورت مدد وہ آپ کو کچھ دے نہ پائیں گے

مناسب ہے کہ پہلے آپ ہی اقدام فرمائیں
انہیں روکیں وہیں' دشمن مبادا پار اتر آئیں

یقیناً میر خاں سید کا ناصر تھا نہ حامی تھا
مگر اس وقت اس کی رائے کا منصب گرامی تھا

لہٰذا فیصلہ سید نے اس کے حق میں فرمایا
اقامت گاہ نوشہرے[۲۵۷] میں ہو لشکر کی طے پایا

وہیں سے ضرب کاری اپنے دشمن پر لگائیں گے
وہیں ہم قوت ایمان کے جوہر دکھائیں گے

نوشہرے کو روانگی

جناب سید والا نے یہ فرماں کیا جاری
کہ لشکر پاکبازوں کا کرے چلنے کی تیاری

یہ سنتے ہی خدا والوں نے سامان سفر باندھا
سواری پر کسی نے اور کسی نے دوش پر باندھا

جماعت در جماعت چل دیئے اللہ کے غازی
جہاد حق کے متوالے یہ مشتاقان جانبازی

یہ لشکر مشتمل تھا پندرہ[۲۵۸] سو شہسواروں پر
خدائے لم یزل کے پاک باطن جاں نثاروں پر

یہ غازی جن کا تکیہ تھا نہ کچھ سامان کے اوپر
بھروسہ تھا جنہیں بس رحمت رحمان کے اوپر

گھروں میں جو شہادت ہی کا وعدہ دے کے آئے تھے
وہ نذرانہ فقط اپنے سروں کا لے کے آئے تھے

توکلت علی اللّٰہ ذکر تھا جن کی زبانوں پر
شہادت کا نشہ طاری تھا بوڑھوں اور جوانوں پر

خویشگی[۲۵۹] میں پڑاؤ

یہ اک چھوٹی سی بستی تھی جہاں ٹھہرے خدا والے
یہ مردان سعدت مند یہ صبر و رضا والے

بڑی محدود سی تعداد میں یاں لوگ رہتے تھے
بچارے وہ بھی اکثر مفلسی کا رنج سہتے تھے

یہاں خوراک لشکر کی فراہم ہو نہ سکتی تھی
اگر کوشش بھی کرتے لوگ تاہم ہو نہ سکتی تھی

کہا سید نے آ جائے گی خود ہی نصرت باری
عشاء کے وقت تک ذکر خدا لب پر رہے جاری

خدا کے ذکر سے سرمایہ ایمان ملتا ہے
یہی دولت ہے جس سے دل کو اطمینان[٢٦٠] ملتا ہے

یہ سن کر غازیوں نے ذکر کا آغاز فرمایا
ادھر سے باب رحمت کا خدا نے باز فرمایا

صدا اللہ والوں کی فراز عرش پر پہنچی
ادھر لوگوں کو بھی لشکر کی آمد کی خبر پہنچی

نوحی بستیوں سے مل کے چند احباب کی ٹولی
خدا کے غازیوں کی میمانی کے لئے ہو لی

اکٹھا کرکے آٹا ایک کشتی میں وہ بھر لائے
مطابق اپنی حیثیت کے یہ سامان کر لائے

عشاء کے بعد فارغ ہو کے بیٹھے تھے ابھی غازی
ابھی مصروف اوراد وظائف تھے سبھی غازی

ملا مژدہ کہ سامان رسد آیا ہے لشکر کا
یہ سنتے ہی کیا سب غازیوں نے شکر داور کا

ہوا تقسیم تو سب کو ملا دو وقت کا کھانا[٢٦١]
یہ اتنا تھا کہ سب کو بانٹ کر بھی بچ گیا کھانا

نوشہرے[٢٦٢] میں ورود مسعود

جب اگلا دن ہوا تو خویشگی سے کوچ فرمایا
خدا کا پاک لشکر اٹھ کے نوشہرے چلا آیا[٢٦٣]

اکوڑے میں ادھر بد سنگھ خیمہ زن ہوا آ کر
تکبر کے نشے میں چور تھا شیطان کا لشکر

ادھر سید کے غازی تھے ادھر سکھوں کی فوجیں تھیں
اور ان کے درمیاں حائل فقط لنڈے کی موجیں تھیں

ادھر مردان صف انداز تھے سرشار ایمانی
ادھر تھے خالصے مصروف غوغہ ہائے شیطانی

ادھر مجمع تھا سید کے مجاہد سرفروشوں کا
ادھر تھا جمگھٹا رنجیت سنگھی بادہ نوشوں کا

ادھر تسبیح رب العالمیں کا ورد جاری تھا
ادھر ابلیس کا سحر مبیں سکھوں پر طاری تھا

ادھر مشغول ذکر و فکر تھے رحمان کے بندے
ادھر مصروف ناؤنوش تھے شیطان کے بندے

ادھر کچھ ناز تھا تو تھا شہادت کی امنگوں پر
ادھر تھا فخر شیطانوں کو توپوں اور تفنگوں پر

دیا یہ حکم سید نے کہ دشمن ہے قریب اپنا
شہیدان وفا اب آزمائیں گے نصیب اپنا

۲۶۴ھ

کمر کوئی نہ کھولے اور رہے تیار ہر غازی
نہ جانے آ پڑے کس وقت ہم کو معرکہ بازی

ہمیں راہ خدا میں جذب دل سے کام کرنا ہے
لوجہ اللہ ہم کو خدمت اسلام کرنا ہے

اعلام و انتباہ

(سید صاحب کا والا نامہ رنجیت سنگھ کے نام)

یہ سنت تھی رسولؐ پاک اور ان کے خلیفوں کی
کہ بے خبری میں سرکوبی نہ کرتے تھے حریفوں کی

انہیں پہلے خدائے پاک کا پیغام دیتے تھے
ہر اک کافر کو پہلے دعوت اسلام دیتے تھے

اسی سنت پہ سید نے بھی یہ پیغام لکھوایا
اور اک پیغامبر کے ہاتھ اسے لاہور بھجوایا

۲۶۵ھ

یہ نامہ ہے رئیس کشور پنجاب کی جانب
نصیحت کا یہ دفتر ہے اولی الالباب کی جانب

خدائے لم یزل کے نام سے آغاز ہے اس کا
یہی اس کی فضیلت ہے یہی اعجاز ہے اس کا

ہم آئے ہیں خدا کے نام کا سکہ چلانے کو
زمین کفر پر اسلام کا پرچم اڑانے کو

یہاں اب ماسواللہ کی حکومت چل نہیں سکتی
یہاں اب دال استبداد کی بھی گل نہیں سکتی

ہماری دو شرائط ہیں جنہیں ہم پیش کرتے ہیں
جنہیں تسلیم اکثر عاقبت اندیش کرتے ہیں

یہ پہلی شرط ہے،،اسلام کے دامن میں آ جاؤ
محمدؐ کی رسالت پر سبھی ایمان لے آؤ

اگر تم مان لو گے، ہم تمہیں بھائی بنا لیں گے
تمہیں ہم عظمت اسلام کے سانچے میں ڈھالیں گے

نہ ہوگا فرق مسلم اور نومسلم کی عزت میں
رعایا اور راعی سب برابر ہیں اخوت میں

مگر ہم جبر سے اسلام پھیلایا نہیں کرتے
زبردستی سے اپنی بات منوایا نہیں کرتے

قبولیت کسی انسان کی مرضی پہ ہوتی ہے
یہی وہ چیز ہے جو نیکیوں کا بیج بوتی ہے

نہ ہو منظور اگر اسلام پر ایمان لے آنا
تو اس کے دوسرے نعم البدل پر غور فرمانا

ہماری شرط ثانی شرط اول کا بدل ہی ہے
طلب گاران حق کے واسطے خیرالعمل ہی ہے

ہمیں جزیہ ادا کرتے رہو طاعت گزاری سے
اماں تم کو ملے گی حضرت مولائے باری سے

کریں گے ہم حفاظت یوں تمہارے مال کی جاں کی
کہ جیسے کر رہے ہیں ہم حفاظت اہل ایماں کی

تمہارے واسطے ہم فوج کو مامور کر دیں گے
تمہاری سرحدوں کی شورشوں کو دور کر دیں گے

اگر ان میں سے کوئی شرط بھی بھاتی نہیں تم کو
ہماری دعوت اسلام راس آتی نہیں تم کو

تو ہم سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ
تمہارے پاس جو قوت ہے وہ میدان میں لاؤ

سنا ہے اپنی فوجوں پر بڑا تم ناز رکھتے ہو
بڑے جنگ آزما اور سورما جانباز رکھتے ہو

ہزاروں گھڑ سواروں پر بھروسہ کرکے بیٹھے ہو
ہماری سرزمیں پر آج قبضہ کرکے بیٹھے ہو

تکبر تم میں ہے نمرود اور فرعون والوں کا
کرو گے سامنا اب انتم الاعلون والوں کا

اگر ہے فخر تم کو اپنی توپوں اور تفنگوں پر
تو ہم بھی جان دیتے ہیں شہادت کی امنگوں پر

ہمارے ہمنوا ہیں سارے ہندوستان کے مسلم
ہمارے ساتھ ہیں سرحد کے یاغستان کے مسلم

یہ ملت کفر کے طوفان کا رخ موڑ دیتی ہے
یہ گرداب حوادث میں سفینے توڑ دیتی ہے

خدائے پاک کی تائید پر ایمان رکھتی ہے
یہ ہر طوفان سے لڑنے کو سینے تان رکھتی ہے

یہ ملت موت کے پنجوں میں پنجے ڈال دیتی ہے
مقابل آنے والوں پر شکنجے ڈال دیتی ہے

ہمیں اہل جہاں مل کر ہراساں کر نہیں سکتے
ہمارا سر اتر جائے مگر ہم مر نہیں سکتے

رہیں زندہ تو غازی بن کے رکھتے ہیں وقار اپنا
کٹے گردن تو ہوتا ہے شہیدوں میں شمار اپنا

تمہیں جیسے شراب ارغواں مرغوب رہتی ہے
شہادت ہم کو اس سے بھی سوا محبوب رہتی ہے

جواب اس نامہ حق کا اگر انکار سے ہوگا
تو اس کا فیصلہ میدان میں تلوار سے ہوگا

ردعمل

یہ نامہ کیا تھا گویا برق غارت گر کا کوڑا تھا
جسے سنتے ہی سب درباریوں نے ضبط چھوڑا تھا

حقارت آفریں نعرے لگائے ان شریروں نے
نہایت بزدلانہ گفتگو کی "سوربیروں" نے

رئیس خالصہ جل بھن گیا غصے میں تھرایا
نہایت تلملایا اور غضب سے منہ میں کف آیا

وفور غیظ سے کہنے لگا رنجیت سنگھ آخر
کہ اس قاصد کو پیٹو اور کرو دربار سے باہر

وہ مومن جو یہاں آنے کو اپنی جاں پہ کھیلا تھا
سر دربار اب بالکل نہتا تھا اکیلا تھا

مہاراجہ کے درباری سب اس کی جان پر ٹوٹے
شب تاریک میں جیسے کوئی بیدادگر لوٹے

اسے پیٹا گیا کافی ستم توڑے گئے اس پر
جلے دل کے پھپھولے اس طرح پھوڑے گئے اس پر

یہی کچھ تھا جواب اس سید والا کے نامے کا
سلامت تھا نہ کوئی تار بھی قاصد کے جامے کا

بڑا بے آبرو ہو کر وہ اس لاہور سے نکلا
بدن دکھتا تھا دل جلتا تھا وہ اس طور سے نکلا

حضور سید آ کر واردات اس نے بیاں کر دی
کچھ اس کی آپ بیتی اس کی حالت نے عیاں کر دی

کہا احسان ہے مجھ پر بہت اللہ تبارک کا
کہ ہوں خود ہی جواب اس آپ کے نامہ مبارک کا

فیصلہ جنگ

سنیں سید نے سب باتیں بہت صبر و شہامت سے
کیا برداشت ان کی حرکتوں کو استقامت سے

نہیں لڑتا خدا والا کچھ اپنی ذات کی خاطر
عداوت بھی نہیں رکھتا وہ اپنی بات کی خاطر

ہر اک اقدام اس کا فی سبیل اللہ ہوتا ہے
محبت بھی کسی سے، بغض بھی، للہ ہوتا ہے

نہایت پرسکوں لہجے میں یہ ارشاد فرمایا
کہ ان کی حرکتوں پر صبر[۲۶۷] کا فرمان ہے آیا

ہمارا فرض جو کچھ تھا وہ پورا کر دیا ہم نے
حق تبلیغ تھا جتنا ادا اس کو کیا ہم نے

یہ ہم نے ہاتھ صلح و امن کی خاطر بڑھایا تھا
جو تھے بے دین ان کو دین کی جانب بلایا تھا

انہوں نے لیکن اس تبلیغ کو بے کار جانا ہے
ہمیں کمزور سمجھا ہے ہمیں نادار جانا ہے

کم اندیشوں نے آداب سفارت بھی بھلائے ہیں
بڑی بیہودگی سے ایلچی سے پیش آئے ہیں

نہیں ہے امر مانع اب ہمیں کوئی لڑائی سے
اشارہ ہے اجازت کلیہ ذات کبریائی سے

سر محشر نہ ہوگی بازپرس[۲۶۸] اس پر کوئی ہم سے
نہ ہوگا خوف ہی لاحق نہ ہوگا واسطہ غم سے

یہ سنتا تھا کہ غازی جوش غیرت سے چمک اٹھے
عزیمت کے مبارک نور سے چہرے دمک اٹھے

بڑی مدت سے ان کو آرزوئیں تھیں شہادت کی
زبانوں پر ہمیشہ گفتگوئیں تھیں شہادت کی

دلوں میں ولولے تھے دین حق پر جاں سپاری کے
سر میدان نعرے گونج اٹھے تکبیر باری کے

بہت بیتاب تھے پہلے ہی غازی جنگ کرنے کو
امیدوں کے گل و گلزار کو خوش رنگ کرنے کو

رضائے حق کی خاطر جو وطن کو چھوڑ آئے تھے
زر و مال و زن و فرزند سے منہ موڑ آئے تھے

جنھوں نے لہلہاتے کھیت بھی دل سے بھلائے تھے
تصور جگمگاتے آنگنوں کے بھی مٹائے تھے

جنھوں نے گھر کے ہر آرام سے آنکھیں چرالی تھیں
رہ حق میں فداکاری کی بھی قسمیں اٹھا لی تھیں

جنھوں نے طے کیا تھا اک سفر لمبی مسافت کا
کیا تھا سامنا رستے کی ہر نادیدہ آفت کا

جنھوں نے رہگزاریں سنگ کی سنجاب کر ڈالیں
سر رہ آنے والی ندیاں پایاب کر ڈالیں

بیابانوں سے گزرے لڑتے بھڑتے خارزاروں سے
وہ کہساروں سے نکلے کھیلتے تاریک غاروں سے

اب آ پہنچا تھا وقت ان کی سب امیدیں بر آنے کا
اور اپنی قوت بازو کے جوہر آزمانے کا

دعائیں کرتے رہتے تھے وہ جس جنگ آزمائی کی
بنی از خود عدو کے فعل سے صورت لڑائی کی

معرکہ اکوڑہ خٹک

طریق جنگ کا فیصلہ

خبر پہنچی کہ دشمن دس ہزار افراد رکھتا ہے
وہ توپیں اور بندوقیں بھی لاتعداد رکھتا ہے

ادھر اسلام کے جانباز مٹھی بھر سپاہی تھے
نفوس پاک تھے' سرشار تائید الٰہی تھے

نہ تھا خیل و خدم کا جمگھٹا سید کی اردل میں
تقابل کے لئے نسبت سمجھ لیں کوہ و خردل میں

رسالے تھے نہ ہاتھی تھے نہ جاہ و شان رکھتے تھے
نہ دشمن کے مقابل قوت و سامان رکھتے تھے

نہ تھے خود اور مہمیزیں نہ زرہیں تھیں نہ بکتر تھے
نہ سب کے پاس بندوقیں طپنچے اور خنجر تھے

نہ توپوں پر بھروسہ تھا نہ تھا بارود پر تکیہ
اگر کچھ تھا تو بس نصر من المعبود پر تکیہ

یہ پہلا معرکہ تھا امتحاں جوش و شہامت کا
ترازو تھا یہی ان کے ثبات و استقامت کا

یہ پہلی جنگ تھی درپیش سید کی جماعت کو
یہیں سے پھیلنا تھا دین و آزادی کی دعوت کو

جہاد حریت اس کے نتائج ہی پہ ہونا تھا
یہیں پانا تھا تخت و تاج یا تختہ بھی کھونا تھا

یہیں اللہ نے ان غازیوں کو آزمانا تھا
یہیں اب مصطفیؐ کے عاشقوں کو پرکھا جانا تھا

یہاں اب واسطہ اک جنگجو دشمن سے پڑنا تھا
انہیں اک تربیت آموختہ لشکر سے لڑنا تھا

مقابل میں تھا ان کے دس ہزار افراد کا لشکر
جو حرب و ضرب میں تھا آتش و فولاد کا لشکر

امام العصر نے اب مجلس شوریٰ کو بلوایا
طریق جنگ کے سب پہلوؤں پر غور فرمایا

بڑی دیدہ وری سے صورت حالات کو جانچا
ہر اک کی رائے کو تولا ہر اک کی بات کو جانچا

ملایا ہر طرح صغریٰ و کبریٰ جنگ بازی کا
بالاخر سامنے آیا یہ پہلو کارسازی کا

یہ طے پایا کہ اک ٹولی کو دریا پار اتاریں گے
عدو پر رات کے پچھلے پہر شبخون ماریں گے

شب خون کا مدعا

یہی ہوتا ہے مقصد جنگ میں شبخون کا اکثر   کہ اپنی قوت و تعداد کا نقصان ہو کم تر
لگا کر ضرب دشمن کو ہراساں کر دیا جائے   ہو جمعیت جہاں اس کو پریشاں کر دیا جائے
وہ ڈر جائے اور اس کا منتشر شیرازہ ہو جائے   اور اس کی قوت بازو کا بھی اندازہ ہوجائے
یہی تھا مقصد شبخون سید کی جماعت کا   اسی پر فیصلہ مبنی تھا اس امر شجاعت کا

حملہ آور جماعت کا انتخاب

سپاہ اہل حق میں پندرہ سو پاک غازی تھے   موحد تھے خدائے پاک کے بے باک غازی تھے
مجاہد مختلف اطراف کے لشکر میں شامل تھے   جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے کے حامل تھے
تھے ان میں ہند کے اقطار اور امصار کے غازی   انہی میں اہل سرحد اور تھے قندھار کے غازی
ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے جواں بھی تھے   تھے پختہ فکر بوڑھے بھی وہ بے شک ناتواں بھی تھے
بہادر جنگ جو تھے آزمودہ کار بھی ان میں   تھے نوآموز بھی کمزور بھی بیمار بھی ان میں
برائے انتظام ان کو جماعت وار رکھا تھا   اور ایسی ہر جماعت پر اک اک سالار رکھا تھا
بالآخر فیصلہ شبخون کا جس وقت طے پایا   جناب سید والا نے سالاروں کو بلوایا
یہ فرمایا کہ سب سالار میرے پاس آ جائیں   اور اپنے چست جانبازوں کی فہرستیں بنا لائیں
ہم ان میں سے کریں گے منتخب ایسے جواں غازی   لگانے جائیں گے جو راہ حق میں جان کی بازی
ہر اک سالار اپنے ساتھیوں کے نام لکھ لایا   جناب سید والا نے ان پر غور فرمایا
ہر اک فہرست اپنے فکر کی میزان پر تولی   چنی ان میں سے نو سو جنگجو افراد کی ٹولی
پھر اس ننھی جماعت کو وہاں تیار فرمایا   اور اللہ بخش خاں مورانوی سالار ٹھہرایا
ٹھکانہ کیا ہے اس مرد مجاہد کی سعادت کا   ملا منصب جسے اس راہ میں پہلی قیادت کا

جسے اس مرد حق اندیش نے تجویز فرمایا
کہ جس نے ملت مردہ میں پھر سے خون دوڑایا

متاع دین و دنیا لٹ گئی تھی اہل ایماں کی
اسی خاطر لگائی جس نے بازی مال کی جاں کی

وہ جس نے ڈوبتی کشتی کی آ کر ناخدائی کی
وہ جس نے سطوت ملت کی پھر پرچم کشائی کی

جہاد حریت کا سلسلہ آغاز فرمایا
در فکر و عمل جو بند تھا پھر باز فرمایا

یہ عظمت سب[۲۶۳] کے حصے میں یونہی آیا نہیں کرتی
سعادت مفت میں ہر اک کو مل جایا نہیں کرتی

اسی خوش بخت کو ملتا ہے یاں فیضان رحمانی
ہو جس پر سایہ ابر گہر افشان رحمانی

عبدالمجید خان آفریدی

وہ جن کے نام کٹ کر رہ گئے تھے اس جماعت سے
رہے محروم جو اس روز سبقت کی سعادت سے

انہی میں وہ جو مرد حق شکار ناامیدی تھا
جہاں آباد کا عبدالمجید آفریدی تھا

اسے اس واسطے چھوڑا کہ وہ بیمار تھا اس دن
بڑا کمزور تھا لاغر تھا اور لاچار تھا اس دن

خبر اس کو ملی جب اس طرح محروم رہنے کی
اور اپنی آروزوئے شوق کے معدوم رہنے کی

تو فورا خدمت سید میں وہ دیوانہ وار آیا
نہایت مضطرب آیا نہایت بے قرار آیا

لگا کہنے کہ یا حضرت یہ آخر ماجرا کیا ہے
سزا جس کی مجھے دی جا رہی ہے وہ خطا کیا ہے

نہیں بیمار میں اتنا کہ چلنے بھی نہ پاؤں میں
نہیں کمزور میں اتنا کہ لڑنے کو نہ جاؤں میں

یہ پہلا معرکہ ہے دیں کی خاطر گرم جوشی کا
یہ پہلا امتحاں ہے غازیوں کی سرفروشی کا

نہ کیجے یوں مجھے محروم سبقت کی سعادت سے
کہ میں نے عہد و پیماں باندھ رکھا ہے شہادت سے

یہ ذوق و شوق اس غازی کا سید کو پسند آیا
اجازت بخش دی اس کو دعا کر کے یہ فرمایا

خدائے پاک ہمت میں تمہیں برکت عطا کر دے
تمہارے پاک ارادوں کو مہیا ارتقا کر دے

یہ جانبازی کے جذبے اور یہ ارماں شہادت کے
نتیجہ تھے یہ اک اللہ والے کی قیادت کے

سید صاحب کی ہدایات

پڑھی مغرب اور اس سے ہو گئے فارغ خدا والے — غلامان محمد مصطفیٰؐ صبر و رضا والے
وہیں سید نے اللہ بخش خاں غازی کو بلوایا — ہدایت کے لئے شفقت سے یہ ارشاد فرمایا
"چنا ہے ہم نے قائد آپکو ان خوش خصالوں کا — خدا کی راہ میں نذرانہ جاں دینے والوں کا
کچھ اپنے ساتھ غازی لے کے دریا پار اتر جائیں — وہیں اب انتظار اپنے جوانمردوں کا فرمائیں
خدا والے نے سن کر حکم کی تعمیل کی فورا — اور اک کشتی میں اپنے فرض کی تکمیل کی فورا
رفیقوں کو لئے لنڈے سے غازی پار جا پہنچا — وہ پتلا عزم کا وہ صاحب ایثار جا پہنچا
عشاء کے واسطے اتنے میں آواز اذاں آئی — تو خیمہ گاہ میں کی غازیوں نے بھی صف آرائی
پڑھی سب نے نماز اللہ والے کی قیادت میں — وہ سید برکتیں تھیں سینکڑوں جس کی سیادت میں
فراغت پا کے سید نے بلایا ان جوانوں کو — جنہوں نے پیش فرمایا ہوا تھا اپنی جانوں کو
کہا' اے غازیو اے راہ مولا کے جوانمردو — کیا ہے عہد جو اللہ سے' اس کو وفا کر دو
مگر یہ یاد رکھو تم کو پیدل چل کے جانا ہے — جو دشمن ہے یہاں سے آٹھ میل اس کا ٹھکانہ ہے
کسی بھائی کو گر تکلیف ہو کوئی تو رہ جائے — اگر بیمار ہو کوئی تو وہ آرام فرمائے
مگر ان پاکبازوں کو تمنا تھی شہادت کی — میسر پھر بھلا کب ہو گھڑی ایسی سعادت کی
کسی نے عذر فرمایا نہ غم دل میں کوئی لایا — اجازت لے کے ہر غازی نے واں سے کوچ فرمایا
جب اللہ بخش خاں کے پاس لشکر ہو گیا پورا — تو وہ کچھ ساتھیوں کو لے کے پھر سید کے پاس آیا
وہ لوٹا تا کہ سید سے کچھ استفسار کر آئے — اور اس محبوب کا اک آخری دیدار کر آئے
جناب سید والا نے اس کو کچھ ہدایت کی — اور اپنے جاں نثاروں پر دعاؤں کی عنایت کی
خدائے پاک سے یوں اس کی رحمت اور رضا مانگی — برہنہ سر ہوئے اور انکساری سے دعا مانگی
خداوندا ترے بندے یہ تیرے بے نوا غازی — لگانے جا رہے ہیں تیری رہ میں جان کی بازی

نہ مال و زر نہ تخت و تاج ہی مرغوب ہے ان کو
فقط تیری رضا تیرا کرم مطلوب ہے ان کو

بھروسہ کرکے نکلے ہیں یہ تیری کارسازی پر
یہ تکیہ کرکے نکلے ہیں تری بندہ نوازی پر

نہیں تیرے سوا کوئی بھی حامی ان غریبوں کا
ترا دربار ہے ملجا و ماویٰ غم نصیبوں کا

تری رہ میں فقط تیری مدد درکار ہے ان کو
ترے ہی نام تیرے دین ہی سے پیار ہے ان کو

الٰہی لاج رکھ لینا مری عاجز دعاؤں کی
مدد کرنا غریبوں بے کسوں کی بے نواؤں کی

جماعت کی روانگی

دعا کرکے کیا سید نے رخصت شیر مردوں کو
اماں میں دے دیا اللہ کے ان رہ نوردوں کو

یہ جانبازوں کی ٹولی اپنی لشکر گاہ سے نکلی
مریدوں کی جماعت پیر کی درگاہ سے نکلی

کنار رود کابل سے روانہ ہو گئے غازی
شہادت کے تصور میں سراپا کھو گئے غازی

وہ بڑھتے جا رہے تھے منزل مقصود کی جانب
شہادت کے مبارک گوہر محمود کی جانب

کبھی کوثر کے حوض ان کی نگاہوں میں سماتے تھے
کبھی جنت کے ایواں سامنے آنکھوں کے آتے تھے

کبھی محفل نظر آتی انہیں پہلے شہیدوں کی
ندا آتی کبھی کانوں میں بخشش کی نویدوں کی

اسی دھن میں وہ سب منزل کی جانب بڑھتے جاتے تھے
کلام اللہ میں سے لاتقولوا [۲۷۵] پڑھتے جاتے تھے

شب تاریک

شب تاریک نے ہر جادہ و بستی کو گھیرا تھا
مسلط کوہ و دریا پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا

وہ ظلمت تھی کہ اس میں کچھ سجھائی تک نہ دیتا تھا
چلے جاتے تھے گو رستہ دکھائی تک نہ دیتا تھا

خموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی کوہساروں پر
بپا تھا ہو کا عالم بستیوں پر مرغزاروں پر

ادھر سردی بلا کی تھی دسمبر [۲۷۶] کا مہینہ تھا
سکڑتے تھے بدن یخ بستہ کہساروں کا سینہ تھا

ہوائیں سنسناتی تھیں فضائیں کپکپاتی تھیں
ٹھٹھرتے کانپتے دریا کی لہریں تھرتھراتی تھیں

مگر اللہ کے غازی نہ کچھ خاطر میں لاتے تھے
جہاد فی سبیل اللہ کی دھن میں بڑھتے جاتے تھے

شکن ڈالی نہ تھی ان سختیوں نے بھی جبینوں پر — کہ پڑھ رکھا تھا سب نے سورہ ایلاف[277] سینوں پر

سکھ لشکر گاہ

اکوڑے سے پرے میدان میں سکھوں کا ڈیرا تھا — زمیں پر دور تک جس نے بڑے رقبے کو گھیرا تھا
بنا رکھی تھی گرداگرد اک دیوار شاخوں سے — یہ سنگر[278] تھا بنایا تھا جو کانٹے دار شاخوں سے
یہاں سکھوں کا لشکر بستر راحت پہ سویا تھا — بڑا بے فکر ہو کر نیند کے عالم میں کھویا تھا
مگر سب چوکیوں پر سنتری بیدار پھرتے تھے — مسلح اپنی سنگینوں سے پہریدار[279] پھرتے تھے
نہایت مستعد تھے مورچوں پر نواجواں ان کے — حفاظت کے لئے چوکس تھے ہر سو پاسباں ان کے
مکمل ہر طرح تھا انتظام و انصرام ان کا — پڑا سوتا تھا اطمینان سے لشکر تمام ان کا
ادھر بدسنگھ کا خیمہ بھی گو لشکر میں ہوتا تھا — مگر وہ رات کو اکثر اکوڑے[280] جا کے سوتا تھا

غازیوں کا پڑاؤ اور ابتدائی تدبیریں

جماعت غازیوں کی سرحد دشمن پہ جا پہنچی — یہ دیں کی برق خاطف کفر کے خرمن پہ جا پہنچی
وہاں اک قرب لشکر گاہ میں تھا خشک سا نالا — پڑاؤ اس کے اندر غازیان دین نے ڈالا
یہاں سے آدمی بھیجا کہ دشمن کی خبر لائے — اور ان کی مورچہ بندی کی کیفیت کو دیکھ آئے
امیرالدیں[281] مشیر خاص بن کر ساتھ آیا تھا — وہ تھا واقف یہاں کے سارے احوال و کوائف کا
کہا اس نے کہ باہم مشورہ اب کر لیا جائے — ہمیں جو جو بھی کچھ کرنا ہے مل کر طے کیا جائے
اگر حملے میں ملکی[282] لوگ ہم آگے لگائیں گے — تو خطرہ ہے کہ ہم اس سے کوئی نقصاں اٹھائیں گے
نہیں ہے تجربہ اب تک ہمیں ان کی شہامت کا — نظر آتا نہیں جذبہ کچھ ان میں استقامت کا
ہراول میں اگر ہندی ہوں یا قندھار کے دستے — انہیں معلوم ہی کیا ہیں یہاں کہسار کے رستے
کوئی تجویز ایسی ہو کہ جس سے کامیابی ہو — کہیں ایسا نہ ہو پہلے ہی حملے میں خرابی ہو
جو ملکی لوگ تھے ان کا تو شیرازہ نہ تھا کوئی — اور ان کی منفعت کا بھی اندازہ نہ تھا کوئی

بالآخر غور کرنے سے یہی تجویز طے پائی / کہ غازی ہی رہیں آگے برائے رزم آرائی
بس ان کے ساتھ اک ملکی رہے جو راہ بتلائے / جماعت کو مناسب راہ سے منزل پہ لے جائے
طریقہ اس سے بہتر کچھ سمجھ میں آ نہ سکتا تھا / علاوہ اس کے منصوبہ بنایا جا نہ سکتا تھا
امیرالدینؒ نے بھی اس کے اوپر صاد فرمایا / اور اللہ بخش خاں نے فیصلہ ارشاد فرمایا

تقسیم فرائض اور پیش قدمی

گروہوں میں جماعت کو یہاں تقسیم فرمایا / ہر اک کا فرض بھی پوری طرح تعلیم فرمایا
کسی کا فرض خیموں کی طنابیں کاٹ دینا تھا / کسی کا کام اشیائے غنیمت چھین لینا تھا
کوئی مامور تھا بندوق سے گولی چلانے پر / مقرر تھا کوئی تلوار سے گردن اڑانے پر
کسی کا کام تلپٹ ان کا ہر سامان کرنا تھا / عدو کا جس طرح بھی ہو سکے نقصان کرنا تھا
اسی اثنا میں مخبر بھی خبر لے کر پلٹ آیا / عدو کی مورچہ بندی کا اس نے حال بتلایا
جب اس نے ہر طرح کی کیفیت پر لب کشائی کی / ملی خدمت اسی کو غازیوں کی رہنمائی کی
خموشی سے اندھیرے میں دبے پاؤں چلے غازی / لپکتے جا رہے تھے جانب میدان جانبازی
بڑھے آگے تو تھوڑی دیر میں سنگھر پہ جا پہنچے / پیام مرگ لے کر سب عدو کے سر پہ جا پہنچے

شبخون

سنی گھڑیال کی ٹن ٹن سکوت افزا فضاؤں نے / بجائیں سہ پہر پر تین گھڑیاں خالصاؤں نے
اچانک نعرۂ تکبیر سے ساری فضا گونجی / مجاہد غازیوں کی کوہساروں میں صدا گونجی
یکایک پھاند کے سنگھر وہ لشکر گاہ میں کودے / یہ سب جانباز میدان سبیل اللہ میں کودے
وہ شیروں کی طرح جھپٹے مسلح پاسبانوں پر / لیا لمحوں میں ان کو اپنی سنگینوں سنانوں پر
تڑا تڑ گولیاں چلنے لگیں شب کے اندھیرے میں / سراسیمہ تھے دشمن آ گئے تھے سخت گھیرے میں
سنا جب غلغلہ تو ہڑبڑا کر جاگ اٹھے دشمن / وہ دہشت تھی کہ اٹھ کر بستروں سے بھاگ اٹھے دشمن

نشہ ٹوٹا قیامت کی گھڑی آتی نظر آئی — انہیں اپنے سروں پر موت منڈلاتی نظر آئی
طنابیں کٹ رہی تھیں اور خیمے گرتے جاتے تھے — مجاہد رزم گہ میں برق بن کر پھرتے جاتے تھے
جھپٹتے تھے پلٹتے تھے پلٹتے تھے جھپٹتے تھے — سمٹتے تھے بکھرتے تھے بکھرتے تھے سمٹتے تھے
مچا دیتے تھے بھگدڑ اس طرح ایک ایک ہلے میں — کہ جیسے شیر کوئی آگھسے بھیڑوں کے گلے میں
یہ غازی اس قدر پھرتی سے بندوقیں چلاتے تھے — حواس و ہوش دشمن کے بجا ہونے نہ پاتے تھے
یہ اپنی قوت بازو کے وہ جوہر دکھاتے تھے — کہ دشمن آگے ٹکراتے تو فوراً منہ کی کھاتے تھے
مقابل آنے والوں کے سروں کو کاٹ دیتے تھے — اڑا کر گردنیں لاشوں سے میداں پاٹ دیتے تھے
لگے کشتوں کے پشتے چند لمحوں کی لڑائی میں — نپٹے کافر مسلمانوں سے پنجہ آزمائی میں
لہو کی ندیاں بہنے لگیں دھرتی کے سینے پر — چھپاتے پھر رہے تھے خود کو جو مرتے تھے جینے پر

شہید اول

(مولوی باقر علی عظیم آبادی کی شہادت)

اندھیرا تھا ادھر شب کا ادھر ہنگامہ بازی تھی — نہایت افراتفری تھی بڑی فتنہ طرازی تھی
سر میدان کھیلی جا رہی تھی خون کی ہولی — لگی باقر علی کو ایک پہرے دار کی گولی
یہ کاری زخم تھا لگتے ہی جس کے رک گیا غازی — نقاہت ہو گئی طاری زمیں پر جھک گیا غازی
زمیں پر بیٹھ کر بولا عزیزو الوداع اپنی — حوالے کر رہا ہوں اپنے مولا کے متاع اپنی
مرے ہتھیار لے لیجے یہ ہے مال خداوندی — مجھے بخشی گئی ہے اب شہادت کی برومندی
یہ کہہ کر روح نے اپنے حصار خاک کو چھوڑا — روان پاک نے غازی کے جسم پاک کو چھوڑا
یہ تھا پہلا[۲۸۳] شہید اللہ کی قدسی جماعت کا — کیا جس نے ادا حق اس طرح حق کی اطاعت کا
یہ پتلا تھا شجاعت کا دھنی اپنے ارادے کا — یہ تھا فرد اک عظیم آباد کے اس خانوادے کا
وہ مستقبل میں جس کو دیں کا خدمت گار بننا تھا — اور اس تحریک کا جس کو علمبردار بننا تھا

[۲۸۴]

ہے اب تک فتح گڑھ کو یاد جس کی کارفرمائی ستھانہ اور امیلہ میں بزم و رزم آرائی
وہ ہندوستان کی جیلیں وہ انڈیمان کا پانی وہ ضبطی جائدادوں کی سزائے خانہ ویرانی
بڑا چرچا رہے گا داد اور بیداد والوں کا مگر ثانی نہیں ہوگا عظیم آباد والوں کا

افسوسناک امر

شراب جذبہ ایثار سے مخمور تھے غازی رضائے رب کعبہ کے نشے میں چور تھے غازی
وہ دشمن کی صفوں پر بجلیاں بن بن کے گرتے تھے بچارے خالصے بچتے بچاتے بھاگے پھرتے تھے
خدا کے پاک بندوں نے عدو کو روند ڈالا تھا اور اب شبخون کا مقصد بھی پورا ہونے والا تھا
مگر اک امر اس کی راہ میں افسوسناک آیا کہ جس نے مقصد شبخون کو نقصان پہنچایا
جو ملکی لوگ تھے اکثر وہ دولت کے پجاری تھے وہ دینی جذبہ ہائے خدت و غیرت سے عاری تھے
نہ تھا شوق جہاد ان کو نہ دیں محبوب تھا ان کو فقط مال و متاع دنیوی مطلوب تھا ان کو
وہ لالچ میں ہوئے اندھے ضروری کام کو چھوڑا لئے ہتھیار اگر اک نے تو اک نے لے لیا گھوڑا
سمیٹا مال و دولت اور اٹھا کر چل دیئے گھر کو دکھائی پیٹھ بدبختوں نے یوں اللہ کے لشکر کو
اٹھائے گٹھڑیاں ظالم گھروں کو اس طرح بھاگے کہ یہ آگے تو وہ پیچھے جو یہ پیچھے تو وہ آگے
میان جنگ جب ان بزدلوں نے پیٹھ دکھلائی گھٹی تعداد اور حملے کی شدت میں کمی[۲۸۵] آئی
ابھی تک دشمنوں نے ان کو لاتعداد سمجھا تھا ہزاروں جنگجو جنگ آزما افراد سمجھا تھا
مگر اب تھی نہ وہ شدت نہ تھا حملے میں جوش اتنا نہ گیر و دار پہلی سی نہ تھا جوش و خروش اتنا
ادھر جب گولہ اندازوں نے رن مہتاب[۲۸۶] روشن کی تو اس نے دور تک میداں کے اندر روشنی کر دی

پتہ یوں چل گیا ان کو مسلمانوں کی قلت کا
وہ جن کے ڈر سے اب تک سامنا کرتے تھے ذلت کا

غازیوں کے کارنامے

خدا کے پاک بندے ایسی بے جگری سے لڑتے تھے — جدھر منہ موڑتے تھے پاؤں دشمن کے اکھڑتے تھے
وہ قوت رب کعبہ نے عطا کر دی تھی ہر کس کو — سلایا موت کی آغوش میں اک اک نے دس دس کو
کئے تھے قتل چودہ آدمی واں آفریدی[۲۸۷] نے — اسی بیمار مومن نے اسی کمزور غازی نے
وہ غازی جو خدا کی راہ میں بیمار آیا تھا — مگر شوق شہادت میں بصد اصرار آیا تھا
اڑائے اس نے یوں اعدائے ناہنجار کے ٹکڑے — ہوئے اک بار خود جانباز کی تلوار کے ٹکڑے
امیرالدین نے فورا نئی تلوار[۲۸۸] پکڑائی — نئی قوت خدا والے کے بازو میں اٹد آئی
کئی اک دشمنوں کو اس طرح کشتہ کیا اس نے — پھر اس کے بعد خود جام شہادت پی لیا اس نے
وہ غازی بن گیا محبوب رحمٰن و خبیر آخر — خدا کی راہ میں وہ پا گیا فوز الکبیر آخر
ادھر اک اور غازی تھا ہدایت نام تھا جس کا — تھی اس کے پاس اک برچھی اسی سے کام تھا جس کا
پیاپے برچھیوں سے سات دشمن اس نے مارے تھے — خدا کے دین کے دشمن جہنم میں اتارے تھے
عجب اس کامرانی پر ہوا تھاحال برچھی کا — خوشی کے جوش سے منہ ہو گیا تھا لال برچھی کا
ادھر مورانوی[۲۸۹] اور اس کے وہ جانباز ساتھی تھے — وہ دشمن کے لئے بپھرے ہوئے سرمست ہاتھی تھے
جدھر ہوتا تھا رخ ان کا اجل بھی ساتھ جاتی تھی — ہر اک ٹولی عدو کی خوف سے جانیں چھپاتی تھی
ادھر شمشیر خاں' حیدر' غلام اور شیخ ہمدانی — حسن خاں شیخ بڈھن اور ہمایوں شیخ رمضانی
شجاعت کے بڑے حیرت فزا جوہر دکھاتے تھے — عدو کو موت کا پیغام ہر سو دیتے جاتے تھے
نہایت بے بسی طاری تھی اب دشمن کے لشکر پر — بچارے بھاگتے پھرتے تھے رکھ کر پاؤں کو سر پر
لڑھکتے تھے کہیں خود اور کہیں نیزے لچکتے تھے — کہیں زرہیں چٹختی تھیں کہیں بکتر چٹکتے تھے
کہیں آہیں ابھرتی تھیں کہیں چیخیں نکلتی تھیں — کہیں زخمی سسکتے تھے کہیں لاشیں مچلتی تھیں
بچاؤ کی نہ جب دشمن کو کچھ صورت نظر آئی — تو اس کو بھاگ جانے ہی میں خیریت نظر آئی

بہت سے خالصے جانیں بچا کر دور جا پہنچے
جھپٹ کر اہل حق توپوں ۲۹۰ھ کے بالکل پاس آ پہنچے

ادھر لحہ بہ لحہ غازیوں کا جوش تھا تازہ
ادھر بکھرا ہوا تھا خالصہ لشکر کا شیرازہ

بدھ سنگھ کی آمد اور سکھوں کا جوابی حملہ

خبر بدھ سنگھ کو پہنچی تو وہ گھبرا کے جاگ اٹھا
لباس جنگ پہنا اور سوئے میدان بھاگ اٹھا

یہاں آ کر جو دیکھا، ہو چکا تھا منتشر لشکر
بدکتا پھر رہا تھا کچھ ادھر اور کچھ ادھر لشکر

کسی اک مورچے پر بھی نہ پورے تھے جواں اس کے
ٹھکانوں پر نہ تھے موجود کوئی پاسباں اس کے

نہایت دل شکن تھا سورماؤں کا یہ نظارہ
انہیں پھر جمع کرنے کو بجایا اس نے نقارہ

اکٹھا کرکے لشکر کو بڑھا اب فوجدار ان کا
یہ ٹڈی دل تھا سکھوں کا نہ ہوتا تھا شمار ان کا

سمٹ کر ایک گوشے میں اکٹھے ہو گئے غازی
مگر ٹھنڈا نہ ہو پایا تھا جوش معرکہ بازی

چلا سکھوں کا دل بادل جوابی وار کرنے کو
بڑھا طوفان بے ہنگام گیر و دار کرنے کو

ادھر ننھی جماعت تھی ادھر دشمن کا لشکر تھا
وہ جس سے دوبدو لڑنا ہلاکت کے برابر تھا

پھر ایسی جنگ بھی شبخوں کے مقصد کے منافی تھی
جھڑپ دشمن سے جتنی کی گئی اتنی ہی کافی تھی

امیر جیش نے سوچا کہ اب میداں سے ہٹ جائیں
اور اپنے جاں نثاروں کو لئے واپس پلٹ جائیں

یہ سوچا اور سنگھر کی طرف اقدام فرمایا
مگر دو غازیوں نے اس ارادے کا پتہ پایا

وہ للکارے ۲۹۱ھ کہ یہ شیوہ نہیں ہے شیر مردوں کا
نہیں ہے یہ طریق کار حق کے رہ نوردوں کا

امیرالمومنیں نے آپ کو بخشی ہے سالاری
مگر کیوں لوٹنے کی کر رہے ہیں آپ تیاری

مقابل آ کے دشمن کے یہ پس پائی معاذ اللہ
یہ ایسی بزدلانہ کارفرمائی معاذ اللہ

یہ آوازہ بظاہر خوب تھا غیرت دلانے کو
مگر صائب نہیں تھا مقصد شبخون پانے کو

امیر جیش یہ للکار سن کر تھم گیا فورا
حمیت نے قدم روکے سنبھل کر جم گیا فورا

مسلسل گولیاں چلتی رہیں گھمسان کا رن تھا
ادھر جانباز مٹھی بھر ادھر انبوہ دشمن تھا

ذرا دوری رہی جب تک تو بندوقیں ہی چلتی تھیں — ادھر سے اور ادھر سے گولیاں تڑ تڑ نکلتی تھیں
مگر جب لڑتے لڑتے فاصلہ کم ہو گیا باہم — سپاہی سے سپاہی گتھا گتھم ہو گیا باہم
چلے اب شیر بچے اور نکل آئیں قرابینیں — لہو سینوں کا پینے کو بڑھیں خونخوار سنگینیں
نیاموں سے نکل آئیں ادھر خونخوار شمشیریں — کہ دل کا خون چاٹیں دل کو کاٹیں اور جگر چیریں
اندھیری شب میں بجلی کی طرح تلوار چلتی تھی — جوانمردوں کی دھکم پیل سے دھرتی دہلتی تھی
فضائیں دم بخود تھیں اور ستارے سہمے جاتے تھے — شجر بھی خوف سے اب منہ اندھیرے میں چھپاتے تھے

مورانوی کا شدید حملہ اور شہادت

کیا مورانوی نے ایک پورے جوش کا حملہ — نہایت تند تھا مرد سعادت کوش کا حملہ
اور اسکے ساتھ ہی میداں میں باقی صف شکن کودے — سمندر میں کوئی جیسے بہادر غوطہ زن کودے
خدائے پاک کے یہ پاک بندے تھے دلاور تھے — سعادت کیش تھے بحر عزیمت کے شناور تھے
عدو کی فوج میں گھس کر غضب کے وار کرتے تھے — یہ غازی بھوکے شیروں کی طرح یلغار کرتے تھے
جھپٹتے مارتے گرتے گراتے کاٹتے کٹتے — بدلتے پینترے بڑھتے سمٹتے پھیلتے ہٹتے
ہتھیلی پر لئے سر اس غضبناکی سے لڑتے تھے — جدھر منہ موڑتے تھے پاؤں دشمن کے اکھڑتے تھے
کچھ ایسے جوش سے یکبارگی یلغار فرمائی — کہ ہمت ہار کے کرنی پڑی دشمن کو پسپائی
صفیں دشمن کی الٹیں منتشر کرتے گئے ان کو — بڑی ہی دور تک پیچھے ہٹا کر لے گئے ان کو
پریشاں کر دیا کفار کو ایمان والوں نے — ملایا خاک میں شیطان کو رحمٰن والوں نے
مگر یہ چند جانیں تا بکے انبوہ سے لڑتیں — یہ گنتی کی چٹانیں تھیں کہاں تک کوہ سے لڑتیں
تصادم چند قطروں کا بھلا گرداب سے کیا تھا — تقابل چند لہروں کا بھلا سیلاب سے کیا تھا
بالآخر جان دے دی لڑتے لڑتے جاں نثاروں نے — خدا کے پاک بازوں پاک بینوں حق شعاروں نے
۲۹۲ھ
شہادت پا گیا مورانوی اور اس کے ہمراہی — خدائے پاک نے دے دی فقیروں کو شہنشاہی

ہوئے سب کامراں اللہ کی عظمت کے دیوانے
فدا شمع صداقت پر ہوئے بے تاب پروانے

بقیہ غازیوں کی مراجعت

ادھر مشرق کی پیشانی پہ اب انوار ظاہر تھے
اندھیرا چھٹ رہا تھا صبح کے آثار ظاہر تھے

مگر ہمت نہ ہاری تھی خدا کے پاک بندوں نے
کمر باندھی تھی مرنے مارنے پر حق پسندوں نے

بڑھے آتے تھے غازی جان کی بازی لگانے کو
شہادت کا خدائے پاک سے انعام پانے کو

مگر اک صاحب ہمت نے اس اقدام پر ٹوکا
انہیں یہ کہہ کے اکبر خاں[۲۹۳] بہیلہ وار نے روکا

یہی تو آخری میداں نہیں ہے جنگ بازی کا
نہیں یہ فیصلہ کن مرحلہ مردان غازی کا

یہیں رزم حق و باطل کا قضیہ چک نہ جائے گا
یہیں سیلاب حریت ہمارا رک نہ جائے گا

ابھی ہیں اور بھی عشق و جنوں کے امتحاں باقی
لڑیں گے پھر بھی ہم ان سے ہے جب تک جسم و جاں باقی

یہ سن کر غازیوں نے واپسی کا قصد فرمایا
پلٹ کے جنگ سے سنگھر سے ہر غازی نکل آیا

مگر دشمن پہ ایسا خوف طاری کرکے نکلے تھے
انہیں یوں ہمت و جرات سے عاری کرکے نکلے تھے

کہ ان کو حوصلہ ان کے تعاقب کا نہ ہو پایا
کوئی دوڑا نہ پیچھے اور نہ کوئی سامنے آیا

سحر کے وقت غازی لوٹ کر منزل پہ آ پہنچے
چلے تھے جس جگہ سے پھر اسی ساحل پہ آ پہنچے

نماز فجر اطمینان سے پڑھنے لگے غازی
نہ دل میں کچھ تکبر تھا نہ لب پر تھی سخن سازی

حضور رب کعبہ رکھ دیا۔ سب نے جبینوں کو
نہایت عاجزی سے کر لیا معمور سینوں کو

ادھر سید نے بندوبست[۲۹۴] فرمایا تھا نصرت کا
کنارے پر تھا پہرہ ایک قدوسی جماعت کا

یہ مقصد تھا کہ دشمن گر تعاقب میں چلا آئے
تو شبخونی جماعت کو نہ کچھ نقصان پہنچائے

مقابل ہو کے تازہ دم جواں دیوار ہو جائیں
اور اطمینان سے لنڈے سے غازی پار ہو جائیں

مگر دشمن کجا اس کی ہوا تک بھی نہ آتی تھی
ادھر بکھری ہوئی ٹولی اکٹھی ہوتی جاتی تھی

نماز عصر تک آتے رہے بچھڑے۔ ہوئے غازی
جو زخمی تھے وہ تھے سب خون میں لتھڑے ہوئے غازی

جواں مردوں نے پہلے زخمیوں کو پار پہنچایا — اور اس کے بعد باقی غازیوں نے کوچ فرمایا
گزر کر پار دریا کے یہ لشکر گاہ میں پہنچے — مریدان دلاور پیر کی درگاہ میں پہنچے

طرفین کا نقصان

شہادت[٢٩٥] پانے والے ہند کے چھتیس غازی تھے — ادھر قندھار والوں میں سے چھ چالیس غازی تھے
بیاسی غازیوں نے یوں فلاح آخرت پائی — دعائے مغفرت ان کے لئے سید نے فرمائی
ہوئے مجروح[٢٩٦] جو، وہ تیس یا چالیس سارے تھے — بڑی تعداد میں ملکی جو تھے گھر کو سدھارے تھے
کوئی مجروح تھا ان میں نہ میداں ہی میں کام آیا — جو آیا تو غنیمت لوٹنے والوں میں نام آیا
ادھر کشتوں کے پشتے لگے گئے سکھوں کے لشکر کے — ہوئے تھے قتل[٢٩٧] جو وہ سات سو سے بھی کچھ اوپر تھے
مگر زخمی زیادہ ہو چکے تھے مرنے والوں سے — کہیں بڑھ کر تھے وہ جانوں کو ضائع کرنے والوں سے
بظاہر کثرت افراد تھی قوت شدید ان کی — سر میدان آ کر ہو گئی مٹی پلید ان کی

بدھ سنگھ کا فرار

دیا پیغام بیداری سحر نے لالہ زاروں کو — منور کر دیا سب وادیوں کو کوہساروں کو
ادھر مشرق کی پیشانی سے چشمہ نور کا پھوٹا — افق پر آفتاب ابھرا اندھیرے کا فسوں ٹوٹا
نظر خورشید نے میدان پر جس وقت دوڑائی — تو لشکر گاہ میں کچھ اور کیفیت نظر آئی
جہاں کل شام کو شہنائیوں کا شور جاری تھا — وہاں اب خالصوں پر ماتمی اندوہ طاری تھا
جہاں کل انبساط و شادمانی کے تماشے تھے — وہاں اب چار سو بکھرے ہوئے لاشے ہی لاشے تھے
کہیں ٹانگیں کہیں بازو پڑے تھے جنگ بازوں کے — پڑے تھے سر ہی سر بکھرے ہوئے گردن فرازوں کے
لہو کے جابجا تالاب تھے بھرپور لاشوں سے — ہوا تھا جنگ کا میدان سب معمور لاشوں سے
سسکتے بلبلاتے زخمیوں کا شور جاری تھا — کسی کی چوٹ ہلکی تھی کسی کا زخم کاری تھا

یہ منظر دیکھ کر بد سنگھ پر لرزہ ہوا طاری — اور اس نے کوچ کرنے کے لئے فرماں کیا جاری
یہ سن کر خالصہ لشکر نے سامان سفر باندھا — سواری پر کسی نے اور کسی نے دوش پر باندھا
بدکتے موت سے یہ سورما اب بھاگے جاتے تھے — کچھ ایسا خوف تھا اک دوسرے سے آگے جاتے تھے
نظر آنے لگی ہر لاش ان کو بھوت کی صورت — یہ لشکر گاہ تھی ان کے لئے جمدوت[۲۹۵ھ] کی صورت
اکوڑہ موت کی وادی انہیں معلوم ہوتی تھی — یہ بربادی ہی بربادی انہیں معلوم ہوتی تھی
یہ تھی بد سنگھ کی نیت کہ وہ لاہور[۲۹۹ھ] جا پہنچے — کسی محفوظ منزل پر کسی بھی طور جا پہنچے
کسی صورت ملے ان شاہبازوں سے نجات اس کو — مبادا آ دبوچے پھر وہ دہشتناک رات اس کو
اٹک کا قلعہ دار اس کو یہ سمجھانے لگا آ کر — کہ مت دوڑو یہاں سے بزدلی کے ساتھ گھبرا کر
اگر سرحد کو چھوڑیں گے تو ہم نقصاں اٹھائیں گے — اٹک تک سب علاقے پر یہ غازی پھیل جائیں گے
اٹک کا قلعہ ان کی یورشوں کی زد میں آئے گا — یہاں لشکر ہمارا امن سے رہنے نہ پائے گا
یہاں کر لے گا سید شہر اور دیہات پر قبضہ — کرے گا وہ ہمارے سارے مقبوضات پر قبضہ

یہ سن کر اس کو بدھ آئی تو وہ شیدو[۳۰۰ھ] میں جا ٹھہرا
یہ طوفاں کوہ سے ٹکرا کے اب وادی میں آ ٹھہرا

شاہنامہ بالاکوٹ

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا بحضور کبریا

رواں ہوتا ہے اگلے مرحلوں میں پھر قلم میرا — رہے ان راستوں میں اے خدا ثابت قدم میرا
تری توفیق سے پہنچا ہوں میں ان کوہساروں تک — بڑی مشکل سے رستہ طے کیا ان سنگزاروں تک
رفاقت میں جوانمردوں کی اٹھتا ہے قدم میرا — انہی کے ہم عناں چلتا ہے رہوار قلم میرا
ترے احرار کی پرچہ نویسی کر رہا ہوں میں — اور اپنی بے سر و سامانیوں سے ڈر رہا ہوں میں
مری سب آنے والی مشکلیں آسان فرمانا — اور اپنی خاص رحمت سے مجھے منزل پہ پہنچانا
ابھی دیکھی ہے پہلی جنگ لنڈے کے کناروں سے — گزرنا ہے ابھی کچھ اور طوفانوں کے دھاروں سے
یہاں سے چل کے مجھ کو ہنڈ اور پنجتار جانا ہے — کبھی پکھلی پہنچنا ہے کبھی مایار جانا ہے
بڑی سنگین اور جانکاہ راہوں سے گزرنا ہے — پہاڑی گھاٹیوں دروں میں چڑھنا اور اترنا ہے
کبھی جنگ و جدل کے معرکوں کا حال لکھنا ہے — کبھی ان بے کسوں کی صورت احوال لکھنا ہے
پشاور کو پلٹ کر دیکھنا ہے رنگ سازش کا — بیان کرنا ہے پھر انداز اور آہنگ سازش کا
جہاں نافذ کیا اسلام ان جانباز بندوں نے — جہاں گاڑا علم توحید کا ان حق پسندوں نے
جہاں حق گوئی کی پاداش میں مارے گئے غازی — جہاں قربان گاہ عشق پر وارے گئے غازی
سنانا ہے مجھے وہ قصہ دلدوز لوگوں کو — پڑھانا ہے یہ باب درد نوآموز لوگوں کو
یہاں سے لے کے سوز و حسرت و ارمان چلنا ہے — دل اندوہگیں سے جانب کاغان چلنا ہے
گرجتے بادلوں میں کام کو انجام دینا ہے — کڑکتی بجلیوں میں دین کا پیغام دینا ہے

برستی برف کے دلدوز طوفانوں میں چلنا ہے
کہستانوں کی دہشتناک ڈھلوانوں میں چلنا ہے

سر کنہار جا کر دیکھنی ہے رزم آرائی
رقم کرنی ہے مردان خدا کی کارفرمائی

جہاں باطل سے حق کو برسر پیکار ہونا ہے
نصیب خاک بالا کوٹ کو بیدار ہونا ہے

جہاں ذروں کو اٹھ کر مہر عالمتاب بننا ہے
جہاں قطروں کو مٹ کر گوہر نایاب بننا ہے

جہاں جذب و جنوں کا اک جہاں تعمیر ہونا ہے
جہاں کی ظلمتوں کو مرکز تنویر ہونا ہے

جہاں کے سنگریزوں کو گلستانوں میں ڈھلنا ہے
جہاں سے کارواں کو پھر نئی راہوں پہ چلنا ہے

خداوندا مجھے ان راستوں میں استقامت دے
قلم کو حق نگاری کے لئے حسن کرامت دے

آرزوئے خام

یہ عاجز حکمت حق پر یقین تام رکھتا ہے
نہ جانے پھر بھی کیوں یہ آرزوئے خام رکھتا ہے

کہ ہوتا کاش میں بھی جاں نثاروں کی جماعت میں
لٹاتا اپنے جان و مال سید کی اطاعت میں

رفاقت شاہ اسماعیل کی مجھ کو بھی مل جاتی
یہ مرجھائی ہوئی دل کی کلی اس طور کھل جاتی

مرا حصہ مجھے بھی درد کے انوار سے ملتا
کبھی اطوار سے ملتا' کبھی تلوار سے ملتا

جو بالاکوٹ میں ہونا نہ تھا میرے مقدر میں
تو ہوتا کاش مولانا ولایت ہی کے لشکر میں

شہادت پا کے مجھ کو بھی حیات جاوداں ملتی
خدائے پاک کے دامان رحمت میں اماں ملتی

جو اس خوش قسمتی سے بھی مجھے محروم رہنا تھا
فراق غازیان دیں مرا مقسوم رہنا تھا

تو میرا آب و دانہ ٹونک میں رکھا گیا ہوتا
محلہ قافلہ میں مجھ کو بھی حجرہ ملا ہوتا

جہاں بیٹھا حکایات جنوں کو نظم کرتا میں
تصور میں جہاد حق کے اندر رنگ بھرتا میں

پروتا شعر کی تسبیح میں جذبات کے دانے
لباس درد کے بنتا کبھی تانے کبھی بانے

مبرا فکر دنیا و زن و فرزند سے ہوتا
رفو چاک جگر اس درد کے پیوند سے ہوتا

یہ شہنامہ مرے جذبات کی تصویر بن جاتا
سر محشر بھی شاید باعث توقیر بن جاتا

کوئی ہنٹر مجھے فردوسی وہابیت لکھتا
مری طرز فغاں کو باغیوں کی تربیت لکھتا

جناب مہر[۳۰۲] بھی مومن[۳۰۳] کا مجھ کو ہمنوا لکھتے
جناب بوالحسن[۳۰۴] بھی بوالحسن[۳۰۵] کا ہم ادا لکھتے

مرا یہ شاہنامہ اہل فکر و فن کو خوش آتا
جوانوں کا لہو گرمانے والی چیز بن جاتا

حوالے کی کتابوں میں بھی ہو جاتا شمار اس کا
کیا جاتا درایت کی نظر میں اعتبار اس کا

جہاں ملتے مجھے سید کی آنکھیں دیکھنے والے
شہادت کے وہ سودائی وہ جانبازی کے متوالے

وہ اسماعیل کے کندھوں سے کندھے جوڑنے والے
سر میداں عدو کا کاسہ سر توڑنے والے

جنھوں نے معرکے ملیار اور مردان کے دیکھے
نظارے رہ کے بالاکوٹ میں ایمان کے دیکھے

وہ جن کے سر پہ رب ذوالمنن کے پاک سائے تھے
وزیر الملک[۳۰۶] والدولہ کے مہماں بن کے آئے تھے

وہ سلطان خدا اندیش وہ سید کا سودائی
وہ جس نے میزبانی غازیان دیں کی فرمائی

کچھ ان میں تیغ زن بھی اور ارباب ہمم بھی تھے
کچھ اصحاب ذکا و فضل تھے، اہل قلم بھی تھے

یہ تھا گہوارہ امن و اماں آزاد بندوں کا
یہ ندوہ علم والوں کا یہ مجلہ حق پسندوں کا

"وقائع احمدی"[۳۰۷] والوں کی صحبت میں سکوں ملتا
حدیث صاحب مخزن[۳۰۸] سے انداز جنوں ملتا

وہ حریت کا دور سعد قسمت میں نہ ہو پایا
مقدر میرا مجھ کو عہد ناپرساں میں لے آیا

امید کی کرن

گنوایا بیشتر عمر رواں کو رائگاں میں نے
کیے ہیں نذر غفلت اپنے اوقات جواں میں نے

تلاش رزق طیب میں جنوں کی کارفرمائی
معاشی خارزاروں کے سفر میں آبلہ پائی

دنوں کی کاوشیں میری، مری راتوں کی بیداری
یہ جانکاہی، جگرکاوی، طبیعت کی گراں باری

اگر اب آخری ایام میں کچھ کام ہو جائے
تو میری زندگی ممکن ہے خوش انجام ہو جائے

پذیرائی سے اس کی میں نہیں ہوں ناامید اب بھی
یہاں موجود ہیں درد آشنا ارباب دید اب بھی

شہیدوں سے جنہیں بے حد محبت ہے عقیدت ہے
سخن پرور بھی ہیں' فکر و نظر میں بھی صلابت ہے

مرے شعروں میں تاثیر دل آویزی اگر ہوگی
تو میری دیدہ ریزی بھی یقیناً معتبر ہوگی

حقائق کی جو ہوگی ترجماں طرز بیاں میری
نہیں جائے گی ہرگز رائگاں آہ و فغاں میری

مری جوش آفرینی' ولولہ خیزی' حق افروزی
کرے گی ملت پژمردہ میں حریت آموزی

بلا لائے گی منزل کی طرف گم کردہ راہوں کو
یہ ممکن ہے سکھا دے حق پسندی کج کلاہوں کو

خدایا دستگیری کر مری اس دعویداری میں
قلم کو تیر و پیکاں کا اثر دے حق نگاری میں

معرکہ اکوڑہ خٹک کے اثرات

خبر جنگ اکوڑہ کی قریب و دور تک پہنچی
پشاور کی فضاؤں سے چلی لاہور تک پہنچی
گری بجلی کی صورت خالصہ دربار کے اوپر
پڑی رنجیت سنگھ اور اس کے ہر سردار کے اوپر
مہاراجہ یہ سنتے ہی بہت غصے سے تھرایا
غرور و غیظ سے بپھرا غضب سے منہ میں کف آیا
پٹے تھے دس ہزار اک مختصر تعداد کے ہاتھوں
ہزیمت اور وہ بھی چند سو افراد کے ہاتھوں
ہوا حیراں اچانک کس طرح یہ لوگ ادھر آئے
وہ انساں تھے کہ اوپر سے فرشتے تھے اتر آئے
یہ سکھوں کی ابھرتی قوتوں پر ضرب کاری تھی
مہاراجہ کی ذلت' خالصہ لشکر کی خواری تھی
ابھی تک اس نے سرحد میں کبھی منہ کی نہ کھائی تھی
پہاڑی راجگاں سے بھی نہ ایسی زک اٹھائی تھی
وہ سرداران سرحد سے تحائف لیتا رہتا تھا
پشاور کو بھی اپنے باپ کی جاگیر کہتا تھا
جب اس کے لشکری اس ملک میں یلغار کرتے تھے
بڑی غارت گری اور سخت گیر و دار کرتے تھے
انہیں جو کچھ بھی ہاتھ آتا وہ بے کھٹکے اٹھاتے تھے
نقود و جنس لے کر بھی انہیں آنکھیں دکھاتے تھے
وہ سرداروں سے اعلیٰ نسل کے گھوڑے لیا کرتے
عوض اس کے سند طاعت گزاری کی دیا کرتے
یہ بے غیرت انہیں اپنا ولی نعمت سمجھتے تھے
اور ان کفار کی طاعت میں خیریت سمجھتے تھے

مقامی لوگوں میں شوق جہاد

ادھر سرحد کے ہر کوہ و دمن تک داستاں پہنچی
ہر اک پیر و جواں کے کان میں بانگ اذاں پہنچی
جوانمردوں کی جانبازی کا چرچا چار سو پھیلا
فداکاروں کا ذکر جاں سپاری کو بہ کو پھیلا
دلوں میں غیرت ملی کے احساسات جاگ اٹھے
جہاد فی سبیل اللہ کے جذبات جاگ اٹھے
جماعت در جماعت قافلے نکلے جوانوں کے
چلے تیغ و تبر لے کر جواں بیٹے پٹھانوں کے
غریب و بے بس و نادار بھی سردار بھی نکلے
قتال و جنگ کو کچھ آزمودہ کار بھی نکلے
کوئی تنہا کوئی دو چار دس کی ٹولیاں بن کر
کوئی باضابطہ نکلے قبائل کارواں بن کر

کیا رخ سب نے پیر واجب الاکرام کی جانب ۔۔۔ چلے شوق وغا میں لشکر اسلام کی جانب

رئیس ہنڈ خادے خان کی سبقت بیعت

جہاں ان میں بہادر جنگجو جانباز بھی آئے ۔۔۔ وہاں کچھ اہل جاہ و منصب و اعزاز بھی آئے
رئیس ہنڈ یعنی خان خادے[۳۱۰] خان بھی آیا ۔۔۔ وہ جس نے سب سے پہلے آ کے بیعت کا شرف پایا
یہ بیعت کیا تھی اک پیمان تھا سمع و اطاعت کا ۔۔۔ کہ جس سے بن گیا وہ فرد سید کی جماعت کا
پھر اس نے عرض کی حضرت یہ اک احسان فرمائیں ۔۔۔ کرم ہوگا ہمارے ہاں اگر تشریف لے آئیں
کروں گا نذر میں لشکر کے رہنے کو مقام ایسا ۔۔۔ کہ شاید ہو نہ پائے گا کہیں اور اہتمام ایسا
یہ خادے خان کی دعوت نہایت مخلصانہ تھی ۔۔۔ نہایت برمحل اک پیش کش تھی مومنانہ تھی
خلوص قلب کی دعوت یہ سید کو پسند آئی ۔۔۔ بہت ممنون ہو کر آپ نے منظور فرمائی
رئیس زیدہ اشرف خاں[۳۱۱] بھی اس کے ساتھ آیا تھا ۔۔۔ اور اس نے بھی شرف بیعت کا اس کے ساتھ پایا تھا
یہ سرداران سرحد میں سے سبقت کرکے آئے تھے ۔۔۔ سیاسی طور پر بھی ہر طرح اصحاب رائے تھے
جناب سید والا سے پیماں باندھ کر لوٹے ۔۔۔ اور اہل درد کے حلقے میں شامل ہو کے گھر لوٹے

موزوں مرکز کے لئے تیاری

کھلا جنگ اکوڑہ سے ظفرمندی کا دروازہ ۔۔۔ ہر اک غازی کے دل میں اٹھ رہے تھے ولولے تازہ
ہر اک کا جذبہ صادق ابھرتا تھا اچھلتا تھا ۔۔۔ کہ دل دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کو مچلتا تھا
ادھر سینوں میں یوں جوش شہادت جلوہ آرا تھا ۔۔۔ کہ ہر چہرے پہ نور جاودانی آشکارا تھا
وہ صبح و شام مشق تیغ بازی تیر اندازی ۔۔۔ وہ بندوقوں کے فائر خنجروں سے مشق سربازی
پہاڑوں میں چپاول آزمائی' کوہ پیمائی ۔۔۔ وہ میدانوں کی جنگی حکمتوں پر مجلس آرائی
یہ سارا سلسلہ احساس مرکز کا دلاتا تھا ۔۔۔ کسی موزوں علاقے کی طرف منزل دکھاتا تھا
ادھر تجویز خادے خان کی بھی زیر بحث آئی ۔۔۔ یہی فی الحال موزوں جان کر کی کارفرمائی

جناب سید والا نے اک دن حکم فرمایا — کہ نوشہرے میں رہ کر ہم نے اک اعزاز ہے پایا
ثمر اس کا ہمیں اب دوسری منزل میں پانا ہے — جہاد حق میں آگے بڑھ کے اب زور آزمانا ہے
مناسب ہے کہ اب لشکر یہاں سے کوچ فرمائے — سلاح و ساز و ساماں لے کے اب آگے چلا جائے
اکوڑے کے جو زخمی ہیں یہیں ناچار ٹھہریں گے — اور ان کے ساتھ کچھ غازی بھی خدمتگار[312] ٹھہریں گے

نوشہرہ سے مصری بانڈہ

چلا تیار ہو کر کارواں اللہ والوں کا — سفر جاری ہوا حسب ہدایت ان جیالوں کا
زبانوں پر خدائے پاک کی تسبیح جاری تھی — یہی کیفیت ان پر جذب و سرمستی میں طاری تھی
نہ چنگ و دف نہ تھا طبل و دہل کا کوئی آوازہ — نہ کھولا تھا انہوں نے کھوکھلے نعروں کا دروازہ
نہ فخر تمکنت کوئی نہ غرہ جاہ و حشمت کا — نہ بڑ کوئی بڑائی کی نہ دعویٰ عز و عظمت کا
اگر کچھ تھا تو تکیہ تھا فقط فضل الٰہی پر — فقیری کو یہ سب ترجیح دیتے بادشاہی پر
سفر کا مرحلہ پہلا جو پورا کر چکا لشکر — برائے استراحت مصری[313] بانڈہ میں رکا لشکر
جہاں تک ہو سکا سب نے یہاں آرام فرمایا — کمر کھولی' اتارا بوجھ' ستائے' پیا کھایا

مصری بانڈہ سے تور ڈھیر

یہاں سے اگلی منزل کو ہوا پھر سے سفر جاری — وہی پھر سے کمربندی وہی پھر رخت برداری
وہی پھر جادہ پیمائی نشیبوں میں فرازوں میں — وہی جذبہ وہی جوش و جسارت جان بازوں میں
پہاڑی خشک نالے اور کہیں چشموں کے دھارے تھے — چٹانوں کی فصیلیں تھیں کہیں ٹوٹے کنارے تھے
کہیں پتھر کہیں کنکر تھے ناہموار رستے تھے — جو ان کے ظاہری سادہ سر و ساماں پہ ہنستے تھے
یہ غازی پھر بھی یوں بالاتر از چند و چگونہ تھے — کہ اس حالت میں بھی مروا کراما کا نمونہ تھے
نہ دل میں میل پیدا کی نہ ماتھے پر شکن لائے — یہ ارباب عزیمت بڑھتے بڑھتے تور ڈھیر آئے
پڑاؤ اس جگہ ڈالا گیا آرام کرنے کو — اور اگلے مرحلوں کے واسطے کچھ کام کرنے کو

تورڈھیر سے ہنڈ (بازار)

یہاں حضرت نے اپنا کارواں دو رات ٹھہرایا / یہیں خود خان خادے خان استقبال کو آیا
وہ جس کے ساتھ اک چالیس اسواروں کا دستہ تھا / ہر اک اسوار اس کے دامن خدمت سے بستہ تھا
یہ دستہ مظہر شوکت تھا سردار معظم کا / بزعم خویش تھا گویا نمونہ شوکت جم کا
ادب سے خان نے کی عرض حضرت میرے ساتھ آئیں / مرے ظلمت کدے کو نور سے معمور فرمائیں
دیا سید نے پھر حکم سفر اللہ والوں کو / پھر اذن جادہ پیمائی دیا ان خوش خصالوں کو
خدا کے پاک لشکر نے اٹھایا رخت و بار اپنا / کیا آغاز پھر سے حسب عادت عزم کار اپنا
چلا' چلتا رہا' چلتا رہا' چلتا رہا لشکر / سواد ہنڈ کی بستی میں آ کر رک گیا لشکر
یہ بستی تھی لب دریا جسے بازار کہتے تھے / یہاں قلعہ بھی تھا جس میں کبھی سردار رہتے تھے
یہی تھی منزل مقصود خادے خاں جہاں لایا / اسی کو سید والا نے لشکر گاہ ٹھہرایا
یہاں تک آتے آتے بڑھ گئی تعداد لشکر کی / بنی مشق سپہداری کو بھی بنیاد لشکر کی
بہت سے خان بھی بیعت کو سید کی یہیں آئے / جو پہلے دور تھے آہستہ آہستہ قریں آئے

حضرو پر چھاپہ

سید صاحب کا اجازت سے انکار

بڑی تعداد میں لشکر میں ملکی لوگ شامل تھے / اور ان میں اکثر اب تک دنیوی لالچ کے حامل تھے
انہیں جنگ و جدل بس اس لئے مرغوب ہوتا تھا / کہ اس سے مال و زر کا لوٹنا مطلوب ہوتا تھا
کوئی اس کے سوا مقصد سمجھ ہی میں نہ آتا تھا / مگر ہاں انتقاماً قتل کرنا خوب بھاتا تھا
انہوں نے سید والا سے خفیہ اک جسارت کی / گھڑی تجویز اک حضرو کے اندر قتل و غارت کی
یہ آب سندھ سے چھ سات میل اس پار بستی تھی / جہاں مال و نقود و جنس مثل ہن برستی تھی
تجارت کی یہ منڈی تھی جہاں تجار رہتے تھے / بڑے ہی صاحب املاک ساہوکار رہتے تھے

وہاں کا ذکر جیسے ہی کسی کے لب پر آتا تھا
تو ان کے منہ میں اس کے ساتھ ہی پانی بھر آتا تھا
انہوں نے ایک دن سید کی خدمت میں کہا جا کر
کہ حضرو میں ہے وافر جنس و املاک و زر و گوہر
اجازت ہو تو ہم چھاپہ کریں اور چھین لے آئیں
جہاں تک ہو سکے دشمن کو بھی نقصان پہنچائیں
کہا سید نے میں اس ضمن میں کچھ کہہ نہیں سکتا
یہ اپنا داعیہ بھی بن بتائے رہ نہیں سکتا
سمجھ لو تم، یہاں ہم قتل و غارت کو نہیں آئے
گھروں کو لوٹنے والے کوئی ڈاکو نہیں لائے
علاقے فتح کر کے بادشاہی بھی نہیں کرنا
ملوکانہ روش کی سی تباہی بھی نہیں کرنا
تمہیں فی الحال سکھوں کے مظالم سے بچانا ہے
علاقے مومنوں کے ان کے پنجے سے چھڑانا ہے
تمہارے اس ارادے کی میں حامی بھر نہیں سکتا
سپاہی بھیج کر تم سے تعاون کر نہیں سکتا
یہ سب غازی ابھی درماندۂ سیر و سفر بھی ہیں
نیا ہے ملک اس کی رسم و رہ سے بے خبر بھی ہیں
تمہارے ساتھ ان میں سے کوئی بھی جا نہیں سکتا
تمہارا شوق ہے اپنا تو میں رکوا نہیں سکتا
مگر ہاں اک نصیحت ہے مری تم بھول مت جانا
وہاں جا کر مسلمانوں کو مت نقصان پہنچانا

چھاپہ ماروں کی کارگزاری

طمع بازوں نے اس پر بھی نہ کچھ اصلاح کی اپنی
مطابق اپنے منصوبے کے سب نے راہ لی اپنی
کچھ ان کے ساتھ قندھاری بھی شامل ہو گئے جا کر
عمل ان کا بھی یکسر منحصر تھا ان کی مرضی پر
یہ خود رائے جماعت رات کو دریا کے پار اتری
اندھیرے ہی میں بستی پر بلائے برق وار اتری
گڑھی تھی اک وہاں جس میں تھا سکھ افواج کا ڈیرا
اسے قندھاریوں نے شب کے سناٹے میں جا گھیرا
مقامی لوگ بازاروں میں نقد و جنس پر ٹوٹے
دکانوں سے چرایا مال اور گودام بھی لوٹے
ہوا شور و شغب تو لوگ کچھ گھبرا کے جاگ اٹھے
بہت سے ڈر کے مارے اپنی جانیں لے کے بھاگ اٹھے
جو ٹھہرا اور مزاحم ہو کے ان لوگوں سے ٹکرایا
وہ جان و مال سے گزرا بچارا کچھ نہ کر پایا
نماز فجر پڑھ کر غازی بہر ورد بیٹھے تھے
جناب سید والا کے گردا گرد بیٹھے تھے

کوئی اک شخص گھوڑا ہاتھ میں پکڑے ہوئے آیا — کہا حضرت یہ حضرو سے برائے نذر ہوں لایا
کہا سید نے بہتر ہے مگر تم ہی یہ لے جاؤ — مری جانب سے یہ گھوڑا تم استعمال میں لاؤ
ادھر دیکھا کہ دریا پار چھاپہ مار آتے تھے — سروں پر گٹھڑیاں رکھے دوانہ وار آتے تھے
ادھر دس پندرہ سکھوں کی ٹولی چلتی آتی تھی — اور ان لوگوں کے پیچھے پیچھے گولی چلتی آتی تھی
حفاظت کے لئے تھے ان کے پیچھے چند قندھاری — وہ سب سکھوں کی زد پر تھے مگر ہمت نہیں ہاری
انہوں نے خشک سے نالے کے اندر مورچہ باندھا — بنے دیوار جب کاندھے سے باہم مل گیا کاندھا
چلائیں گولیاں تڑ تڑ تعاقب کرنے والوں پر — یہ گویا موت کی برسات تھی ان بدخصالوں پر
بدک کر بعض گھوڑوں نے گرایا شہسواروں کو — سوائے بھاگ جانے کے نہ سوجھی کچھ بچاروں کو
ادھر سامان والے اتنے بزدل بے وفا ٹھہرے — کہ اپنی گٹھڑیاں لے کے لب دریا پہ جا ٹھہرے
وہاں بھی گولیاں چلنے کی آواز ان کو آتی تھی — جو ان شہدوں کے دل پر خوف کی ضربیں لگاتی تھی
انہیں جلدی یہ تھی سامان لے کر پاراتر جائیں — محافظ ان کے قندھاری جو مرتے ہیں تو مر جائیں
بہت سے جلد بازوں نے نہ دیکھی راہ کشتی کی — نہ مشکیزہ کوئی ڈھونڈا نہ رکھی چاہ کشتی کی
بزعم زور بازو جا گھسے دریا کے پانی میں — سنبھل پائے نہ لیکن تند موجوں کی روانی میں
لئے بوجھ اپنا اپنا غرق دریا ہو گئے ناداں — جو کچھ پایا تھا اس کے ساتھ جاں بھی کھو گئے ناداں

نئے لشکر کا حملہ

جونہی پٹ کر جماعت خالصاؤں کی ہوئی پسپا — نیا لشکر قریبا پانچ سو سکھوں کا آ دھمکا
وہ پستول اور بندوقیں بھی شاہینیں بھی رکھتے تھے — وہ نیزے اور بھالے اور سنگینیں بھی رکھتے تھے
اب ان کا سامنا کرنا اور اپنوں کو بچا لانا — بڑا صبر آزما تھا فوراً اس الجھن کو سلجھانا
لب دریا کھڑے تھے بیشتر سامان والے بھی — ڈٹے تھے مورچے میں جنگ کے میدان والے بھی
جناب سید والا نے خادے خاں کو بلوایا — مدد کرنے کو اپنے بھائیوں کی حکم فرمایا

اور اپنے غازیوں کو بھی اجازت دی اعانت کی
دعا باری تعالیٰ سے بھی کی حفظ و صیانت کی

اتاریں کشتیاں دریا میں جب جنگ آزماؤں نے
چلائیں گولیاں ان پر تڑا تڑ خالصاؤں نے

فضائیں ان مسلسل فائروں سے تھرتھراتی تھیں
اور ان کی گولیاں بستی کی دیواروں تک آتی تھیں

جماعت سید انور شاہ کی دریا کے پار اتری
قریبا نصف صد غازی لئے باصد وقار اتری

بڑی تیزی سے جا کر مل گئی قندھار والوں سے
یہ ننھی سی کمک تھی جو بنی ان خوش خصالوں سے

یہ چھوٹی سی جماعت بھی بڑے لشکر پہ بھاری تھی
کہ ان کی کارپردازی عدو پر ضرب کاری تھی

انھوں نے پے بہ پے باڑھیں جو ماریں خالصاؤں پر
تو چھائی حیرت و ہیبت سی ان کے پیشواؤں پر

نشانے تاک کے گھوڑوں کی پیشانی پہ یوں مارے
بھیانک ہنہناہٹ سے گرے اوندھے وہ بے چارے

سواروں کو کچل کر روند کر خود مر گئے گھوڑے
سواروں کو گرایا' پتھروں پر ان کے سر توڑے

جوانمردوں کی ہر گولی پیام مرگ بن جاتی
کبھی دو تین کو مجروح کرکے ہی سکوں پاتی

کئی اک کے کلیجے ہو کے چھلنی یوں نکل آئے
کہ ان کے بکتر و مغفر اماں ان کو نہ دے پائے[۳۱۴]

سروں سے خود اڑے بکتر پھٹے زرہوں میں خم آئے
پکار اٹھے چلو بھاگو' بچاؤ جان' یم آئے

یکایک گرد اڑی پھیلا غبار اک دم فضاؤں میں
نظر آیا کہ بھگدڑ مچ گئی تھی خالصاؤں میں

جوانمردوں کی دہشت نے کیا تھا بے قرار ان کو
ہر اک کے پاؤں اکھڑے مل گئی راہ فرار ان کو

نہ جانے کس قدر کشتوں کے پشتے چھوڑ کر بھاگے
کوئی آگے کوئی پیچھے کوئی پیچھے کوئی آگے

ادھر دو[۳۱۵] جاں سپاروں کو ملا منصب شہادت کا
زہے فوز عظیم ان کی' زہے تمغہ سعادت کا

ہوئے مجروح اس میداں میں کچھ اللہ کے غازی
ہوئی یوں ختم "رنجیتوں"[۳۱۶] سے ان کی دوسری بازی

دیا فرمان سید نے کہ فورا کشتیاں جائیں
جوانمردوں کو بھی سامان والوں کو بھی لے آئیں

تقسیم مال پر جھگڑا

جب آئے اہل چھاپہ مال و زر کی گٹھڑیاں لے کر ظروف و پارچہ اور جنس و برگ و سازماں لے کر
تو خادے خان نے سب کو اکٹھا کرکے فرمایا کہ یہ سب مال از راہ غنیمت ہے ہمیں آیا
یہ ذاتی حق نہیں تنہا اٹھا کر لانے والوں کا یہ حصہ ہے ہمارے لشکری کہلانے والوں کا
یہ سارا مال یکجا جمع کرکے بانٹا جائے گا ملے گا ہر جواں کو جس قدر حصے میں آئے گا
یہ سن کر مال بردار اس طرح کچھ طیش میں آئے کہ مرنے مارنے پر تل گئے غصے میں تھرائے
وہ بولے ہم جو خود لائے ہیں کیسے چھوڑ سکتے ہیں مگر ہاں اس کی خاطر جاں سے رشتہ توڑ سکتے ہیں
یہ صورت دیکھ کر سید نے خادے خاں کو بلوایا تنازع ختم کرنے کے لئے ارشاد فرمایا
کہ جو کچھ ہے کسی کے پاس اس کے پاس رہنے دو کوئی جو جو بھی کچھ کہتا ہے بے باکی سے کہنے دو
یہ مال و زر کے بھوکے ہیں انہیں مومن بنانا ہے انہیں آغوش دیں میں لا کے بے نفسی سکھانا ہے
انہیں حرص و ہوا نے ہر طرح معذور رکھا ہے توکل اور قناعت سے ہمیشہ دور رکھا ہے
انہوں نے آج تک دیکھے نہیں صبر و رضا والے ملے قزاق انہیں' غائب رہے جود و سخا والے
ابھی اللہ والوں کی کوئی صحبت نہیں پائی ابھی اہل نظر کے فیض کی نوبت نہیں آئی
ہمارے غازیوں کے ساتھ جب رہنے لگیں گے یہ تو سرد و گرم چکھ کر ابتلا سہنے لگیں گے یہ
انہیں نظم جماعت کا سلیقہ آ ہی جائے گا بعون حق یہ طبقہ بھی ہدایت پا ہی جائے گا

سکھ لشکر کا ایک اور حملہ اور اس کا انجام

ابھی دو تین دن ان معرکوں کے بعد بیتے تھے وہ جن میں غازیان بے سر و سامان جیتے تھے
یہ صدمہ خالصاؤں سے بھلایا جا نہ سکتا تھا بلا بدلہ لئے آرام ان کو آ نہ سکتا تھا
گڑھی سے پھر اٹھا نسل ستم ایجاد کا لشکر چلا بازار کو دوسہ ہزار افراد کا لشکر
[illegible]

نشے میں بادہ گلگوں کے ڈینگیں مارتے نکلے
جوانمردان حق کو دور سے للکارتے نکلے

لگاتے ایڑ گھوڑوں کو بڑھے طوفان کی صورت
مچاتے غل غپاڑہ فخر سے شیطان کی صورت

اڑاتے دھول گھوڑوں کے سموں سے بڑھتے آتے تھے
سوئے دریا گھٹا بن کر گرجتے چڑھتے آتے تھے

تفنگ و توپ کے ہمراہ شاہینیں بھی رکھتے تھے
وہ تیغیں اور بندوقیں بھی سنگینیں بھی رکھتے تھے

لب دریا سے گولے گولیاں سر کر کے للکارے
کہ آئے جس کو آنا ہے' مرے ہم سے' ہمیں مارے

ذرا نکلو تو باہر ہم تمہارے سر کچل دیں گے
یہ سب کیڑے مکوڑے پاؤں کے نیچے مسل دیں گے

جو آنکھ اٹھے گی اس جانب اسے ہم پھوڑ ڈالیں گے
بڑھے گا پاؤں جو اس سمت اس کو توڑ ڈالیں گے

نکل کے سید والا نے جب یلغار کو دیکھا
سپاہ خالصہ کی اس کھڑی دیوار کو دیکھا

تو اپنے غازیوں کو مستعد ہونے کو فرمایا
جسے سنتے ہی ہر غازی لب دریا چلا آیا

ادھر سے گولیاں گولے مسلسل اڑتے آتے تھے
دنا دن کی صدا سے کان بھی برمائے جاتے تھے

گرجتی تھیں ادھر توپیں تو شاہینیں کڑکتی تھیں
جنہیں سن سن کے شیطانوں کی خود نبضیں پھڑکتی تھیں

مگر مردان حق پر کوئی لرزش تھی نہ خطرہ تھا
وہ گولی کو سمجھتے تھے کوئی بارش کا قطرہ تھا

وہ گولے توپ کے ان کے لئے بس گوئے میداں تھے
یہ سارے سلسلے ان کے لئے بازی کا ساماں تھے

جوانمردوں سے سید نے کہا یلغار کو نکلیں
سپاہ خالصہ سے دو بدو پیکار کو نکلیں

بڑھا زیدہ کا اشرف خان آگے عرض کرنے کو
کہ میں تیار ہوں اس رزم کے اندر اترنے کو

پرانی آرزو میری ہے اور میرے جوانوں کی
کہ ہم درگت بنائیں خالصوں کے پہلوانوں کی

دعائیں آپ کی بھی گر ہمارے ساتھ ہو جائیں
تو ان سکھوں کی بدروحوں سے دو دو ہاتھ ہو جائیں

ادھر سے اذن پا کر کشتیاں پانی میں ڈلوائیں
نبرد آراؤں کی کچھ ٹولیاں ان سب میں بٹھلائیں

ہر اک کے دل کے اندر موجزن تسکین باری تھی
زبانوں پر خدا کے نام کی تکبیر جاری تھی

پہنچ کر وسط دریا میں جوانوں نے بزن بولا
اور اپنی اپنی بندوقوں سے فائر یک بیک کھولا

لب دریا کھڑی تھی سامنے دیوار سکھوں کی ‌ ‌ یہ تھی دیوار لوہا لاٹ دریا پار سکھوں کی
انہوں نے گولیاں دیکھیں جو بارش کی طرح آتی ‌ ‌ نظر آنے لگی ان کو سروں پر موت منڈلاتی
کوئی گولی ہدف پر جب زرہ بکتر سے ٹکراتی ‌ ‌ کڑکتی ٹن ٹناتی اک طرف سن سے نکل جاتی
اڑائیں مغفروں کی کلغیاں ایسے نشانوں سے ‌ ‌ اڑیں جیسے پرندے پھڑ پھڑا کر آشیانوں سے
سوار اس آہنی بارش میں یکجا رہ نہ سکتے تھے ‌ ‌ تڑڑ تڑ تڑ کی آوازوں سے گھوڑے بھی بدکتے تھے
وہ حیراں تھے کہ یہ جنات ہیں کس سمت سے آتے ‌ ‌ جو تند و تیز لہروں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے
ہمارا کوئی حربہ کارگر ہوتا نہیں ان پر ‌ ‌ ہمارے اسلحہ کا بھی اثر ہوتا نہیں ان پر
مسلسل کشتیاں آگے ہی آگے بڑھتی آتی ہیں ‌ ‌ اور ان کی گولیاں جیسے کہ منتر پڑھتی آتی ہیں
کوئی شاید وظیفہ پڑھ کے میداں میں نکلتے ہیں ‌ ‌ کسی جادو کے باعث خشک و تر میں ڈٹ کے چلتے ہیں
ادھر اس وہم نے ان کے دلوں پر یوں اثر ڈالا ‌ ‌ ادھر گھوڑے ڈرے لشکر کو بے ترتیب کر ڈالا
انہیں اب روک سکتا تھا کوئی نعرہ نہ آوازہ ‌ ‌ ہوا تھا منتشر اب ہر طرح لشکر کا شیرازہ
یہ حالت دیکھ کر باگیں اٹھائیں خالصاؤں نے ‌ ‌ لگائی دوڑ حضرو کی طرف ان "سورماؤں"[۳۱۷] نے

بازار سے ہنڈ بستی میں

جناب خان نے اب ہنڈ میں لشکر کو منگوایا ‌ ‌ لب تالاب خیمہ سید والا کا لگوایا
یہیں بیعت کی خاطر بیشتر مردان کار آئے ‌ ‌ کوئی پیدل ہی پہنچے کوئی گھوڑوں پر سوار آئے
خوشی سے فتح خاں پنجتار[۳۱۸] کا سردار بھی آیا ‌ ‌ اور آ کر حضرت والا سے بیعت کا شرف پایا
ادب سے عرض کی' حضرت مری خاطر دعا کیجے ‌ ‌ اور اس عاجز کو بھی خدمت کا اک موقع عطا کیجے
مری بستی کو مرکز کے لئے منظور فرمائیں ‌ ‌ یہاں رہنے میں جو تشویش[۳۱۹] ہے سب دور فرمائیں
میں ہر خدمت کو حاضر ہوں جو کچھ ارشاد فرمائیں ‌ ‌ ہمہ اوقات ہوں تیار جب بھی یاد فرمائیں
جہاد حق کی خاطر آپ جو نقشہ بنائیں گے ‌ ‌ وہ سب کچھ بلدہ پنجتار میں موجود پائیں گے

خلوص دل کی اس دعوت سے سید نے سکوں پایا
اسے اس شخص میں بھی شوق جانبازی نظر آیا

لب دریا مقام ہنڈ موزوں بھی نہ تھا ایسا
جہاد حق کے مرکز کے لئے مطلوب تھا جیسا

ارادہ کر لیا سید نے یوں پنجتار جانے کا
یہ موقع تھا کنار سندھ سے ڈیرہ اٹھانے کا

خبر اس کی جو خادے خان کے کانوں سے ٹکرائی
وہ آیا اور بولا مجھ میں حضرت کیا خطا پائی

مجھے کیوں چھوڑتے ہیں کیا ہوئی ہے مجھ سے کوتاہی
مری خدمت میں شک ہے یا ہے کوئی مصلحت خواہی

وہی خادم ہوں میں پہلے جو تھا اور اب بھی خادم ہوں
میں نادانستہ کوتاہی پہ بھی ہر وقت نادم ہوں

ہماری بدنصیبی ہے جو ہم کو چھوڑ کر جائیں
کرم فرمائیں اور ایسا ارادہ ترک فرمائیں

یہیں جس سید و سردار کو کہیئے بلا دوں گا
اطاعت اور سماعت کے لئے بیعت کرا دوں گا

تنظیم کی ضرورت

یقیناً غازیان دیں ابھی سکھوں پہ بھاری تھے
مقامی لوگ لیکن نظم جمعیت سے عاری تھے

انہیں تنظیم میں باقاعدہ رہنا نہ آتا تھا
انہیں دریا کی موجوں کی طرح بہنا نہ آتا تھا

وہ بلوہ کرکے ساماں لوٹ کر لانے کے عادی تھے
نہ تھے یہ اجتماعی کام بلکہ انفرادی تھے

وہ مشترکہ مقاصد سے بچارے بے خبر ہی تھے
وہ ملت کے تقاضوں کے مطابق بے ہنر ہی تھے

ادھر سردار بھی سرحد کے باہم لڑتے رہتے تھے
اسی باعث یہاں غیروں کے ڈاکے پڑتے رہتے تھے

بس اتنا دائرہ تھا ان کی تدبیر سیاست کا
کہ دنیا بھر میں نام اونچا رہے ان کی ریاست کا

بس اتنا واسطہ تھا دین سے ان بے نظاموں کا
کہ کرتے تھے ادب اپنی مساجد کے اماموں کا

چڑھاوے بھی چڑھا دیتے تھے جا کر خانقاہوں پر
سمجھتے تھے سیاہی پھر گئی سارے گناہوں پر

مشائخ کو بھی اپنے واجب الاکرام کہتے تھے
یہی کچھ تھا جسے وہ خدمت اسلام کہتے تھے

نہ کوئی اتحاد ملت بیضا کا خواہاں تھا
نہ شرع و دین کی ترویج کا شوق فراواں تھا

ضرورت تھی کہ اب ایسی کوئی تنظیم بن جائے
جو اس بے راہرو ملت کو سیدھی راہ پر لائے

جلے شمع ہدیٰ تو لوٹ آئیں پھر سے پروانے
پروئے جا سکیں ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانے

جو بکھری قوتیں ہیں ان کو پھر یکجا کیا جائے
سبق ان لڑنے والوں کو اخوت کا دیا جائے

شریعت کے یہ سب احکام کے پابند ہو جائیں
عقیدت کیش بن جائیں سعادت مند ہو جائیں

یہ مل کر دشمنوں سے برسر پیکار ہو جائیں
یہ مردان خدا پھر ملت احرار ہو جائیں

بیعت امامت

نظامت کو امام وقت کی فوری ضرورت تھی
یہی اب جملہ پہلو کارفرمائی کی صورت تھی

اب ایسی محترم ہستی کو اس منصب پہ لانا تھا
جسے پہلے بھی سب نے واجب الاکرام جانا تھا

وہ جس کا علم و تقویٰ ہر ظن و تخمیں سے بالا ہو
جو عدل و صدق و حق گوئی میں ہم چشموں سے اعلیٰ ہو

ندائے "جاھدوا" پر جو ہمہ تن گوش رہتا ہو
شریعت کی حفاظت میں کفن بردوش رہتا ہو

جو اپنے دل میں حریت کا سوز و ساز رکھتا ہو
جلو میں سرفروش و صف شکن جانباز رکھتا ہو

جو روحانی و جسمانی خصائص میں بھی کامل ہو
امامت کے لئے جملہ شرائط کا بھی حامل ہو

اسی موضوع پر رہتی تھی اکثر گفتگو سب کی
امام وقت کی تعیین تھی اب آرزو سب کی

یہ ساری بحث بر ایمائے اسماعیل ہوتی تھی
اسی کی عالموں کے ساتھ قال و قیل ہوتی تھی

وہ رزم و بزم میں بحث و نظر کا جاننے والا
وہ نقد و جرح میں کھوٹا کھرا پہچاننے والا

اسی کے دم قدم سے مسئلہ اس حال تک آیا
کہ اہل الرائے نے باقاعدہ اجلاس بلوایا

یہیں دین مبیں کے سب علمبردار بھی آئے
علاقوں کے رئیس و والی و سردار بھی آئے

شیوخ محترم بھی عالم و سادات والا بھی
عوام الناس میں شامل تھے سب ادنیٰ بھی اعلیٰ بھی

نظر ہر ایک کی سید پہ ہی جا کر ٹھہرتی تھی
یہی ہستی تھی اب جس پر مشیت ناز کرتی تھی

بالآخر جب امامت کے لئے رائے کا وقت آیا
تو سب نے سید والا کو اس کا اہل ٹھہرایا

اٹھے سب باری باری اور سب نے بڑھ کے بیعت کی
بحمد اللہ یوں پوری ہوئی حاجت امامت کی

اسی دن سے امیر المومنیں کا مرتبہ پایا (۱۲۴۲ھ) اور اس کے دوسرے دن خطبہ جمعہ میں نام آیا

امامت کی نوعیت

امامت کی یہ نوعیت یہاں ملحوظ رکھی تھی کہ امکان نزاع و رزم سے محفوظ رکھی تھی
جہاد و نظم لشکر تک اسے محدود رکھا تھا قبائل کا نظام سروری موجود رکھا تھا
یہ طے پایا کہ سردار ان پہ سرداری نہ جتلائیں ادھر سید کوئی دخل و دراندازی نہ فرمائیں
شریعت کی مگر کرنی پڑے گی سب کو پابندی ہر اک نافذ کرے گا خود پہ احکام خداوندی
ہر اک بیعت کنندہ پر ہے لازم ہو نہ خود رائے امام وقت کا ہر حکم خوش ہو کر بجا لائے
عدول حکم اس کے بعد جس نے بھی کیا ہوگا سمجھ رکھے کہ وہ از خود سزاوار سزا ہوگا

دعوت عام

خبر نصب امامت کی قریب و دور تک پہنچی دیار ہند و چترال و بہاولپور تک پہنچی
لکھے سید نے نامے نامور احباب کی جانب کہ فرمائیں توجہ سرحد و پنجاب کی جانب
یہ فرمایا کہ اب شرعی امامت ہو چکی قائم جہاد حق بھی جاری ہے بغیر لومتہ لائم
کیا ہے گرم ہم نے جنگ کا میدان سرحد میں مجاہد سربکف تیار ہیں ہر آن سرحد میں
ضروت ہ کہ اب مردان غازی اس طرف آئیں خدا کی راہ میں لڑنے کی خاطر صف بہ صف آئیں
جنود حق کی نصرت کے لئے سب فوج فوج آئیں وہ سیل انقلاب دیں کی خاطر موج موج آئیں
ہر اک پیر و جواں اب نصرت حق پر کمر باندھے یہ دعوت جس کے کانوں میں پڑے رخت سفر باندھے
بلاشک وعدہ نصرت ہے درگاہ الٰہی سے ادا ہوتا ہے لیکن بندگان باصفا ہی سے
خلوص دل سے جو راہ خدا میں جاں لڑائے گا وہی فوز و فلاح حشر کا انعام پائے گا
جو اب غفلت سے ان احرار میں شامل نہیں ہوگا تو یہ کردار اس کا وجہ خسران مبیں ہوگا
جو فصل گل میں بھی محروم گل ہے وہ چمن کیا ہے نہ ہو بوباس جس میں، وہ گلاب و یاسمن کیا ہے

شجر ابر بہاری سے نہ جو سرسبز ہو پائے
تو کیوں اس کو نہ بھٹی کے حوالے کر دیا جائے

سرداران پشاور کا وعدہ اطاعت

ابھی سرحد کے جو سردار مجلس میں نہ آئے تھے
کچھ ان کے آدمی اقرار کا پیغام لائے تھے

خوانین پشاور کو جو بیعت کا پیام آیا
تو سارے بھائیوں نے شوق سے منظور فرمایا

جواب آیا کہ ہم حضرت کے ہیں خدمت گزاروں میں
ہمارا نام بھی لکھ لیجئے طاعت شعاروں میں

جہاں بھی جب بھی ان خدام کو بلوایا جائے گا
بلا حجت ہر اک حضرت کی جانب دوڑا آئے گا

یہ سن کر سرحدی سردار جو حاضر تھے' سب بولے
کہ حضرت گو نہیں موزوں کہ کوئی اس پہ لب کھولے

مگر درانیوں پر اعتبار ایسا نہ فرمائیں
کہ ان کی چال میں آ کر مبادا مات کھا جائیں

یہ اس قابل نہیں جو اعتماد ان پر کیا جائے
اور اپنے ڈھب کا کوئی کام بھی ان سے لیا جائے

خصوصا یار خاں ہے سرغنہ غدر و خیانت کا
یہ پیکر ہے نفاق و بغض کی اک اک علامت کا

کہا سید نے مجھ کو بھی خبر ہے اس کی عادت کی
فریبی ہے' ہوس بھی ہے اسے جاہ و قیادت کی

مگر اب مصلحت کو بھی ہمیں ملحوظ رکھنا ہے
اور اس کے وعدہ طاعت کو بھی محفوظ رکھنا ہے

دلوں کے حال کا عالم خدائے لم یزل ہوگا
ہمارے ہاں مگر ظاہر شریعت[۳۲۱] پر عمل ہوگا

گدڑی شہزادہ[۳۲۲]

سر دربار سید اہل بیعت جس قدر آئے
انہی میں بعض والا مرتبت والا گہر آئے

اسی عظمت کا حامل اک مجاہد پیرزادہ تھا
جلیل القدر و ذوالاکرام اس کا خانوادہ تھا

کسی جانباز صالح باپ کا فرزند صالح تھا
کسی خاتون غیرتمند کا دلبند صالح تھا

غزا کے شوق میں قلب و جگر جس کے دھڑکتے تھے
وہ جن میں غیرت اسلام کے شعلے بھڑکتے تھے

نہ اس کے دل میں تھی کوئی نمود و نام کی خواہش
نہ پروا تھی صلے کی اور نہ کچھ انعام کی خواہش

خلوص قلب سے اس صادق و صالح نے بیعت کی
تمام اخلاص سے تسلیم کی طاعت امامت کی

کہا "حضرت نہ اب ہرگز مبارک ہاتھ چھوڑوں گا
مرے دم میں ہے جب تک دم نہ مطلق ساتھ چھوڑوں گا

رہ حق ہی میں ہوگا اب مرا مرنا مرا جینا
مجھے جام شہادت ہے جہاد و جنگ میں پینا

یہی واحد تمنا ہے جو دل میں لے کے آیا ہوں
یہی وعدہ ہے جو صبح ازل میں دے کے آیا ہوں

جزا حق نے بھی دی جیسا وہ تھا اخلاص میں کامل
ومنہم من قضٰی نحبہ کے زمرے میں ہوا شامل

ہنڈ میں لشکر کی کیفیت

نتیجہ دعوت سید کا اتنا جاں فزا نکلا
جہاں جس نے سنی آواز وہ لشکر میں آ نکلا

اسی صورت سے اس جمعیت آزاد کا لشکر
اکٹھا ہو گیا اسی ہزار افراد کا لشکر

یہ مردان خدا اجزائے اقوام جلیلہ تھے
جماعت در جماعت تھے قبیلہ در قبیلہ تھے

یہیں اب مشق حرب و ضرب کی ہوتی تھیں تدبیریں
فضا میں گونجتی رہتی تھیں صبح و شام تکبیریں

اذانیں رات دن ماحول کو معمور رکھتی تھیں
نمازیں منکر و فحشا کو ہر دم دور رکھتی تھیں

تلاوت میں کہیں قرآن کے نغمے بکھرتے تھے
جنہیں سن سن کے سینوں کے پرانے زنگ اترتے تھے

ادھر سید کی صحبت میں دلوں کی میل دھلتی تھی
گرہ گم کردہ راہی کی کئی ذہنوں کی کھلتی تھیں

نماز جمعہ میں جب وعظ اسماعیل ہوتا تھا
تو سینوں کا اندھیرا نور میں تحلیل ہوتا تھا

شکوک و ریب کے پردے نظر سے ہٹتے جاتے تھے
ضلالت اور بے علمی کے رشتے کٹتے جاتے تھے

دلوں میں عظمت توحید پختہ ہوتی جاتی تھی
حدیث مصطفیؐ سینوں میں اپنا گھر بناتی تھی

مقام ماسوی اللہ بھی نظر سے گرتا جاتا تھا
سمجھ والوں کا دل گمراہیوں سے پھرتا جاتا تھا

نظر آنے لگا تھا شرک بھی ظلم عظیم ان کو
دکھائی دے رہا تھا اب صراط مستقیم ان کو

نوشہرہ میں خوانین پشاور سے ملاقات

خوانین پشاور کا یہیں اک دن پیام آیا ۔۔۔ اور آنے[۳۲۳] والا ان کی تازہ کاری کی خبر لایا
پشاور سے وہ اپنا لاؤ لشکر لے کے نکلے ہیں ۔۔۔ وہ "سرمائی" سے اب مجھ کو یہ نامہ دے کے نکلے ہیں
وہاں سے چل کے نوشہر میں ہوگا اب قیام ان کا ۔۔۔ وہیں کچھ دن ٹھہرنے کا ہوا ہے انتظام ان کا
گزارش کی گئی ہے آپ سے تشریف لانے کی ۔۔۔ بڑی خواہش ہے بیعت کا انہیں اعزاز پانے کی"
یہ سن کر حضرت والا نے کی چلنے کی تیاری ۔۔۔ لئے ہمراہ اپنے پانچ سو مردان احراری
معیت میں تھے خادے خان و اشرف خان بھائی بھی ۔۔۔ جناب فتح خاں پنجتار کے ذی شان بھائی بھی
ملے خوش ہو کے نوشہرے میں حضرت خان زادوں سے ۔۔۔ کہ وہ پہنچے ہوئے تھے یاں بظاہر نیک ارادوں سے
انہوں نے بھی بڑی عزت سے استقبال فرمایا ۔۔۔ بڑی عمدہ ضیافت کی بڑی عظمت سے ٹھہرایا
انہوں نے بیعت تازہ سے پھر تصدیق فرمائی ۔۔۔ اور اپنے نامہ طاعت کی بھی توثیق فرمائی
ملاقاتوں میں زیر بحث کچھ دیگر امور آئے ۔۔۔ مقامی مسئلے بھی بعض سید کے حضور آئے
ولیکن جو اہم تر فیصلہ اس وقت ہونا تھا ۔۔۔ وہ حریت کے بیج ان بے حسوں کے دل میں بونا تھا
وہ جن رنجیت سنگھی یورشوں سے تنگ آئے تھے ۔۔۔ اب ان ہی کے ازالے کو برائے جنگ آئے تھے
ضرورت تھی کہ اب اک متحد قوت فراہم ہو ۔۔۔ یہاں کے جملہ سرداروں میں قائم ربط باہم ہو
یہ طے پایا کہ اب اک دن مقرر کر لیا جائے ۔۔۔ اکٹھے ہو کے پھر بد سنگھ پر حملہ کیا جائے
یہ باہم فیصلہ فرما کے حضرت ہنڈ لوٹ آئے ۔۔۔ یہاں آ کر ضروری مرحلے آغاز فرمائے
جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان فرمایا ۔۔۔ منادی کرنے والوں کو قریب و دور بھجوایا
ادھر سردار خادے خان و اشرف خان بھی نکلے ۔۔۔ جناب فتح خاں اور اس کے سب اعوان بھی نکلے
کیا آغاز سب نے اپنے حلقوں میں منادی کا ۔۔۔ دکھایا ہر طرح سے ولولہ خوش اعتقادی کا
شہادت کا جنوں پیدا کیا ایمان والوں میں ۔۔۔ ابھارے جذبے جانبازی کے یاغستان والوں میں

جیش عسرت

کمی بے شک نہیں رب تعالیٰ کے خزانے میں
مگر ہے سلسلہ اسباب کا جاری زمانے میں

جو نقدی سید والا وطن سے ساتھ لائے تھے
اور اس کے بعد جو مالی تعاون ہاتھ آئے تھے

یہ اب تک خرچ ہو ہو کر سبھی اتمام کو پہنچے
یہ سب مادی وسائل تھے کہ جو انجام کو پہنچے

وطن سے آنے والی بھی رقوم اب تک نہ آئی تھیں
نہ جانے رک گئی تھیں یا کسی نے خود اڑائی تھیں

نہ بیت المال میں درہم نہ کوئی دام باقی تھا
اگر کچھ تھا تو بس اللہ کا ہی نام باقی تھا

ادھر سید کی ایسی بے نیازانہ قیادت تھی
کہ حضرت میں نہ ہرگز ہاتھ پھیلانے کی عادت تھی

نہیں تھی ہاتھ میں رتی نہ گو دامن میں رائی بھی
کسی سے بھی مگر مانگی نہ جا کر ایک پائی بھی

گھٹے جوں جوں وسائل ویسے ویسے بڑھ گیا لشکر
یہ حالت ہو گئی فاقوں کے ہتھے چڑھ گیا لشکر

زبان حال سے غازی کبھی کچھ بھی نہ کہتے تھے
وہ بھوکے رہ کے بھی یاد خدا میں مست رہتے تھے

جو مل جاتا کبھی کچھ تو ضیافت سے نہ کچھ کم تھا
نہ ہو تو ساگ پات ان کے لئے مرغ مسلم تھا

ہوئے فاقوں کے ہاتھوں لوگ گو بیمار بھی کافی
مگر ایسے میں بھی ان کا فقط اللہ تھا شافی

توکل اور استقلال دکھلایا جماعت نے
انہیں تقوے میں بخشی پختگی صبر و قناعت نے

بدھ سنگھ کا خط

انہی ایام میں وارد ہوا بد سنگھ کا نامہ
جسے ظالم نے پہنایا بڑے القاب کا جامہ

بڑے آداب اور اکرام سے آغاز تھا اس کا
مگر مضمون خاصا تلخ اور طناز تھا اس کا

"سنا ہے آپ والا مرتبت سادات میں سے ہیں
دیار ہند کے ارباب بابرکات میں سے ہیں

بظاہر اوڑھ رکھا ہے بزرگی کا لبادہ بھی
مگر دل میں لئے پھرتے ہیں غارت کا ارادہ بھی

اکوڑہ میں بھی چھپ کر آپ نے شبخون مارا ہے
اور اب حضرو میں معصوموں کا جا کر سر اتارا ہے

سنا جاتا ہے مقصد آپ لوگوں کا شہادت ہے
مگر حیرت ہے یہ غارت گری کیسی سعادت ہے

سنا ہے آپ غازی جنگجو جانباز رکھتے ہیں
جہاد فی سبیل اللہ کا سوز و ساز رکھتے ہیں
بہادر ہیں تو کھل کر جنگ کے میدان میں آئیں
اور اپنی قوت کارآزمائی سامنے لائیں
نہتے تاجروں کو لوٹنا مرادنگی کیا ہے
یہی اسلام ہے تو اور پھر دیوانگی کیا ہے
ہمیشہ چھپ چھپا کر یوں لڑائی ہو نہیں سکتی
جوانمردوں کی اس میں کچھ بڑائی ہو نہیں سکتی"

سید صاحب کا جواب

جواب اس خط کا بھی سید نے یوں ارسال فرمایا
سلام اس شخص پر جس نے ہدیٰ کا مرتبہ پایا
تمہیں معلوم ہے ہم کس لئے سرحد میں آئے ہیں
تمہارے ہی ستم ہم کو یہاں تک کھینچ لائے ہیں
تم ان خطوں کو بھی سکھوں کی ملکیت سمجھتے ہو
یہاں لٹس مچانا اپنی خاصیت سمجھتے ہو
یہاں کے باسیوں کو تم سمجھتے ہو غلام اپنا
بنا رکھا ہے یاں غارت گری کرنا نظام اپنا
زن و فرزند کو پیر و جواں کو تنگ کرتے ہو
اگر کوئی مزاحم ہو تو اس سے جنگ کرتے ہو
تمہارے ان مظالم کا مزا تم کو چکھانا ہے
اور اپنے بھائیوں کو تم سے آزادی دلانا ہے
تمہارا حال یہ ہے خود کو تو جرار کہتے ہو
مگر اپنے ہی جیسے شخص کو مختار کہتے ہو
تم اس کے اک اشارے پر بھی جانیں ہار دیتے ہو
زن و فرزند و جاہ و مال اس پر وار دیتے ہو
مگر ہم ہیں خدائے پاک کے احکام کے بندے
اسی حاکم علی الاطلاق والاکرام کے بندے
بھلا ہم اس ہمہ قوت سے سرتابی کریں کیونکر
غرور و فخر سے دنیا میں نوابی کریں کیونکر
وہ جس کے حکم کے پابند ہیں کون و مکاں سارے
وہ جس کے زیر فرماں ہیں زمین و آسماں سارے
وہ جس کے اذن سے باہر کوئی پتہ نہیں ہلتا
نہ جب تک اس کی رحمت ہو کوئی غنچہ نہیں کھلتا
اسی مختار کل کی ہم رضا مطلوب رکھتے ہیں
اسی کے حکم پر چلنے کو ہم محبوب رکھتے ہیں
وہی جب تک ہمیں اس کام پر مامور رکھے گا
یقیناً ہم سے ہر رنج و بلا کو دور رکھے گا
یہ سن رکھو کہ میں شوق جہانبانی نہیں رکھتا
حصول جاہ کی اغراض نفسانی نہیں رکھتا

نہ مال و زر کا بھوکا ہوں نہ ننگ و نام کا خواہاں
اگر کچھ ہوں تو ہوں بس نصرت اسلام کا خواہاں

اسی خاطر وطن کی سرزمیں کو چھوڑ آیا ہوں
میں آبا کے مساکن سے بھی رشتہ توڑ آیا ہوں

مرے غازی جو اس اللہ کے لشکر میں شامل ہیں
یہی افکار رکھتے ہیں اسی جذبے کے حامل ہیں

بجا لانے میں حکم حق مجھے ہر کام کرنا ہے
بہر انداز کرنا ہے بہر ہنگام کرنا ہے

تمہاری مغز کوبی کا طریقہ جو بھی پاؤں گا
اسی کے واسطے ہر عمدہ تجویز آزماؤں گا

یہی سودا رہے گا جب تلک قائم ہے سر میرا
سکت ہے پاؤں میں جب تک' رہے گا ہم سفر میرا

اکیلا کفر و طغیاں کے مقابل اڑتا جاؤں گا
اگر تنہا بھی رہ جاؤں تو تنہا لڑتا جاؤں گا

مرا مولا مری نصرت کو میرا ہمقدم ہوگا
اسی کے دست قدرت میں مرا ہر کیف و کم ہوگا

جنگ شیدو ۱۲۴۲ھ

سکھ لشکر گاہ

اکوڑے میں ہزیمت کھا کے جب پسپا ہوا دشمن — تو پیچھے ہٹ کے شیدو میں رکا اور جم گیا دشمن
یہیں بد سنگھ نے ڈیرا جمایا ہوشیاری سے — بنائے مورچے اپنے نہایت پختہ کاری سے
بنایا ایک سنگھر خاردار اشجار لا لا کر — کیا محفوظ ہر جانب سے لشکر کا ہر اک عنصر
لگائے دور تک خیمے قناتیں صف بہ صف اس نے — بسایا اک بڑے رقبے میں لشکر ہر طرف اس نے
جمائیں مورچوں کی پشت پر توپیں سلیقے سے — کہ واقف تھا یہ ظالم جنگ کے اک اک طریقے سے
مسلمانوں کے لشکر کی خبر لاہور بھجوائی — وہاں سے تازہ دم اور جنگجو تر فوج منگوائی
وہ فوجی اسلحہ کی بھی بڑی تعداد لائے تھے — وہ بکتر بند دستے صورت فولاد لائے تھے
اسی قوت کے بل بوتے پہ یہ سردار بیٹھا تھا — مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار بیٹھا تھا

لشکر اسلام کی روانگی

جو نوشہرہ میں باہم فیصلے انجام پائے تھے — انہی میں جنگ کلون بھی مقرر کرکے آئے تھے
ہر اک سردار کو حضرت نے اک دن یاد فرمایا — اور اپنے جیش لے کر کوچ کا ارشاد فرمایا
چلے سب جیش اپنے اپنے خانوں کی قیادت میں — بڑھے سب غازیان ہند سید کی سیادت میں
علم اپنا ہر اک جیش جواں ہمت نے لہرایا — خدا والوں نے نوشہرے کی جانب کوچ فرمایا
زبانوں پر وہی ورد و وظائف اور تکبیریں — دلوں میں یاد حق آنکھوں میں عزم نو کی تنویریں
وہی عزم بلند ان کا، وہی رستہ وہی غازی — انہیں کھینچے لئے جاتا تھا جوش معرکہ بازی
ادھر سینوں میں شمع نغمہ جبریل روشن تھی — جہاد فی سبیل اللہ کی قندیل روشن تھی

یہاں دو ایک دن رونق رہی ان میہمانوں کی
کہ رستے کی تھکاوٹ دور ہو جائے جوانوں کی

اکوڑے کی لڑائی میں جو زخمی ہو کے آئے تھے
ابھی تک زخم ان کے مندمل ہونے نہ پائے تھے

یہیں ان کی ابھی خدمت گزاری ہوتی رہتی تھی
ابھی بیمار تھے تیمارداری ہوتی رہتی تھی

دعائیں ان کے حق میں حضرت والا نے فرمائیں
کچھ اشیائے ضرورت حسب خواہش ان کو بھجوائیں

پھر اک دو غازیوں[۳۲۶] کو آپ نے بلوا کے فرمایا
کہ اب لشکر یہاں سے کوچ کرنے کا ہے وقت آیا

ہم اس لشکر کو لے کر آج دریا پار جاتے ہیں
کہ شیدو میں ہمیں اب جنگ کے میداں بلاتے ہیں

یہ زخمی جن کی اب تیمارداری کر رہے ہو تم
خلوص دل سے جو خدمت گزاری کر رہے ہو تم

نہ جانے جنگ میں کیا صورت حالات پیش آئے
یہ ممکن ہے کہ بیماروں کو لے جانا ہی پڑ جائے

تم اونٹوں کے کجاوے چار چھ تیار کر رکھنا
ہماری معرکہ آرائیوں پر بھی نظر رکھنا

خدا ناکردہ کل کو جنگ میں کچھ ایسی صورت ہو
انہیں محفوظ تر بستی میں جانے کی ضرورت ہو

نوشہرہ سے اکوڑہ خٹک

بجا جب کوچ کا ناقوس تو رخصت ہوا لشکر
بنام حق محاذ جنگ کی جانب چلا لشکر

اتر کر پار دریا سے اکوڑے کو چلے غازی
جہاں کچھ روز پہلے ہو چکی تھی جنگ کی بازی

یہ نوشہرے کی نسبت سب علاقہ تھا ہی پستی میں
نظر آتا تھا لشکر کا نظارا بستی بستی میں

یہاں سے دور تک لشکر دکھائی دیتا جاتا تھا
خروش و جوش نعروں کا سنائی دیتا جاتا تھا

مجاہد اپنے جیشوں کے علم لہراتے جاتے تھے
اچھلتے دف بجاتے چار بیتی گاتے جاتے تھے

سفر کے چار کوس ایسے ہی گزرے شادمانی میں
کٹے لمحات باہم خوش کلامی خوش بیانی میں

اکوڑے میں پہنچ کر رک گیا اسلام کا لشکر
ہوا جلوہ نما مردان خوش انجام کا لشکر

یہاں پہلے ہی درانی برادر آ کے بیٹھے تھے
اور اپنے ڈیرے خیمے ہر طرح لگوا کے بیٹھے تھے

[۳۲۷]محمد یار خاں سلطاں محمد خاں کے لشکر تھے
محمد پیر خاں کے جنگجو ان کے برابر تھے

یہ تینوں بھائیوں کے مل کے دو صد سو سپاہی تھے (۲۰,۰۰۰)
مجاہد تو نہ تھے ہاں پیشہ ور خدام شاہی تھے

یہاں بھی فیصلے کچھ جنگ آرائی کے طے پائے
ہوا یہ بھی کہ دو دن بعد ہی حملہ کیا جائے

ہر اک سردار نے ذمے لیا حملے میں کام اپنا
معین کر لیا میداں کے اندر بھی مقام اپنا

سید صاحب کو زہر خورانی

محمد یار نے سید کا یوں اعزاز فرمایا
کہ دونوں وقت کھانا ان کا اپنے ہاں سے لگوایا

کئے دو شخص متعین جو کھانا لے کے آتے تھے
یہی خیمے کے اندر بے تکلف آتے جاتے تھے

یہ دونوں وقت ماکولات و مشروبات لاتے تھے
ثمر بھی خشک و تر جیسے میسر ہوں کھلاتے تھے

جب اگلی رات کا حضرت نے کھانا نوش فرمایا
تو تھوڑی دیر کے اندر طبیعت میں خلل آیا

مسلسل درد تھا تکلیف کافی بڑھتی جاتی تھی
کوئی شے پیٹ سے دل اور سر کو چڑھتی جاتی تھی

غشی ہوتی تھی طاری اور پھر حضرت (۱۳۲۸) سنبھل جاتے
مگر کیا ہو رہا تھا کچھ نہ کلفت میں سمجھ پاتے

یہ صورت دیکھ کر حضرت کا خادم سخت گھبرایا
اور اس نے شاہ اسماعیل کو جلدی سے بلوایا

جب اس مرد خدا نے صورت حالات کو دیکھا
بڑی تشویش سے سید کی کیفیات کو دیکھا

جہاں تک ہو سکا کوشاں ہوا خدمت گزاری میں
دل و جاں سے ہوا مصروف خود تیمارداری میں

ادھر سید کو قے اور دورہ اسہال جاری تھا
بڑی شدت سے جسم و جاں پہ اضمحلال طاری تھا

کبھی بے ہوش ہو جاتے کبھی پھر ہوش میں آتے
زباں میں جب سکت آتی تو استغفار فرماتے

یہی وہ رات تھی جس کی سحر میداں میں ہونی تھی
وہ جس میں اک نے بازی جیتنی تھی اک نے کھونی تھی

بڑی مشکل میں تھے حضرت بڑی الجھن میں مولانا
نہ بہتر تھا پڑے رہنا نہ ممکن جنگ میں جانا

بالاخر شافی مطلق کے دریا جوش میں آئے
کہ کچھ پہلے سے بہتر ہو کے حضرت ہوش میں آئے

مسلسل قے کے ساتھ اسہال نے معدہ کیا خالی
جو زہریلی کثافت پیٹ میں تھی سب اگل ڈالی

یہ تھا زہر ہلاہل جس کو کھانے میں ملایا تھا
محمد یار خاں "صاحب" نے یہ "اعزاز" پایا تھا

فشار و کرب شب کا سا تو کچھ پہلے سے کمتر تھا
نقاہت کا بدن میں سلسلہ لیکن برابر تھا

ابھی قلب و جگر میں زہر کی تاثیر باقی تھی
بلائے ناگہاں سے جسم کی تطہیر باقی تھی

نقاہت کے سبب حضرت ابھی اٹھنے سے عاری تھے
یہ حالت تھی کہ دورے بھی غشی کے ساتھ جاری تھے

اسی اثنا میں طبل جنگ بجنے کی صدا گونجی
ادھر کوس رحیل لشکر حق کی نوا گونجی

کہا سید سے مولانا نے حضرت ہوش میں آئیں
ہمارے واسطے کیا حکم ہے ارشاد فرمائیں

محمد یار کی جانب سے اک ہاتھی بھی آیا ہے
اور اس کا فیل باں یہ خان کا پیغام لایا ہے

کہ حضرت جتنی جلدی ہو سکے تشریف لے آئیں
قیادت لشکر اسلام کی خود آ کے فرمائیں

یہ فرمایا کہ بہتر ہے مجھے ہاتھی پہ بٹھلائیں
مرے گھوڑے کو فوراً فتح خاں کے پاس پہنچائیں

ہر اک سردار اپنا جیش لے کر کوچ فرمائے
ہمارا لشکر ہندی ہمارے ساتھ رہ جائے

صبح کارزار

شب یلدا نے دم توڑا اندھیرے کی کمر ٹوٹی
افق پر نور ابھرا اور مشرق سے سحر پھوٹی

اذان مرد مومن سے مکان و بام و در گونجے
ہوئیں بیدار سوتی وادیاں کوہ و کمر گونجے

صدا اللہ اکبر کی سنی نخل و شجر جاگے
ندا پہنچی جہاں تک نیند کے ماتے بشر جاگے

فضائیں ملگجی سی تھیں ابھی کچھ جھٹپٹا سا تھا
ادھر کہرے کا بادل تھا مگر کچھ کچھ پھٹا سا تھا

مہینہ مارچ کا تھا پھر بھی ان خطوں میں سردی تھی
بہار آئی ہوئی تو تھی مگر پھولوں پہ زردی تھی

اٹھے غازی وضو کرکے نماز فجر کو لپکے
اور ان کے ساتھ ملکی بھی حصول اجر کو لپکے

یہاں سے ہو کے فارغ جانب شیدو چلا لشکر
حدی پڑھتا رجز گاتا ہوا آگے بڑھا لشکر

فروکش تھے امیر المومنیں ہاتھی کے ہودج میں
بظاہر جو بڑا ذیشاں نظر آتا تھا سج دھج میں

مگر اندر ابھی حالت جو تھی ویسی ہی پتلی تھی
کبھی ہوش اور بے ہوشی تھی گھبراہٹ تھی متلی تھی

جناب شاہ اسماعیل بھی تھے ساتھ حضرت کے
فرائض کر رہے تھے جو ادا ہر طور خدمت کے

وہ حضرت کو سنبھالے تھے لٹاتے تھے بٹھاتے تھے — شفا یابی کی بھی لمبی دعائیں کرتے جاتے تھے
اسی بے چارگی میں جنگ کے میداں میں آ ٹھہرے — ٹھکانوں پر ادھر لشکر کے سارے جیش جا ٹھہرے

لشکر اسلام کی صف آرائی

مقابل جا کے لشکر گاہ دشمن کے کھڑا لشکر — یہ تھا سکھوں کے لشکر سے بہر صورت بڑا لشکر
خٹک کے کوہ کا دامن محمد یار نے گھیرا — یہ تھا میدان سے ہٹ کر جو اس مکار نے گھیرا
نظر آتے تھے اس کے لشکری یوں گردنیں ڈالے — کھڑے ہوں جس طرح کوئی تماشا دیکھنے والے
محمد یار کے بائیں کو تھا سلطان کا لشکر — پھر اس کے بعد ان کے بھائی پیرے خان کا لشکر
پھر اس کے بائیں کو تھا فتح خاں پنجتار کا لشکر — پھر اس کے ساتھ خادے خان کے احرار کا لشکر
کھڑے تھے اس کے بائیں ہاتھ اشرف خان کے غازی — پھر اس کے بعد کی تھی اہل سمہ نے بھی صف سازی
انہی کے پاس سید کے جوانمردوں کا لشکر تھا — خٹک کے کوہ سے لنڈے تلک انبوہ عسکر تھا
یہ سارے جیش مل کر بن گیا اسلام کا لشکر — ہلالی شکل میں لگتا تھا خاصے کام کا لشکر
ادھر شیدو کی بستی میں بھی تھا اک جنگجو دستہ — جو گدڑی شاہزادے کی قیادت میں تھا صف بستہ
کسی سردار سمہ نے کہا حضرت [۳۲۹] کے پاس آ کر — ہمیں شک ہے محمد یار خاں کاذب کی نیت پر
یہ لڑنے کو نہیں آیا تماشا کرنے آیا ہے — اسی خاطر پرے میدان سے ڈیرا جمایا ہے
ہمیں معلوم ہے فطرت ہے خاصی کینہ ساز اس کی — ہوئی ہے لازما سکھوں سے خفیہ ساز باز اس کی
کہا سید نے قبل از وقت کوئی بات مت کہئے — یہی بہتر ہے ان حالات میں خاموش ہی رہئے

ہمیں معلوم ہی کیا ہے کہ اب کیا ہونے والا ہے
شہود و غیب کا عالم فقط باری تعالیٰ ہے

معرکہ آرائی

ورے سکھوں کی لشکر گاہ کے اک خشک نالہ تھا
جہاں آ کر پڑاؤ ان کے کچھ دستوں نے ڈالا تھا

بنائے مورچے ڈھلوان میں جنگ آزماؤں نے
کیا بارود گولی جمع ان میں خالصاؤں نے

ہوا آغاز اسی نالے سے بندوقوں کے چلنے کا
زمیں پر گولیوں سے سنگریزوں کے اچھلنے کا

وہاں سے دھول اڑتی تھی جہاں بوچھاڑ پڑتی تھی
شرارے پھوٹتے گولی جو پتھر سے رگڑتی تھی

اسی کے ساتھ توپیں بھی ہوئی سر خالصاؤں کی
گرج میلوں تلک پہنچی دنادن کی صداؤں کی

یہ گولے لشکر اسلام کے پاس آ کے پھٹتے تھے
دھوئیں اور گرد کے بادل نہ ہٹتے تھے نہ چھٹتے تھے

ادھر سے غازیوں نے بھی بحمد اللہ بزن بولا
اٹھائیں اپنے شبدیزوں کی باگیں اسلحہ تولا

ہوا میں بازوئے بندوق زن اس طرح لہرائے
کہ ہر گولی جو نکلے سینہ دشمن میں گھس جائے

بڑھے سلطان خاں اور پیر خاں اپنے جواں لے کر
لپک کر فتح خاں نکلا جماعت کا نشاں لے کر

بڑھائے خان اشرف اور خاوے خان نے گھوڑے
بنے بنیان مرصوص اس طرح پہلو بہم جوڑے

اٹھے طوفان کی صورت بڑھے سیلاب کی صورت
گرے بجلی کی صورت گونجتے گرداب کی صورت

کچھ اس تیزی سے بڑھ کر مورچوں کے سر پہ جا پہنچے
تعاقب میں کسی مفرور کے جیسے قضا پہنچے

اڑایا گولیوں سے اس طرح سنگھی "دلیروں" کو
دھنک دیتا ہے دھنیا جس طرح روئی کے ڈھیروں کو

کسی کی توڑ دی گردن، کسی کا سر کچل ڈالا
کسی کو مورچے کے سنگریزوں میں مسل ڈالا

جو اٹھ کر بھاگ نکلا اس نے گولی پیٹھ پر کھائی
وہ اوندھے منہ گرا چھاتی پھٹی لمحوں میں موت آئی

لہو اتنا بہا سب مورچے بھی ہو گئے جل تھل
نظر آتا تھا یوں برسا ہو جیسے خون کا بادل

اٹھا گھوڑوں کی ٹاپوں اور گولوں سے غبار اتنا
پتہ چلتا نہ تھا دشمن کا اب انبوہ ہے کتنا

مگر سورج کی کرنیں تھی کہ دیتی تھیں نشان ان کا
زرہ بکتر چمک کر ہو رہا تھا نوحہ خواں ان کا

کئی خوش قسمتی سے بچ گئے گھمسان کے رن میں
وہ دوڑے سوئے لشکر گاہ توپوں کی دنادن میں

پکڑ لی اوٹ تھوڑی دور جا کر چوکڑی بھر کے
لگے گولی چلانے سب حواس اپنے بجا کر کے

کچھ ان کے اور بھی ساتھی یونہی بچ کر نکل آئے
یہیں آ کر انہیں بھی مل گئے اس اوٹ کے سائے

انہوں نے بھی لگایا اپنی بندوقوں کو کندھوں سے
نشانہ چوکتا پھرتا تھا لیکن دن کے اندھوں سے

یہاں خاصی بڑی تعداد اکٹھی ہو گئی ان کی
ولیکن چند ہی لمحوں میں قسمت سو گئی ان کی

نظر آئے یہ جب گولی چلاتے سمہ والوں کو
تو اک تازہ شکار اپنا نظر آیا جیالوں کو

عقابوں کی طرح جھپٹے وہ چیتوں کی طرح لپکے
سروں پر جا گرے ان کے کوئی جیسے پلک جھپکے

مسلسل گولیوں سے تن بدن سب چاک کر ڈالا
بس ان کا ایک ہی حملے میں قصہ پاک کر ڈالا

بڑھے پھر ان کی لشکر گاہ کی جانب جواں غازی
جہاں توپوں سے اب تک ہو رہی تھی گولہ اندازی

جہاں سنگھر کے اندر سے ابھی گولی بھی آتی تھی
جہاں بدھ سنگھ کی فوج اب بھی بندوقیں چلاتی تھی

جوانمردوں نے بڑھ کر بطن سنگھر میں قدم رکھا
اور اپنے سخت حملے کے تسلسل کو بہم رکھا

جو پہریدار دستہ تھا وہ پیچھے ہٹ گیا فورا
کوئی تقدیر کا مارا رکا تو کٹ گیا فورا

گدڑی شہزادے کا حملہ

ادھر اب گدڑی شہزادہ بھی بستی سے نکل آیا
شجاعت کا علم آ کر سر میدان لہرایا

بڑھائے اپنے غازی اس نے لشکر گاہ کی جانب
شجاعانہ چلے جانباز حق کی راہ کی جانب

دلیرانہ اچھلتے کودتے سنگھر میں جا دھمکے
شرارے گولیوں کے تند بجلی کی طرح چمکے

جسے دیکھا اڑایا گولیوں سے تن بدن اس کا
کوئی آگے بڑھا تو چھد گیا خنجر سے تن اس کا

کبھی دائیں صفیں چیریں کبھی بائیں کیا ہلا
جدھر بھی رخ کیا بھاری رہا احرار کا پلا

فضا میں جیسے جیسے دھوپ حدت پاتی جاتی تھی
وغا میں ویسے ویسے اور شدت آتی جاتی تھی

اسی اثنا میں گھس آئے تھے سنگھر میں کئی دستے
بنا ڈالے تھے سنگھر توڑ کر احرار نے رستے

جو اندر فوج تھی وہ دم دبا کر بھاگی پھرتی تھی
جو ٹولی دوڑتی بچ کر مسلمانوں میں گھرتی تھی

دباؤ بڑھ گیا شدت سے لشکر گاہ کے اندر
پڑا اک زلزلہ بدسنگھ کی "درگاہ" کے اندر

ہوئیں بے کار بندوقیں ہوا منہ بند توپوں کا
ہوا حاصل مسلمانوں کو قبضہ چند توپوں کا

بڑھے بدسنگھ کے خیمے کو اب بپھرے ہوئے غازی
یہ رستہ صاف کرنے کو لگا دی جان کی بازی

یہاں اب کامرانی کے تمام اطوار ظاہر تھے
کہ فتح لشکر اسلام کے آثار ظاہر تھے

یار محمد خاں اور اس کے بھائیوں کا فرار

ظفریابی مسلمانوں کی اب ایسی یقینی تھی
کہ ہر غازی کے لب پر ایک جرات آفرینی تھی

اسی امید سے مسرور اک غازی گیا بھاگا
کہا سید سے جا کر لیجے حضرت بخت ہے جاگا

ہمارے لشکر اسلام نے فتح مبیں پائی
اور ایسی فتح جو ہم نے کبھی پہلے نہیں پائی

مگر وہ بات بھی پوری بچارا کر نہ پایا تھا
کہ پیچھے بخت نے ان کے نیا ہی گل کھلایا تھا

اچانک یار خاں بھاگا سب اپنے آدمی لے کر
اور اپنے بھائیوں کے واسطے پیغام یہ دے کر

"شکست فاش ہم کو ہو گئی ہے تم بھی بھاگ آؤ
اور اپنے آدمی اس جنگ میں ناحق نہ مرواؤ"

سنا سلطان خاں اور پیر خاں نے جب پیام اس کا
دبک کر رہ گئے دونوں' نہ کچھ سوچا نہ کچھ سمجھا

تقاضا وقت کا گو اس کو نامنظور کرتا تھا
مگر بھائی کا حکم نادری مجبور کرتا تھا

کہا اپنے جوانوں کو کہ سب لڑنے سے رک جائیں
اور اپنے ساتھیوں کو لے کے سنگھر سے نکل آئیں

کسی نے زور سے آواز دی ہر حملہ آور کو
کہ دیکھو یار خاں تو بھاگ نکلا ہے پشاور کو

اور اس کے بھائی بھی باگیں اٹھائے بھاگے جاتے ہیں
چلو ہم بھی چلیں کیوں مفت میں جانیں گنواتے ہیں

کچھ اتنے زور سے پھیلا یہ شرانگیز آوازہ
کہ بکھرا لشکر اسلام کا لمحوں میں شیرازہ

جو محو جنگ تھے سنگھر میں لڑنا چھوڑ کر بھاگے
یہ ناداں آپ ہی اپنی صفوں کو توڑ کر بھاگے

نہ خادے خان سے ٹھہرے نہ اشرف خاں سے رک پائے
نہ قابو میں یہ جاہل فتح خاں پنجتار کے آئے

رکاوٹ جاہلوں کی راہ میں کوئی نہ حائل تھی
کہ ساری فوج دل چھوڑے ہوئے ذلت پہ مائل تھی

جدھر منہ اٹھ گیا بھاگی جماعت نامرداوں کی | حمیت بزدلی میں ڈھل گئی ان خانزادوں کی

مفروروں کی بزدلانہ ہلاکت

یہ پسپائی نہ تھی لیکن فرار بزدلانہ تھا | جو سچ کہئے تو یہ بے غیرتی کا شاخسانہ تھا
ملا سکھوں کو موقع خوش نصیبی سے سنبھلنے کا | بہانہ بن گیا یوں موت کے منہ سے نکلنے کا
کہ قاتل خود بخود مقتول بننے پر ہوا راضی | زہے یہ ذوق نخچیری زہے احمق کی فیاضی
جب ان سکھوں کو یہ مفرور یوں جاتے نظر آئے | تو فوراً ان کے پیچھے اپنے گھوڑے تیز دوڑائے
ہر اک ٹولی کے پیچھے ایک ٹولی نے کیا دھاوا | اسی تعزیر کے لائق تھا یہ بگڑا ہوا آوا
انہوں نے گولیوں سے بھون ڈالے بھاگنے والے | نہ مرنے سے بچے جن کو پڑے تھے جان کے لالے
کسی نے جنگ میں اب تک شہادت ہی نہ پائی تھی | ہلاکت بزدلانہ ان کے یوں حصے میں آئی تھی

گدڑی شہزادے کی شجاعت وشہادت

ابھی تک گدڑی شہزادہ نبرد آرا تھا سنگھر میں | یہ گویا معرکہ آرائی تھی بدسنگھ کے گھر میں
جوانمردان حق ڈٹ کر جگرداری سے لڑتے تھے | سبیل حق میں جانبازی' فداکاری سے لڑتے تھے
ہوئے مفرور جب سرحد کے سارے عسکری دستے | تو سکھوں کے لئے خالی ہوئے یلغار کے رستے
کچھ ان کی فوج نکلی تھی تعاقب کے ارادے سے | جو تھی سنگھر کے اندر لڑ رہی تھی شاہزادے سے
دباؤ خالصاؤں کا برابر بڑھتا آتا تھا | نئے سے اک نیا دستہ نکل کر چڑھتا آتا تھا
گوارا تھا نہ شہزادے کو گو پیچھے پلٹ جانا | مناسب تھا نہ لیکن دشمنوں میں گھر کے کٹ جانا
ہٹایا اس نے رفتہ رفتہ پچھلے پاؤں ٹولی کو | کہ لگنے دے نہ غازی پیٹھ پر دشمن کی گولی کو
اگر گولی ادھر آئے تو سینے کی طرف آئے | جو موت آئے تو اس کو مرگ مردانہ گنا جائے
اسی صورت یہ غازی ہٹتے ہٹتے آئے بستی میں | بدن اور روح کا رشتہ تھا قائم عشق و مستی میں
شہادت پا چکے تھے اب تلک کافی جواں غازی | جو باقی تھے مسلسل دے رہے تھے داد جانبازی

گلی کوچے لہو دے کے سب گلنار کر ڈالے
جواں جسموں سے بام و در گل و گلزار کر ڈالے

یونہی ہٹتے ہوئے کٹتے ہوئے بستی کو چھوڑ آئے
ہمیشہ کے لئے ناتا جہاں والوں سے توڑ آئے

جو قبرستان تھا باہر اسی میں ڈٹ گئے آ کر
بہت سے خالصے کٹتے رہے حملوں میں جا جا کر

کسی نے کھا کے پیشانی پہ گولی پٹخنی کھائی
کسی کا گر گیا گھوڑا جو گولی ٹانگ پر آئی

وہ بھاگا اٹھ کے تو اک اور گولی نے اسے بھونا
گیا پرلوک کی جانب' کیا گھر بار کو سونا

دم آخر تلک کڑکیں یہ آتش بار بندوقیں
وہ تیزی تھی کہ گویا ہیں کوئی خودکار بندوقیں

نہ جانے وہ مشینیں تھیں کہ اپنے ہاتھ تھے ان کے
وہ خود ہی تھے کہ کچھ مردے بھی اٹھ کر ساتھ تھے ان کے

یہ اصحاب گلیم و خرقہ کی تھی رزم آرائی
نہ جانے کتنے سکھوں کو اجل کی راہ دکھلائی

بالآخر کٹ گئے سب باری باری راہ مولیٰ میں
ہوا ہر ایک شامل زمرہ اُولیٰ و اَولیٰ میں

ازل سے تھا یہی اللہ تعالیٰ کے ارادے میں
ودیعت تھی ازل سے یہ سعادت شاہزادے میں

سید صاحب کی حفاظت اور شاہ اسماعیل کا ایثار

ابھی میدان میں موجود تھے جانباز سید کے
جو رہتے تھے ہمیشہ خادم و دمساز سید کے

ابھی سکھوں سے ان کی جنگ کا گھمسان جاری تھا
جنوں کا معرکہ اب بھی بہر عنوان جاری تھا

بڑے لشکر کی سکھوں پر سے جب اتری گرانباری
انہوں نے جنگ کی بھٹی میں قوت جھونک دی ساری

اب ان کا چار جانب سے دباؤ بڑھتا آتا تھا
مجاہد کٹ رہے تھے زور قدرے گھٹتا جاتا تھا

مگر عزم و شجاعت کا علم گرنے نہ پایا تھا
انہوں نے اب بھی کتنوں کو جہنم میں گرایا تھا

مسلسل سلسلہ جاری تھا دار و گیر کا اب بھی
بپا تھا معرکہ بندوق اور شمشیر کا اب بھی

ادھر سید کہ ہاتھی پر اسی عالم میں بیٹھے تھے
اسی ہوش اور بے ہوشی کے سکر و سم میں بیٹھے تھے

جناب شاہ اسماعیل کی بھی طرفہ حالت تھی
کہ ان کے ہاتھ میں ہر طور حضرت کی کفالت تھی

وہ مستغرق تھے اتنے آپ کی تیمارداری میں
خبر یہ تک نہ تھی بیٹھے ہوئے ہیں کس سواری میں

خبر تک تھی نہ ان کو اب تلک جنگ آزمائی کی
نہ تھا معلوم اب تک کیا بنی صورت لڑائی کی

مہاوت نے کہا حضرت مصیبت سر پہ آئی ہے
مسلمانوں کے لشکر نے شکست فاش کھائی ہے

تعجب سے یہ مولانا نے فرمایا کہ "حیرانم
چہ می گوئی؟ مسلماناں ظفریاب اند' می دانم"

انہیں دیکھے بغیر اپنی جگہ ایقان کامل تھا
کہ رب العالمیں کا فضل ان کے ساتھ شامل تھا

وہ سکھوں سے شکست اس طور ہرگز کھا نہیں سکتے
یہ ظالم خالصے فیروزمندی پا نہیں سکتے

وہ پھر کہنے لگا "حضرت توجہ کیجئے فوراً
برا وقت آ رہا ہے کچھ نہ کچھ کر لیجئے فوراً

ادھر ہاتھی کی جانب بڑھ رہا ہے فوج کا ریلا
مچا رکھا ہے حضرت کی گرفتاری کا واویلا

مقامی لشکروں نے بزدلی سے پیٹھ دکھلائی"
تو مولانا کے یوں ساری حقیقت سامنے آئی

یہ سن کر اک نظر اس سمت دوڑاتے ہوئے دیکھا
اور اک انبوہ سکھوں کا ادھر آتے ہوئے دیکھا

بلایا فوراً اپنے ساتھ والے گھڑ سواروں کو
اور اپنا عندیہ سمجھا دیا ان جاں نثاروں کو

کہا گھوڑے پہ حضرت کو کوئی اک ساتھ بٹھلائے
جہاں تک ہو سکے جلدی سے دریا پار لے جائے

جو باقی ہیں حفاظت کے لئے سب ساتھ ہو جائیں
ضرورت کے مطابق ہر طرح خدمت بجا لائیں

جوانمردوں نے حضرت کو بٹھایا ساتھ گھوڑے پر
حمائل کر لئے حضرت پہ اپنے ہاتھ گھوڑے پر

دعائے "فی امان للہ" مولانا نے فرمائی
اور اس کے ساتھ ہی رقت سے ان کی آنکھ بھر آئی

کہا "اللہ نے چاہا تو میں بھی جلد آؤں گا
بشرط زندگی حضرت سے آ کر مل ہی جاؤں گا"

وہ سید ہی کو محبوب مسلماناں سمجھتے تھے
متاع بے بہا کہہ کر عزیز از جاں سمجھتے تھے

اسی خاطر رہے موجود خود ہاتھی پہ مولانا
کہ ناممکن رہے حضرت کا یوں بچ کر نکل جانا

وہ یہ سمجھیں کہ حضرت ہیں ابھی موجود ہاتھی پر
ابھی ہودج میں ہے وہ گوہر مقصود ہاتھی پر

وہی ہاتھی تھا اب اصلی ہدف دشمن کے لشکر کا
کہ ان کے سر میں سودا تھا فقط سید کے ہی سر کا

وہ اس کے گھیرنے کو ہر طرف سے امڈے آتے تھے
بجاتے ڈھول تاشے اور بندوقیں چلاتے تھے

مہاوت بھی کوئی ماہر تھا خاصا فیل بانی میں
کمی آنے نہیں دیتا تھا ہاتھی کی روانی میں

وہ دشمن کو کئی دلچسپ چکمے دیتا جاتا تھا
جدھر رستہ نہ تھا کوئی وہ رستہ لیتا جاتا تھا

نہایت قابل تحسین تھیں سرمستیاں اس کی
ہزیمت دے گئیں دشمن کو چابکدستیاں اس کی

نکل کر دور اک سنسان سا رستہ نظر آیا
وہاں ہاتھی کے ہودج میں سے اسماعیل اتر آیا

اک اس کے ساتھ جانبازوں کی ننھی سی جماعت تھی
جو سب اچھے برے حالات میں وقف اطاعت تھی

مولانا اسماعیل کا وردو پشاور اور سلطان محمد خاں کی بے رخی

وہاں سے رخ کیا اللہ والوں نے پشاور کا
جو تھا فی الحال مقصود آج مردان دلاور کا

پہنچ کر شہر میں تھوڑا ہی تھا آرام فرمایا
کہ اک سلطان خاں کا آدمی دوڑا ہوا آیا

کہا اس نے کہ میرے خان نے پیغام بھیجا ہے
وہ یہ فرمان ہے جو آپ ہی کے نام بھیجا ہے

"ہمارے بھائی صاحب آپ لوگوں سے ہیں رنجیدہ
کہ ہیں ان کی نظر میں سید احمد ناپسندیدہ

وہ کہتے ہیں کہ آپ اس جا قدم رنجہ نہ فرمائیں
بلا تاخیر میرے شہر سے تشریف لے جائیں"

یہ باتیں سن کے مولانا کو غصہ تو بہت آیا
مگر حالات کی مجبوریوں میں ضبط فرمایا

رفیقوں کی معیت میں چلے چپکے سے مولانا
نہ کی تکرار کوئی بس رضائے حق اسے جانا

امیرالمومنیں کی فکر بھی دلدوز تھی کافی
شکست لشکر اسلام بھی جاں سوز تھی کافی

انہی افکار میں نادیدہ منزل کو چلے غازی
دلوں میں ہمت افزا تھی تمنائے سرافرازی

سید صاحب کا سفر مصائب

لئے سید کو غازی آئے لنڈے کے کنارے پر
جہاں پہلے ہی مفروروں کے جمگھٹ کا تھا شور و شر

ہر اک کے دل میں پہلے پار اترنے کی تھی بے تابی
بڑی تعداد سے واقع ہوئی کشتی کی کمیابی

جونہی کشتی کوئی آتی تو سب یلغار کرتے تھے
جماعت در جماعت کود کر کشتی کو بھرتے تھے

بہت مشکل ہوا بیمار یا کمزور کا چڑھنا
یہ چڑھنا تو کجا ممکن نہ تھا کشتی تلک بڑھنا

یہ صورت غازیوں نے دیکھ کر اس گھاٹ کو چھوڑا — بہ مجبوری بڑھایا فوراً اگلے گھاٹ کو گھوڑا
وہاں پہنچے تو دیکھا جمگھٹا لوگوں کا ویسا ہی — وہاں بھی تھا وہی سامان دلسوزی و جانکاہی
وہ کشتی کو کنارے کے قریب آنے نہ دیتے تھے — اتر کر دور پانی ہی میں اس کو روک لیتے تھے
نہایت آپا دھاپی تھی بہت ہی کھینچا تانی تھی — ہر اک نے دوسرے کو نیچا دکھلانے کی ٹھانی تھی
وہاں بس ایک ہی کشتی تھی جو آتی تھی جاتی تھی — وہ پانی ہی سے مڑ جاتی کنارے تک نہ آتی تھی
کوئی موقع نہیں ملتا تھا حضرت کو سواری کا — کہ کوئی سلسلہ قائم نہ ہو پاتا تھا باری کا
ادھر حضرت کی حالت بھی سنبھلنے میں نہ آتی تھی — مسلسل زہر کی تاثیر رنگ اپنا دکھاتی تھی
غشی بھی تھی نقاہت بھی تھی مدہوشی کا عالم تھا — زباں سے بھی نہ کچھ کہتے تھے خاموشی کا عالم تھا
سواری کا نہ جب موقع کوئی کشتی میں مل پایا — لئے گھوڑا صلاح الدین ۳۳۰ھ بھی پانی میں گھس آیا
ابھی کشتی قریب آ کر ٹھہرنے بھی نہ پائی تھی — کہ بدبختوں نے شور و شر سے بدنظمی مچائی تھی
اچانک پاؤں گھوڑے کا کسی پتھر سے ٹکرایا — بچارا جانور پانی میں ہی گھٹنوں کے بل آیا
گرے بدقسمتی سے حضرت والا بھی پانی میں — ہوا کچھ اور اضافہ آپ کی ایذا رسانی میں
کبھی تنہا نہیں آتی مصیبت جب بھی آتی ہے — بڑی جانکاہ تکلیفوں کو اپنے ساتھ لاتی ہے
سم قاتل کے ہاتھوں جان و تن کی سخت پامالی — شکست لشکر اسلام کے باعث زبوں حالی
ادھر جمعیت لشکر کا پل بھر میں بگڑ جانا — رفیقان وفاپرور کا آپس میں بچھڑ جانا
مقاصد کی یہ ناکامی، سفر نادیدہ منزل کا — ادھر ٹوٹا ہوا رشتہ دماغ و سینہ و دل کا
ادھر لنڈے کی یخ لہروں میں غوطے سے شرابوری — لرزتی جان، بند آنکھیں، سخن گوئی سے معذوری
یہ ساری کلفتیں بس ایک ہی مقصود رکھتی تھیں — یہ سب کی سب رضائے حضرت معبود رکھتی تھیں
رفیقوں میں بھی ان کے جذبہ ایثار قائم تھا — جواں مردوں میں جوش خدمت احرار قائم تھا
اٹھایا حضرت والا کو فورا جاں نثاروں نے — سنبھالا جس طرح بھی ہو سکا خدمت گزاروں نے

اچانک خان زیدہ خان اشرف خان آ پہنچا
بڑی نازک گھڑی تھی جب یہ مرد باصفا پہنچا
وہ نیزہ تان کر پانی میں جا کر ڈٹ گیا فوراً
یہ ہیبت دیکھ کر بے تاب مجمع چھٹ گیا فوراً
کہا اس نے کہ "پہلے میرے مرشد پار جائیں گے
اور ان کے ساتھ ان کے سب رفیق کار جائیں گے
اگر تم میں سے کوئی آ کے کشتی کے قریں ہوگا
تو وہ سن لے کہ پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا
بٹھایا اس نے حضرت اور سب خدمت گزاروں کو
پھر اس کے بعد موقع دے دیا باقی سواروں کو
اتر کر پار دریا کے ہوا پھر سے سفر جاری
مگر اب کام دے سکتی نہ تھی گھوڑے کی اسواری
کہ حضرت کے مرض میں اور اضافہ ہوتا جاتا تھا
یہ پانی کا اثر تھا عضو اک اک سوتا جاتا تھا
جلا کر آگ گرمایا گیا جسم مبارک کو
نہ تھا معلوم کیا منظور ہے رب تبارک کو

بابڑا میں مولانا اسماعیل کی آمد اور سفر چنگلئی

ہوا جب کچھ افاقہ اور جاں میں جان بھی آئی
رفیقوں نے قریبی گاؤں سے اک کھاٹ منگوائی
لٹا کر کھاٹ پر حضرت کو ساتھی بابڑا پہنچے
ادھر خوش قسمتی سے شاہ اسماعیل آ پہنچے
سفر سے پھر وہی پہلی نقاہت عود کر آئی
وہی پہلے سی مدہوشی وہی سردی کی گیرائی
افاقہ جب ذرا ہوتا تو آنکھیں کھول لیتے تھے
کوئی جب پوچھتا احوال تو کچھ بول لیتے تھے
جو مولانا نے دیکھا آپ کی کچھ ٹھیک حالت ہے
تو پوچھا شوق سے "فرمایئے کیسی طبیعت ہے؟"
کہا حضرت نے آنکھیں کھول کر اب فرق کافی ہے
مرض جس نے دیا ہے بس وہی اللہ شافی ہے
اسی سے ہی دعا کرتا ہوں خود آمین کہتا ہوں
اسی کا ذکر کرتا ہوں ھو یشفین کہتا ہوں
یقیں رکھو کہ مجھ کو شافی مطلق بچا لے گا
کرم فرمائے گا اور مجھ سے سب زحمت اٹھا لے گا
ہوئی ارشاد حضرت سے دلوں پر شبنم افشانی
کسی بادل سے گویا سوکھے دھانوں پر پڑا پانی
یہاں سے پھر سفر اگلے علاقوں کا ہوا جاری
کہ تھی لمبی مسافت کے لئے پہلے سے تیاری
اٹھائی چارپائی حسب سابق جاں نثاروں نے
عقیدت میں نہ فرق آنے دیا ان حق شعاروں نے

براہ ڈاکئی' گوجر گڑھی آگے بڑھے غازی
بہت سی گھاٹیاں کہسار کی اترے چڑھے غازی

وہ سب باہم تعاون کے لئے کندھے بدلتے تھے
کئی کندھا جمائے دور تک خدمت میں چلتے تھے

پہنچ کر سرخ ڈھیری میں ذرا آرام فرمایا
وہاں کا خان فیض اللہ بھی دیدار کو آیا

جہاں تک ہو سکا حضرت کی بھی تیمارداری کی
بچارے غازیوں کی بھی بڑی خدمت گزاری کی

دیئے بارہ توانا آدمی بھی کھاٹ اٹھانے کو
کہ جائیں جس جگہ حضرت وہاں تک ساتھ جانے کو

چلا آخر یہاں سے قافلہ حرماں نصیبوں کا
رہ حق کے مسافر غازیوں' بے گھر غریبوں کا

نکل کر سرخ ڈھیری سے بڑھے کہسار کی جانب
قدم بڑھتے رہے قطعات ناہموار کی جانب

گزر کر ایک درے سے یہ غازی باغ آ پہنچے
یہ درے کا دہانہ تھا جہاں یہ باصفا پہنچے

یہاں سے بڑھ کے آگے چنگلئی کا قصد فرمایا
یہی تھی منزل آخر جہاں یہ کارواں آیا

چنگلئی میں قیام اور سید صاحب کی صحت یابی

یہاں لوگوں نے پوری خوش دلی سے کی پذیرائی
غریبوں نے غریبوں میں خوشی کی لہر دوڑائی

اسی جذبے سے کروائے انہوں نے کچھ مکاں خالی
کہ تا ٹھہریں وہاں لے کر جماعت سید عالی

جو باقی بچ گئے وہ مسجدوں حجروں میں جا ٹھہرے
جو آئے بعد میں وہ بھی انہی کے ساتھ آ ٹھہرے

یہاں سات آٹھ دن سید نے جب آرام فرمایا
تو فضل ایزدی سے کچھ طبیعت نے سکوں پایا

توانائی بڑھی قلب و جگر میں زندگی آئی
جبین کرب و غم آلود پر تابندگی آئی

نہ تھے دورے غشی کے اور نہ مدہوشی کا عالم تھا
اور اک اک عضو متحرک تھا صحت مند و سالم تھا

نظر سلجھی زباں میں قوت گفتار بھی آئی
ادھر چہرے کے اوپر رونق انوار بھی آئی

اب اٹھ کر بیٹھ بھی جاتے تھے اور کھانا بھی کھاتے تھے
نمازیں بھی ادا کرتے تھے محفل بھی جماتے تھے

رفیقوں نے سنائی داستاں اک روز سید کو
سنایا جنگ کا سب قصہ دلدوز سید کو

غم و اندوہ کی اس داستاں سے دل تو بھر آیا
ولیکن ضبط کرکے آپ نے ارشاد فرمایا

"عزیزان گرامی ہم پہ جو یہ حال گزرا ہے
جو آفت ہم پہ بیتی ہے یہ جو بھونچال گزرا ہے
کوئی ہم سے خطا سرزد ہوئی درگاہ باری میں
کوئی سنگیں گنہ شاید ہوا بے اختیاری میں
اسی پاداش میں شاید یہ بدلہ ہم نے پایا ہے
اسی بے رہروی کی وجہ سے صدمہ اٹھایا ہے
کبھی خود حق تعالیٰ امتحاں میں ڈال دیتا ہے
مگر توبہ کے صدقے سب مصیبت ٹال دیتا ہے
خدا محفوظ رکھے ہم کو ایسے امتحانوں سے
اور ایسی آزمائش دور رکھے ناتوانوں سے
ادھر جو زہر دشمن نے دیا تھا مجھ کو کھانے میں
رہی باقی نہ کوئی کسر میری جان جانے میں
مگر اس کرب سے اللہ نے مجھ کو شفا دی ہے
مری یہ ناتواں سی جان زحمت سے بچا دی ہے
تو گویا یہ بھی اک سنت جناب مصطفیٰ کی ہے
جو نادانستہ ہی مجھ ایسے عاجز نے ادا کی ہے"
یہ کہہ کر اپنی دستار مبارک فرش پر رکھی
دعا کو ہاتھ اٹھائے' حق کی رحمت پر نظر رکھی
رفیقان مکرم بھی دعا میں ساتھ شامل تھے
وہ غازی جو عقیدت کے ہر اک جذبے کے حامل تھے
نہایت عاجزی کے ساتھ منہ سے یوں دعا نکلی
کہ ہر جملے کے ساتھ آمین کہنے کی صدا نکلی
خداوندا تری ہی سلطنت ہے سب جہانوں میں
ترا ہی حکم جاری ہے زمینوں آسمانوں میں
یہ تیرے بے نوا و بیکس و لاچار بندے ہیں
نہایت عاجز و درماندہ و نادار بندے ہیں
نہ کوئی سطوت و دولت نہ شوکت پاس رکھتے ہیں
تری رحمت ترے فضل و کرم کی آس رکھتے ہیں
الٰہی بخش دے ناکردہ و کردہ خطاؤں کو
عقوبت سے سدا محفوظ رکھ ان بے نواؤں کو
ہم ایسے خاطیوں کی آزمائش بھی نہ فرمانا
صراط مستقیم اس اپنی جمعیت کو دکھلانا
ہدایت دے انہیں بھی جو ہمیں دشمن سمجھتے ہیں
انہیں ہم ملت بیضا کا جان و تن سمجھتے ہیں
دلوں کا زنگ ان کا ہر طرح سے دور فرما دے
غلط فہمی ہے جو ان کو وہ سب کافور فرما دے"

چنگلئی میں غازیوں کا اجتماع اور ایام عسرت

انہی ایام میں آنے لگے بکھرے ہوئے غازی — جنھوں نے باندھ رکھا تھا خدا سے عہد جانبازی
کئی تورو سے آئے اور کئی پنجتار سے آئے — کچھ آئے بستیوں سے اور کچھ کہسار سے آئے
کئی بیمار نوشہرہ سے چل کر چنگلئی پہنچے — کئی تھے تندرست اور خستہ حالی میں کئی پہنچے
جو زندہ تھے یونہی آہستہ آہستہ چلے آئے — شہادت پا چکے تھے جو انہوں نے مرتبے پائے
یہ جمعیت بنی پھرکوئی دو سو شیرمردوں کی — یہی تھی شوکت و صولت مجاہد رہ نوردوں کی
مہینہ بھر یہاں یہ کاروان حق رہا ٹھہرا — ہوا ان کے عمل سے اہل بستی پر اثر گہرا
نمازوں میں خشوع و عجز وہ رقت دعاؤں میں — قیام اللیل کی پابندیاں ٹھنڈی ہواؤں میں
زبانوں میں وہ شیرینی' نگاہوں میں حیا داری — اخوت کے مظاہر' اہل بستی سے رواداری
یہ سب کچھ تھا مگر آخر غریبوں کی یہ بستی تھی — معیشت میں یہ شہروں کی فراغت کو ترستی تھی
یہاں اجناس کی مقدار وافر مل نہ سکتی تھی — کہ گھروالوں کی روٹی بھی بڑی مشکل سے پکتی تھی
یہاں خوراک کی اتنی کمی اکثر ہوا کرتی — کہ مٹھی بھر جوار اک اک مجاہد کو ملا کرتی
وہ اس کو پیس کر روٹی پکا کر کھا لیا کرتے — اگر کچھ بھوک رہ جاتی تو صبر اس پر کیا کرتے
اگر روٹی نہ مل سکتی تو جنگل کو نکل جاتے — وہاں سے ساگ پات اپنے لئے خود توڑ کر لاتے
درختوں کے کبھی پتے ابالے آش بنوا لی — مسالے اور نمک کے ساتھ کچھ پی لی تو کچھ کھالی
یہاں آب و ہوا نے بھی بچاروں پر اثر ڈالا — بہت سے تندرست افراد کو بیمار کر ڈالا
کوئی ہی تھا مزا چکھا نہ تھا جس نے علالت کا — نگہباں تھا خداوند دو عالم ان کی حالت کا
۱۳۳۵ھ
"تپتیا" ایک بوٹی تھی مرض کو روکنے والی — انہوں نے ہر مرض کی یہ دوا دریافت فرما لی
مریضوں کو پلائی تو انہیں کافی سکوں آیا — کئی اک نے تو آرام اس نئے محلول سے پایا
یہ آلام و مصائب گرچہ دل دہلانے والے تھے — جگر کا خون پینے' لخت جاں کو کھانے والے تھے

مگر ان غازیوں کا جذبہ ایمان کامل تھا
ہر اک کے سینۂ شفاف میں فولاد کا دل تھا
انہوں نے راہ حق میں وقف کر رکھا تھا جانوں کو
رضائے حق سمجھتے تھے وہ ایسے امتحانوں کو
وہ ایسی ابتلاؤں میں نہ گھبراتے نہ ڈرتے تھے
غم و اندوہ میں بھی سب خدا کا شکر کرتے تھے
خدا کے فضل سے بھوک اور بیماری پہ غالب تھے
اسی کی رحمت و عفو و رضامندی کے طالب تھے
رضائے حق کو ہر قیمت پہ وہ مطلوب رکھتے تھے
جہاد حق میں جاں دینا بہت محبوب رکھتے تھے
وہ بیماری میں بھی ایثار و قربانی کے پیکر تھے
وہ سب اک دوسرے کی خیراندیشی کے خوگر تھے
یہ جو بھوک اور بیماری کی ان پر ابتلا آئی
نجات اس سے ملی جب رب شافی سے شفا آئی
شفایابی سے معمولات میں پھر کھو گئے غازی
خدا کے فضل و رحمت سے توانا ہو گئے غازی

دربار رنجیت سنگھ میں جشن اور چراغاں

یہ فتح جنگ شیدو کی خبر پہلے اٹک پہنچی
وہاں سے تیز تر رہوار پر لاہور تک پہنچی
یہ سن کر خوش ہوا رنجیت سنگھ اور اس کے درباری
کہا "فورا کرو جشن ظفریابی کی تیاری
خوشی کی محفلیں برپا کرو دربار سجواؤ
طرب کے گیت گاؤ اور موسیقار بلواؤ
مرے دربار میں بھی رقص کرواؤ حسینوں کے
جماؤ شہر میں بھی خوب مجرے نازنینوں کے
کرو ایسے چراغاں رات کو بھی دن بنا ڈالو
اندھیرا جس گلی کوچے میں ہو یکسر مٹا ڈالو
چراغوں سے سجا دو بام و در سارے مکانوں کے
غریبوں بے کسوں پر کھول دو منہ بھی خزانوں کے
ہمارا بدھ سنگ سردار بدھی مان افسر ہے
بڑا رنبیر ہے' یودھا بھی ہے بلوان افسر ہے
وہ آئے گا یہاں تو اس کو مالا مال کر دوں گا
اور انعامات شاہی سے اسے خوشحال کر دوں گا"
منادی کی گئی لاہور میں جشن و چراغاں کی
بلائی رقص کرنے کو طوائف اک سے اک بانکی
بجا طبلہ' پٹی ڈھولک' سجے گھنگرو' جمے مجرے
اٹھیں تانیں' چھڑے نغمے' ہٹے پردے' کھلے حجرے
ہوس آموز گیتوں سے ہوائیں تھرتھرا اٹھیں
منڈیروں کے چراغوں سے فضائیں جگمگا اٹھیں

خوشی کے جشن نے بدکار بھی بے باک کر ڈالے — ہوس کاروں نے سب غیرت کے پردے چاک کر ڈالے

جنگ شیدو پر نگاہ واپسیں

ہماری داستاں خالی نہیں ہے فتنہ کوشوں سے — پڑا ہے واسطہ اکثر ہمیں ملت فروشوں سے

کبھی بنگال میں جعفر نے کی ملت سے غداری — کبھی صادق نے کی ٹیپو سے مکاری و عیاری

یہاں بھی مل گئے بدسنگھ کو غدار ملت کے — محمد یار خاں اور بھائی' فتنہ کار ملت کے

محمد یار جو بالکل لڑائی میں نہ شامل تھا — وہ سکھوں سے کسی پوشیدہ سمجھوتے کا حامل تھا

جب اسلامی جواں سنگھر کے اندر جنگ آرا تھے — مسلمانوں کی پیروزی کے آثار آشکارا تھے

محمد یار کے دو آدمی دشمن کے گھر پہنچے — ذرا سی دیر میں واپس لئے کوئی خبر پہنچے

اسی لمحے اٹھائیں خاں محمد یار نے باگیں — دیا ہر لشکری کو حکم وہ اک ساتھ اٹھ بھاگیں

اب اس کا ہر سپاہی بے تحاشا بھاگا جاتا تھا — شکست لشکر اسلام کا بھی غل مچاتا تھا

یہ مانا ان کی بھگدڑ سے نہ کوئی فرق پڑتا تھا — نہ ایسے میں کسی کا پاؤں میداں سے اکھڑتا تھا

بغر ان کی اعانت کے ہی پہلے جنگ جاری تھی — جماعت اہل ایماں کی ابھی سکھوں پہ بھاری تھی

مگر جب یار خاں اور اس کے ساتھی بھی نکل بھاگے — تو ملکی جنگجو بھی گھوڑے ہاتھی بھی نکل بھاگے

ہوا یوں منتشر اسلام کے لشکر کا شیرازہ — اچانک کھل گیا اک عام بدنظمی کا دروازہ

اگر سلطان خاں اور پیر خاں لشکر نہ لے جاتے — ظفریابی کے لمحوں میں نہ ظالم پیٹھ دکھلاتے

تو نقشہ جنگ شیدو کا باانداز دگر ہوتا — ظفرمندی کا سہرا بھی انہی دونوں کے سر ہوتا

ادھر سید اگر اس زہر سے محفوظ رہ جاتے — تو اس میدان میں لشکر کی سالاری بھی فرماتے

اور ان کے ساتھ اسماعیل بھی ہوتے نبرد آرا — تو لگ سکتا نہ تھا بدسنگھ کے لشکر کا جے کارا

اگر درانیوں کے تینوں لشکر بھاگ بھی جاتے — اور اہل سمہ یوں بھگدڑ کی نادانی نہ دکھلاتے

وہ سید کی قیادت میں نہ کھوتے یوں حواس اپنے — تو اسماعیل بھی رکھتے جما کر ان کو پاس اپنے

جوانمردی کے جوہر جنگ کے میدان میں کھلتے
فداکاری کے جذبے رزم کی میزان پر تلتے
ہر اک غازی خدا کے نام پر جنگ آزما ہوتا
جہاد فی سبیل اللہ کا بھی حق ادا ہوتا
در حق سے یقیناً نصرت و فتح مبیں آتی
کرم ہوتا' نوید عظمت دنیا و دیں آتی
ادھر بدسنگھ منہ کی کھا کے واپس جا رہا ہوتا
اٹک پر پرچم اسلام بھی لہرا رہا ہوتا

بونیر و سوات کا دورہ دعوت جہاد

علمبردار حق نے جب شفائے کاملہ پائی
توجہ اپنے مقصد کی طرف مبذول فرمائی
ضرورت تھی کہ سرحد میں پیام حق دیا جائے
جہاد حق کی دعوت کو الم نشرح کیا جائے
قریب و دور تک دورہ کیا جائے علاقوں کا
نہ رکھا جائے دل میں خوف بیماری کا فاقوں کا
توکل برخدا پیغام حق دیتے ہوئے گزریں
مسلمانوں سے پیمان وفا لیتے ہوئے گزریں
کریں پہلے کہستانی علاقہ جات کا دورہ
شمالی سمت میں بونیر اور اسوات کا دورہ
چلے سید لئے اپنے جلو میں جاں نثاروں کو
بڑھے اللہ کے بندے شمالی کوہساروں کو
یہاں سے وادی چملہ کی جانب قصد فرمایا
جہاں جانے سے پہلے راہ میں اونچا پہاڑ آیا
پہنچ کر اس کی چوٹی پر رکے اللہ کے غازی
جنہیں بخشے گئے تھے دہر میں اطوار شہبازی
سفر درپیش تھا جن کو پہاڑوں کی چٹانوں کا
جو حصہ تھا عزیمت کی مبارک داستانوں کا
دعا کے واسطے حضرت نے پگڑی خاک پر رکھی
نظر فضل الٰہی کے لئے افلاک پر رکھی
برہنہ سر بہت عجز و تذلل سے سے دعا مانگی
خدائے ذوالمنن سے رحمت اور اس کی رضا مانگی
وہاں آرام کرکے کوہ سے نیچے اتر آئے
جہاں دامن میں ہی آثار بستی کے نظر آئے
یہ "کوگا" نام کی بستی تھی جس میں کارواں ٹھہرا
عقیدت سے یہ پورا گاؤں ان کا میزباں ٹھہرا
پذیرائی ہوئی کچھ اس طرح اللہ مستوں کی
ضیافت پر ضیافت ہو رہی تھی حق پرستوں کی
نواحی بستیوں سے لوگ بیعت کو کئی آئے
یہی خواہش لئے سید حسن ناوا گئی آئے

بہت لوگوں نے بیعت کی دعا سے فیض بھی پایا
مبارک گفتگو سے سب کو سرافراز فرمایا

رہے سید کے ہاں تقویٰ و ذکر اذکار کے چرچے
جہاد حق میں قربانی کے اور ایثار کے چرچے

نمازوں کی مجالس میں چلیں ایماں کی تفسیریں
چھڑیں سنت کی تشریحیں ہوئیں قرآں کی تعبیریں

سحاب قدس نے بنجر زمیں سیراب فرمائی
ضلالت کے اندھیروں میں ہدیٰ کی روشنی آئی

یہاں سے چار دن کے بعد آگے کوچ فرمایا
برستا ابر باران ہدایت تختہ بند آیا

خبر پاتے ہی سارے خان بیعت کے لئے آئے
ہر اک کی تھی یہی کوشش کہ وہ پیچھے نہ رہ جائے

ہوئی ہر اک عقیدت مند کی بیعت قرینے سے
دھلے غفلت کے گہرے داغ بیچاروں کے سینے سے

یہاں بھی سلسلہ جاری ہوا مہماں نوازی کا
بڑا اکرام فرمایا گیا مردان غازی کا

خوانین مکرم نے بڑی تکریم فرمائی
کریم النفس سید کی بڑی تعظیم فرمائی

جہاد فی سبیل اللہ کا بھی شوق دکھلایا
اور اس میں ہر تعاون کے لئے وعدہ بھی فرمایا

ابھی طے ہو رہا تھا اگلی منزل کی طرف جانا
اچانک پڑ گئے بیمار اسماعیل مولانا

یہ صورت شیخ سعدالدین پھلتی کو بھی پیش آئی
سفر سے ہو گئے معذور دونوں حق کے شیدائی

کہا حضرت نے مولانا سے "آپ آرام فرمائیں
طبیعت جب سنبھل جائے تو پھر آگے چلے آئیں

یہاں سے آج ہم رخت سفر اپنا اٹھاتے ہیں
اور اگلی منزلوں پر کارواں کو لے کے جاتے ہیں"

سحر کے ساتھ تختہ بند سے سب کارواں نکلا
ہمہ تن مستعد ہو کر ہر اک پیر و جواں نکلا

نئی راہیں، نئے آفاق نادیدہ منازل کے
نئے عزم اور نئے جذبات تھے قطع مراحل کے

لئی پہنچے تو استقبال کو جم غفیر آیا
یہ شہرہ تھا کہ کوئی مرشد روشن ضمیر آیا

یہ تھے سب لوگ بیعت کی سعادت کے تمنائی
نہ جانے کونسی راہوں سے یہ خلقت امڈ آئی

یہ سارا ہی علاقہ اب غریبوں کا جو مامن تھا
امیر ٹونک کے آبائے امجد کا بھی مسکن تھا

ہوا معلوم جب نواب کے مرشد کی آمد ہے
تو ہوتے کیوں نہ بیچارے وہ ایسے فیض کے درپے

فقط اک رات سید نے یہاں رکھا قیام اپنا   جہاد راہ حق کا بھی دیا ان کو پیام اپنا

یہاں سے تو رسک والوں نے دعوت دے کے بلوایا   وہاں اک خاصی جمعیت نے بیعت کا شرف پایا

یہاں سے چل کے آگے جانب جوّڑ بڑھا لشکر   وہاں رُکتا ہوا کوہ کڑاکڑ پر چڑھا لشکر

سوات میں داخلہ

کڑاکڑ کی چڑھائی ہفت خواں سے کم نہیں ہوتی   کشاکش اس کے رستوں پر کہیں مدھم نہیں ہوتی

بڑی پرپیچ ہیں پگڈنڈیاں بے ڈھب چٹانیں ہیں   نکیلے پتھروں کے تیر جھاڑوں کی کمانیں ہیں

بڑی بے ڈھب بلندی ہے بڑے دشوار رستے ہیں   بڑی دقت طلب منزل ہے ناہموار رستے ہیں

نہایت جاں گسل ثابت ہوئی یہ کوہ پیمائی   سر کہسار جا کر اہل لشکر نے اماں پائی

کڑاکڑ جس کو سر کرنے کا اعزاز ان کو حاصل تھا   میان ارض بونیر و سوات اک حد فاصل تھا

یہاں چوٹی سے دونوں سمت کے منظر نمایاں تھے   بڑی ہی دور تک کھیت اور شجر راحت کا ساماں تھے

بلندی پر سے نیچے کا یہ منظر یوں نظر آیا   کہ جیسے نقش فطرت کا زمینوں پر اتر آیا

نہایت پر سکوں ماحول تھا خاموش تھی فطرت   زمیں پر فصل گل کے ساتھ ہم آغوش تھی فطرت

یہ سحر انگیز منظر دیکھ کر خوش ہو گئے غازی   کڑاکڑ سے اترنے کے لئے آگے بڑھے غازی

پہاڑوں سے اترنا گرچہ اک آسان صورت ہے   مگر تاہم سنبھل کر پاؤں رکھنے کی ضرورت ہے

اترنے میں خدائے پاک نے ان کا بھرم رکھا   بنام حق سواتی سرزمیں میں آ قدم رکھا

یہاں چھوٹی سی بستی دامن کہسار میں آئی   جہاں کچھ استراحت غازیان دیں نے فرمائی

یہ بستی شافعی مسلک کے لوگوں کا ہی مسکن تھی   جہاں پہلے سے شمع سنت و توحید روشن تھی

نہ ٹھہرایا زیادہ دیر سید نے یہاں لشکر   کیا معمول کی رفتار سے آگے رواں لشکر

گزرتا کھیت کھلیانوں سے جب چلتا گیا لشکر   بہت سی بستیاں تج کر بری کوٹ آ گیا لشکر

ہوئی بیعت بھی پیغام جہاد حق بھی پہنچایا   اور اس کے بعد آگے کارواں تھانہ چلا آیا

یہاں کچھ دیر رک کر کارواں نے کوچ فرمایا — چلے آگے تو ان کی رہ میں دریائے سوات آیا
اتر کر پار حضرت چکدرہ پہنچے ٹھہرنے کو — وہیں سادات اچ بھی آئے استقبال کرنے کو
وہیں بیعت بھی کی ان پاک باطن خوش نصیبوں نے — اور اپنے ساتھ چلنے کی بھی دعوت دی نجیبوں نے
جمائی اوچ میں سید نے محفل ذکر و بیعت کی — جہاد فی سبیل اللہ کی بھی سب کو دعوت دی
یہاں سے اٹھ کے اور آگے چلے کوٹی گرام آئے — جہاں دیدار و بیعت کو خواص آئے عوام آئے
یہ ایام سفر گزرے تھے سب رمضان کے اندر — اسی ماہ مبارک میں سفر کرتا رہا لشکر
یہاں آ کر نظر آئی ہلال عید کی صورت — یہ اگلی معرکہ بازی کی تھی تمہید کی صورت

کوٹی گرام میں عید الفطر

یہاں بھی میزباں سادات کے سارے گھرانے تھے — کھلے تھے واسطے لشکر کے جتنے مال خانے تھے
وہ خدمت کرکے سید کی بہت دلشاد رہتے تھے — مکاں لشکر کے ان کی بزم سے آباد رہتے تھے
منائی عید لشکر نے یہاں اپنے ہی گھر جیسی — ہوئی لاحق نہ کوئی شے غم دخت و پسر جیسی
یہ تھے اللہ کے رستے میں جاں پر کھیلنے والے — رضائے حق کی خاطر سب مصائب جھیلنے والے
اسی دھن میں وطن کی سرزمیں کو چھوڑ آئے تھے — زن و فرزند سے یاروں سے رشتہ توڑ آئے تھے
خدا کی یاد دل کے گلستاں شاداب رکھتی تھی — رضائے رب کعبہ کی طلب بے تاب رکھتی تھی
گزشتہ عید پر تھے مارواڑی ریگزاروں میں — اور اب آ کر فروکش تھے سواتی کوہساروں میں
ہزاروں میل کی ان دوریوں میں جادہ پیمائی — کٹھن راہوں کے اندر جانگدازی' آبلہ پائی
یہ سب ان حق پرستوں کے لئے آسان ہوتا تھا — یہ جانکاہی نہ تھی تفریح کا سامان ہوتا تھا
جہاں سے ہو کے گزرے اس کو اپنی کارگہ سمجھے — جہاں ٹھہرے اسی خطے کو اپنی بارگہ سمجھے
سمجھتے اپنا ہی دریاؤں چشموں آبشاروں کو — وطن ہی جانتے تھے ریگزاروں کوہساروں کو
وہ سب آبادیوں کو اپنے بام و در سمجھتے تھے — مسلمانوں کی ہر بستی کو اپنا گھر سمجھتے تھے

بریلی ان کا، دلی، ٹونک، کابل اور ہرات ان کا
پشاور ان کا مردان ان کا بونیر و سوات ان کا
یہاں بھی فرق رنگ و نسل کا ایسے مٹاتے تھے
گلے مل مل کے باہم عید کی خوشیاں مناتے تھے
یہاں خوشیوں کے لمحے اور بھی اس طور آ پہنچے
کہ تازہ قافلے ہندوستاں سے اور آ پہنچے
اسی دوران اسماعیل تختہ بند سے آئے
نواح و گرد کے دورے بھی یاں سید نے فرمائے
یہاں بھی مجلسیں جاری رہیں ذکر و عبادت کی
جو تھی فطری علامت سید احمد کی قیادت کی
جو تھے ناراض انہیں سلک اخوت میں پروتے تھے
جہاد فی سبیل اللہ کے وعدے بھی ہوتے تھے

مولانا محمد یوسف پھلتی کا انتقال

یہاں سے چار دن کے بعد اٹھایا برگ و بار اپنا
کیا پھر سے نمایاں کارواں نے عزم کار اپنا
کئی دن سے تھے یوسف پھلت کے بیمار بیچارے
نقاہت کے سبب اٹھنے سے تھے لاچار بیچارے
سفر میں کارواں کے ساتھ ہی تھے چارپائی پر
گزارہ ہو رہا تھا ان کا بس دارو دوائی پر
وہ سید کے رفیق معتمد، دیندار افسر تھے
رسد کے پاسباں یعنی خزینہ دار لشکر تھے
اچانک راستے میں ان کو پیغام اجل آیا
اور ان کی روح نے اپنے قفس سے کوچ فرمایا
یہاں سید نے سب کو صبر کی تلقین فرمائی
جنازہ بھی پڑھایا اور خود تدفین فرمائی
یہ فرمایا کہ یوسف جی ہمارے قطب لشکر تھے
ہوا ہے لشکر اسلام خالی ان کی رحلت سے
وہ ہر صورت توکل اور قناعت کرنے والے تھے
خدا کی اور محمدؐ کی اطاعت کرنے والے تھے
حلیم الطبع عابد، مستقیم الحال زاہد تھے
کریم النفس غازی، سربرآوردہ مجاہد تھے
شرافت کیا کہوں کیسی تھی رحلت کرنے والے میں
"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

خداوند کریم ان پر کرم کا ابر برسائے
یہ غازی جنت الفردوس میں آرام فرمائے

بھانڈہ، منگورہ، چارباغ اور خونہ

یہاں سے چل کے بالائی علاقوں کو بڑھے غازی — پہاڑی گھاٹیوں میں بارہا اترے چڑھے غازی
بالآخر رات کو بھانڈہ میں ٹھہرا کارواں جا کر — یہیں حضرت سے شب کو میر منگورہ ملا آ کر
سحر کو میر کی دعوت پہ منگورہ گیا لشکر — رضائے میزباں پر تین دن ٹھہرا رہا لشکر
یہاں بھی سلسلہ رکھا گیا ذکر و وظائف کا — رہا داد و ستد کا سلسلہ تحفے تحائف کا
فراغت پا کے منگورہ سے لشکر چار باغ آیا — یہاں بھی تین دن ابرار نے آرام فرمایا
بڑی مہمانیاں کھائیں بڑی تعظیم بھی پائی — جہاد فی سبیل اللہ کی بھی تلقین فرمائی
یہاں سے چل کے اک منزل گلی باغ آ کے فرمائی — یہاں سے جانب خونہ چلے دیں کے یہ شیدائی
کیا جب اہل خواجہ خیل نے اصرار رکنے پر — تو سید بھی بمجبوری ہوئے تیار رکنے پر
یہاں لوگوں نے بیعت کرکے ہر خدمت بھی فرمائی — جہاد حق کی سید نے انہیں دعوت بھی پہنچائی
یہاں سے چل کے خونہ میں رکا اسلام کا لشکر — سبیل حق کے جانبازان خوش انجام کا لشکر
سواتی سرحدوں پر آخری بستی تھی خونے کی — جہاں تک حد مقرر کی تھی دورہ ختم ہونے کی
کیا خونے میں استقبال بڑھ کر پیرزادوں نے — نہایت عزت افزائی دکھائی خوش نہادوں نے
ہوئے بیعت بھی اور وعدے تعاون کے بھی فرمائے — جہاد فی سبیل اللہ کے جذبات دکھلائے

والیٔ چترال کی طرف سفارت

۱۲۴۳ھ

یہیں سے مہتر چترال کو اک نامہ بر بھیجا — بڑا زیرک مجاہد، صاحب فکر و نظر بھیجا
اور اس کے ہاتھ قرآن مبیں ارسال فرمایا — اور اک نامہ سلیماں شاہ کو کاتب سے لکھوایا
ضرورت خدمت اسلام کی بھی اس کو سمجھائی — جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت بھی پہنچائی
مرصع پیش قبض اور ساتھ دو پستول بھی بھیجے — یہ آپس کی محبت اور اخوت ہی کے تحفے تھے
جواب اس خط کا کچھ دن بعد ہی پنجتار میں آیا — وہ جس میں اس نے خاصے شوق کا اظہار فرمایا

عقیدت اور ارادت کا کیا اظہار مہتر نے
دکھایا ہر طرح سے اپنا عزم کار مہتر نے
کہا جس وقت گلگت کی مہموں سے نمٹ لوں گا
یقیناً آپ کی خدمت میں آ کر حاضری دوں گا
جہاں بھی اور جب بھی آپ خادم کو بلائیں گے
جہاد حق کے میداں میں مجھے موجود پائیں گے

مولنا عبدالحی کی ہندوستان سے آمد

یہ دورہ بلدہ خونہ میں جب انجام کو پہنچا
پیام حق کہستانوں کے خاص و عام کو پہنچا
یہاں سے پھر سفر کا حکم جب سید نے فرمایا
تو لشکر پار دریا کے درش خیلہ چلا آیا
وہاں سے خنجرہ' شکردرہ' بھانڈہ میں آ نکلے
اسی دیکھے ہوئے رستے پہ پھر اک بار جا نکلے
نہ جانے راستے میں اور کتنے باغ و راغ آئے
کئی اک بستیوں سے ہو کے غازی چار باغ آئے
یہاں پھر مثل سابق کارواں لوگوں نے ٹھہرایا
نہایت عزت و تکریم کا اظہار فرمایا
خبر آئی کہ آ پہنچے ہیں عبدالحی مولانا
مسرت آفریں تھا پکدرہ ان کا پہنچ جانا
سواری بھیج کر سید نے مولانا کو منگوایا
نکل کر شہر سے باہر خود استقبال فرمایا
مسرت جتنی سید کو تھی اسماعیل کو بھی تھی
کہ دن گن گن کے فرقت کی یہ سب مدت بسر کی تھی
یہ دن تھا خود بھی مولانا کے حق میں شادکامی کا
کہ بے حد اشتیاق ان کو تھا سید کی سلامی کا
کوئی رستے میں جب کہتا کدھر کا رخت اٹھایا ہے
تو فرماتے کہ بھائی مجھ کو سید نے بلایا ہے
کسی خط میں بھی تحریر اپنی روداد ستم کی تھی
سر منزل پہنچنے کی بھی کیفیت رقم کی تھی
کڑے کوسوں کی منزل کے مصائب بھی سنائے تھے
کٹھن راہوں میں پاکوبی کے دکھ اپنے بتائے تھے
کہا "ان مشکلوں میں صبر پر انعام ملتا ہے
گزر جاتی ہے ہر تکلیف اور آرام ملتا ہے
رسولؐ اللہ نے دی ہے بشارت اہل ایماں کو
کہ محشر میں ملے گی ہر طرح فرحت مسلماں کو
جب اک مومن کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا
گلستان معلّی میں اسے نہلایا جائے گا
یہ غسل اس کی تھکن کی ہر کسلمندی مٹائے گا
کوئی دنیاوی کلفت کا نشاں چھوڑا نہ جائے گا

مری بھی کیفیت یہ تھی کہ جب حضرت کو جا دیکھا — اور اپنے ہمنوا احبابؑ کا بھی جمگھٹا دیکھا
ہوئی کافور میرے جسم و جاں کی سب زبوں حالی — لگا ایسے کہ جیسے میں نے جنت کی فضا پا لی"

چارباغ سے واپسی اور قیام پنجتار

نکل کر چار باغ اور اس کی جاں پرور فضاؤں سے — چلا لشکر سفر کرتا، گزرتا ابتلاؤں سے
کیا پھر سے کڑاکڑ کو عبور اللہ والوں نے — خدائے پاک کے ان کوہ پیماؤں جیالوں نے
گزرتے ندیوں نالوں سے کھیتوں مرغزاروں سے — بیابانوں خیابانوں خرابوں کوہساروں سے
نکل کر وادی چملہ سے واپس چنگلئی آئے — جہاں بیعت کی خاطر غلزئی یوسف زئی آئے
یہاں آرام فرما کر چلے پنجتار کی جانب — پسندیدہ مقام و مرکز احرار کی جانب
نکل کر فتح خاں لشکر کے استقبال کو آیا — عقیدت سے بڑھا، تعظیم کا اظہار فرمایا
نہایت دیدنی سید سے تھا عجز و نیاز اس کا — ارادت ہی ارادت تھا ہمہ سوز و گداز اس کا
بڑے ہی چاؤ سے سب کو سوئے مہماں گہ لایا — جہاں تک ہو سکا اچھی رہائش گہ میں ٹھہرایا
یہ ذوالحجہ[۳۳۵] کی دس تاریخ تھی اور عید کا دن تھا — نئے مرکز نئی تدبیر کی تمہید کا دن تھا
یہیں سے کاروبار جہد کو پروان چڑھنا تھا — یہیں سے دشمنان دیں کی سرکوبی کو بڑھنا تھا
پڑھی لشکر نے پہلی عید قرباں آ کے سرحد میں — جہاں رہنا تھا یاروں کو مسلسل کاوش و کد کا
یہیں دو اونٹ بھی[۳۳۶] سید نے خود ہی ذبح فرمائے — کئے تقسیم لوگوں میں بھی خود لشکر نے بھی کھائے
بطور تحفہ جو مینڈھا کہ تھا سید کے نام آیا — کئی دن گوشت اس مینڈھے کا بھی لشکر کے کام آیا

بونیر و سوات کے دورے کی برکات

سوات اور اس کے گرد و پیش کا دورہ مبارک تھا — کہ شامل ہر طرح فضل خداوند تبارک تھا
جہاں بھی حضرت والا نے فرمایا قیام اپنا — وہیں پہنچا دیا لوگوں کے کانوں تک پیام اپنا
خدائے پاک کی توحید کی تبلیغ فرمائی — حدیث مصطفیؐ بھی بے خبر لوگوں کو پہنچائی

صلواۃ و صوم سے غافل تھے جو اللہ کے بندے
بنے تھے نفس امارہ کے ہاتھوں جاہ کے بندے

بنایا بیعت سید نے مردان کریم ان کو
دکھایا اہل حق نے بھی صراط مستقیم ان کو

جنہیں کوئی تعلق تھا نہ اسلامی عقائد سے
ہمیشہ کام لیتے تھے مباہات و مکائد سے

انہیں ملت کے خیراندیش اور خادم بنا ڈالا
دلوں سے ہر بدی بدباطنی کا رنگ اڑا ڈالا

انہیں مائل کیا پاکیزگی تقویٰ شعاری پر
خدا کی اور رسولؐ اللہ کی طاعت گزاری پر

جہاں باہم قبائل میں عداوت چلتی آتی تھی
جہاں شمشیر اکثر فیصلے چل کر سناتی تھی

کہیں جھگڑے زمینوں کے کہیں قضیے بڑائی کے
کہیں کرتی تھیں پتنہ داریاں ساماں لڑائی کے

کئے سید نے جا کر فیصلے اکثر قبائل کے
سروں سے بوجھ اترے ان برادرکش رذائل کے

کئے جاری قبائل میں چلن صلح و صفائی کے
خصومت سے مبرا کر دیئے دل بھائی بھائی کے

قبائل میں جہاد حق کی اہمیت ہویدا کی
تڑپ راہ خدا میں جاں لڑا دینے کی پیدا کی

غرض جو کوئی تھا بیعت کا رشتہ جوڑنے والا
اسے سیرت کی رو سے بندہ مومن بنا ڈالا

پنجتار میں لشکر کی معیشت

یہاں پہلے کئی دن تک رہی تنگی معیشت کی
کبھی کھانے کو مل جاتا کبھی فاقوں کی نوبت تھی

کبھی کچھ جنس مل جاتی تو اطمینان پاتے تھے
ادھر پن چکیوں پر جا کے آٹا پیس لاتے تھے

پکا لیتے تھے خود لا کر کہیں سے ساگ پات اکثر
نہ ہو تو صبر و ہمت میں دکھاتے تھے ثبات اکثر

مگر اس ابتلا میں بھی یہ استغنا کا عالم تھا
کہ اپنا حال غم کہنا کسی سے خود بڑا غم تھا

یہاں گو فقر و فاقہ میں بہت پتلا تھا حال ان کا
مگر اٹھتا نہ تھا جا کر کہیں دست سوال ان کا

ہوا معلوم اک دن فتح خاں کو حال لشکر کا
یہ سن کر دل بھر آیا خدمت سید کے خوگر کا

وہ دوڑا اور فورا سید والا کے پاس آیا
کہا "حضرت مجھے کیوں یوں نظر انداز فرمایا

اگر نان و خورش کی آپ نے تنگی اٹھائی تھی
تو پھر پنجتار میں کیوں چھاؤنی آ کر بنائی تھی

یہاں کی کونسی شے آپ کی مرضی سے باہر ہے … یہ سب کچھ آپ ہی کا ہے وہ مخفی ہے کہ ظاہر ہے
یہ خادم ہر طرح حاضر ہے جب بھی یاد فرمائیں … بجا لاؤں گا ہر فرمان جو ارشاد فرمائیں"
یہ سن کر چشم سید میں تشکر کی چمک آئی … اور اس سردار کے حق میں دعائے خیر فرمائی
کیا جاتے ہی لشکر کے لئے سب انتظام اس نے … مہیا کر دیا فوراً کئی دن کا طعام اس نے
اسی دوران ہندوستان سے جو قافلے آئے … وہ اپنے ساتھ نقد و جنس کا سامان بھی لائے
بہت سی ہنڈیاں بھی تھیں کہ بھنوائی گئیں فوراً … رقوم نقد ہی ان کے عوض لائی گئیں فوراً
معیشت کی طرف سے ہو گئی یوں فارغ البالی … ہوئی سب دور تنگی آ گئی لشکر میں خوشحالی

اہم شخصیتوں کے نام مکتوبات

ضرورت تھی کہ اب اگلے مراحل کی ہو تیاری … امیرالمومنیں نے بیشتر نامے کئے جاری
یہ مکتوبات اک اک حکمراں کے نام لکھوائے … کہ اسلامی مقاصد میں وہ فرض اپنا بجا لائے
جہاد راہ حق کے واسطے غازی کرے پیدا … اور ان میں جذبہ ایثار و جانبازی کرے پیدا
اٹھیں اللہ کے جانباز دیں کی سربلندی کو … بڑھیں عشاق حق اسلام کی شیرازہ بندی کو
ہر اک کو صورت حالات کی تفصیل بتلائی … اور اپنی کارپردازی کی بھی تشریح فرمائی
یہاں سکھوں کی دہشت گردیوں کا حال بھی لکھا … اور ان کفار کا انداز استحصال بھی لکھا
مسلمانوں کی بھی دوں ہمتی کا ذکر فرمایا … نفاق و انتشار قوم کا نقشہ بھی دکھلایا
یہ خط تھے والی چترال کو شاہ بخارا کو … سوات و دیر والوں کو رئیسان ہزارہ کو
ہرات و کابل و قندھار کے فرمانرواؤں کو … بہاول خان عباسی کو سندھی رہنماؤں کو
پشاور شہر کے سردار کو غزنی کے والی کو … بلوچستان کے سرکردہ سراداران عالی کو
دکن کے میر آصف جاہ و شاہ رامپور کو بھی … فرید سندھ[۳۳۷] یعنی مرشد مردان حر کو بھی
رئیس ٹونک کو، قلاتی ارباب حمیت کو … معزز عالمان وقت و پیران طریقت کو

امیروں کو، وزیروں، شاہزادوں، بادشاہوں کو
سپہداروں کو، بھولی قباؤں، کج کلاہوں کو

درون ہند کے نواب زادوں، شہریاروں کو
زمینداروں، رئیسوں، والیوں، جاگیرداروں کو

جمیع المسلمیں کو دین کا ابلاغ فرمایا
جہاد فی سبیل اللہ کا پیغام پہنچایا

داعیان دین کا تقرر

ضرورت تھی کہ باہر داعیان دین بھی جائیں
عوام الناس میں اسلام کی تبلیغ فرمائیں

خوش اسلوبی سے لوگوں کو کریں توحید پر مائل
کریں لوگوں کے دل سے شرک کی آلودگی زائل

حدیث مصطفیؐ سے ظلمتوں میں نور پھیلائیں
رسوم بد کی اور بدعات کی تردید فرمائیں

دکن جانے کا مولانا علی[۳۳۸] کو حکم فرمایا
مبلغ حیدر آبادی مسلمانوں کا ٹھہرایا

یہ کچھ عرصہ وہاں رہتے ہوئے مدراس جا ٹھہرے
وہاں کے کوئی مردان حق کے پاس جا ٹھہرے

دکن بھیجا گیا سرحد سے مولانا ولایت[۳۳۹] کو
کیا مبعوث بنگالہ میں مولانا عنایت[۳۴۰] کو

عظیم آباد کے فرزند یہ پیکر عزیمت کے
جو حامل تھے سلف کے جذبہ و جوش و حمیت کے

محمد قاسم[۳۴۱] اس منصب پہ جا کر بمبئی پہنچے
وہاں اس راہ حق میں ان کو صدمے بھی کئی پہنچے

کیا یونہی مقرر سید اولاد[۳۴۲] حسن کو بھی
کہ پہنچائیں پیام مصطفیؐ اہل وطن کو بھی

حدود کار ان کی مرکزی ہندوستاں میں تھیں
جہادی کاوشیں بے کار ہی جن کے گماں میں تھیں

مگر اس مرد حق نے کام اپنے کام سے رکھا
قدم رکھا جہاں اللہ ہی کے نام سے رکھا

علاوہ ان سبھوں کے اور ارباب ہمم بھی تھے
کہ جن کے ذمے دیگر کارہائے بیش و کم بھی تھے

وہ اکثر سید والا کے نامے لایا کرتے تھے
انہیں مطلوبہ شخصیات کو پہنچایا کرتے تھے

نقود و جنس کی ترسیل میں جاں آزمائی تھی
ادھر کچھ غازیان تازہ دم کی رہنمائی تھی

بلاد ہند میں ہر سمت ان کا آنا جانا تھا
رہ حق میں بہر صورت انہیں جانیں لڑانا تھا

کہ [illegible] و جنگ میں قربان ہو جائیں
جہاد راہ حق کے مرحلے آسان ہو جائیں

ہزارہ کا محاذ جہاد

خوانین ہزارہ تنگ تھے سکھی ڈکیتوں سے ‌ ‌ ‌ ہوئے جاتے تھے محروم اپنے قلعوں اور کھیتوں سے
ہری سنگھ ۳۴۳ ان پہ چھایا تھا عذاب ناگہاں بن کر ‌ ‌ ‌ مسلط تھا وہ ان کی گردنوں پر قہرماں بن کر
وہ سکھ راجا کی جانب سے گورنر تھا ہزارے کا ‌ ‌ ‌ نمایاں تھا سبھی سکھوں میں اوج اس کے ستارے کا
بڑا ہی جابر و ظالم بڑا سفاک حاکم تھا ‌ ‌ ‌ نہایت سنگدل' مغرور' ہیبت ناک حاکم تھا
وہ جتنا چاہتا ہر ایک سے تاوان لیتا تھا ‌ ‌ ‌ ہر اک سردار اس کا حکم فورا مان لیتا تھا
ہزارے کی مسلمانوں پہ ہیبت اس کی طاری تھی ‌ ‌ ‌ بڑی لٹس بڑی غارت گری ہر سمت جاری تھی
تنولی اور جدون اکثر لڑے مقدور بھر اس سے ‌ ‌ ‌ بہت چارہ کیا بازی نہ لے پائے مگر اس سے
وہ گڑھیاں روندتا آگے ہی آگے بڑھتا جاتا تھا ‌ ‌ ‌ وہ اک سیلاب تھا جو لحہ لحہ چڑھتا جاتا تھا
یہ ٹڈی دل جدھر بڑھتا تھا اور یلغار کرتا تھا ‌ ‌ ‌ جلاتا بستیوں کو' قلعوں کو مسمار کرتا تھا
بڑے ذی جاہ سرداروں ۳۴۴ کی عظمت کو مٹا ڈالا ‌ ‌ ‌ کسی کو دار پر کھینچا' کسی کا سر اڑا ڈالا
اسی صورت بالآخر چھین لی یہ سرزمیں اس نے ‌ ‌ ‌ کیا سارا ہزارہ جبر سے زیر نگیں اس نے
یہاں کا چپہ چپہ داستاں ظالم کی کہتا ہے ‌ ‌ ‌ ہری پور ۳۴۵ آج بھی اس نام کو دہراتا رہتا ہے

سرداران ہزارہ سید صاحب کی خدمت میں

رئیسان ہزارہ اس تباہی سے جو گھبرائے ‌ ‌ ‌ تو حال زار لے کر سید والا کے پاس آئے
کسی جانب سے اب ان کو اعانت کی ضرورت تھی ‌ ‌ ‌ جو عزت لٹ چکی اس کی بحالی کی یہ صورت تھی
وہ پھر سے اپنی آزادی کی راہیں ڈھونڈنے نکلے ‌ ‌ ‌ امرالمومنیں کے ہاں پناہیں ڈھونڈنے نکلے
یہیں کچھ روشنی کی اک کرن ان کو دکھائی دی ‌ ‌ ‌ انہوں نے خدمت سید میں نصرت کی دہائی دی
تنولی سربلند آیا حبیب اللہ خاں آیا ‌ ‌ ‌ وہ ناصر بھٹ گرامی ساتھ امان اللہ کو لایا
ادھر اگرور کے والی نے بھی بھیجا نمائندہ ‌ ‌ ‌ اطاعت پر ادھر مائل ہوا سردار پائندہ ۳۴۶

انہیں معلوم تھا اب کوئی صورت بھی نہیں باقی
ڈبو دے گی ہمیں قعر مذلت میں یہ ناچاقی

یہ سب کے سب تھے سید کی اعانت کے تمنائی
بلائے سخت نے ان کو رہ پنجتار دکھلائی

وہ آپس میں ہم آہنگی کے اب شدت سے خواہاں تھے
کہ اب چاروں طرف ان سب کی بربادی کے ساماں تھے

قبائل کے عناد باہمی نے مار ڈالا تھا
اسی نے ناتواں کرکے انہیں گھر سے نکالا تھا

اگر یہ متفق رہ کر قبائل کو بہم رکھتے
تو دشمن ان کی دیواروں کے اندر کیوں قدم رکھتے

نہ ملتی کامرانی یوں ہری سنگ کے لعینوں کو
نہ قسمت چھوڑتی تنولیوں کو اور ترینوں کو

سنی سید نے سب بدبختیوں کی داستاں ان سے
کیا اپنی طرف سے وعدہ حفظ و اماں ان سے

یہ فرمایا کہ ہم اب آپ کی نصرت کو آئیں گے
جہاں تک ہو سکا اس پر قدم جلدی اٹھائیں گے

بس اتنا ہے کہ لشکر سے تعاون آپ فرمائیں
سہولت دیں انہیں ہر قسم کی غازی جہاں جائیں

کریں ان کے لئے رستوں کے اندر رہنمائی بھی
مقامات محاذ جنگ میں کچھ پیشوائی بھی

علاقے کے مسلماں جرات ایمان دکھلائیں
مبادا ڈر کے سکھوں سے ہمیں نقصان پہنچائیں

کوئی سردار ہی، ایسا نہ ہو، گمراہ ہو جائے
کسی لالچ میں آ کر قوم کا بدخواہ ہو جائے

ہماری کارفرمائی کی دشمن کو خبر کر دے
ہمارے جملہ منصوبوں کو یوں زیر و زبر کر دے

بچائے ہم کو رب ذوالمنن ایسے کمینوں سے
ہمیں محفوظ رکھے بدنہادوں سے لعینوں سے

یہ سن کر سب نے طاعت کا یقیں سید کو دلوایا
بڑھا ہر ایک آگے اور بیعت کا شرف پایا

روانہ ہو گئے سردار سارے فیصلے کرکے
سنا کر آپ کو اندوہ اپنے زندگی بھر کے

پکھلی (ہزارہ) کی طرف لشکر کی روانگی

رفیقوں کو بلا کر مشورہ سید نے فرمایا
کہ پکھلی پر توجہ کا عزیزو وقت ہے آیا

ہمیں اہل ہزارہ کی مدد کرنے کو چلنا ہے
ہری سنگ کے مظالم کے ازالے کو نکلنا ہے

فتور اس نے مچا رکھا ہے مدت سے ہزارے میں
بڑی تشویش ہے اس خالصہ گردی کے بارے میں

اجاڑا ہے انہوں نے کتنے کھیتوں اور باغوں کو ۔۔۔ نہ جانے گل کیا کتنے گھرانوں کے چراغوں کو
نہ جانے کس قدر ٹوٹی قیامت ان گھرانوں پر ۔۔۔ نہ جانے کتنی خنجر آزمائی کی ہے جانوں پر
نہ جانے کتنے قید و بند میں معصوم بیٹھے ہیں ۔۔۔ جو فوری نصرت حق کے لئے مغموم بیٹھے ہیں
ہمارا فرض ہے ان کے لئے انصار کو بھیجیں ۔۔۔ مسلمانوں کی نصرت کے لئے احرار کو بھیجیں
یہ سنتے ہی اٹھا سید مقیم اور شوق سے بولا ۔۔۔ کہ ہم نے تو اسی خاطر نہیں بند کمر کھولا
مرے غازی بھی کانٹے کیل سے تیار ہی سارے ۔۔۔ جہاد راہ حق کے شوق سے سرشار ہیں سارے
وطن سے کس لئے آخر ہم اتنی دور آئے ہیں ۔۔۔ یہ جسم و جان کس مقصد میں کام آنے کو لائے ہیں
ہمیں اب حکم دیجے ان مہموں پر نکلنے کا ۔۔۔ اور اپنے شوق کی تکمیل سے قسمت بدلنے کا
یہ سن کر آپ نے اس عزم کی تحسین فرمائی ۔۔۔ نئے لشکر کے ساتھ اس جیش کی تعیین فرمائی
کیا تیار لشکر چن کے مرادن دلاور کا ۔۔۔ بنایا شاہ اسماعیل کو سالار لشکر کا
سلاح جنگ جو کچھ بھی میسر تھا لیا سب نے ۔۔۔ خدا کا نام لے کر امب[۳۴۷] کا رستہ لیا سب نے

شاہ اسماعیل ستھانہ[۳۴۸] میں

چلا سالار لشکر لے کے اپنے جاں نثاروں کو ۔۔۔ خدا کے اور رسولؐ اللہ کے طاعت گزاروں کو
کیا دن بھر سفر اور رات کو کھبل میں منزل کی ۔۔۔ یہ گویا منزل اول بنی اگلے مراحل کی
سحر کے ساتھ جب مشرق سے مہر زرفشاں نکلا ۔۔۔ تو کھبل سے جوانمرادن حق کا کارواں نکلا
بڑھا جب کارواں آگے تو رستے میں ستھانہ تھا ۔۔۔ یہ سادات مکرم کا مبارک آستانہ تھا
یہاں پہنچے تو مولانا نے لشکر امب بھجوایا ۔۔۔ خود استھانہ میں رکنے کے لئے اقدام فرمایا
خبر ملتے ہی اکبر شاہ استقبال کو آئے ۔۔۔ اور اپنے آستانے پر بڑے اعزاز سے لائے
علاقے کے یہاں پہلے ہی کچھ سردار بیٹھے تھے ۔۔۔ انہی میں کچھ سعادت مند خدمت گار بیٹھے تھے
مودب ہو کے ہر اک نے نیاز و عجز دکھلایا ۔۔۔ عقیدت کا نہایت جوش سے اظہار فرمایا

ادھر بستی میں مولانا کی آمد کی خبر پھیلی — اذاں صبح نو بن کر ادھر پھیلی ادھر پھیلی
بہت سے لوگ بستی سے بھی آئے آستانے پر — ہوا اک منعقد اجلاس مولانا کے آنے پر
خوانین و مشائخ بھی تھے مردان عوامی بھی — تھے اہل فکر و دانش بھی تو علمائے گرامی بھی
یہ سب آئے تھے مولانا کے ارشادات سننے کو — امیر لشکر اسلام کی کچھ بات سننے کو
خطیب العصر نے اٹھ کر زبان خوش بیاں کھولی — جہاد و جاں نثاری کی کتاب حق نشاں کھولی
خدا کی حمد کی، بھیجا درود اس کے پیمبرؐ پر — کلام حق سنایا شاہ نے قرآن سے پڑھ کر
جہاد فی سبیل اللہ کی آیت تلاوت کی — حدیث مصطفیٰؐ سے اپنے مضموں کی وضاحت کی
مسلمانوں کی کمزوری کی ہر تصویر دکھلائی — اور آپس کی شکر رنجی کی بھی تحقیر فرمائی
ادھر طاغوت کی لشکر کشی کا ذکر فرمایا — بہر سو خالصہ غارت گری کا حال بتلایا
برادر کی برادر سے عداوت پر انہیں ٹوکا — مسلماں کو مسلمانوں کے قتل و خون سے روکا
پھر ان کے جذبہ ہائے دین کی تحسین فرمائی — اور ان کو اتحاد قوم کی تلقین فرمائی
بیاں میں زور تھا اکثر جہاد و جاں نثاری پر — خدائے پاک کے احکام کی طاعت گزاری پر
رئیسوں کو دیا پیغام شرع و دیں پہ چلنے کا — جماعت سے تعاون کا، رہ حق میں نکلنے کا
پھر ان سے سید احمد کے لئے معروف بیعت لی — اور ان کو ساتھ اپنے اب چلنے کی بھی دعوت دی
وہ بولے ہم ابھی معذور ہیں لیکن پھر آئیں گے — جب آئے جا کے ہم کو جنگ کی خاطر بلائیں گے

اکبر شاہ ستھانوی کی رائے

فراغت پا کے اکبر شاہ نے دی شاہ کو رائے — کہ ان خانوں سے نصرت کی توقع کم ہی کی جائے
انہی میں بیشتر سردار ہیں اغراض کے بندے — لگا رکھے ہیں اکثر نے فریب و مکر کے پھندے
شریفوں اور کمزوروں کا استحصال کرتے ہیں — مگر غارت گروں کا بڑھ کے استقبال کرتے ہیں
یہ رکھتے ہیں عزیز اپنے مفلوات شنیعہ کو — روا رکھتے ہیں دولت لوٹنے کے ہر ذریعہ کو

کبھی باہر نہیں آتے نکل کر عیش گاہوں سے
توقع خیر کی ہرگز نہیں ان کج کلاہوں سے

اگر ہو جنگ تو بیٹھیں گے یہ بن کر تماشائی
کریں گے آپ سے مل کر نہ یہ ہرگز صف آرائی

اگر ہو فتح تو فی الفور لپکیں گے غنائم پر
کہ جیسے گدھ جھپٹتے ہیں کہیں مردہ بہائم پر

خدا ناکردہ گر صورت ہزیمت کی نکل آئے
تو یہ انبوہ چپکے چپکے ہی گھر کو کھسک جائے

مگر ہاں ان میں کچھ مخلص بھی ارباب وفا بھی ہیں
زبان اور عہد کے پابند بھی حق آشنا بھی ہیں

یہ خاں عبدالغفور اور خاں کمال اگرور نامی ہیں
اور ایسے ہی معزز خان ناصر بھٹ گرامی ہیں

انہی اوصاف کے مالک عنایت خان خیلی ہیں
علاوہ ان کے جو بھی ہیں وہ سکھوں کے طفیلی ہیں

توجہ سے مری ہر بات کو ملحوظ رکھئے گا
ہر اک کی سن کے اپنا فیصلہ محفوظ رکھئے گا

مولانا اسماعیل امب میں

ستھانہ سے ہوئے رخصت قریب شام مولانا
کہ طے تھا امب میں ان کا اسی شب کو پہنچ جانا

جونہی سردار کو حضرت کی آمد کی خبر پہنچی
تو استقبال کو اس کی سواری راہ پر پہنچی

بڑے اعزاز سے سردار پائندہ انہیں لایا
جہاں تک ہو سکا ہر قسم کا اکرام فرمایا

ضیافت کا بھی لشکر کی کیا سب اہتمام اس نے
فرائض بھی کئے مہماں نوازی کے تمام اس نے

لب دریا دیا میدان لشکر گاہ کی خاطر
جو تھا وسعت میں کافی خیمہ و خرگاہ کی خاطر

ادھر جمد مسلسل میں رواں تھیں سندھ کی موجیں
جہاد آمادہ تھیں اس سمت اسماعیل کی فوجیں

یہاں سے جب نظر دریا کو اٹھ کر پار کرتی تھی
تو دشمن تھا قریب اتنا کہ گولی مار کرتی تھی

گڑھی تھی اک وہاں سکھوں کا لشکر جس میں رہتا تھا
میان کفر و ایماں آب رود سندھ بہتا تھا

رہیں سردار سے کچھ روز حضرت کی ملاقاتیں
ہوئی پیش آمدہ حالات پر کچھ کام کی باتیں

اسے دعوت جو دی لشکر کو لے کر ساتھ چلنے کی
خدا کی راہ میں جنگ آزمائی کو نکلنے کی

تو چالاکی سے اس نے آڑ لی یوں حیلہ سازی کی
کہ رکھ لی لاج یہ کہتے ہوئے مہماں نوازی کی

جہاد فی سبیل اللہ کے منکر نہیں ہم بھی
جھکاتے ہیں خدا کے حکم کے آگے جبیں ہم بھی
ابھی یہ بھائی میرے آپ کے ہمراہ جائیں گے
چلے آئیں گے ہم بھی آپ جب ہم کو بلائیں گے
یہ بھائی ہر طرح خدمت بجا لائیں گے لشکر کی
کفالت کے لئے حاضر رہیں گے ہر برادر کی

عبور دریا اور پیش قدمی

ہوا تیار لشکر دوسرے دن کوچ کرنے کو
بڑھا دریا کی جانب گھاٹ پر سے پار اترنے کو
مگر یہ گھاٹ دشمن سے بہت نزدیک پڑتا تھا
یہاں سے دور ہٹ کے پار اترنا ٹھیک پڑتا تھا
یہ مقصد تھا کہ دشمن کو خبر اس کی نہ ہو پائے
اور ان سے بالا بالا سارا لشکر پار اتر جائے
بڑھایا شاہ نے لشکر شمالی گھاٹ کی جانب
چھتر بائی پہ دریا کے مناسب پاٹ کی جانب
یہاں پہنچے تو دیکھا گھاٹ پر بس ایک جالا تھا
جو باری باری کچھ اسواریاں لے جانے والا تھا
یہاں سے آدھا لشکر آپ نے اور آگے بھجوایا
جو باقی تھا یہیں اس کو بھی اپنے ساتھ ٹھہرایا
گزارا دن یہ لشکر نے اسی کار آزمائی میں
اسی جہد مسلسل میں اسی عقدہ کشائی میں
بسر کی رات اسی غربی کنارے پر جوانوں نے
سحر کے ساتھ پھر باندھی کمر ان خستہ جانوں نے
بڑی رفتار سے جالے چلے دریا کے دھارے پر
گزر کر دونوں گھاٹوں سے گئے اگلے کنارے پر
ملا لشکر کا آ کر پچھلا حصہ اگلے حصے سے
یہ دونوں مل کے اگلی منزلوں کی سمت چل نکلے
گزرتے اونچے نیچے راستوں سے ندی نالوں سے
نکلتے بستیوں سے کھیتوں کھلیانوں سے کھالوں سے
بروٹی اور نکا پانی سے بھی آگے بڑھ آئے
سفر کی منزلیں طے کرتے کرتے شیر گڑھ آئے
حدود امب سے احرار کافی دور آ نکلے
اٹھاتے رنج، سختی جھیلتے، اگرور آ نکلے

اگرور میں قیام اور دیگر مصروفیات

ملا عبدالغفور اگرور کا والی عقیدت سے — کہا خوش آمدید اس نے بڑے لطف و محبت سے
دکھائی سیر چشمی ہر طرح خدمت گزاری میں — لگایا ساتھ اپنے بھائی کو مہمانداری میں
یہاں دو تین گڑھیاں والی اگرور کے ہاں تھیں — کہ جن سے شوکتیں سردار کی خاصی نمایاں تھیں
کہا حضرت سے اس نے جو پسند آپ ان میں فرمائیں — اسی میں لشکر اسلام کو لے جا کے ٹھہرائیں
ہمیں ہر حال میں خادم سمجھ کر یاد فرمائیں — ضرورت جس طرح کی ہو ہمیں ارشاد فرمائیں
خلوص دل کی اس کی پیشکش بے حد پسند آئی — بڑی ممنونیت سے شاہ نے تحسین فرمائی
پھر اس کی تین گڑھیوں میں سے اک تجویز فرمالی — جو تینوں میں ذرا موزوں گڑھی تھی شمدڑہ والی
کمال الدین خاں تھا والی اگرور کا بھائی — لگائی اس کے ذمے لشکر حق کی پذیرائی
کہ وہ خود غازیوں کو شمدڑہ میں لا کے ٹھہرائے — جہاں تک ہو سکے لشکر کی ہر خدمت بجا لائے
ابھی تک کلکئی میں لشکر حق کا ٹھکانا تھا — جہاں سے اس کو آگے شمدڑہ لے جایا جانا تھا
ادھر آغاز کیں حضرت نے اگلے کام کی باتیں — چلائیں خود ہی سرداران پکھلی سے ملاقاتیں
ملے اگرور کے والی سے حضرت جا کے گھر اس کے — جہاں موجود تھے کچھ اور ساتھی معتبر اس کے
وہاں اطراف سے آیا ہوا ایک ایک خاں بھی تھا — بھتیجا والی اگرور کا خان ارسلاں بھی تھا
بظاہر سب نے طاعت کے لئے اقرار فرمایا — خوشی سے بیعت سید کا بھی اظہار فرمایا
مگر جب مرکزیت کے لئے تلقین فرمائی — جہاد راہ حق کی دعوت ان خانوں پہنچائی
تو ان کی نیتوں کا حال کھل کر سامنے آیا — انہیں ابلیس نے اللہ کے رستے سے بہکایا
لگے کہنے کہ حضرت آپ غازی اور منگوائیں — کچھ اس سے بھی بڑے لشکر کا بندوبست فرمائیں
مقامی لوگ جب بھی آپ کو مضبوط پائیں گے — تعاون کے لئے خود ہی گھروں سے بھاگے آئیں گے
وہاں کی گفتگو سے ہو گیا حضرت کو اندازہ — نہیں اترا ابھی چہروں سے حیلہ جوئی کا غازہ

نہ تھی ان غافلوں کے دل میں کچھ ملت کی غم خواری
کہ تھے ان میں سے اکثر غیرت اسلام سے عاری

نہ احکام خداوندی کا کوئی پاس تھا ان کو
متاع دنیوی کا ہی فقط احساس تھا ان کو

انہیں اک دوسرے کو زیر کرنے کی تمنا تھی
اور اس کے ساتھ سب کچھ کر گزرنے کی تمنا تھی

لئے بیٹھے تھے سینے میں عداوت خاندانوں کی
گنوائے جا رہے تھے قوت اپنے نوجوانوں کی

بظاہر در بدر ہو کر یہ نامعقول بیٹھے تھے
مگر گزری ہوئی سر پر قیامت بھول بیٹھے تھے

نہ ان کو دین و ملت کی حمیت کی ضرورت تھی
نہ مشترکہ مقاصد کو بہم کرنے کی صورت تھی

نہ تھے تیار سکھوں سے یہ پنجہ آزمانے کو
مگر ہاں مستعد تھے بھائی کو نیچا دکھانے کو

انہیں نلوے کی سفاکی نے بزدل کرکے چھوڑا تھا
اور ان کی اجتماعیت کے ہر حربے کو توڑا تھا

خلوص قلب رخصت ہو چکا تھا بدنہادوں سے
رہی باقی نہ کوئی بھی توقع کم سوادوں سے

یہ حالت دیکھ کر حضرت بصد افسوس اٹھ آئے
سوئے لشکر جو لائے تو دل اندوہگیں لائے

سربلند خاں تنولی سے ملاقات

تنولی سربلند اس وقت اپنے گھر سے بے گھر تھا
پناہ دوست میں تھا ساتھ ساماں تھا نہ لشکر تھا

وہ شاہی خان کے ہاں ایک مہماں بن کے بیٹھا تھا
مگر فخر و غرور ایسا کہ بالکل تن کے بیٹھا تھا

امید و بیم کی حالت میں حضرت اس کے پاس آئے
کہ شاید کار حق میں کچھ سبیل اس طور بن جائے

جمی محفل، چلیں بحثیں، اٹھے شکوے، بڑھی باتیں
خصومت کے تھے سب جذبے کدورت کی تھیں سب گھاتیں

جدال سربلند و خان پائندہ فراواں تھا
یہ اس کے خوں کا پیاسا تھا وہ اس کے سر کا خواہاں تھا

عداوت ان تنولی خاندانوں میں پرانی تھی
ادھر بھی سلطنت تھی تو ادھر بھی راجدھانی تھی

یہ تھے اک دوسرے کو ختم کرنے کے تمنائی
یہاں محفل میں بھی یہ بات کھل کر سامنے آئی

کہ پائندہ سے غازی رابطہ ہرگز نہ فرمائیں
ہمیں گر پاس رکھنا ہے تو اس سے دور ہو جائیں

مگر یہ شرط حضرت کو گوارا ہو نہ سکتی تھی
کہ یہ امراض ناچاقی کا چارا ہو نہ سکتی تھی

یہ باتیں دل میں لے کر آپ اس اجلاس سے اٹھے
اور ان اغراض کے مارے ہوؤں کے پاس سے اٹھے
رفیقوں کو لئے ان بستیوں سے دور جا نکلے
شمالی سمت بڑھ کر "جوئیاں مستور" جا نکلے
جہاد حق کے داعی آپ نے ہر سمت بھجوائے
علاقوں کے امیروں کے لئے پیغام لکھوائے
خود اپنے طور پر باب عزیمت باز فرمایا
سر کوہ و کمر تبلیغ کا آغاز فرمایا

مولانا کا مکتوب بنام امیرالمومنین

علاقے بھر میں جو حالات مولانا کو پیش آئے
وہ اک مکتوب میں لکھے ہوئے سید کو بھجوائے
یہ بتلایا کہ خانوں میں یہاں باہم عداوت ہے
کج اندیشوں کے سینوں میں شقاوت ہی شقاوت ہے
ادھر اگرور کا والی تو پائندہ کا حامی ہے
مگر خاں سربلند اور ان میں پیکار دوامی ہے
وہ خواہاں ہے کہ ہم اس سے اگر کچھ سلسلہ جوڑیں
تو لازم ہے کہ پائندہ سے ہر اک ربط کو توڑیں
مگر بہتر نہیں ہے اس سے رشتہ منقطع کرنا
بلا شرعی ضرورت اس کے ہر دشمن کا دم بھرنا
وہ سب خانوں سے حشمت اور شوکت میں دوبالا ہے
رئیسان علاقہ سے تعلق رکھنے والا ہے
حکومت کر رہا ہے سندھ کے دونوں کناروں پر
اسے حاصل ہے واضح سربلندی شہریاروں پر
اسی کے تابع فرمان ہیں سب گھاٹ دریا کے
اسی کے ہاتھ میں ہیں دونوں جانب پاٹ دریا کے
ہم ان کی دوستداری کی تمناؤں کے حامل ہیں
یہاں کے مومنوں کے خیراندیشوں میں شامل ہیں
مگر ان کے مقاصد سے ہم آہنگی نہیں رکھتے
کہ یہ ملی تقاضاؤں میں یک رنگی نہیں رکھتے
نہیں ان سے توقع داد یا امداد پانے کی
صلاحیت نہیں ان میں کسی کے کام آنے کی
ہم ایسے میں ہر اک کی رائے کو ملحوظ رکھتے ہیں
اور اپنی حکمت و تدبیر کو محفوظ رکھتے ہیں

سوا اس کے ہو کوئی حکم تو ارشاد فرمائیں
پلٹ آئیں گے ہم مرکز میں جب بھی یاد فرمائیں

جنگ ڈمگلہ

اچانک ہر طرف افواہ سی پھیلی فضاؤں میں
بڑھی تشویش جس سے اس طرف کے خالصاؤں میں
ہوئی شہرت کہ مولانا نے کچھ غازی نکالے ہیں
جو آگے ڈمگلہ پر بڑھ کے حملہ کرنے والے ہیں
چلے آتے ہیں وہ کشمیر پر یلغار کرنے کو
بڑھے آتے ہیں وہ سکھوں پہ کاری وار کرنے کو
ہری سنگھ اس کو سن کر سٹپٹایا اور گھبرایا
اور اک ماتحت اپنے پھول سنگھ کو پاس بلوایا
کہا اس سے کہ فوراً ڈمگلہ پر فوج لے جاؤ
بنا کر مورچے چاروں طرف سنگھر کو پھیلاؤ
یہ سنگھر خاربندی کی بڑی دیوار بن جائے
جو دشمن کے لئے اک جادہ دشوار بن جائے
جہادی لوگ اگر یلغار کرنے کے لئے آئیں
تو آ کے منہ کی کھائیں اور کانٹوں میں الجھ جائیں
ادھر اڑتی سی مولانا کے ہاں بھی یہ خبر آئی
انہیں حالات حاضر کی نئی صورت نظر آئی
یہ باتیں تھیں علاقے بھر کے لوگوں کی زبانوں پر
کہ غازی حملہ آور ہوں گے سکھوں کے ٹھکانوں پر
اب ان جذبات کا احساس کرنا بھی ضروری تھا
عوامی آرزو کا پاس کرنا بھی ضروری تھا
یہ موقع ہے اگر دشمن سے دو دو ہاتھ ہو جائیں
تو ملکی لوگ بھی غیرت کے مارے ساتھ ہو جائیں
اگر سویا ہوا یہ شیر یوں بیدار ہو جائے
تو ممکن ہے کہ اس ملت کا بیڑا پار ہو جائے
بلا کر غازیوں کو آپ نے ارشاد فرمایا
عزیزو پھر ہمارے امتحاں کا وقت ہے آیا
ہمارے بھائیوں نے ہم سے یہ امید باندھی ہے
کہ ہم روکیں جو یہ بڑھتی ہوئی سکھوں کی آندھی ہے
یہ وہ طوفان ہے جو اور آگے بڑھنے والا ہے
سوات و سمہ کی ساکت فضا پر چڑھنے والا ہے

اگر ہم سرفروشی کے یہاں کچھ بیج بو جائیں
تو ان سکھوں کے بڑھتے حوصلے بھی پست ہو جائیں

جیش کی روانگی

کیا تیار مولانا نے جیش اک پہلوانوں کا
دلیروں، سرفروشوں، معرکہ آرا جوانوں کا

امیر جیش مولانا مقیم احمد[۳۵۰] کو ٹھہرایا
نیابت کے لئے ہمراہ خیرالدین[۳۵۱] کو بھجوایا

یہ سو افراد کا دستہ چلا اپنا نشاں[۳۵۲] لے کر
بڑھا دشمن کی لشکرگاہ کو عزم جواں لے کر

ادھر سورج بھی مغرب کی کمیں گاہوں میں جا بیٹھا
اندھیرا کوہساروں کی گزرگاہوں میں آ بیٹھا

سیاہی میں ڈھلے دیوار و در کے ملگجے سائے
تماشا دیکھنے کو چرخ پر تارے نکل آئے

کیا مہتاب نے جا کر کہیں پاتال میں ڈیرا
درختوں، جھاڑیوں، کھیتوں کو تاریکی نے آ گھیرا

چلے جب ڈمگلہ کی سمت یہ اللہ کے بندے
تو چودہ پندرہ سو سرحدی بھی آ ملے ان سے

وہ بے ہنگم جماعت جنگ میں لڑنے نہ آئی تھی
اسے مال غنیمت کی تمنا کھینچ لائی تھی

وہ تھوڑی دور تک چلتے رہے اٹکھیلیاں کرتے
نہایت فخر سے اپنی جوانمردی کا دم بھرتے

مگر جب سامنے دشمن کی لشکر گہ نظر آئی
تو یہ جنگ آزما کرنے لگے چپکے سے پس پائی

درختوں میں چھپا کوئی، کوئی دبکا چٹانوں میں
کوئی کھسکا تو دم سادھے ہوئے لیٹا ڈھلانوں میں

ہزار افراد غائب ہو گئے چپکے سے پل بھر میں
بس اب یہ چار سو یا پانچ سو باقی تھے لشکر میں

سنگھر سے عبور اور معرکہ آرائی

یہ جیش پاک جب سکھوں کی لشکرگاہ پر آیا
تو ان کے فوجیوں کو بے خبر سوتے ہوئے پایا

حفاظت کے لئے لشکر کے گردا گرد سنگھر تھا
یہ کانٹے دار شاخوں جھاڑیوں کا بند اکبر تھا

بڑا مشکل تھا اس پر سے بہ آسانی گزر جانا
نہ تھا خطرے سے خالی دوسری جانب اتر جانا

مگر غازی ادھر ایسے نہتے بھی نہ آئے تھے
وہ چند اک سیڑھیاں اور کھاٹ اپنے ساتھ لائے تھے

لگا کر سیڑھیاں اور کھاٹ غازی چڑھ گئے اوپر
نہایت خامشی سے باری باری جا گھسے اندر

چڑھا جو سب سے پہلے اور لشکرگاہ میں کودا
وہ تھا سید مقیم اس جیش کا جو میر لشکر تھا

جماعت در جماعت سب اکٹھے ہو گئے غازی
پڑا تھا سامنے پاؤں تلے میدان جاں بازی

اہم باتیں امیر جیش نے تعلیم فرمائیں
جماعت وار ذمہ داریاں تقسیم فرمائیں

ادھر سرگوشیوں میں گفتگو آپس میں ہوتی تھی
ادھر سکھوں کی ساری فوج میٹھی نیند سوتی تھی

وہ گہری نیند میں سپنوں کے اندر شبد گاتے تھے
فرشتے موت کے ان کے سروں پر مسکراتے تھے

سکوت ظلمت شب میں ابھی خاموش تھے غازی
مگر جنگ آزمائی کو کفن بردوش تھے غازی

اچانک نعرہ تکبیر گونج اٹھا فضاؤں میں
جسے سن کر مچی بھگدڑ بچارے خالصاؤں میں

چلاتے گولیاں غازی، لئے بارود کے تھیلے
بس اک سیل بلا کے طور لشکرگاہ میں پھیلے

اڑایا گولیوں سے بیشتر خیمہ نشینوں کو
سنبھلنے کا دیا موقع نہ ان کافر لعینوں کو

کسی سوتے ہوئے کو اور کسی کو جاگتے مارا
کسی تیار ہوتے کو کسی کو بھاگتے مارا

طنابیں کاٹ کر خیموں کو دھرتی پر گرا ڈالا
قناتوں کے تلے اشرار کا قیمہ بنا ڈالا

انہیں بچ کر نکل جانے کی راہیں بھی نہ ملتی تھیں
اور اپنی بدحواسی میں پناہیں بھی نہ ملتی تھیں

جہاں دشمن اکٹھے ہو کے کچھ تیار ہوتے تھے
وہیں بارود کے نل پھٹ کے آتش بار ہوتے تھے

کوئی مجروح ہو جاتا کوئی جاں سے گزر جاتا
یہ مجمع ٹوٹ کر فورا اندھیروں میں بکھر جاتا

جہاں مجمع لگا ہوتا وہیں بمبار نل آتا
اور ان جنگ آزماؤں کے لئے پیک اجل آتا

کوئی ٹکڑی قریب آ کر جو اپنی جان پر کھیلی
مجاہد غازیوں کی تیغ نے ان کی خبر لے لی

کسی کے پیٹ کو چیرا کسی کا سر اڑا ڈالا
کسی کی پشت میں گھونپا کبھی خنجر کبھی بھالا

فضا میں بے محابا شور تھا چیخیں تھیں آہیں تھیں
تڑپتے زخمیوں کی کچھ دہائی تھی کراہیں تھیں

تڑاقے سنسناتی گولیوں کے بھی بلا کے تھے
اور ان سے بڑھ کے شور انگیز بارودی دھماکے تھے

بڑا ہنگامہ پرور تھا یہ دار و گیر کا عالم
پکڑ لو، مار دو، آگے بڑھو کا شور تھا پیہم

لڑائی میں مسلسل نعرہ تکبیر چلتا تھا
یہ نعرہ کیا تھا سکھوں کے جگر پر تیر چلتا تھا

اندھیرے میں بہت سے چھپ گئے جا کر چٹانوں میں
کئی اک جا گھسے ویران نالوں کی ڈھلانوں میں

کچھ ایسی بے بسی ان غازیوں نے ان پہ کی طاری
کہ بھیڑوں کی طرح پھرتی تھی بھاگی فوج بے چاری

اندھیرے میں جدھر دیکھا ادھر غازی نظر آیا
وہ سمجھے آسماں سے اک بڑا لشکر اتر آیا

وہ ایسے بھاگے پھرتے تھے کہ رک کر دم نہ لیتے تھے
ادھر بارود کے تل جمع بھی ہونے نہ دیتے تھے

سرحدیوں کی لوٹ مار اور جنگ کا نتیجہ

مقامی سرحدی لوگوں نے جب حالات کو دیکھا
غنیمت لوٹنے کے سازگار اوقات کو دیکھا

وہ خیموں میں گھسے اور مال پر قبضہ لگے کرنے
بنانے گٹھڑیاں کوئی تو کچھ جھولی لگے بھرنے

زر و نقد و لباس و ظرف جو کچھ بھی ملا، پکڑا
اٹھا کر مال چپکے سے ہر اک نے راستا پکڑا

کوئی آگے کوئی پیچھے کوئی پیچھے کوئی آگے
سب اپنی اپنی گٹھڑی لے کے باہر کی طرف بھاگے

کسی نے پھول سنگھ کو صورت حالات بتلا دی
تو اس نے پھوس کے کچھ جھونپڑوں کو آگ دکھلا دی

اٹھے شعلے تو روشن ہو گیا میدان پل بھر میں
لگائی زور سے آواز سرداروں نے لشکر میں

کہ بزدل بن کے بھاگے پھر رہے ہو اس طرف آؤ
یہ مٹھی بھر سپاہی ہیں انہیں زنجیر پہناؤ

یہ سن کر خالصے پلٹے جوابی وار کرنے کو
اکٹھے ہو کے ہر جانب سے گیر و دار کرنے کو

ادھر سالار کے پاس آئے خیرالدین مولانا
کہا بہتر ہے اب میدان سے باہر نکل جانا

اگر جم کر لڑیں گے اب تو ہم نقصاں اٹھائیں گے
شجاعت کے نشے میں سارے غازی مارے جائیں گے

جو تھا شبخون کا مقصد وہ پورا کر لیا ہم نے
جو دینا تھا سبق جی بھر کے ان کو دے دیا ہم نے

یہ سن کر میر لشکر نے صدا دی شیر مردوں کو
کہ لوٹ آئیں پریشاں چھوڑ کر ان ہرزہ گردوں کو

کہیں ایسا نہ ہو پھنس جائیں وہ دشمن کے گھیرے میں
کبڈی کھیلتے تھے وہ جو سکھوں سے اندھیرے میں

صدا سنتے ہی سب غازی ٹھکانے پر پلٹ آئے
خدا کے شیر اپنی جولانگہ سے ہٹ آئے

سنبھالا خود محاذ جنگ حضرت شیر کوٹی نے
کھڑی تھی اک جماعت ساتھ ان کے تان کر سینے

یہ فرمایا کہ سب ساتھی تسلی سے نکل جائیں — عدو کو ہم پہ چھوڑیں آپ اندیشہ نہ فرمائیں
جو زخمی ہیں انہیں بھی آپ اپنے ساتھ لے جائیں — ہم آ جائیں گے خود ہی آپ بے کھٹکے چلے جائیں

جیش ڈمگلہ کی واپسی

بڑھے جب خالصے طوفان آتش بار کی صورت — جناب شیر کوٹی ڈٹ گئے دیوار کی صورت
انہوں نے بے خطر ہر ایک مہلک وار کو روکا — بڑی مردانگی سے خالصہ یلغار[۳۵۴] کو روکا
ادھر جل بجھ گئے چھپر تو پھر ظلمت ہوئی طاری — ہوا سکھوں پہ امر یخطف ابصارھم جاری
وہ یہ سمجھے مسلمانوں کو شاید کچھ کمک آئی — اسی ڈر سے نہ ان تک کوئی بھی ٹکڑی پہنچ پائی
قریب آ بھی گیا کوئی تو جاں سے ہاتھ دھو بیٹھا — اڑی گردن کسی کی کوئی ہاتھ اور پاؤں کھو بیٹھا
ادھر غازی بھی سنگھر سے نہایت شان سے نکلے — اٹھا کر زخمیوں کو پورے اطمینان سے نکلے
امیر جیش بھی مجروح تھا چلنے سے عاری تھا — کہ اس کی ٹانگ پر تلوار کا اک زخم کاری تھا
ادھر سے خالصے گو بڑھتے' مرتے' کٹتے آتے تھے — یہ غازی رفتہ رفتہ پچھلے پاؤں ہٹتے جاتے تھے
یونہی ہٹتے ہوئے سنگھر کے دروازے پہ آ ٹھہرے — وہیں کچھ فاصلے پر ہی ٹھٹک کر خالصا ٹھہرے
پکارا شیر کوٹی نے کہ او راجا کے متوالو — اگر ارمان کچھ باقی ہیں تو آؤ نکلوا لو
مگر سکھوں کا کوئی سورما آگے نہیں آیا — تو مولانا نے سب کو واپسی کا حکم فرمایا
پلٹ کر آملے رستے میں اپنے جیش والوں میں — خدا کے پاک بازوں' خوش نہادوں' خوش خصالوں میں
فقط دو خوش نصیب اس کار جانبازی میں کام آئے — وہ جن کو جنت الفردوس ملنے کے پیام آئے
ادھر سکھوں کے ڈھائی تین سو مردار[۳۵۵] چھوڑ آئے — لعینوں کے غرور و تمکنت کے ساز توڑ آئے

بیاں میں آ نہیں سکتی شجاعت ان جوانوں کی
حقیقت دب گئی رستم کی فرضی داستانوں کی

معرکہ شنکیاری

ادھر مرادن حق تھے ڈمگلہ میں معرکہ آرا
بجا جنگ و جدل کا شنکیاری میں بھی نقارا

یہاں ٹھہرے ہوئے تھے شاہ اسماعیل مولانا
جہادی کارفرمائی میں لازم تھا یہاں آنا

رفیقوں کی بھی ننھی سی جماعت ساتھ تھی ان کے
جو اپنے پاس ٹھہرائے ہوئے تھے جیش سے چن کے

انہیں غلہ ملا تھا کچھ کہیں سے بعد فاقوں کے
اسے کھانے پکانے کے لئے کچھ کرتے پھرتے تھے

کوئی آٹا توے پر ڈال کر روٹی پکاتا تھا
کوئی ان میں سے ہانڈی میں ابھی چمچا ہلاتا تھا

اچانک سامنے حضرت نے دیکھا رخ ہواؤں کا
گڑھی سے آ رہا تھا ایک جتھا خالصاؤں کا

رفیقوں سے کہا حضرت نے سب ہشیار ہو جاؤ
پکڑ لو مورچے اور جنگ کو تیار ہو جاؤ

سنبھالا اسلحہ ہر ایک نے اور تج دیا کھانا
ادھر بندوق تانے ہو گئے تیار مولانا

کئے فائر جونہی گولی کی زد پر آ گئے دشمن
اچانک گولیوں کی باڑھ سے گھبرا گئے دشمن

جسے گولی لگی وہ چت گرا اور پھر نہ اٹھ پایا
اٹھایا ساتھیوں نے اور اسے مرکز میں پہنچایا

جہنم میں گئے تھے جو گئے' باقی بڑھے آگے
پکڑنے کو زمیں پر اوٹ ادھر بھاگے ادھر بھاگے

انہوں نے بھی چلائیں گولیاں پوری مہارت سے
کہ واقف تھے وہ سب جنگ و جدل میں قتل و غارت سے

مسلسل گولیوں کا دونوں جانب مینہ برستا تھا
ادھر اک فوج تھی اور اس طرف چھوٹا سا دستہ تھا

بڑھے کچھ اور آگے خالصے اس افراتفری میں
گڑھی سے بھی اضافہ ہو گیا تھا ان کی نفری میں

چلیں اب تک تو بندوقیں اور ان کے ساتھ شاہینیں
قریب آیا جو دشمن تو نکل آئیں قرابینیں

جہاں بھی حملہ آور دشمنوں کی گھات ہوتی تھی
قرابینوں کی بوچھاڑوں سے واں برسات ہوتی تھی

وہ باڑھیں مارتے آگے بڑھے سیلاب کی صورت
چلے یک بار دائیں بائیں سے گرداب کی صورت

قرابینوں کی بوچھاڑیں ہوئیں جب بدنہادوں پر
جہنم کے کئی در کھل گئے ان نامرادوں پر

قرابینوں کی باڑھوں سے وہ یوں خونخوار گرتے تھے
کہ اک اک باڑھ سے دو چار دس مردار گرتے تھے

یہ حالت دیکھ کر ڈرتے ہوئے پیچھے کو منہ موڑا — گڑھی میں لوٹ جانے کے لئے میدان کو چھوڑا
کوئی بولا ارے او بزدلو کیوں بھاگے جاتے ہو — یہ تھوڑے سے تو مسلے ہیں[۳۵۶] انہیں پیچھا دکھاتے ہو
یہ سن کر رک گئے اور پھر سے حملے کے لئے آئے — نئی حکمت سے اپنے جنگجو ہر سمت پھیلائے
نئے جذبے سے اطراف و جوانب سے کیا بلوا — ادھر سے غازیوں نے بھی دکھایا موت کا جلوہ
ہر اک غازی کی گولی کا نشانہ ٹھیک پڑتا تھا — بدک کر پاؤں ہر اک حملہ آور کا اکھڑتا تھا
وہ گولی بھی چلاتے منہ سے بھی بکواس کرتے تھے — کبھی رک کر گرو کے نام کی ارداس[۳۵۷] کرتے تھے
اٹھا کر جتنی لاشیں وہ گڑھی میں لے کے جاتے تھے — تو دگنے سے زیادہ تازہ دم میداں میں آتے تھے
نہ ہو سکتا تھا ان کی واقعی گنتی کا اندازہ — کہ تھا جنگاہ سے لے کر گڑھی تک ان کا شیرازہ
چلاتے گولیاں بچتے بچاتے یوں بڑھے ظالم — کہ کٹ مر کر بھی سر پر غازیوں کے آ چڑھے ظالم
رہا موقع نہ گولی کا ہوئیں سب ختم تدبیریں — جوانمردوں نے جھک کر کھینچ لیں پہلو سے شمشیریں
نکل کر مورچوں سے اس طرح جھپٹے وہ لشکر پر — کہیں جیسے جھپٹتا ہے کوئی شاہیں کبوتر پر
جواں مردان حق وہ تیغ کے جوہر دکھاتے تھے — کہ لوہا لاٹ طاغوتوں کی بھی گردن اڑاتے تھے
کیا جو وار شانے پر تو پہلو تک بدن چیرا — کسی کا سر سے زیر ناف تک فی الفور تن چیرا
کٹے مغفر، پھٹے بکتر، اڑی کلغی، گریں کڑیاں — مڑے زانو کے قبضے اور ٹوٹیں خود کی لڑیاں
لڑھکتے پھر رہے تھے سر کہیں بازو کہیں ٹانگیں — کراہیں زخمیوں کی تھیں کہ گویا زندگی مانگیں
کہیں پچکے ہوئے بکتر پڑے تھے خالصاؤں کے — کہیں بکھرے ہوئے تھے چیتھڑے ان کی قباؤں کے
پڑے تھے ڈھیر لاشوں کے بھیانک تھا بڑا منظر — یہ صورت دیکھ کر گھبرا گیا اتنا بڑا لشکر
عزیمت غازیوں کی دیکھ کر ہیبت ہوئی طاری — ہوا معلوم انہیں اب ان سے لڑنا ہے زیاں کاری
ہمارے واسطے بہتر ہے اب واپس پلٹ جانا — حماقت ہے اب ان پتھر کی دیواروں سے ٹکرانا
پکارا زور سے کوئی کہ تم اب بچ نہ پاؤ گے — اگر ٹھہرے رہے تو تم یقیناً مارے جاؤ گے

یہ سن کر مچ گئی بھگدڑ بدک کر بھاگ اٹھا لشکر
لڑھکتا ہانپتا گرتا گڑھی میں جا گھسا لشکر

مولانا کی عزیمت

دکھائی جنگ میں ان غازیوں نے جو فداکاری
وہ تھی ان کی شجاعت اور مولانا کی سالاری

خدا کی نصرت و رحمت نے ان کی دستگیری کی
کہ چند افراد کو لشکر پہ یوں فتح مبیں دے دی

شجاعت اور پامردی جو مولانا نے دکھلائی
وہ ان کی عسکریت کا ہے اک انداز یکتائی

چلائی سب سے پہلے آپ نے کفار پر گولی
ہوئی جاری سر میدان خاک و خون کی ہولی

مجاہد غازیوں نے بھی تڑا تڑ گولیاں چھوڑیں
نہ جانے کتنے حملہ آوروں کی گردنیں توڑیں

بڑھی جب جنگ مغلوبہ تو یہ لمحے بلا کے تھے
کہ دشمن سر پہ چڑھ آیا تھا یہ تیور قضا کے تھے

کئی جنگ آزما کو دور سے حضرت نے مارے تھے
اچھلتے کودتے دشمن جہنم میں اتارے تھے

مگر اب چند گز پر آئے دشمن سے نمٹنا تھا
وہ جس کو آپ کی ذات گرامی پر جھپٹنا تھا

بڑھا ان میں سے اک مردود لے کر کفر کا جھنڈا
چلا کر آپ نے گولی کیا اس کو وہیں ٹھنڈا

بڑھا اک اور تیزی سے گرو صاحب کا متوالا
اسے بھی ایک گولی سے یکایک ڈھیر کر ڈالا

اچانک ایک گولی جانے کس جانب سے آ نکلی
کہ لگ کر ہاتھ پر حضرت کے زخمی کر گئی چھنگلی

ادھر اک تیسرا مردود حملے کے لئے لپکا
ادھر چھنگلی سے دو لمحوں میں چلو بھر لہو ٹپکا

بظاہر درد کی شدت سے شل تھا ہاتھ حضرت کا
مگر نصرت خدا کی دے رہی تھی ساتھ حضرت کا

سنبھل کر آپ نے گولی لرزتے ہاتھ سے چھوڑی
اور اپنے خوں کے پیاسے خالصے کی کھوپڑی توڑی

بڑھا اک اور بدانجام مہلک وار کرنے کو
قریب آیا ستون اسلام کا مسمار کرنے کو

بظاہر موت سر پر تھی ان آثار قیامت میں
مگر کچھ فرق تاہم آ نہ پایا استقامت میں

ادھر بارود خوں آلود ہو کر ہو گیا زائل
ادھر زخمی تھی انگلی جس سے سارا ہاتھ تھا گھائل

سکت باقی نہ تھی بازو میں کوئی کام کرنے کی
رہی طاقت نہ کچھ بھی ہاتھ میں بندوق بھرنے کی

عدو نے بھی پہنچ کر سر پہ جب تلوار لہرا دی
تو حضرت نے فقط بندوق سیدھی کر کے دکھلا دی

وہ مارے خوف کے بھاگا کہیں گم ہو گیا جا کر
اور اپنے ساتھیوں کو بھی ڈرایا خوب چلا کر

وہ بیچارے بھی سارے بھاگ نکلے ڈر کے میداں سے
یہ کہتے تھے بچاؤ جان اس لوہے کے انساں سے

ادھر سب فوج پسپا ہو کے میداں کو گئی خالی
تکبر کرنے والوں نے تکبر کی سزا پا لی

جنگ کا نتیجہ

یہاں دس پندرہ غازی تھے مولانا کے ہمراہی
دل و جاں سے جنہیں محبوب تھی حق کی ہوا خواہی

یہ اک ناخواستہ سی جنگ نادانستہ پیش آئی
بنی ان کے لئے صد شکر وجہ عزت افزائی

انہوں نے قوت ایمان کے جوہر وہ دکھلائے
کہ ان کے سامنے سکھوں کے دل بادل نہ جم پائے

پیاپے مورچوں پر کی بہت یلغار دشمن نے
کئے بڑھ بڑھ کے ہر جانب سے مہلک وار دشمن نے

مگر ان غازیوں نے حق سے رشتہ اس طرح جوڑا
قدم پیچھے ہٹایا اور نہ اپنا مورچہ چھوڑا

ہٹے پیچھے نہ ان اشرار کو بڑھنے دیا آگے
وہی دو ڈھائی سو مردار سکھڑے چھوڑ کر بھاگے

جو زخمی تھے نہ کچھ معلوم ہو پایا شمار ان کا
انہیں فوراً گڑھی پہنچا چکا تھا فوجدار ان کا

ادھر چھ سات غازی پا گئے منصب شہادت کا
ملا انعام جن کو فوز عقبیٰ کی سعادت کا

گئے دربار حق میں سب کے سب خونیں قباؤں میں
ملے بدر و احد والوں سے جنت کی فضاؤں میں

جو نو دس بچ گئے زخموں سے یکسر چور تھے غازی
ولیکن بادہ توحید سے مخمور تھے غازی

کسی کی ٹانگ زخمی تھی تو وہ چلنے سے عاری تھا
کسی کے زخم تھا سر پر کہ جس سے خون جاری تھا

انہی میں تھے جنہوں نے اپنا کھانا بھی نہ کھایا تھا
ملا سب خاک میں جو جنگ سے پہلے پکایا تھا

قبا حضرت کی بھی چھلنی ہوئی تھی گولیاں لگ کر
لہو کی جا بجا گلکاریاں تھیں ان کے دامن پر

خدا کی حمد اور شکر و سپاس ان کی زباں پر تھا
فرشتوں کے لبوں پر ذکر ان کا آسماں پر تھا

انگشت شہادت

۱۳۵۸ھ

یہ "منظورہ" میں مولانائے جعفر کی روایت ہے
جو حضرت کی عزیمت اور عظمت کی حکایت ہے

کہا اک مرتبہ حضرت کی انگلی کی چلیں باتیں
کہ تفریحاً کبھی آپس میں ہوتی تھیں ملاقاتیں

مذاحاً بولتے "میری یہ انگشت شہادت ہے"
کہا میں نے کہ پھر تو یہ نہایت باسعادت ہے

سر محشر شہیدوں کی طرح ہوگا حساب اس کا
یقیناً آپ کے حصے میں آئے گا ثواب اس کا

یہ فرمایا کہ عنداللہ اگر مقبول ہو جائے
تو ممکن ہے مجھے بھی کچھ نہ کچھ موصول ہو جائے

مگر کچھ ایسی ضربیں ہیں کہ پتہ تک نہیں ہلتا
وہ سب بیکار ہوتی ہیں ثواب ان کا نہیں ملتا

بزعم خویش ہم اپنے عمل پر ناز کرتے ہیں
فضائے خود فریبی میں بہت پرواز کرتے ہیں

مگر اللہ کے ہاں اس کی کچھ قیمت نہیں ہوتی
وہ اک پتھر نکلتا ہے سمجھتے تھے جسے موتی

عمل وہ ہے جسے ذات خدا منظور فرمائے
رضا اس کی بشر کو جنت الماویٰ میں لے جائے

طلوع سحر اور جیش ڈمگلہ کی واپسی

سحر کا جھٹپٹا تھا روشنی پوری نہ پھیلی تھی
سماں بھی دھندلا دھندلا تھا فضا بھی میلی میلی تھی

سفر کرتے ہوئے تارے ابھی کچھ ٹھہرے ٹھہرے تھے
درختوں جھاڑیوں کے سائے بھی کچھ گہرے گہرے تھے

ابھی تک آشیانوں میں کہیں چڑیاں نہ بولی تھیں
سحر کے نغمہ خوانوں نے زبانیں بھی نہ کھولی تھیں

ادھر باد صبا فصلوں کے پودوں میں سنکتی تھی
ادھر پیڑوں کی اک اک شاخ مستی میں لچکتی تھی

چلا آتا تھا جیش ڈمگلہ سنسان راہوں میں
طلوع فجر کا محبوب منظر تھا نگاہوں میں

اچانک ان کو اک بستی سے آواز اذاں آئی
تھکے ہارے ہوئے ان غازیوں کی جاں میں جاں آئی

وہیں موزوں سا اک میدان پا کر رک گئے غازی
تیمم کرکے سب درگاہ حق میں جھک گئے غازی

نماز فجر پڑھ کر سب نے کچھ آرام فرمایا
ذرا ستا لیا تو جسم و جاں نے بھی سکوں پایا

کیا پھر سے سفر آغاز حق کے رہ نوردوں نے
پہنچ کر شنکیاری میں لیا دم شیر مردوں نے

یہاں پہنچے تو دیکھا ایک حیرت ناک منظر تھا
ادھر غمناک ادھر سکھوں کا عبرت ناک منظر تھا

شہیدان گرامی سب سکوں کی نیند سوتے تھے
تبسم خیز منظر دیکھتے معلوم ہوتے تھے

جو زخمی تھے ہر اک کے لب پہ ذکر و ورد جاری تھا
سکینت کا ہر اک چہرے پہ رنگ و نور طاری تھا

ادھر بکھرے ہوئے لاشے پڑے تھے تیرہ بختوں کے
پڑے ہوں دور تک جیسے تنے کٹ کر درختوں کے

ملے بڑھ کر گلے سالار جب سالار اعلیٰ سے
سنی سب واردات شنکیاری شاہ والا سے

سنی حضرت نے جیش ڈمگلہ کی کارپردازی
وہ اہل حق کی باطل سے نبرد آرائی جانبازی

شہیدوں کو کیا مل کر سپرد خاک میداں میں
جہاں سے ایک دن جانا ہے سب کو باغ رضواں میں

شنکیاری سے اگرور

یہ سب غازی غزا کے امتحاں سے تن کے نکلے تھے
جہاد حق کی بھٹی سے یہ کندن بن کے نکلے تھے

وہ بھوکے لڑ رہے تھے پھر بھی کچھ ان کو نہ زک پہنچی
کہیں سے کھیل بھی اڑ کر نہ ان کے حلق تک پہنچی

نہ تن پر گھاؤ کا شکوہ نہ بھوک اور پیاس کی پروا
اگر کچھ تھی تو بس حکم الٰہ النّاس کی پروا

رضائے رب کعبہ ہی فقط مقصود تھا ان کا
وہی ملجا وہی ماویٰ وہی معبود تھا ان کا

یہ دونوں معرکے فتح مبیں کی داستاں ٹھہرے
عدوئے ناسزا پر رعب و ہیبت کا نشاں ٹھہرے

نکالے غازیوں نے بھی یہاں جی بھر کے سب ارماں
ہوا اہل ہزارہ کے لئے بھی درد کا درماں

یہاں سے اب کسی محفوظ تر مرکز کو جانا تھا
جہاں ان زخمیوں کا بھی دوا دارو کرانا تھا

کہا ناصر نے حضرت آپ اگر منظور فرمائیں
رحیل لشکر حق جانب اگرور فرمائیں

اسی تجویز پر مرد خدا نے صاد فرمایا
سفر آغاز کرنے کے لئے ارشاد فرمایا

کہا جس وقت دشمن کی گڑھی کے پاس سے گزریں
بلند آواز سے اعلان یوں کرتے ہوئے گزریں

بجاتے جائیں زور و شور سے ڈھول اور نقارے
کہ جس کے دل میں ارماں ہو نکل کر ہم کو للکارے

مبادا پھر کہے کوئی کہ اسماعیل آیا تھا
مگر نظریں چرا کر مڑ گیا' لڑنے نہ پایا تھا

چلے غازی تو دل میں ذکر فرماتے ہوئے گزرے
بجاتے ڈھول بندوقیں بھی لہراتے ہوئے گزرے

جوانمردوں کا رعب و دبدبہ کچھ اس طرح چھایا
کہ کوئی بھی کہیں سے سورما باہر نہیں آیا

اسی شان عزیمت سے یہ سب اگرور آ ٹھہرے
یہ غازی مستحق آفرین و مرحبا ٹھہرے

اٹھے تعظیم کو عبدالغفور اور اس کے سب بھائی
عقیدت اور ادب سے سب نے بڑھ کر کی پذیرائی

اگرور سے اوگی

یہاں حضرت نے کوئی آٹھ دن آرام فرمایا
ہر اک خورد و کلاں نے ہر طرح اکرام فرمایا

دوا دارو کیا سب زخمیوں کا بھی طبیبوں نے
کھلائیں دعوتیں بھی کچھ امیروں کچھ غریبوں نے

رہیں اکثر خوانین و اکابر سے ملاقاتیں
ہوئیں کار جہاد فی سبیل اللہ کی باتیں

سنائے کارنامے غازیوں کی جاں سپاری کے
لڑے تھے معرکے جو ڈمگلہ اور شنکیاری کے

ہزارہ اور سمہ میں یہ شہرہ دور تک پہنچا
پشاور سے گزر کر مرکز لاہور تک پہنچا

یہاں سے کوچ کا اب قصد مولانا نے فرمایا
مقدر میں جو کچھ تھا آٹھ دن رہ کر پیا کھایا

ہوا اگرور سے رخصت یہ لشکر پاک بندوں کا
خدا کے غازیوں کا دین حق کے دردمندوں کا

غروب شام کے سائے ابھی اتنے نہ تھے گہرے
کہ غازی اگلی منزل کے لئے اوگی میں آ ٹھہرے

یہاں اوگی کے سرداروں نے استقبال فرمایا
بڑے اعزاز سے ان غازیان دیں کو ٹھہرایا

دیئے رہنے کو حجرے اور خیمہ گاہ لشکر کی
جہاں تک ہو سکا خدمت بھی کی دلخواہ لشکر کی

سبیل حق کے یہ غازی یہاں بھی آٹھ دن ٹھہرے
رہے قائم یہاں بھی روز و شب کے چوکیاں پہرے

یہاں مرکز بنالینے کاحضرت کا ارادہ تھا
کہ یہ سارے علاقہ جات میں موزوں زیادہ تھا

یہ خواہش تھی کہ یاں رہ کر بنائیں اک بڑا لشکر
نئے افراد کی بھرتی سے ہو جائے کھڑا لشکر

جوانمردوں کی جنگی تربیت اس طور کی جائے
کہ حرب و ضرب کی بھی دیں کی بھی تعلیم دی جائے

کریں دشمن کی سب گڑھیوں پہ یلغاروں کی تیاری
تسلسل سے رہے اک سلسلہ شب خون کا جاری

مسلسل کلوشوں سے توڑ ڈالیں جال سکھوں کا
کیا جائے علاقے بھر سے استیصال سکھوں کا

یہ منصوبہ مگر اب تک نتیجے کو نہ تھا پہنچا
کہ سید کا ادھر پنجتار سے پیغام آ پہنچا

کہ اب ہندوستاں سے قافلے کچھ اور آئے ہیں
جو مرادن مجاہد کی بڑی تعداد لائے ہیں

نہایت برگزیدہ عالمان عہد ہیں ان میں
جسارت مند شبان سعادت مہد ہیں ان میں

اب ان کے نظم و ضبط و تربیت کا کام کرنا ہے
سمندان سبک رو کو خجستہ گام کرنا ہے

وہاں جو کام ہیں وہ جلد از جلد آپ نمٹائیں
اور اپنے غازیوں کو ساتھ لے کر واپس آ جائیں

خدا رکھے اماں میں آپ سب یاروں کو مولانا
مبارک آپ کا جانا سلامت آپ کا آنا

اوگی سے پنجتار کو واپسی

یہ حکم سید والا بجا لانا ضروری تھا
وہاں کے مسئلوں کو جا کے سلجھانا ضروری تھا

امیرالمومنیں کے حکم پر رخت سفر باندھا
کسی نے سر پہ رکھا اور کسی نے پشت پر باندھا

کمر کس کر چلا اوگی سے اسماعیل کا لشکر
جو آتا تھا نظر سکھوں کو عزرائیل کا لشکر

یہ لشکر ان کو وہ تازہ سبق دیتا ہوا آیا
رہے جو دیر تک ان کے لئے عبرت کا سرمایا

چلا اوگی سے واپس کارواں پنجتار کی جانب
بڑھے احرار اپنے مرکز احرار کی جانب

جدھر سے آئے تھے پہلے وہی آبادیاں گزریں
وہی رستے وہی کوہ و کمر اور وادیاں گزریں

وہی دریائے سندھ اور اس کی تند و تیز موجیں تھیں
وہی شوریدہ سر، سفاک و وحشت خیز موجیں تھیں

وہی تھیں اکا دکا کشتیاں اور گھاٹ دریا کے
وہی مشکیں، وہی جالے، وہی تھے پاٹ دریا کے

وہی امب اور ستھانہ کی پرانی شاہراہیں تھیں
وہی دیہی قبائل کی عمومی کارگاہیں تھیں

گزرتے سب مراحل سے جواں پنجتار تک پہنچے
خدائے پاک کے ابرار سب ابرار تک پہنچے

ہندوستانی قافلوں کی کیفیت

۳۵۹

یہاں ہندوستاں سے ان دنوں جو قافلے آئے ۔ وہ جذب و شوق بھی اور کچھ نفاق و بغض بھی لائے

جنہیں شوق جہاد و جوش ایماں کھینچ لایا تھا ۔ انہوں نے راستوں کے سب مصائب کو بھلایا تھا

سفر کی کلفتیں ان کے لئے بے کار قصہ تھیں ۔ یہ سب گویا جہاد آرائی ہی کا ایک حصہ تھیں

وہ ہنستے کھیلتے آئے چھلانگیں مارتے آئے ۔ مصائب جھیلتے دشمن کو بھی للکارتے آئے

۳۶۰

مگر کچھ لوگ تھے جو ریشم و دیبا کے متوالے ۔ وہ جن کے فرش مخمل پر بھی پڑتے پاؤں میں چھالے

متنجن، قورمہ، حلوا، پلاؤ، کھیر کے عادی ۔ مرصع مسندوں پر ناروا توقیر کے عادی

جنھوں نے دست نازک سے کبھی تنکا نہ توڑا تھا ۔ ذرا سی پھونک سے اک بلبلا تک بھی نہ پھوڑا تھا

انہیں یہ کوہ و صحرا کے سفر کس طرح راس آتے ۔ وہ بھوک اور پیاس کی تکلیف کیا برداشت کر پاتے

انہی میں مولوی محبوب تھے جو تلخ خو بھی تھے ۔ وہ بے شک عالم دیں تھے، ترش رو عیب جو بھی تھے

انہیں درانیوں نے جن دنوں کنڈوہ میں روکا تھا ۔ انہیں سید کی امداد و ہم آہنگی پہ ٹوکا تھا

وہ ان کے قافلے دریا کے پار آنے نہ دیتے تھے ۔ اور ان کو دوسرے رستوں سے بھی جانے نہ دیتے تھے

جب ایسی ناکہ بندی پر بڑھا آپس میں ہنگامہ ۔ تو لکھا مولوی محبوب نے سید کو اک نامہ

نہایت تلخ لہجے کا یہ تند و تیز نامہ تھا ۔ بہت شکوہ شکایت کا عتاب انگیز نامہ تھا

انہیں لکھا کہ یہ جن میں سراپا بے وفائی ہے ۔ انہی درانیوں سے آپ کی صلح و صفائی ہے

جو خواہش ہے کہ دشمن کافروں پر فتح پا لیجے ۔ تو پہلے ان "مسلماں کافروں" کا خاتمہ کیجے

پنجتار میں قافلوں کا استقبال اور مولوی محبوب علی کا فتنہ

خبر جونہی ملی درانیوں کی ناکہ بندی کی ۔ مسلماں قافلوں سے کجروی ایذا پسندی کی

تو سید نے کچھ اپنے آدمی فی الفور بھجوائے ۔ جو سارے قافلے حسن تدبر سے چھڑا لائے

ادھر پکھلی سے مولانا ابھی واپس نہ آئے تھے ۔ ادھر یہ قافلے یکبارگی تشریف لائے تھے

چلے خود سید سادات ان کی پیشوائی کو
بڑھے ان میہمانوں کی طرف عزت فزائی کو

مناسب تھا نہ جم کر بیٹھ رہنا آستانے پر
گئے باہر نکل کر آپ درے کے دہانے پر

جلو میں آپ کے اکثر رفیقوں کی جماعت تھی
وہ جن کی ساتھ ان کے بیعت سمع و اطاعت تھی

کچھ ان کے ساتھ گھوڑے تھے کہ مہماں کرلیں اسواری
کچھ ایسے تھے کہ لے لیں ان سے کار بار برداری

انہی میں سید والا کا گھوڑا تھا کہ کوتل تھا
سوار اس کا مگر وہ مرد حق اندیش پیدل تھا

نہایت خوشنما تھا رنگ ڈھنگ اور چشم و گوش اس کا
نظر افروز تھا مخمل کا زریں زین پوش اس کا

ملے ہر ایک سے حضرت بغل گیری بھی فرمائی
اور اپنے دل کی گہرائی سے کی سب کی پذیرائی

ہر اک کے گھر کی خیریت بھی کی معلوم حضرت نے
نہ فرمایا دعائے خیر سے محروم حضرت نے

وہیں محبوب کو بڑھ چڑھ کے سرافراز فرمایا
اور ان کا ہر طرح اکرام اور اعزاز فرمایا

مگر ان کو نہ کچھ ملنے ملانے کی ضرورت تھی
نگاہ عیب جو کو تو بہانے کی ضرورت تھی

نگاہ تیز بیں میں کھب گئی مخمل کی زردوزی
جو بن کر رہ گئی وجہ دل آزاری و دل سوزی

ز راہ طنز بولے "واہ اس شوکت کا کیا کہنا
کہ گھوڑوں کی بھی زینت کے لئے موجود ہے گہنا

جہاں یہ ٹھاٹھ ہوں، طور نمود و نام ایسا ہو
تو دیکھا چاہئے اس عیش کا انجام کیسا ہو"

یہ طرز گفتگو اس کے غم و غصہ کا مظہر تھی
مگر اک دین کے عالم کے منصب سے فروتر تھی

مگر سید نے اس پر کچھ توجہ ہی نہ فرمائی
چلے پنجتار کو کرتے ہوئے سب کی پذیرائی

وہاں کچھ میہمانوں کو نئے خیموں میں ٹھہرایا
بہت سوں کا پرانے دوستوں سے ربط فرمایا

مولوی محبوب علی کے اعتراضات

الگ ہی اپنا خیمہ مولوی صاحب نے لگوایا
یہ اپنی انفرادیت کا گویا رنگ دکھلایا

انہیں اپنی جداگانہ روش محبوب رہتی تھی
ہر اک کی عیب جوئی ہر گھڑی مرغوب رہتی تھی

کیا آغاز انہوں نے لحظہ لحظہ اعتراضوں کا
نہ رکھا پاس ہرگز مقصدیت کے تقاضوں کا

کہا" درانیوں سے کیا سبب ہے چشم پوشی کا
بھلا ان کافروں سے کیا رویہ صلح کوشی کا؟

کہا سید نے "مولانا نہ رنج اس طور فرمائیں
ذرا صلح حدیبیہ پہ بھی کچھ غور فرمائیں

ہمیں درپیش ہے یاں صورت حالات ویسی ہی
قبائل کی بھی ہے یاں ہر روش ہر بات ویسی ہی

اگر یہ مترفین اپنی روش پر اڑتے جائیں گے
تو ہم بھی فتح مکہ کا سا اک منظر دکھائیں گے"

نہ مانا مولوی صاحب نے استدلال سید کا
نہ اترا ان حقائق سے بھی جادو آپ کی ضد کا

کہا' حضرت یہاں خود تو پلاؤ مرغ اڑاتے ہیں
مگر غازی بچارے دال دلیا ہی پکاتے ہیں

وہ لکڑی کاٹتے ہیں چھیلتے ہیں گھاس جنگل سے
وہ چکی پیستے ہیں' دیکھتا ہوں میں انہیں کل سے

پرانے بدنما کپڑے انہیں پہنائے جاتے ہیں
لباس فاخرہ خود زیب تن فرمائے جاتے ہیں"

کہا' سید نے ان باتوں کی خود تحقیق فرما لیں
اور اپنے معتمد لوگوں سے بھی تصدیق کروا لیں

پہن رکھا ہے جو کچھ میں نے اس پر بھی نظر کیجے
خدارا نامناسب بدگمانی سے حذر کیجے

پلاؤ قورمہ اب آپ میرے ساتھ ہی کھائیں
اگر مشروب آتے ہیں تو نوش جان فرمائیں"

ہوئی تحقیق جب عمدہ لباسوں اور کھانوں کی
حقیقت کھل گئی ان بے سروپا داستانوں کی

ہوا معلوم جو عمدہ لبادے تحفۃً آتے
وہ حضرت یاں کے سرداروں کو اکثر پیش فرماتے

غرض یہ تھی کہ ہوتی جائے تالیف قلوب ان کی
بڑھے ان سے تعلق' تربیت ہو خوب خوب ان کی

گواہی سب نے دی سید کی طرز سادہ پوشی کی
قناعت' سیرچشمی' نرم خوئی' گرم جوشی کی

مقامی لوگ جو اکثر زیارت کے لئے آتے
وہ انڈے' مرغیاں اور شہد چاول تحفۃً لاتے

یہ چیزیں توشہ خانے ہی میں سب رکھوائی جاتی تھیں
جو اکثر میہمانوں کے لئے پکوائی جاتی تھیں

وہاں کے عالم و سردار جب ملنے کو آتے تھے
تو یہ کھانے عموماً ان ہی کو کھلوائے جاتے تھے

کبھی سید بھی ان کے ساتھ مل کر کھایا کرتے تھے
کبھی باقی بچے ٹکڑوں سے دل بہلایا کرتے تھے

اگر کچھ بھی نہ بچ پاتا تو لشکر میں چلے جاتے
اور اپنے غازیوں کے ساتھ کچھ تھوڑا بہت کھاتے

وہاں بھی کچھ نہ ہاتھ آتا تو حضرت فاقہ کر لیتے — پھر اگلے روز روکھی سوکھی کھا کے پیٹ بھر لیتے
یہی صورت جو "مولانا" کو اک دو رزو پیش آئی — تو بول اٹھے کہ بھوکے ہم تو رہ سکتے نہیں بھائی
ادھر لشکر کے اندر بھی یہ "چہ میگوییاں" پھیلیں — جناب مولوی صاحب کی ٹاٹک ٹوئیاں پھیلیں
ہوا معلوم سب احباب کو بغض و نفاق ان کا — یہ ظاہر تھا کسی سے بھی نہ ہوگا اتفاق ان کا
یہ کرنا چاہتے تھے بدگماں بھائی کو بھائی سے — ہوا مجروح خود ان کا وقار اس کج ادائی سے
کدورت اب بھی باقی تھی کہ تھے مجبور عادت سے — کہا میں مطمئن ہرگز نہیں ہوں اس قیادت سے
نہ علم و فضل ہے' نے ملکہ ارشاد سید میں — قیادت کی نہیں کوئی بھی استعداد سید میں
یہ سب باتیں وہ لشکریوں میں ہی فرمایا کرتے تھے — اور ان کو لشکر حق کے خلاف اکسایا کرتے تھے
سنا سید نے یہ ارشاد تو نرمی سے فرمایا — کہ میں ایسا وثیقہ کوئی لکھوا کر نہیں لایا
مجھے ارباب حق نے اس کی مسند پر بٹھایا ہے — جہاں تک ہو سکا میں نے اسے اب تک نبھایا ہے
اب آپ آئے ہیں تو لیجے سنبھالیں اس قیادت کو — ادا فرمائیں آگے بڑھ کے اس فرض سیادت کو
مہاجر بھی ہیں سید بھی ہیں آپ اور عالم دیں بھی — فضائل اور معارف کے فلک کے ماہ و پرویں بھی
مجھے ادنیٰ سپاہی بن کے رہنے میں خوشی ہوگی — جو خدمت سونپئے گا وہ مری خوش قسمتی ہوگی
یہ ارشادات سن کر رہ گئے مبہوت "مولانا" — کہ خوش فہمی سے سید کو حریص مرتبت جانا
ادھر یہ بوجھ اٹھانے میں عزیمت کی ضرورت تھی — ادھر ملا کے سینے میں کدورت ہی کدورت تھی
دماغ ان کا گھسا رہتا تھا بس بے کار چیزوں میں — خموشی سے اٹھے اور جا ملے اپنے عزیزوں میں

مولوی محبوب علی کا آخری حربہ

انہیں اس پیشکش پر بھی نہ کچھ شرم و حیا آئی — نئے رخ سے لگے کرنے یہ حضرت غوغا آرائی
مناظر بن کے مولانا حسن سے گفتگو چھیڑی — بزعم خود یہ علمی بحث سب کے روبرو چھیڑی
کہا "بتلائیے کیسا جہاد اس وقت ہے جاری — کہاں ہے وہ محاذ جنگ جس کی ہے یہ تیاری

بتائیں آپ نے کس دن کسی کافر کو مارا ہے / دکھائیں تو مجھے کس ملک پر قبضہ تمہارا ہے
یہاں کھانے پکانے میں جو تم مصروف رہتے ہو / اسی کو کیا جہاد فی سبیل اللہ کہتے ہو؟
حسن بولے معارف کے تو حضرت آپ حامل ہیں / لغت میں فرد ہیں نحو و معانی میں بھی کامل ہیں
جہاد اک نام ہے ابلاغ حق میں سعی پیہم کا / خدا کے دین کی خاطر تدابیر دمادم کا
کیا جاتا ہے یہ سب کچھ قلم سے بھی زباں سے بھی / زر و اموال و جاں سے بھی کبھی تیغ و سناں سے بھی
سفر میں بھی حضر میں بھی فضائے بحر و بر میں بھی / کبھی محراب و منبر پر گلی کوچے میں گھر میں بھی
کبھی صحرا کے سینے پر کبھی غار و کہستاں میں / بیاباں میں، خیاباں میں، دبستاں میں، گلستاں میں
جہاد راہ حق ان میں سے ہر پہلو پہ حاوی ہے / مگر حضرت سمجھتے ہیں قتال اس کے مساوی ہے
قتال اس کار حق کا ایک شعبہ مانا جاتا ہے / وہ مردان خدا کو گاہے گاہے پیش آتا ہے
مجاہد کے لئے لڑنا لڑانا بھی عبادت ہے / یہ سونا جاگنا کھانا پکانا بھی عبادت ہے
جہاد حق اگر جنگ و جدل کو آپ کہتے ہیں / تو رکھئے گا معاف آپ اک غلط فہمی میں رہتے ہیں
ذرا سوچیں اگر دشمن اچانک سر پہ آ پہنچے / مسلمانوں کی بستی پر چڑھ آئے گھر پہ آ پہنچے
اور اس حملے کی حضرت کو خبر دلی میں مل جائے / جہاد حق کا جذبہ آپ کے دل میں ابھر آئے
تو کہئے کون سا دیو اس جگہ حضرت کو لائے گا / جو لشکر آپ نے لانا ہو وہ کس طور آئے گا
وہاں لشکر میں سامان رسد ہی بٹ رہا ہوگا / یہاں بستی کے اندر ہر مسلماں کٹ رہا ہوگا
جہاد ایسا ہی فرمانا ہے تو فرماتے رہئے گا / یہ بہتر ہے کہ دلی میں نہاری کھاتے رہئے گا

مولوی محبوب علی کی شکست اور لشکر سے فرار

یہ استدلال ان کی طبع نازک پر گراں گزرا / انہیں اب اس جگہ رہنے میں سبکی کا گماں گزرا
انہیں سوجھی کہ دو دن میں جو اسماعیل آ پہنچا / تو یوں جانو کہ گویا سر پہ عزرائیل آ پہنچا
ہمیں مہلت نہ مل پائے گی رہنے کی نہ جانے کی / سزا ہم کو ملے گی غازیوں کو ورغلانے کی

ادھر شام و سحر رہتی تھیں اسماعیل کی باتیں
اسی کا تذکرہ جاری تھا کیا دن اور کیا راتیں

ہر اک کے لب پہ جاری تھا وہ آج آیا کہ کل آیا
یہ سن کر مولوی محبوب کے ماتھے پہ بل آیا

وہ راتوں رات نکلے ساتھیوں کے ساتھ اندھیرے میں
مبادا دن نکل آئے تو وہ آ جائیں گھیرے میں

انھی کے ساتھ میرن شاہ صاحب بھی نکل بھاگے
نہ جانے کون تھا پیچھے نہ جانے کون تھا آگے

انہوں نے پیٹھ پھیری مرکز یمن و سعادت سے
شرف سے رہ گئے محروم' منہ موڑا عبادت سے

جہاد فی سبیل اللہ کا اعزاز کھو بیٹھے
فلک سے آنے والی رحمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے

لگایا مولوی محبوب نے دلی میں جا ڈیرا
مگر افسوس میرن شاہ کو قسمت نے آ گھیرا

وہ رستے میں پڑے بیمار اور اٹھنے نہیں پائے
خدا اس نامرادی کے کسی کو دن نہ دکھلائے

ادھر لشکر سے نکلے تھے بدن سے جاں ادھر نکلی
بچارے شاہ کی قسمت بھی کیسی طرفہ تر نکلی

ہزاروں میل آئے کالے کوسوں کا سفر کرکے
وطن چھوڑا تھا خود بندھن بھی توڑ آئے تھے سب گھر کے

جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے آئے تھے
نہایت چاؤ سے اک قافلہ بھی ساتھ لائے تھے

مگر ابلیس نے اغوا کا ایسا جال پھیلایا
سوائے نامرادی کے نہ کچھ بھی ان کے ہاتھ آیا

شاہ اسماعیل کی پکھلی سے واپسی

ادھر مفرور دو دن میں نکل کر دور جا پہنچے
ادھر یاں تیسرے دن شاہ اسماعیل آ پہنچے

کوئی قاصد جب اس لشکر کے آنے کی خبر لایا
نکل کر سید والا نے استقبال فرمایا

گلے مل مل کے مولانا سے کیف سرمدی پایا
کہ ان کی ذات تھی اس دور میں سید کا سرمایا

یہ ملنا ان جوانمردوں سے اتنا والہانہ تھا
کہ گویا مل گیا کھویا ہوا کوئی خزانہ تھا

معسکر میں پہنچ کر سب عزیزوں سے ملے غازی
سنائے سب کو اپنے واقعات معرکہ بازی

نئے ہندوستانی غازیوں سے کیں ملاقاتیں
سنیں ان سے وطن کی اور کچھ گھر بار کی باتیں

جب اسماعیل سید کی امامت گہ پہ جا بیٹھے
تو ان کے ساتھ احباب گرامی بھی سب آ بیٹھے

اب اسماعیل نے کھولی زبان حق بیاں اپنی
سنائی دورہ پکھلی کی ساری داستاں اپنی

کہی روداد پوری ڈمگلہ اور شنکیاری کی
جوانمردوں کی جاں بازی، شجاعت، جاں نثاری کی

بتائی اہل پکھلی کی کم اندیشی و کم کوشی
جہاد راہ حق سے چشم پوشی اور گراں گوشی

ہزارے بھر میں سکھوں کے تسلط کی ستم رانی
تنولی اور جدونوں میں محاذ آرائی، نادانی

کہا، وہ بے خبر ہیں سب کے سب ملی تقاضوں سے
انہیں فرصت نہیں اک دوسرے پر اعتراضوں سے

ہم ان خانوں کو ان کے حال پر ہی چھوڑ آئے ہیں
مگر ہاں خالصہ یلغار کا رخ موڑ آئے ہیں

وہ جیسے بڑھ گئے تھے خطہ کشمیر کی جانب
وہ بڑھ آتے اسی صورت سوات و دیر کی جانب

پر اب سمجھے ہیں بیٹھا ہے یہاں اللہ کا لشکر
یہ رنگیلے کی فوجیں ہیں نہ تانا شاہ کا لشکر

یہاں اللہ کے جانباز غازی آ کے بیٹھے ہیں
جو راہ حق میں جاں دینے کی قسمیں کھا کے بیٹھے ہیں

بس اب یہ خالصے پکھلی سے آگے بڑھ نہ پائیں گے
وہ شاید زور اب کشمیر ہی پر آزمائیں گے

وہ رود سندھ کے مشرق میں ہی زور آزمائیں گے
سوات و دیر کی جانب بڑھے تو منہ کی کھائیں گے

وہ سمہ پر بڑھیں گے تو اٹک کی رہ سے آئیں گے
مقامی بدسرشتوں کو بھی ساتھ اپنے ملائیں گے

ہمیں ہر حال میں اب چوکس و ہشیار رہنا ہے
نصیبہ سو نہ جائے اس لئے بیدار رہنا ہے

مرے پیچھے جو فتنہ آ کے اک جاہل نے پھیلایا
کسی نے اس کو دلی سے اسی خاطر تھا بھجوایا

مرے آنے سے پہلے ہی وہ ظالم بھاگ نکلا ہے
وگرنہ میں بتا دیتا کہ فتنے کی سزا کیا ہے

نہ حضرت نے نہ پہریدار نے قابو کیا اس کو
بغاوت کرکے چپکے سے نکل جانے دیا اس کو

اسے ترغیب یا ترہیب سے یاں روک لینا تھا
اور ایسی بدظنی کے ساتھ اسے جانے نہ دینا تھا

کرے گا جا کے اب دلی میں ظالم فتنہ پردازی
کھلے بندوں کرے گا کذب گوئی فتنہ پردازی

ہمارے خیر خواہوں کو یہ ظالم ورغلائے گا
بڑا لسان ہے وہ جھوٹ کے طوفاں اٹھائے گا

نتیجے میں زر و اموال و جنس آنے نہ پائیں گے
مجاہد غازیوں کے قافلے بھی روکے جائیں گے

چلیں چھوڑیں اسے، اللہ کی مرضی یہی ہوگی
اسے معلوم ہے شاید اسی میں بہتری ہوگی
وہ ہم ناطاقتوں کی کاوشیں منظور فرمائے
ہماری آنے والی آفتوں کو دور فرمائے

ارباب بہرام خاں تہکالی

خوانین پشاور میں جو تھا اسلام کا حامی
وہ تھا ارباب زاردوں میں سے اک بہرام خاں نامی
پشاور کے قریں تہکال میں اس کی رہائش تھی
بڑے چھوٹ کے لب پر اس کی توصیف و ستائش تھی
وہ مرد حق پرست و حق سرشت و پاک سیرت تھا
سماجی مسئلوں میں بھی بڑا صاحب بصیرت تھا
مگر جب شرک و بدعت کے خلاف اس نے زباں کھولی
تو دشمن بن گئے وہ بھی جو تھے خود اس کے ہمجولی
شکستہ خاطری میں وہ وطن کو چھوڑ کر نکلا
اور اپنی قوم سے سارے علاقے توڑ کر نکلا
یہاں مہر علی بستی کے اندر آ گیا غازی
سکون و امن کے ماحول میں رہنے لگا غازی
یہاں پنجتار میں جب لشکر اسلام آیا تھا
تو اس غازی کو بھی شوق زیارت کھینچ لایا تھا
شرف حاصل کیا تھا شوق سے سید کی بیعت کا
بڑا محبوب تھا اس کو قلادہ ان سے نسبت کا
جو اس سے بن پڑا تحفہ بھی سید کے لئے لایا
اور "اژدر" نام کا اک سبز گھوڑا نذر فرمایا
خلوص دل سے آخر تک نبھایا ساتھ سید کا
"خدا رحمت کنند ایں عاشق پاکیزہ طینت را"

علاقہ سمّہ کا دورہ

جب اک دن سید والا مکاں پر مجلس آرا تھے
رفیقان گرامی بھی وہاں تشریف فرما تھے
بہت سے مسئلے درپیش تھے اللہ والوں کو
وہ جن پر مشورت مقصود تھی ان خوش خصالوں کو
کبھی لشکر کے خواب و خور کی نوش و پوش کی باتیں
کبھی بہبود مردان کفن بردوش کی باتیں
کبھی تیغ و تفنگ و بکتر و بارود کی باتیں
کبھی ذکر و صلوٰۃ و ساجد و مسجود کی باتیں
کبھی زہد و ورع کی عظمت و تقدیس کی باتیں
کبھی گم کردہ راہوں کے لئے تدریس کی باتیں
کبھی کچھ گفتگو درانیوں کی بدنہادی کی
کبھی تشویش بعض افراد کی بداعتمادی کی

یہ ساری گفتگو تھی دانش و برہان کی باتیں
یہ کچھ دنیا کی تھیں کچھ سنت و قرآن کی باتیں

کچھ اگلا عسکری اقدام بھی تجویز کرنا تھا
جوانوں کے عزائم کو بھی کچھ مہمیز کرنا تھا

کہا ارباب نے حضرت مری تجویز بھی سنئے
توجہ سے یہ رائے بندہ ناچیز بھی سنئے

یقیناً ہم جہاد و جنگ کو تیار بیٹھے ہیں
مگر اس وقت تقریباً سبھی بے کار بیٹھے ہیں

یہ بہتر ہے کہ سمہ بھر کا اک دورہ کیا جائے
پیام حق علاقے بھر کے لوگوں کو دیا جائے

جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت بھی دی جائے
عقیدت مند لوگوں سے وہیں بیعت بھی لی جائے

جہالت کی بری رسمیں وہاں گھر گھر میں جاری ہیں
عوام الناس پر اوہام کے خناس طاری ہیں

پرانا سلسلہ بھی ہے نظام خانقاہی کا
مقابر پر مذاق اڑتا ہے احکام الٰہی کا

دہات و شہر میں ہے شرک و بدعت کی فسوں کاری
جہاں دیکھیں وہیں ہے گمرہی کی گرم بازاری

زباں میں آپ کی اللہ نے تاثیر بخشی ہے
نگاہوں میں بھی جذب و قوت تسخیر بخشی ہے

مری خواہش ہے اس تجویز کو منظور فرمائیں
چلیں اور ان غریبوں کے اندھیرے دور فرمائیں

یہ ممکن ہے کہ نادانوں کے دل کا زنگ اتر جائے
خدا چاہے تو بے چاروں کی قسمت ہی سنور جائے

جناب ارباب کی تجویز ہر اک کو پسند آئی
اور اس پر سید والا نے بھی تحسین فرمائی

اسی تجویز پر لشکر کو بھی تیار فرمایا
اور اک دو دن میں چل پڑنے کا بھی اظہار فرمایا

دورے کی کیفیت

جوانمردوں نے باندھا شوق سے رخت سفر اپنا
عقابوں نے فضائے نو میں کھولا بال و پر اپنا

نکل کر مرکز پنجتار سے آگے بڑھے غازی
پہاڑی راستوں میں بار بار اترے چڑھے غازی

گزرتے ندیوں، نالوں، چٹانوں، کوہساروں سے
نکلتے جنگلوں سے وادیوں سے مرغزاروں سے

رکے شیوہ میں اور دو دن وہاں آرام فرمایا
زیارت کے لئے بستی کا ہر خورد و کلاں آیا

جمی دو روز تک محفل وہاں ارشاد و دعوت کی
ہدایت بیشتر کو جس سے اللہ نے عنایت کی

جہاد فی سبیل اللہ کی جب تلقین فرمائی
تو اکثر نوجوانوں میں فدا کاری ابھر آئی
شجاعت کے سبھی سوئے ہوئے جذبات جاگ اٹھے
کچھ اسلامی حمیت کے بھی احساسات جاگ اٹھے
نہ جانے کتنے خوش بختوں نے آگے بڑھ کے بیعت کی
خدائے پاک انہیں دے گا جزا اس حسن نیت کی
اٹھا شیوہ سے اگلے روز پھر اللہ کا لشکر
نماز فجر پڑھتے ہی روانہ ہو گیا لشکر
نفوس پاک سیرت سب وظائف کرتے جاتے تھے
خدا کے ذکر سے شیطاں کو خائف کرتے جاتے تھے
یہی کیف و سرور ان کا لہو گرمائے جاتا تھا
ہر اک کا دل انہی اذکار سے تسکین پاتا تھا
ادھر سورج نکل کر چاشت کی رفعت پہ آ پہنچا
ادھر یہ قافلہ "مہر علی" بستی میں جا پہنچا
یہاں ارباب کے ارباب خانہ کی سکونت تھی
وہ جن کے ہاں بڑے اخلاق و دینداری کی دولت تھی
انہوں نے لشکر حق اپنے گھر کے پاس ٹھہرایا
اور اس کے ناشتے کا پورا بندوبست فرمایا
اہم افراد نے سید کے دست حق پہ بیعت کی
اور اس پاکیزہ محفل میں سنی وعظ و نصیحت بھی

مہر علی سے مچئی اور چار گلئی

بڑھے آگے تو رستہ اہل مچئی نے بھی آ گھیرا
کہا، حضرت لگائیں ہم غریبوں کے بھی ہاں ڈیرا
ہمیں بھی کچھ نہ کچھ خدمت کا اک موقع عطا کیجے
ہمیں بھی منزل اسلام کا رستہ دکھا دیجے
یہ سن کر سید سادات نے لشکر کو ٹھہرایا
گزاری رات بھی اور وعظ بھی ارشاد فرمایا
ہوئی شرک اور بدعت سے بہت سوں کو ہدایت بھی
بہت لوگوں نے کی سید کے دست حق پہ بیعت بھی
سحر کے ساتھ اس بستی سے باہر کارواں نکلا
اٹھائے اپنا سامان سفر پیر و جواں نکلا
اب آگے چار گلئی میں پہنچ کر قافلہ ٹھہرا
اور اس میں تین دن رہنے کا باہم مشورہ ٹھہرا
بڑی تکریم سے بستی میں جب لایا گیا لشکر
مکانوں، مسجدوں، حجروں میں ٹھہرایا گیا لشکر
یہاں کے لوگ اور سردار بھی سب میزباں ٹھہرے
یہ غازی ساری بستی ہی کے گویا میہماں ٹھہرے
کبھی لشکر کی دعوت اجتماعی طور پر ہوتی
کبھی کچھ ٹولیوں میں بعض سرداروں کے گھر ہوتی

کبھی کچھ لوگ چھوٹی ٹکڑیوں کو ساتھ لے جاتے
کچھ ایسے تھے جو سوکھے پھل ہی خود لشکر میں دے جاتے

نواحی بستیوں سے بھی بہت سے لوگ آتے تھے
نمازوں میں جو پند و وعظ سے تسکین پاتے تھے

زیارت کے لئے جو شخص بھی لشکر میں آتا تھا
وہ اپنے ساتھ گھر سے اک نہ اک سوغات لاتا تھا

کوئی چاول کوئی انڈے کوئی مرغی لئے آتا
کوئی مٹکے کے اندر شہد یا کچھ گھی لئے آتا

کوئی شکر کوئی گڑ اور کوئی گنے اٹھا لاتا
کوئی کچھ خشک میوے اور کوئی حلوہ بنا لاتا

عوام اکثر یہاں سادات کا اعزاز کرتے تھے
نیاز و نذر دینے پر وہ فخر و ناز کرتے تھے

نمازوں میں مقامی لوگ اس کثرت سے آتے تھے
کہ باہر مسجدوں کے بھی جگہ مشکل سے پاتے تھے

کسی مسجد میں مولانا' کسی میں سید والا
کہیں مولائے عبدالحی کا ارشاد ہوتا تھا

کتاب اللہ سے توحید بھی سمجھائی جاتی تھی
حدیث مصطفیٰ سے روشنی پھیلائی جاتی تھی

نمازوں کے علاوہ بھی مجالس ہوتی رہتی تھیں
جہاں رشد و ہدیٰ کی ندیاں دن رات بہتی تھیں

جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت بھی ہوتی تھی
جوانان دلاور کی وہیں بیعت بھی ہوتی تھی

یہیں بیعت کی خاطر چل کے تنگی کا رئیس آیا
یہ تھا محمود خاں جو خود ہی بانفس نفیس آیا

یہاں منصور خاں جو خان تھا اس چارگلئی کا
وہی لشکر کو دعوت دے کے یاں بستی میں لایا تھا

ہوئے بیعت یہیں منصور اور محمود خاں دونوں
سعادت یاب ہو کر بن گئے عظمت نشاں دونوں

کوئی گنتی نہیں معلوم بیعت کرنے والوں کی
بیاں میں آ نہیں سکتی سعادت ان جیالوں کی

ہوئی توحید و سنت کی یہاں بھی گلشن آرائی
بڑے گم کردہ راہوں نے یہاں راہ ہدیٰ پائی

پنجتار کو واپسی

نکل کر چارگلئی سے اب اور آگے چلا لشکر
کہ تا اللہ کے پیغام کا ابلاغ ہو گھر گھر

کہستانوں کی ڈھلوانوں کے رستے بھی نرالے تھے
کہیں پرشور ندی اور کہیں پایاب نالے تھے

پہاڑوں پر کہیں جنگل کہیں گنجی چٹانیں تھیں
کہیں ٹیلے عمودی تھے کہیں بے ڈھب ڈھلانیں تھیں

ہوئی طے راستے کی ہر بلندی اور ہر پستی
اماں زئیوں کی اس اثنا میں آگے آ گئی بستی
یہاں بھی لشکر حق نے بڑا عز و شرف پایا
یہاں بھی اہل بستی نے بڑی عزت سے ٹھہرایا
عقیدت حسب سابق تھی عوام الناس کے دل میں
وہی بیعت کا ذوق و شوق تھا سید کی محفل میں
وہی نذر و نیاز و خدمت و ایثار کا عالم
وہی پندو مواعظ کا وہی اذکار کا عالم
وہی تھی چار دن تک مجلسوں کی گرم بازاری
وہی ارشاد و بیعت کا رہا تھا سلسلہ جاری
یہاں سے اگلی منزل کی طرف پھر سے چلا لشکر
سفر کرتا ساعیلہ کی بستی میں رکا لشکر
گزاری رات اور اگلی سحر آگے چلے غازی
جو دن گزرا تو کالو خاں کی بستی میں رکے غازی
یہاں بھی رات کاٹی اور آگے کا لیا رستہ
تلانڈی تک پہنچنے کے لئے یوں طے کیا رستہ
یہاں بھی رات بھر احرار نے آرام فرمایا
پیام حق جو دیتے آ رہے تھے سب کو پہنچایا
یہاں سے تازہ دم ہو کر چلے اللہ کے متوالے
وہی کوہ و کمر، پست و بلند اور ندیاں نالے
سفر دن بھر کیا اور شام کے سائے ہوئے گہرے
تو غازی شیخ جانا گاؤں میں اس رات آ ٹھہرے
نماز فجر پڑھ کر وعظ کی پھر جم گئی محفل
رہی تا دیر قائم بیعت و ارشاد کی محفل
یہاں لوگوں نے مل کر ناشتہ تیار کروایا
نیاز و نذر کو ہر شخص جو کچھ لا سکا لایا
یہاں سے ہو کے فارغ غازیوں نے کوچ فرمایا
سوئے پنجتار اپنی واپسی کا قصد ٹھہرایا
یہ دورہ پندرہ دن کا بنا برکات کا باعث
ہوا اشرار کے حق میں ہمہ خیرات کا باعث
علاقے بھر کے اندر ہو گیا ابرار کا چرچا
خدا کے پاک بیں لشکر کے نیک اطوار کا چرچا

پنجتار سے کھر کا سفر

رہا پنجتار میں کچھ روز تک اللہ کا لشکر
یہاں معمول کی مشقیں بھی سب کرتا رہا لشکر
وہی تیغوں سنانوں اور سنگینوں کی مشقیں تھیں
طپنچوں اور بندوقوں قرابینوں کی مشقیں تھیں
نشانے چاند ماری کے نشانوں پر لگاتے تھے
ہواؤں میں کبھی اڑتے پرندوں کو گراتے تھے

کبھی آپس کی دوڑیں اور کبھی گھڑ دوڑ کے میلے
لہو کے گرم رکھنے کو کبھی کودے کبھی کھیلے

ادھر سید کی مجلس میں یہ اک تجویز طے پائی
کہ کچھ مدت یہاں پنجتار سے کی جائے پسپائی

یہاں سمہ کے سرداروں کو درانی ستاتے ہیں
اور ان کو لشکر اسلام کا دشمن بتاتے ہیں

وہ ان پر جبر کرتے ہیں ہماری ہمنوائی پر
بچارے تنگ ہیں ان ظالموں کی کج ادائی پر

یہ بہتر ہے کہ ہم کچھ دیر تک منظر سے ہٹ جائیں
تو شاید ان کی یہ مجبوریاں اس طور گھٹ جائیں

ادھر درانیوں کو بھی سکوں کا سانس آ جائے
ادھر تقدیر ہم کو بھی نیا ماحول دکھلائے

اسی تجویز پر سید نے یہ فرماں کیا جاری
کہ لشکر کوچ کرنے کی کرے فی الفور تیاری

کیا تیار ہر غازی نے سامان سفر اپنا
لیا سب خیمہ و خرگاہ اور اسپ و شتر اپنا

چلا پنجتار سے لشکر شمالی کوہساروں کو
عقب میں چھوڑتا ان وادیوں کو مرغزاروں کو

وہی رستے پہاڑوں کے وہی سب ندیاں نالے
وہی پگڈنڈیاں' پتھر' سیاہ و سرخ ٹمیالے

وہی دیکھی ہوئی چھوٹی بڑی آبادیاں گزریں
بڑے سرسبز کھیت آئے بہت سی وادیاں گزریں

کئی اک بستیوں میں دعوتیں کھاتے ہوئے گزرے
جہاد راہ حق کا وعظ فرماتے ہوئے گزرے

عوام الناس کو توحید سمجھاتے ہوئے گزرے
حدیث مصطفیٰؐ کی شرح فرماتے ہوئے گزرے

بٹھایا نقش دینداری بھی اکثر کج کلاہوں پر
شکوہ لشکر حق بھی دکھایا شاہراہوں پر

پہنچ کر چار گلئی میں وہاں سے راستہ کاٹا
کہیں جنگل کا شور و غل کہیں دروں کا سناٹا

پہاڑوں پر چڑھے وہ بار بار اور بار بار اترے
اسی دھن میں یہ ملاکنڈ کی گھاٹی سے پار اترے

کئی دشت و دمن آئے بیاباں بھی کئی آئے
بلند و پست میں چڑھتے اترتے درگئی آئے

یہاں پائیں عقیدت مند لوگوں کی کھلی باہیں
کھلے میدان' سبزہ زار' اونٹوں کی چراگاہیں

یہاں کچھ روز آرام و سکوں پاتا رہا لشکر
اور اپنا روز کا معمول دہراتا رہا لشکر

پھر اک دن سید والا نے یہ ارشاد فرمایا
عزیزو پھر یہاں سے کوچ کرنے کا ہے وقت آیا

ہمیں اب پھر سفر کرنا ہے آگے خمھر[۳۶۱] کی جانب — سواتی سرزمیں کے اس پرانے شہر کی جانب
ہمارے ساتھ دو سو آدمی فی الحال جائیں گے — جو باقی ہیں یہاں رہ کر وہ اونٹوں کو چرائیں گے
یہاں حاصل ہیں اونٹوں کے لئے موزوں چراگاہیں — وہاں شاید نہ ہو وہ سلسلہ ہم جس طرح چاہیں
اگر حسب ضرورت ہم وہاں ماحول پائیں گے — تو باقی دوستوں کو بھی وہاں جلدی بلائیں گے
یہ کہہ کر لشکر حق نے وہاں سے کوچ فرمایا — نکل کر درگئی سے چلتا چلتا خمھر میں آیا
یہاں بھی شوق سے سب لوگ استقبال کو آئے — اور اپنے شہر میں لشکر کو ذوق و شوق سے لائے[۳۶۲]
بڑی مسجد میں بستر سید والا کا لگوایا — جوانمردوں کو چھوٹی مسجدوں حجروں میں ٹھہرایا

مولانا عبدالحی کی وفات

یہاں تبلیغ دین حق بھی فرماتے رہے سید — جوار و قرب کے دوروں پہ بھی جاتے رہے سید
جو ساتھی درگئی میں رہ گئے تھے وہ بھی بلوائے — وہ مردان خدا بھی اپنی لشکر گاہ میں آئے
قیام خمھر کو دو ماہ بھی ہونے نہ تھے پائے — کہ عبدالحی مولانا پہ بیماری کے دن آئے
ضعیفی عمر کی' بھی اور بیماری کی شدت بھی — تپ جاں سوز کی کلفت بھی سنگینی بھی حدت بھی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی چارہ کاروں نے — نہ چھوڑی کسر خدمت میں کوئی تیمارداروں نے
سرھانے آپ کے دن رات اسماعیل بھی رہتے — جناب سید والا بھی آ آ کر دعا کہتے
نمازوں میں شفا کی التجائیں ہوتی رہتی تھیں — حضور شافی مطلق دعائیں ہوتی رہتی تھیں
اجل کا فیصلہ آیا مرض بڑھتا گیا پیہم — ہوا طاری بالآخر موت کی سکرات کا عالم
اکھڑتا سانس' نبضیں ڈوبتی نظریں اچٹتی تھیں — زباں بھی لڑکھڑاتی پنڈلیاں باہم لپٹتی تھیں
کہا سید سے حضرت آپ اگر مجھ پر کرم کیجے — تو سینے پر مرے اپنا مبارک پاؤں رکھ دیجے
دم آخر اگر یہ آپ کا احسان ہو جائے — تو شاید نزع کا یہ مرحلہ آسان ہو جائے
کہا سید نے حضرت آپ کا جو پاک سینہ ہے — کتاب اللہ کا گنجینہ ہے سنت کا خزینہ ہے

میں اپنا پاؤں اس سینے کے اوپر دھر نہیں سکتا
اور ایسے فعل کی ہرگز جسارت کر نہیں سکتا

یہ کہہ کر رکھ دیا دست مبارک پاک سینے پر
نچھاور کیں دعائیں بھی معارف کے خزینے پر

زباں سے کلمہ طیب پڑھا، ہچکی سی اک آئی
تو مولانا کے مرغ روح نے پرواز فرمائی

مریض پاک سیرت کو ابد تک کا سکون آیا
زبانوں پر وہیں انا الیہ راجعون آیا

تکفین و تدفین

وفات شیخ سے رنج و الم ہر اک پہ طاری تھا
لبوں پر تھی دعا آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا

بڑا جانکاہ صدمہ تھا یہ حضرت کی جدائی کا
کہ تھا یہ شخص پیکر دلنوازی دلربائی کا

کہیں ہوتے تھے ان کی دانش و برہان کے چرچے
کہیں تھے علم و فضل و حکمت و عرفان کے چرچے

کوئی کرتا تھا باتیں شیخ کی شیریں بیانی کی
کہیں تھی گفتگو ان کی منزہ زندگانی کی

لب سید پہ بھی حضرت کے اوصاف و محاسن تھے
کہ وہ ان کے مشیر و ہمدم و مخلص معاون تھے

کہا، مرحوم مولانا تھے اک حسنات کا پیکر
اور ان کی ذات تھی اللہ کی برکات کا پیکر

خدا کے دین کا اک رکن پاکیزہ تھی ذات ان کی
بیاں کیونکر کرے یہ بندہ عاجز صفات ان کی

خدائے پاک مالک ہے اسی کا حکم آیا ہے
رضا اس کی ہے جس نے اپنے بندے کو بلایا ہے"

یہ باتیں کرتے جاتے تھے مسلسل روتے جاتے تھے
امڈتے آنسوؤں سے اپنا چہرہ دھوتے جاتے تھے

ادھر میت کو اسماعیل بیٹھے غسل دیتے تھے
اور اس میں کچھ مدد اپنے رفیقوں سے بھی لیتے تھے

حسن تھے رام پور کے اور علاؤالدین قاضی تھے
نظام الدین چشتی اور محی الدین میاں جی تھے

بدن مرحوم کا تو دھل رہا تھا گرم پانی سے
ادھر دھلتے تھے چہرے گرم اشکوں کی روانی سے

وہ مرحوم اور اسماعیل رشتہ دار تھے دونوں
جہاد راہ حق میں بھی رفیق کار تھے دونوں

انہیں حضرت محدث نے فضیلت کی سند دی تھی
انہیں تحقیق و افتاء و فقاہت کی سند دی تھی

انہوں نے سید والا سے بیعت بھی اکٹھے کی
اور ان کے ساتھ ہر لمحہ رفاقت بھی اکٹھے کی

چلایا سلسلہ دلی میں اصلاح عقائد کا
کیا مل کر دفاع اپنے رقیبوں کے مکائد کا

کئے شہروں کے دورے مل کے سید کی قیادت میں
منظم کی یہ تحریک جہاد ان کی سیادت میں

یہاں ایسے عظیم القدر بھائی کا بچھڑ جانا
لگا یوں جیسے اک شاداب. گلشن کا اجڑ جانا

مگر غم سے اچھلتے دل کے اوپر جبر فرمایا
خدا کے حکم پر اس غم زدہ نے صبر فرمایا

یہیں مرحوم مولانا کا فرزند گرامی تھا
وہ چودہ سال کا اک مولوی قیوم نامی تھا

یہ اکلوتا جگر گوشہ جو تھا پہلے ہی لشکر میں
وطن میں والدہ اس کی تھی مصروف دعا گھر میں

ابھی والد کی صحبت میں زیادہ دن نہ پائے تھے
بلوغت تک پہنچنے کے ابھی لمحے نہ آئے تھے

پدر کی موت سے بجلی گری نوخیز بیٹے پر
یہ تھا اک سانحہ بے حد الم انگیز بیٹے پر

بچارا دل ہی دل میں غمزدہ نالاں و گریاں تھا
اسے یوں دل گرفتہ پا کے ہر غازی پریشاں تھا

لیا آغوش میں سید نے بچے کو محبت سے
لگایا اس کو سینے سے وفور رفق و شفقت سے

وہ اس کی بعد میں بھی رات دن ڈھارس بندھاتے تھے
بٹھا کر ساتھ اسے صبح و مسا کھانا کھلاتے تھے

ادھر غسل و کفن کا مرحلہ اتمام کو پہنچا
کثیر انبوہ ادھر مرحوم کے اکرام کو پہنچا

جنازے میں جوار و قرب سے بھی لوگ آ پہنچے
سبھی خورد و کلاں اور آشنا ناآشنا پہنچے

امام وقت سید نے پڑھائی خود نماز ان کی
سراپا سوز و رقت تھی قراء ت دلگداز ان کی

نہایت انکسار و عجز سے لمبی دعائیں کیں
حضور رب کعبہ مغفرت کی التجائیں کیں

زہے قسمت کہ آں مرحوم کے جتنے دعا گو تھے
تمام اللہ تبارک کے رضا جو تھے ثنا گو تھے

جنھوں نے راہ حق میں اپنی جانیں بیچ ڈالی تھیں
اور اپنے نفس کی ساری تمنائیں اٹھا لی تھیں

وہ سب اس بارگاہ قدس سے رحمت کے خواہاں تھے
جہاں ہر دم خزانے عفو و بخشش کے فراواں تھے

نماز آخر ہوئی، میت اٹھی، رخصت کا وقت آیا
ہجوم سوگواراں اس کو قبرستان میں لایا

اتارا قبر میں میت کو آخر دردمندوں نے
کیا اشکوں سے رخصت شیخ کو اللہ کے بندوں نے

شریعت کے مطابق قبر کو تیار کروایا
نبیل عصر کو اس میں سپرد خاک فرمایا

بود قصر جناں ماویٰ چنیں صاحب بصیرت راُ
خدا رحمت کند ایں مومن پاکیزہ سیرت را

قیام ٹھہر میں غازیوں کا کردار

یہاں اک سال بھر رکھا قیام اللہ والوں نے
گزارے رات دن غربت کے اندر خوش خصالوں نے

زمینوں اور فصلوں میں وہ کر لیتے تھے مزدوری
نہ تھی کچھ عار محنت میں نہ حائل کوئی مجبوری

جب آئی نیشکر کی فصل تو گنے بھی چھلوائے
لئے اجرت میں کچھ گنے تو کچھ نقدی کما لائے

دیانت اور امانت سے وہ پورا کام کرتے تھے
زمینداروں کو حسن خلق سے بھی رام کرتے تھے

نگاہوں میں حیا و شرم ہوتی تھی سپر ان کی
کسی خاتون کی جانب نہ اٹھتی تھی نظر ان کی

وہ جب پن چکیوں پر آٹا پسوانے کو جاتے تھے
وہاں بھی عورتوں کو دیکھ کر آنکھیں چراتے تھے

کیا کرتے تھے وہ غض بصر کا اہتمام ایسا
صحابہ کی حیات پاک میں مرقوم ہے جیسا

وہاں جو عورتیں ان چکیوں پر آتی رہتی تھیں
بقول بعض آپس میں تعجب سے یہ کہتی تھیں

یہ سارے اولیاء اللہ ہیں معصوم ہیں شاید
یہ خلقاً خواہشات نفس سے محروم ہیں شاید

سنا ہے جنگ کے میداں کے مردان دلاور ہیں
مہاراجا کے لشکر سے بھی بڑھ کر زور آور ہیں

پٹائی کی ہے اکثر معرکوں میں مودرازوں کی
اٹھا دی ہے یہاں سے دھاک ان فتنہ طرازوں کی

جوانی اور شہ زوری میں اتنی پاک بازی ہے
کہ ہر اک دن کا غازی اور راتوں کا نمازی ہے

جوانی میں ہوسناکی بھی اکساتی نہیں ان کو
کسی عورت سے کوئی بات بھی بھاتی نہیں ان کو

بجائے دل کے پتھر جاگزیں ہیں ان کے سینوں میں
کشش باقی نہیں شاید یہاں کی نازنینوں میں

کسی نے سن کے یہ باتیں کہا ان خوش خیالوں سے
بداندیشی کا اندیشہ نہیں اللہ والوں سے

یہ مردان جفاکش پاک باطن پاک طینت ہیں
یہی وہ لوگ ہیں جو ملت مسلم کی زینت ہیں

یہ ہیں سب تربیت پائے ہوئے دیوان سید کے
یہ صحبت یافتہ ہیں مکتب عرفان سید کے

سید صاحب کے تیسرے نکاح کی تجویز

دیا تھا زہر جو سید کو شیدو میں لعینوں نے
کیا تھا جاں بلب ان کو سر میداں کمینوں نے
وہ جس سے ہر گئی تھی جنگ میں جیتی ہوئی بازی
وہ جس سے تنکا تنکا بٹ گئے اللہ کے غازی
وہ جس سے سید والا پہ اضمحلال طاری تھا
وہ جس سے غش پہ غش کا سلسلہ ہر وقت جاری تھا
یقیناً پے بہ پے قے سے اثر زائل ہوا کافی
مگر سید کا جسم پاک بھی گھائل ہوا کافی
دوا دارو نے بھی اعجاز گو اپنا دکھایا تھا
مگر پوری طرح یہ زہر خارج ہو نہ پایا تھا
یہاں آب و ہوا نے بھی نئے انداز دکھلائے
بدن پر جا بجا چھالے اٹھے دانے نکل آئے
کبھی سوزش کبھی ٹیسیں کبھی دونوں بہم ہوتیں
مگر ہرگز کسی درمان و دارو سے نہ کم ہوتیں
طبیبوں نے کہا حضرت یہاں زوجہ کو منگوائیں
نہیں تو اک نیا اس ملک ہی میں عقد فرمائیں
یہی اس زہرناکی کا نظر آتا ہے اک چارہ
کہیں چھوٹی سی چنگاری ہی بن جائے نہ انگارہ
اقامت گیر ملک سندھ میں تھیں بی بیاں دونوں
وہ حضرت صبغۃ اللہ شاہ کی تھیں میہماں دونوں
وہاں سے ان کے آنے میں تھی حائل سخت دشواری
کہ تھا سرحد کا ہر رستہ مسافر پر بہت بھاری
وہاں درانیوں نے اپنے لشکر چھوڑ رکھے تھے
مسلمانان ہندستاں سے رشتے توڑ رکھے تھے
خصوصاً غازیوں کے قافلوں کو روک لیتے تھے
اور ان کو لشکر ابرار تک جانے نہ دیتے تھے
یہاں سے سید والا نے اک قاصد کو بھجوایا
وہ بیچارا کہیں چھپتا چھپاتا پیر کوٹ آیا
ہوا حاضر وہ قاصد شاہ جی کے آستانے پر
پذیرائی ہوئی ہر طور اس کی پیر خانے پر
زباں سے بھی یہاں آنے کا مقصد اس نے بتلایا
اور اک مکتوب بھی ان بی بیوں کے پاس پہنچایا
یہ مکتوب گرامی سید والا گہر کا تھا
جو اک پیغام امیر غازیان نامور کا تھا
وہ جس میں اپنی بیماری کا بھی کچھ حال لکھا تھا
اور اپنا مدعا بھی صورت اجمال لکھا تھا

سیدہ ولیہ کا اجازت نامہ

جناب سیدہ نے واپسی مکتوب بھجوایا
سلام و عافیت کے بعد یہ احوال لکھوایا

کہ حضرت آپ کی مجبوریوں کا پاس ہے ہم کو
مرض کا اور ہر تکلیف کا احساس ہے ہم کو

ہمیں معلوم ہے سب آج کل مخدوش ہیں راہیں
ہیں جولانگاہ اکثر رہزنوں کی سب گزرگاہیں

ہمارا آپ کی خدمت میں آنا سخت مشکل ہے
یہ تقدیر خداوندی ہے جو رستے میں حائل ہے

ہمارے واسطے کیا کیا یہ احکام خدا ٹھہرے
سئی ندی کے ساحل سے کنار سندھ آ ٹھہرے

نہ جانے اور کب تک ہم کو اس غربت میں رہنا ہے
کسے معلوم ہے کیا کیا ہمیں دنیا میں سہنا ہے

ہمارا قلب و سینہ رنج اور آلام سے شق ہے
مگر اللہ کی جو کچھ مشیت ہے وہ برحق ہے

خدا کے حکم پر ہم ہر طرح ایثار کر لیں گے
نصیبوں میں ہوا تو آپ کا دیدار کر لیں گے

وہاں جو آپ کے دن رات عسرت میں گزرتے ہیں
رہ مولا میں اپنا لمحہ لمحہ صرف کرتے ہیں

جہاد فی سبیل اللہ میں جانیں لڑاتے ہیں
رضائے رب کعبہ کے لئے ہر دکھ اٹھاتے ہیں

یہ حسن کار عند اللہ بے مصرف نہ جائے گا
یہ ایثار آپ کا اک دن یقیناً رنگ لائے گا

طبیبوں کے مطابق آپ کو لاحق جو حاجت ہے
نکاح نو کی ہم دونوں کی جانب سے اجازت ہے

دعا ہے آپ کو وہ شافی مطلق شفا دے دے
عزیمت اور جذب و شوق پہلے سے سوا دے دے

سیدہ فاطمہ سے نکاح

سلیماں شاہ کا چترال سے قاصد جو آیا تھا
وہ کچھ تحفے تحائف خدمت سید میں لایا تھا

اسی کے ساتھ اک دوشیزہ معصوم[۳۶۵] بھی آئی
جسے تقدیر یاں کچھ اور مقصد کے لئے لائی

اسے آ کر یہاں ہمشیرہ احرار بننا تھا
اور اس بی بی فاطمہ کو مادر ابرار بننا تھا

خدائے پاک کے اس فیصلے کا وقت آ پہنچا
جناب فاطمہ کو عقد کا پیغام جا پہنچا

یہ سن کر سیدہ نے بھی نہ کوئی عذر فرمایا
پیام اپنی رضا مندی کا آں حضرت کو بھجوایا

میاں جی اور اسماعیل اس تقریب میں آئے
نکاح و مہر کے سب مرحلے انجام فرمائے
یہ محترمہ کہ دینی علم سے محروم تھی یکسر
جہاندیدہ نہیں تھی فطرتاً معصوم تھی یکسر
ضرورت تھی کہ اس کو دین کی تعلیم دی جائے
کوئی شیخ کبیر اس فرض کو آ کر بجا لائے
مناسب آدمی قاضی علاؤالدین کو پایا
انہیں تعلیم دینے کے لئے مامور فرمایا

جنگ اتمان زئی کے محرکات

ورود لشکر اسلام سے پہلے یہ صورت تھی
کہ سرداران سرحد میں کدورت ہی کدورت تھی
قبیلے سے قبیلہ رات دن ٹکراتا رہتا تھا
مسلماں کو مسلماں خون میں نہلاتا رہتا تھا
نہیں تھا اتفاق ان میں نہ کوئی اتحاد ان میں
رہا کرتا تھا آئے دن بہت دنگا فساد ان میں
انہیں نسلی تعصب کے سوا کچھ بھی نہ بھاتا تھا
اور اپنی ناک سے آگے نظر کچھ بھی نہ آتا تھا
یہاں کے چند سرداروں نے کر رکھی تھی بیعت بھی
انہیں تھی سید والا سے یک گونہ عقیدت بھی
نباہے جا رہے تھے فرض لشکر سے رفاقت کا
مگر کچھ اور تھے جن کا وطیرہ تھا عداوت کا
زیادہ بغض تھا سید سے درانی رئیسوں کو
نہ تھا اسلام سے کوئی لگاؤ ان خسیسوں کو
انہوں نے لشکر اسلام کو اچھا نہیں جانا
کبھی ملی حمیت کے تقاضوں کو نہ پہچانا
اسی لشکر کو دشمن ان لعینوں نے بنایا تھا
جو سکھوں سے انہیں آزاد کروانے کو آیا تھا
انہوں نے جنگ شیدو میں جو کی تھی حق سے غداری
کیا تھا لشکر اسلام کا نقصاں بہت بھاری
یہ وہ نقصان تھا جس کی تلافی ہو نہ سکتی تھی
یہ ایسا جرم تھا جس کی معافی ہو نہ سکتی تھی
انہوں نے زہر دے کر مارنا چاہا تھا سید کو
کچل دینے کی بھی تدبیر کی اک اک مجاہد کو
کبھی عہد وفا کرکے دیا احرار کو دھوکا
کبھی ہندوستانی قافلوں کا راستہ روکا
کبھی لوٹا سر راہے مجاہد کاروانوں کو
کبھی سید سے برگشتہ کیا کمزور خانوں کو
وہ موقع ڈھونڈتے رہتے تھے گیر و دار کرنے کا
جہادی لشکر اسلام پر یلغار کرنے کا

یہ مقصد تھا جہاد فی سبیل اللہ رک جائے / مسلماں پھر سے سکھوں کے در دولت پہ جھک جائے

درانیوں سے جنگ کا فیصلہ

خبر پہنچی کہ درانی عساکر بڑھتے آتے ہیں / وہ لوگوں کو ڈرا کر ہمنوا اپنا بناتے ہیں
ابھی اتماں زئی میں اپنا ڈیرا ڈال رکھا ہے / بہت سی بستیوں کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے
بلاد خمھر کی جانب ہے رخ ان کی چڑھائی کا / انہیں ہے زعم سارے ملک پر فرمانروائی کا
انہیں جو لشکر اسلام سے گہری عداوت ہے / سیہ خانوں میں سینوں کے شقاوت ہی شقاوت ہے
ہمیں سکھوں سے بڑھ کر اپنا دشمن جانتے ہیں وہ / ہمارا خون ہر صورت روا گردانتے ہیں وہ
یہ حملہ کرنے والے ہیں ہمیں نابود کرنے کو / جہاد حق کے سارے راستے مسدود کرنے کو
انہیں ناکام کرنے کی کوئی تدبیر فرمائیں / یہ فتنہ دور کرنے میں نہ اب تاخیر فرمائیں
یہ سن کر سید ذیجاہ نے شوریٰ کو بلوایا / اور اس اجلاس میں اس مسئلے کو پیش فرمایا
یہاں سرحد کے کافی عالم و ابرار حاضر تھے / علاقے بھر سے کچھ ذی مرتبہ سردار حاضر تھے
جب ان سے سید والا نے استفسار فرمایا / تو سب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا
بالآخر اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ٹھہرا / پشاور کا بغاوت سے تعلق ہے بہت گہرا
پشاور پر نہ ہو جب تک تسلط لشکر دیں کا / نہیں ممکن نفاذ اسلام کے احکام و آئیں کا
ضرورت ہے کہ ہم ان ظالموں کے زور کو توڑیں / اور ان سکھوں کے کارندوں کو یوں آزاد مت چھوڑیں
یہ جب تک ان علاقوں میں مسلسل دندنائیں گے / ہم اپنی منزل مقصود حاصل کر نہ پائیں گے

جہاد راہ حق کے مرحلے آساں نہیں ہوں گے
ہماری متحد قوت کے بھی ساماں نہیں ہوں گے

لشکر کی اتماں زئی کو روانگی

کیا اتماں زئی پر جنگ کا اعلان سید نے — دیا اگلی سحر کو کوچ کا فرمان سید نے
ہر اک غازی نے لے کر اسلحہ رخت سفر باندھا — ضرورت کا کوئی ساماں بھی اپنے دوش پر باندھا
کیا تقسیم دو حصوں میں اس جانباز لشکر کو — سکھائے نظم کے آداب مردان دلاور کو
خود اپنے پاس رکھی اک جماعت یکہ تازوں کی — اور اسماعیل کو دی اک جماعت شاہبازوں کی
ہر اول میں چلا اس طور اسماعیل کا لشکر — سدومی قوم پر جیسے چڑھے جبریل کا لشکر
چلے مردان حق درانیوں سے جنگ کرنے کو — جو آ بیٹھے تھے ان کے راستوں پر تنگ کرنے کو
انہیں ملت کے غداروں بداعمالوں سے لڑنا تھا — جہاد راہ حق سے روکنے والوں سے لڑنا تھا
اسی دھن میں سفر طے کر لیا ان حق نوردوں نے — پڑاؤ ٹوئٹی میں جا کیا ان شیر مردوں نے
ملا آ کر یہیں اب سید والا کا لشکر بھی — وہ جس میں غازیوں کے ساتھ تھے ملکی دلاور بھی
انہی میں کچھ علاقوں کے رئیسان گرامی تھے — جو تحریک جہاد دین کے پرزور حامی تھے
جنہیں سید کے منصوبوں پہ اطمینان کامل تھا — رئیس اتماں زئی کا ان میں عالم خاں بھی شامل تھا
یہ سب سید کے دست حق پہ بیعت کر کے آئے تھے — ہر اک باغی سے ٹکرانے کی نیت کر کے آئے تھے
یہ ان کا عزم تھا سید کا اب دامن نہ چھوڑیں گے — کسی ترغیب یا تحریص پر وعدہ نہ توڑیں گے
اب ان کی آزمائش کا بھی موقع آنے والا تھا — کہ لشکر کچھ دنوں کے بعد آگے جانے والا تھا

شاہ اسماعیل کے دستے کا کوچ

ہراول میں چلے پھر شاہ اسماعیل کے غازی — زبانوں پر ثنا حق کی دلوں میں جوش جانبازی
لئے ہاتھوں میں بندوق و طپنچہ تیغ و پیکاں بھی — لئے کندھوں پہ اپنے خواب و خور کا ساز و ساماں بھی
جوانمردی کے جلووں کی شعاعیں تھیں جبینوں پر — شجاعت تھی عیاں ابھرے ہوئے بے باک سینوں پر
نگاہوں میں چمک تھی پاکبازی پاک بینی کی — ادائیں تھیں تو اسماعیل ہی کی ہم نشینی کی

تپش سورج کی، پتھریلی زمیں، انجان سا رستہ	مگر ان کی نگاہیں تھیں فقط منزل سے وابستہ
اسی دھن میں بغیر آرام کے چلتا گیا لشکر	سفر کرتا کئی اک میل آگے آ گیا لشکر
نہ تھے اب تک کسی بستی کے کچھ آثار شیروں میں	ادھر گم ہو گیا سورج بھی مغرب کے اندھیروں میں
علاقے کا شناسا ایک رہبر ساتھ آیا تھا	یہ انجانوں کا لشکر آج جس کے ہاتھ آیا تھا
پڑی افتاد نادانستگی میں حق پرستوں پر	لئے پھرتا رہا رہبر انہیں انجان رستوں پر
کبھی ٹیلے پہ چڑھ جاتے کبھی نیچے اتر آتے	کبھی سوکھے ہوئے نالوں کے اندر سے گزر جاتے
بھٹکتا پھر رہا تھا راہبر لشکر کو بھٹکاتا	کبھی دائیں کو لے جاتا کبھی بائیں کو لے جاتا
کہیں بستی نظر آتی نہ کچھ آثار پانی کے	اگر کچھ تھے تو بس یہ مرحلے تھے جاں فشانی کے
اندھیرے میں کوئی بتی نہ جگنو ہی چمکتے تھے	مگر ہاں آسماں پر دور سے تارے دمکتے تھے
کیا شکوہ مصائب کا نہ کچھ اللہ کے بندوں نے	نمازیں بھی تیمم سے ادا کیں حق پسندوں نے
چلے میلوں بلا قصد و تعین رات بھر غازی	فقط امید پر کرتے رہے اندھا سفر غازی
بالآخر پو پھٹی اور شب کی تاریکی نے دم توڑا	ستاروں نے زمیں کی دید بانی کا عمل چھوڑا
نماز فجر کی خاطر یکایک رک گیا لشکر	تیمم کرکے درگاہ خدا میں جھک گیا لشکر
حضور رب کعبہ سر جھکائے جاں نثاروں نے	ٹکا دیں سنگریزوں پر جبینیں خاکساروں نے
نشہ تسبیح خوانی کا ہوا طاری چٹانوں پر	چڑھا سبحان ربی سنگریزوں کی زبانوں پر
نماز ان کی سراپا پاکبازی سے عبارت تھی	بیاباں کی فضاؤں میں طہارت ہی طہارت تھی

ہوئے فارغ تو ہر تکلیف سے بے غم ہوئے غازی
ہوئی نازل سکینت اور تازہ دم ہوئے غازی

جانکاہ مراحل سفر

سحر کا نور کہساروں سے میداں میں اتر آیا
تو رہبر کو بھی وہ بھولا ہوا رستہ نظر آیا

چلا لشکر تو ہر سو بانجھ ٹیلے خشک رستے تھے
بچارے لشکری پانی کی صورت کو ترستے تھے

پکھالوں میں بھی کل سے بوند تک بچنے نہ پائی تھی
سفر نے تشنگی کچھ اور پہلے سے بڑھائی تھی

مگر کچھ اور تھا صبر و رضا کا امتحاں باقی
ابھی راہ خدا میں اور بھی تھیں سختیاں باقی

کہا رہبر نے وہ جو سامنے ٹیلہ ہے دھانی سا
توقع ہے مجھے اس پر کوئی چشمہ ہے پانی کا

ذرا ہمت کریں اور چل کے ٹیلے پر پہنچ جائیں
وہاں پانی پئیں منہ دھوئیں اور آرام فرمائیں

یہ گویا مژدہ جاں بخش تھا ان خستہ جانوں پر
کہ کانٹے پڑ گئے تھے پیاس سے ان کی زبانوں پر

امید افزا خبر نے کی جب ان کی ہمت افزائی
رہا باقی دلوں میں کچھ نہ فکر آبلہ پائی

بڑھی رفتار اس ٹیلے پہ جلد از جلد جانے کی
پہنچ کر چشمہ کہسار پر کلفت مٹانے کی

تواناؤں نے پکڑا بوجھ اکثر ناتوانوں کا
نہایت دیدنی ایثار تھا ان خستہ جانوں کا

جونہی ٹیلے پہ پہنچے واں نہ چشمہ تھا نہ تھا پانی
تو ان پیاسوں کی امیدوں پہ یکسر پھر گیا پانی

کوئی چشمہ کجا کوئی شجر بھی تھا نہ سایا تھا
کسی پتھر تلے سبزہ تلک اگنے نہ پایا تھا

یہ صورت دیکھ کر برہم ہوئے رہبر پہ مولانا
کہ تم کیونکر بنے پھرتے ہو ان اضلاع کے دانا

گھمایا رات بھر تم نے ہمیں دشت و بیاباں میں
تمہاری رہبری میں رات گزری رنج و حرماں میں

سفر میں شل ہوئیں ٹانگیں پڑے ہیں پاؤں میں چھالے
ادھر تشنہ لبی سے پڑ رہے ہیں جان کے لالے

پھر اس پر جھوٹ اب اتنا کہ اس ٹیلے پہ پانی ہے
بتاؤ ہم کو سچی بات وہ جو دل میں ٹھانی ہے

تمہیں کس نے ہمیں آزار پہنچانے کو بھیجا ہے
تمہیں کس شخص نے لشکر کے بہکانے کو بھیجا ہے

بتاؤ سچ، تمہاری ورنہ ہم گردن اڑا دیں گے
تمہارے اس فریب و مکر کی پوری سزا دیں گے

یہاں دفنا کے تم کو ڈھونڈ لیں گے خود ہی ہم رستہ
پہنچ جائیں گے منزل پر، نہیں ایسے بھی پابستہ

یہ سنتا تھا کہ سر سے پاؤں تک تھرا گیا رہبر
اڑی چہرے کی لالی اس قدر گھبرا گیا رہبر

نہایت عجز سے یہ عرض کی رہبر نے حضرت سے
کہ میں ہرگز نہیں آیا کسی ناپاک نیت سے

کسی بھی فرد یا لشکر کا کارندہ نہیں ہوں میں
کسی بدخواہ ٹولے کا نمائندہ نہیں ہوں میں

جو ساری رات بے مقصد سفر ہوتا رہا مجھ سے
حقیقت ہے کہ اصلی راستہ کھویا گیا مجھ سے

یہ میری بھول تھی جس پر دل و جاں سے ہوں شرمندہ
خدا شاہد ہے یہ بیہودگی ہوگی نہ آئندہ

یہاں پانی بتانا مصلحت کا ایک حیلہ تھا
یہ وہ ٹیلہ نہیں تھا اس سے آگے والا ٹیلہ تھا

اگر میں سچ بتا دیتا تو یہ ہمت شکن ہوتا
اور اتنی دور کا لمبا سفر خاصا کٹھن ہوتا

مری جھوٹی تسلی پر یہاں تک آ گیا لشکر
بس اب تھوڑا ہی سا آگے ہے اور وہ بھی ہے آساں تر

بس اب چلئے وہاں مل جائے گا شفاف پانی بھی
کریں گے لوگ دودھ اور چھاچھ سے کچھ میہمانی بھی

وہاں بھی گر نہ کچھ پایا تو جو چاہے سزا دیجے
نہ ہوگا عذر میرا' شوق سے گردن اڑا دیجے

اگلے ٹیلے پر

ہوئے سب مطمئن رہبر کی ان معقول باتوں پر
اور آگے والے ٹیلے کو روانہ ہو گیا لشکر

نئی امید پر چلنے لگے ہارے تھکے غازی
کچھ ایسا وقت تھا منہ سے نہ کچھ بھی کہہ سکے غازی

کیا تھا پیاس کی شدت نے گو خاصا نڈھال ان کو
تھکن سے چور تھے اور ہو گیا چلنا محال ان کو

مسلسل جاگنے سے بھی بدن ٹوٹے ہوئے سے تھے
خمار آلود آنکھیں تھیں تو جی چھوٹے ہوئے سے تھے

یہ اسماعیل کی صحبت انہیں مہمیز کرتی تھی
اور ان کی جاں سپاری کے جنوں کو تیز کرتی تھی

یہ چند اک میل بھی جانکاہ تھے گو تشنہ کاموں پر
مگر لازم تھا طے کرنا انہیں ان خستہ گاموں پر

تنومندوں نے پھر ساماں اٹھایا ناتوانوں کا
سفر جاری کیا پھر سنگزاروں کا چٹانوں کا

وہ ٹیلہ اب انہیں نزدیک تر معلوم ہوتا تھا
بہشت قلب و فردوس نظر معلوم ہوتا تھا

جو طاقتور جواں تھے جلد جا پہنچے ٹھکانے پر
مقرر تھے جہاں کچھ لوگ انہیں پانی پلانے پر

خبر پہنچی تھی پہلے ہی وہاں لشکر کے آنے کی — سعادت پائی لوگوں نے انہیں پانی پلانے کی
ہوئے سیراب خود اور بھر لیا اپنی پکھالوں کو — کہ رستے میں پلائیں جا کے پیچھے آنے والوں کو
کیا یوں حق ادا اپنے رفیقوں سے محبت کا — تقاضا تھا یہی جانباز لشکر میں رفاقت کا
پیا پانی تو ان پیاسوں کی بھی اب جاں میں جاں آئی — لگے کرنے تنک گامی سے وہ بھی جادہ پیمائی
اسی رفتار سے منزل پہ آخر آ گیا لشکر — لگے کرنے یہاں کے لوگ استقبال بڑھ بڑھ کر
کسی کے ہاتھ میں پانی کسی کے چھاچھ کا برتن — پیالے دودھ کے لے کر چلے آئے کئی فوراً
کمی چھوڑی نہ ان لوگوں نے کوئی چھاچھ پانی کی — کیا سیراب لشکر کو کچھ ایسا میزبانی کی

سید صاحب کے لشکر کی آمد

اسی اثنا میں آ پہنچا وہاں سید کا لشکر بھی — ملے دو روز کے بچھڑے برادر سے برادر بھی
سنایا اور سنا سب حال دو دن کی جدائی کا — ہوا سب تذکرہ اس رات دن کی خستہ پائی کا
امیرالمومنیں کے کان میں بھی یہ خبر پہنچی — اور اسماعیل کے لشکر کی روداد سفر پہنچی
کیا افسوس سن کر اور یہ ارشاد فرمایا — کہ اہل حق پہ اکثر اس طرح کا وقت ہے آیا
خدا کی راہ میں یہ امتحاں ہوتے ہی رہتے ہیں — اور ان سے شوق کے جذبے جواں ہوتے ہی رہتے ہیں
ثبات و صبر و استقلال اس سے اور بڑھتا ہے — یہ دریا بند آگے باندھنے سے اور چڑھتا ہے
حضور حق دعا کے واسطے پھر ہاتھ پھیلائے — زباں پر حمد باری کے حسیں الفاظ اتر آئے
نگاہ و قلب سجدہ ریز تھے درگاہ باری میں — بلا کا سوز پیدا ہو گیا الحاح و زاری میں
وہ رقت تھی کہ آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے — ہر اک دل پر جلال حق کے احساسات طاری تھے
حضور حق سے رحمت کی طلب تھی سب زبانوں پر — ادھر آمین کہتے تھے فرشتے آسمانوں پر

کچھ ایسی کیفیت تھی جو بیاں میں آ نہیں سکتی
دعا کی جاں فزا تاثیر لکھی جا نہیں سکتی

جلالہ کو روانگی

چلے پھر متحد ہو کر جلالہ کی طرف غازی
جہاں سے آگے تھوڑی دور تھا میدان جانبازی

وہی صبر آزما راہیں وہی کہسار کے رستے
مگر غازی چلے جاتے تھے باہم کھیلتے ہنستے

کسی کے لب پہ جانبازان حق کی داستانیں تھیں
کہیں تہلیل اور تسبیح حق سے تر زبانیں تھیں

کہیں تھا تذکرہ بدر و احد کے کارناموں کا
حنین و خندق و خیبر کی صبحوں اور شاموں کا

کبھی خالد کی یاد آتی کبھی طارق کی یاد آتی
اور ان شیروں کی جرأت آفرینی دل کو گرماتی

انہی جذبات میں طے ہو گیا اگلا سفر ان کا
جلالہ آن پہنچے' تھا جو اگلا مستقر ان کا

جلالہ میں ٹھہر کر رات بھر آرام فرمایا
پھر اگلی دوپہر تک بھی یہیں ٹھہرے' پیا کھایا

محاذ جنگ کی طرف

امیرالمومنیں نے ایک جو جاسوس بھیجا تھا
وہ سب دشمن کی معلومات لے کر آن پہنچا تھا

وہ بولا اس جگہ ہے اک بڑی تعداد کا لشکر
سمجھتا ہوں کہ ہے چالیس صد افراد کا لشکر

بہت سا اسلحہ باردو کا ساماں ہے ساتھ ان کے
کہیں سے آ گئی ہیں ایک دو توپیں بھی ہاتھ ان کے

وہ ہم سے جنگ کرنے کی بڑی تیاریوں میں ہیں
وہ سب ڈوبے ہوئے ہر قسم کی عیاریوں میں ہیں

یہ سن کر سید والا نے یہ فرماں کیا جاری
کہ فوراً کوچ کرنے کی کریں سب لوگ تیاری

جوانان عزیمت کوش تھے تیار پہلے ہی
سجا رکھے تھے سب نے جسم پر ہتھیار پہلے ہی

جلالہ سے نکل کر آ گیا میدان میں لشکر
خیال معرکہ سے تھا نرالی شان میں لشکر

کیا جا کر پڑاؤ ایک ندی کے کنارے پر
پیا پانی وہاں ہر شیر نے شفاف دھارے پر

پڑھی سب نے نماز عصر سید کی امامت میں
ہمہ عجز و نیاز و انکسار و استقامت میں

دوگانہ ہو چکا تو آپ نے اک درس فرمایا
ہر اک چھوٹے بڑے کو وعظ کی محفل میں بٹھلایا

یہ سب غازی بھی تھے اور کچھ مقامی خان بھائی تھے
رئیس و عالم و عارف سبھی حق کے فدائی تھے

یہ فرمایا کہ جس مقصد پہ باندھی ہے کمر ہم نے
کئے ہیں پے بہ پے جس کے لئے لمبے سفر ہم نے

وہ استعلائے حق کی اک بڑی پاکیزہ خواہش ہے
کوئی ہرگز نہ یہ سمجھے کہ یہ بے سود کاہش ہے

حصول کار میں ہم کو مصائب سے گزرنا ہے
رضائے حق کی خاطر ہی ہمیں جینا ہے مرنا ہے

ہمیں جو معرکہ درپیش ہے اہل پشاور سے
نفاق ان کا نہیں پوشیدہ مردان دلاور سے

بجا لاتے ہیں سب احکام وہ ہر روز سکھوں کے
بنے ہیں آج کل مرغان دست آموز سکھوں کے

وہ ان کی شہ پہ ہم پر حملہ آور ہونے آئے ہیں
دلوں میں نفرتوں کے بیج ظالم بونے آئے ہیں

بدیں صورت وہ ہیں گو ملت اسلام کے دشمن
جہاد فی سبیل اللہ ہی کے نام کے دشمن

مگر تاہم مسلمانوں کی ہی اولاد ہیں وہ بھی
اور اخلاقاً بھی آخر کار آدم زاد ہیں وہ بھی

ہماری جنگ ہے ان سے جو ہم سے جنگ کرتے ہیں
جو فخر و کبر سے خلق خدا کو تنگ کرتے ہیں

ہماری سرفروشی ہے خدا کے نام کی خاطر
ہمارے معرکے ہیں عظمت اسلام کی خاطر

جو تم پر وار کرتا ہے اسی پر وار کرنا تم
اور اس کو قتل کرنے سے کسی صورت نہ ڈرنا تم

کوئی لڑنا نہ چاہے گر تو بس اس سے نہ لڑنا تم
جو کوئی بھاگ جائے اس کے بھی پیچھے نہ پڑنا تم

اماں مانگے اگر کوئی تو تم اس کو اماں دینا
تعرض ان سے مت کرنا تحفظ بے گماں دینا

یہی مومن کی سیرت ہے یہی ہے شان مومن کی
اسی کردار کے باعث ہے قائم آن مومن کی

اتمان زئی کی طرف کوچ

گیا دن کا اجالا اور وقت شام آ پہنچا
رحیل لشکر اسلام کا ہنگام آ پہنچا

مگر چلنے سے پہلے فرض ادا کرنا ضروری تھا
یہ فرض عین درگاہ الٰہی میں حضوری تھا

پڑھی پہلے تو مغرب کی نماز اللہ والوں نے
ملا لی ساتھ پھر اس کے عشاء بھی خوش خصالوں نے

نہایت درد مندی سے در حق پر دعائیں کیں
بڑے ہی عجز سے فتح و ظفر کی التجائیں کیں

ہوئے فارغ تو آیا حکم فوراً کوچ کرنے کا
کہ سر پر آ گیا تھا وقت میداں میں اترنے کا

چلے جو کودنے کو معرکہ بازی کی دلدل میں
وہ اسماعیل کے غازی کمانڈو تھے ہراول میں

وہ میدان وغا کی سمت سینے تان کر نکلے
اور اس شب کو وہ اپنی آخری شب جان کر نکلے

سوار اشہب دوراں کہ تھا سالار دستے کا
امیر کارواں بھی تھا تو تھا رہبر بھی رستے کا

اندھیرے میں انہیں نور حق آگاہی دکھاتا تھا
ہدایت معرکہ آرائی کی بھی دیتا جاتا تھا

اندھیرا تھا مسلط وادیوں پر کوہساروں پر
تنی تھی شب کی چادر بستیوں پر رہگذاروں پر

خموشی ہر طرح قائم تھی ان کی خوش خرامی میں
صدا پیدا نہ ہونے دے رہے تھے تندگامی میں

ستارے ہنس رہے تھے چپکے چپکے آسمانوں پر
فلک گویا تعجب کر رہا تھا خستہ جانوں پر

اسے حیرت تھی طوفاں کا یہ تنکے کیا بگاڑیں گے
یہ بیچارے ممولے ہیں شجر کیونکر اکھاڑیں گے

رواں تھے پھر بھی غازی منزل مقصود کی جانب
بڑھے جاتے تھے اپنے مقصد محمود کی جانب

یہ آ پہنچے جہاں دشمن کی لشکر گاہ قائم تھی
جہاں درانیوں کی خیمہ و خرگاہ قائم تھی

یہ درانی کبھی جو ہند کی فوجوں پہ بھاری تھے
وہی اب دشمن اسلام سکھوں کے حواری تھے

معرکہ اتمان زئی

یہاں پیچھے سے اب سید کا لشکر مل گیا آ کر
بڑھے کچھ اور دل شیروں کے اس سے حوصلہ پا کر

ہوا کچھ مشورہ سید سے مولانا گرامی کا
کہ صائب تھا ہمیشہ قول اس جانباز نامی کا

ہوا طے حملہ آور ہوگا اسماعیل کا لشکر
رہیں گے بائیں جانب سید والا کے جنگ آور

کہ دشمن بھاگ کر میداں سے بستی میں نہ گھس آئیں
اگر آئیں تو ان احرار کے ہاتھوں سزا پائیں

یہاں سے فاصلہ تھا مورچوں تک ایک گولی کا
جہاں ہونے کو تھا آغاز خاک و خوں کی ہولی کا

کھڑے تھے چوکس و چوبند ادھر جانباز لڑنے کو
کمر باندھے کھڑے تھے معرکے میں کود پڑنے کو

ہمہ تن گوش تھے غازی کہ مولانا "بزن" بولیں
ہر اک اس شوق میں تھا جتنی جلدی ہو علم کھولیں

اسی اثنا میں حضرت نے کہا مجھ پر نظر رکھیں
اور اپنی گولیاں بھی اپنی بندوقوں میں بھر رکھیں

نہ جب تک حکم دوں میں آپ کو گولی چلانے کا
نہ کوئی قصد فرمائے قدم آگے بڑھانے کا

یہ کہہ کر آپ خود بڑھنے لگے آگے خموشی سے
چلے غازی مجاہد پیچھے پیچھے گرم جوشی سے

ذرا نزدیک تر ہونے کا جب اقدام فرمایا
تو ان کو دیکھ کر دشمن کا پہریدار چلایا

رکو، تم کون ہو، جو کوئی بھی ہے، مت بڑھے آگے
مگر حضرت خموشی سے یونہی چلتے رہے آگے

وہ پھر بولا کہ رک جاؤ مزید آگے نہیں آنا
مگر اس پر بھی چلتے ہی رہے چپکے سے مولانا

وہ پھر چلا کے بولا اب جو اس سے آگے آئے گا
وہ ہرگز بچ نہ پائے گا یقیناً مارا جائے گا

مگر پھر بھی قدم حضرت کا جب رکنے نہیں پایا
تو پہریدار گھبرایا ہوا شدت سے چلایا

مجاہد آ گئے یارو، مجاہد آ گئے یارو
وہ چلاتا ہوا بھاگا انہیں مارو انہیں مارو

یہ سن کر توپچی نے دھڑ سے داغا توپ کا گولا
اور اس گولے سے گویا خود محاذ جنگ کو کھولا

بچے غازی زمیں پر لیٹ کر اس آتشیں شر سے
گیا چنگھاڑتا گولا سروں کے اوپر اوپر سے

ابھی اک اور گولا توپچی بھرنے نہ پایا تھا
کہ عزرائیل بن کر سر پہ اسماعیل آیا تھا

اجل نے تیغ اسماعیل کا شعلہ اٹھا دیکھا
زمیں پر گیند جیسا توپچی کا سر گرا دیکھا

کیا یوں توپ پر قبضہ اور اک غازی کو بٹھلایا
پھر اگلی توپ کی جانب یکایک قصد فرمایا

وہ قبل اس کے کہ گولا توپ کے رکھتا دہانے پر
اور اس کو داغنے والا تھا بے ہنگم نشانے پر

کہ اسماعیل اس کی سمت بجلی کی طرح لپکے
اور اس پر جا پڑے یوں جس طرح کوئی پلک جھپکے

فقط اک ہاتھ ہی میں کام کر ڈالا تمام اس کا
نہ کام آیا بچارے کے کوئی بھی اہتمام اس کا

پھر اپنے غازیوں کو بھی "بزن" کا حکم فرمایا
جنہوں نے تڑ تڑاتی گولیوں کا مینہ برسایا

کچھ ایسی آگ برسائی ان آتشناک شیروں نے
کہ جرات کی نہ کچھ بڑھنے کی درانی لٹیروں نے

وہ سب جانیں بچانے کے لئے منہ موڑ کر بھاگے
وہ اک ٹیلے پہ جا پہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے

کسی کا سر اڑا، بازو کٹا، زخمی ہوا کاندھا
بھگوڑے جیش نے ٹیلے کے نیچے مورچہ باندھا

چٹانوں میں دبک کر بے دلی سے گولیاں چھوڑیں ۔۔۔ اڑائی خاک اور پودوں کی نازک بالیاں توڑیں
کسی غازی کو کوئی بھی خراش آنے نہیں پائی ۔۔۔ حفاظت ان جواں مردوں کی تھی اللہ نے فرمائی
ادھر سے غازیوں کی باڑھ جب پڑتی چٹانوں پر ۔۔۔ شراروں کے ستارے ٹوٹتے تھے کج زبانوں پر
وہ خالی کر گئے ٹیلے کا دامن خوف کے مارے ۔۔۔ کرائے کے سپاہی تھے ٹھہرتے کیا وہ بے چارے
نہ تھا ایمان کا جذبہ نہ کچھ غیرت قبیلوں کی ۔۔۔ کہ ان کو گھیر لائی تھی فقط ہیبت رذیلوں کی
یہی قسمت تھی شاید ان بچارے نامرادوں کی ۔۔۔ کہ گولی غازیوں کی کھائیں' گالی خانزادوں کی
وہ ان کے خوف کے مارے ہی بندوقیں چلاتے تھے ۔۔۔ اگر سر پر نہ ہو کوئی تو ہٹ کر بیٹھ جاتے تھے

سید صاحب کے لشکر کی کمک

خبر سید کو جب پہنچی کہ دشمن ہو گیا پسپا ۔۔۔ وہ میداں چھوڑ کر پیچھے ہٹا ٹیلے پہ جا بیٹھا
لئے لشکر محاذ جنگ پر آئے شتابی سے ۔۔۔ ہوئے مسرور بے حد غازیوں کی کامیابی سے
اٹھا کر توپ کو اونچی جگہ پر نصب کروایا ۔۔۔ اور اپنے توپچی مرزا حسن کو حکم فرمایا
کہ تابڑ توڑ گولے دشمنوں کی فوج پر پھینکیں ۔۔۔ چلے یہ سلسلہ جب تک نہ بندوق و سپر پھینکیں
ہوا پہلی ہی گولا سر تو وہ بیٹھا نشانے پر ۔۔۔ اٹھیں چیخیں مچی ہلچل رذیلوں کے ٹھکانے پر
اڑے دو سو سپاہی یوں کہ بکھریں دور تک لاشیں ۔۔۔ پڑی ہوں کھیت میں جیسے کہیں تربوز کی قاشیں
کہیں بازو کہیں ٹانگیں کہیں سر کے پیالے تھے ۔۔۔ کہیں کشتوں کے تازہ خون کے سیال نالے تھے
نشیبوں اور ڈھلوانوں کو ان مردوں نے بھر ڈالا ۔۔۔ لہو کی ندیوں نے اس زمیں کو سرخ کر ڈالا
سسکتے بلبلاتے زخمیوں کے لب پہ آہیں تھیں ۔۔۔ کہیں ٹوٹی ہوئی ٹانگیں کہیں مجروح باہیں تھیں
یہ مہلک حادثہ گزرا تو ان کی جاں پہ بن آئی ۔۔۔ انہوں نے اس ٹھکانے سے بھی کی فی الفور پسپائی
اتر کر پیچھے ٹیلے کے بنایا مورچہ پھر سے ۔۔۔ لگے دکھلانے اپنا آپ بندوقوں کے فائر سے
ادھر مرزا حسن کی توپ گولے چھوڑتی جاتی ۔۔۔ وہ سر دشمن کا اور ٹیلے کے پتھر توڑتی جاتی

دنادن توپ کی اور ساتھ تڑ تڑ گولیاں جاتیں
ادھر سے اٹھنے والے شور و شر کی بھی خبر لاتیں

مسلسل گولہ باری نے بالآخر یہ اثر ڈالا
کہ دشمن کی ہر اک بندوق کو خاموش کر ڈالا

ادھر سے خامشی کو دیکھ کر چپ ہو گئے غازی
بحکم میر لشکر روک دی یہ معرکہ بازی

یہ غازی مرجو عہد صحابہؓ کی علامت تھے
خدا کا شکر ہے اس معرکے میں سب سلامت تھے

نماز فجر

ادھر مشرق کی پیشانی سے پھوٹا نور کا دھارا
چلا مغرب کی جانب رفتہ رفتہ شب کا اندھیارا

ہوئی برخاست محفل آسماں سے کہکشاؤں کی
الٹ کر رہ گئی آخر بساط اندھی فضاؤں کی

کہستاں کے حصاروں سے گرا ظلمات کا پرچم
زمیں پر آ رہا آخر اندھیری رات کا پرچم

سحر کا نور چمکا شیر مردوں کی جبینوں پر
نماز فجر کی دستک ہوئی شفاف سینوں پر

سحر کے ساتھ اذان مرد مومن کی صدا گونجی
سکوت صبح میں اللہ اکبر سے فضا گونجی

اذاں کی گونج سے سوئے ہوئے نخل و شجر جاگے
کہیں دبکے ہوئے غاروں کے اندر جانور جاگے

چرندے اور پرندے، کھیت بھی کھلیان بھی جاگے
نواحی بستیوں کے بے خبر انسان بھی جاگے

ہوئی ہر قسم کی مخلوق میں حمد و ثنا جاری
عبادت کا ہوا نخل و حجر میں سلسلہ جاری

پھلوں کی ڈالیاں کرتیں خدا کا شکر جھک جھک کر
ادھر ندی کا پانی کرتا استغفار رک رک کر

قیام اشجار کا سبزے کا سجدہ ورد بلبل کا
دعا برگ وسمن کی گریہ شبنم ریز تھا گل کا

ہوا کی سسکیوں میں توبہ توبہ کے اشارے تھے
فضا کی خامشی میں ذکر حق کے استعارے تھے

صفیں باندھے کھڑے تھے بارگاہ حق میں غازی بھی
یہ غازی جو ازل سے تھے مجاہد بھی نمازی بھی

امیرالمومنیں سالار دوراں تھا امام ان کا
سراپا سوز و رقت تھا قعود ان کا قیام ان کا

نماز خوف تھی یہ جس میں آدھا جیش شامل تھا
اور آدھا کر رہا تھا فرض پورا پاسبانی کا

ہوئی جو ایک رکعت یہ گئے اور دوسرے آئے
جوانمردوں نے دونوں فرض یوں انجام فرمائے

وہی عجز و نیاز و سوز و ساز آرزو مندی — وہی جذب و سرور و شوق اکرام خداوندی
رہے اوراد و تسبیح و وظائف میں مگن غازی — درود پاک سے بھی تھے نہ غافل تیغ زن غازی

دن بھر جنگ کا تسلسل

فراغت پا کے لشکر اپنے خورد و نوش پر آیا — میسر جو بھی کچھ تھا کھا کے صبر و شکر فرمایا
پھر اپنے مورچوں پر چوکس و ہشیار ہو بیٹھے — اور اگلے معرکے کے واسطے تیار ہو بیٹھے
ادھر سے دن چڑھے پھر ہو گیا آغاز فائر کا — وہ لشکر ہو گیا پھر مستعد خانان جائر کا
چھنی توپیں تو اب وہ جنگ میں لے آئے شاہینیں — کہ بڑھ کر غازیوں سے برتری کا مرتبہ چھینیں
لگی آنے ادھر سے پے بہ پے بوچھاڑ گولی کی — بنی یہ سنسناہٹ بڑھ کے اک چنگھاڑ گولی کی
یہ باڑھیں کچھ تو اس ٹیلے کے اوپر سے بھی آتی تھیں — کچھ اس کے دائیں بائیں سے بھی اک اودھم مچاتی تھیں
ادھر مرزا حسن نے توپ کے گولوں کی بارش کی — تو ان کی گھن گرج سے دشمنوں کی گم ہوئی سٹی
جہاں گرتا تھا گولہ مورچہ ہی چھوڑ جاتے تھے — کئی ہوتے تھے زخمی اور کچھ دم توڑ جاتے تھے
ادھر سے گولیوں کی پے بہ پے باڑھیں بھی چلتی تھیں — مسلسل موت کا پیغام لے لے کر نکلتی تھیں
فضا میں ہر طرف سے گولیوں کی سنسناہٹ تھی — سوا توپوں کے گولوں کی بھیانک دندناہٹ تھی
مسلسل اٹھ رہا تھا شور میدانوں سے ٹیلوں سے — صدائے بازگشت آتی کہستانی فصیلوں سے
شجر مبہوت تھے فصلوں کو باڑوں نے لپیٹا تھا — زمیں پر لیٹ کر سبزے نے بھی دامن سمیٹا تھا
پرندے ڈر کے مارے اڑ گئے تھے آشیانوں سے — درندے بھی بدک کر بھاگ نکلے تھے ٹھکانوں سے
ادھر اتماں زئی میں دم بخود دیوار و در بھی تھے — ڈرے سہمے ہوئے خاموش بے آواز گھر بھی تھے
مویشی بھی چراگاہوں کی جانب جا نہ سکتے تھے — گوالے بھی بچارے چارہ پانی لا نہ سکتے تھے
یہاں کے رہنے والے گاؤں میں محصور بیٹھے تھے — یہ سب درانیوں کے خوف سے مجبور بیٹھے تھے
رہا دن بھر مسلسل جنگ کا یہ معرکہ جاری — خدا کے پاک بندوں نے مگر ہمت نہیں ہاری

نماز خوف بھی جاری رہی تقویٰ شعاروں کی — کوئی پروا نہ کی دشمن کی گولی کے شراروں کی
اسی جنگ و جدل میں شام کے سائے اتر آئے — اندھیرے نے بھی رفتہ رفتہ اپنے پاؤں پھیلائے
پہاڑی چوٹیوں پر گو ابھی کرنوں کا' ڈیرا تھا — مگر میدان کو تاریکیوں نے آن گھیرا تھا
اندھیرا رات کا اب اور بھی ہونے لگا گہرا — زمیں پر روشنی کا اب نہ کوئی بھی نشاں ٹھہرا
اچانک تند شاہینوں کی بوچھاڑیں لگیں آنے — تڑاخے تھے کہ بھٹی میں کہیں بھنتے ہوئے دانے
یہ صورت دیکھ کر مرزا حسن نے توپ کو داغا — پڑے گولے تو گم سم رہ گئے پیشاوری آغا
کوئی گولی چلی ان کی نہ پھر کوئی خبر آئی — نہ ٹیلے پر اندھیرے میں کوئی حرکت نظر آئی
نہ جانے کتنے گمراہوں کا' بدمغزوں کا سر ٹوٹا — نہ جانے کس قدر جسموں سے رشتہ جان کا چھوٹا
خدا ہی جانتا ہے کون دست و پا گنوا بیٹھا — نہ جانے کون اپنی جان کی پونجی لٹا بیٹھا

صورت حال میں تغیر

یقیں تھا اب کہ دشمن مورچوں میں رک نہ پائے گا — سحر ہونے سے پہلے ہی پشاور بھاگ جائے گا
نمایاں ہر طرح اب ان کی بھگدڑ کے مظاہر تھے — جوانمردان حق کی فتح کے آثار ظاہر تھے
اچانک غیر متوقع سا اک ہنگام یاس آیا — رئیس اتماں زئی کا سید والا کے پاس آیا
کہا' حضرت مرا بیٹا بڑا غدار نکلا ہے — بڑا گستاخ بد اطوار و نانہجار نکلا ہے
ملا ہے دشمنوں کی فوج میں چوری چھپے جا کر — گیا ہے وہ قبیلے بھر میں میری ناک کٹوا کر
ادھر سے سید خاں ان کی کمک پر آن پہنچا ہے — یہ ان کی حوصلہ افزائی کا سامان پہنچا ہے
معافی چاہتا ہوں آپ سے میں سخت نادم ہوں — اور اپنی ذات کی حد تک تو حضرت ہی کا خادم ہوں
مگر حالات جو کچھ ہیں مرے قابو سے باہر ہیں — کہ درانی ہمارے واسطے جابر ہیں قاہر ہیں
کہا سید نے دیکھیں خاں بھائی اب نہ کچھ کہئے — ہوا جو کچھ ہوا' بہتر ہے اب خاموش ہی رہئے
ارادہ آپ ہی کا تھا پشاور پر چڑھائی کا — یہاں درانیوں کے ساتھ بھی جنگ آزمائی کا

یہ لشکر آپ کی تجویز پر ہم لے کے آئے ہیں
یہ غازی آپ لوگوں کی حفاظت پر بٹھائے ہیں
مجھے اب آپ لوگوں سے غرض باقی نہیں کوئی
نہ باتوں پر نہ ذاتوں پر نہ وعدوں پر یقیں کوئی
مدد کے واسطے کافی ہے رب العالمیں مجھ کو
تمہارے لشکروں کی بھی کوئی حاجت نہیں مجھ کو
مگر سن لیں ہمارا وار اب خالی نہ جائے گا
تمہارے سید خاں پر بھی مرا شبخون آئے گا

خیبر کے وفد کی ناکامی

ادھر جو خمہر سے ارباب کو بھیجا تھا خیبر میں
کہ دعوت دیں جہاد راہ حق کی جا کے گھر گھر میں
وہاں بہرام خاں ارباب کا کافی اثر بھی تھا
انہی اضلاع میں ان کا قبیلہ اور گھر بھی تھا
نصیرالدین منگلوری وہاں سے یہ خبر لائے
کہ واں ارباب بھی کچھ کامراں ہونے نہیں پائے
وہاں کے لوگ گو ارباب کی تعظیم کرتے تھے
رہ حق میں نکلنے کو بھی سب تسلیم کرتے تھے
مگر درّانیوں کا دبدبہ اتنا زیادہ تھا
کہ پورا کر نہ سکتے تھے وہ جو ان کا ارادہ تھا
یہ سن کر آپ نے ہرگز ملال اس پر نہ فرمایا
نہ غازی ہی کوئی مایوس کن صورت سے گھبرایا
کہا سید نے اس میں مصلحت حق کی ہے پوشیدہ
رضائے حق ہمارے واسطے ہے امر نادیدہ
وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے
کبھی نقصان میں بھی فائدہ مستور ہوتا ہے

خمہر کو واپسی

خبر جب جا کے عالم خان نے دشمن کو پہنچائی
تو ان گم کردہ رہ درانیوں کی جاں پہ بن آئی
انہیں پہلے ہی اگلے روز کے شبخوں کا دھڑکا تھا
نیا اعلان ان کے واسطے بجلی کا کڑکا تھا
یہ سن کر سب کے سب گم سم ہوئے اور پڑ گئے ٹھنڈے
بندھے ہی رہ گئے ضامن، کھلے تعویذ اور گنڈے
ادھر سید نے باہم مشورے کا قصد فرمایا
اکیلے اپنے دست راست مولانا کو بلوایا
یہ طے پایا کہ بدبختوں کو ان کے حال پر چھوڑیں
رخ لشکر پشاور کی بجائے خمہر کو موڑیں
خدا اس کے لئے خود کوئی بہتر وقت لائے گا
پشاور خود بخود احرار کے قدموں میں آئے گا

بلا کر غازیوں کو اک ذرا تقریر فرمائی
اور اگلے مرحلے کی اس طرح تدبیر فرمائی

محاذ جنگ ہی پر کچھ جوانمروں کو ٹھہرایا
لئے باقی کے لشکر کو وہاں سے کوچ فرمایا

ذرا بستی سے ہٹ کر جھنڈ سا تھا اک درختوں کا
قیام اس کے اندھیروں میں ہوا فرخندہ بختوں کا

ادھر دشمن نے سمجھا جھنڈ سے شبخون آئے گا
کسی صورت اجل کا فیصلہ ٹالا نہ جائے گا

وہ سب اپنے بچاؤ ہی کی تدبیریں لگے کرنے
ادھر رخت سفر باندھا سحر کے ساتھ لشکر نے

لئے لشکر کو مولانا جلالہ کو ہوئے راہی
یہ تھی تدبیر جنگی جس طرح اللہ نے چاہی

محاذ جنگ والے بھی سحر دم ہی نکل آئے
بہت دن چڑھ چکا تھا جب جلالہ میں پہنچ پائے

یہاں آہستہ آہستہ اکٹھے ہو گئے غازی
نہایت کامیابی سے یہ گزری معرکہ بازی

کسی کو زخم آیا اور نہ کچھ پہنچی گزند ان کو
خدا نے خود ہی رکھا عافیت سے بہرہ مند ان کو

امیرالمومنیں آئے جلو میں جاں نثاروں کے
ملے آ کر جو باقی تھے مسافر کوہساروں کے

نماز عصر ادا کی پورے لشکر نے جلالا میں
نیاز و شکر تھا یہ بارگاہ حق تعالیٰ میں

ہوئے فارغ تو کر لی خھر کو چلنے کی تیاری
ہوا دیکھے دکھائے راستوں پر پھر سفر جاری

گیا دن کا اجالا رات نے آغاز فرمایا
سفر کرتا ہوا یہ لشکر حق درگئی آیا

گزاری عافیت سے رات درماندہ جوانوں نے
جہاں تک ہو سکی خدمت بھی کی بستی کے خانوں نے

سحر کے بعد پھر اگلے سفر کا مرحلہ آیا
کمر کس کر جوانمردوں نے آگے کوچ فرمایا

ہوئی اللہ کی رحمت سے یہ منزل تمام آخر
پہنچ کر خھر میں لشکر نے فرمایا قیام آخر

اہل سرحد کی معاشرتی اور دینی بے راہروی

اٹک سے پار کا یہ ملک مسلم تاجداروں کا
رہا ملجا و ماویٰ دین حق کے شہسواروں کا

یہیں سے فاتحان ہند کے لشکر نکلتے تھے
یہیں سے حکمت و عرفاں کے دانش ور نکلتے تھے

یہیں سے بدلیاں ایماں کی ارض ہند پر چھائیں
یہیں سے بجلیاں اٹھ کر صنم خانوں پہ لہرائیں

یہیں کے بت شکن نے بڑھ کے توڑے سومنات ان کے
لتاڑے غوریوں نے ہر جگہ لات و منات ان کے

مسلمانوں نے ہی ٹھنڈے کیئے شعلے جوالا کے
ملائے خاک میں جا کر صنم خانے ہمالا کے

کبھی ایبک کبھی خلجی کبھی ترکان تیموری
دکھاتے سطوت و شوکت کبھی بابر کبھی سوری

ہوئیں چل کر اسی خطے سے پانی پت پہ یلغاریں
جنود کفر پر برسیں انہی شیروں کی تلواریں

یہاں کا ہر مسلماں غیرت اسلام رکھتا تھا
بہر عنواں شریعت ہی کا دامن تھام رکھتا تھا

مگر ایام کی گردش نے جوں جوں رنگ بدلا تھا
مسلمانوں نے بھی انداز اور آہنگ بدلا تھا

عقائد میں بگاڑ ایمان کے اندر کمی آئی
ہوئیں عصبیتیں جاری دلوں میں برہمی آئی

لگے رہنے قبائل برسر پیکار آپس میں
عناد و بغض سے چلنے لگی تلوار آپس میں

عجب ان کا تمدن تھا عجب ان کی سیاست تھی
اک اک چھوٹا سا خطہ ایک اک خاں کی ریاست تھی

شریعت کا کوئی قانون لاگو تھا نہ خانوں پر
بدی کے بھوت اکثر ناچتے ان کے ٹھکانوں پر

شراب و نغمہ و مضراب سے مخمور رہتے تھے
سرود و رقص و کبر و ناز میں مسرور رہتے تھے

سراپا جبر تھا اپنے علاقوں میں وقار ان کا
غریبوں کے لئے قہر و غضب تھا اقتدار ان کا

شریعت کے خلاف اک خان کوئی فعل کر لیتا
تو اس کا مولوی ملا اسے جائز بنا دیتا

اماموں اور ملاؤں کی حیثیت نہ تھی کوئی
اگر کچھ تھی تو خانوں کی خوشامد اور ثنا گوئی

عوام الناس میں رسم و رواج اس طور جاری تھے
کہ رسموں کے لئے یہ ساہوکاروں کے بھکاری تھے

یہ رشتے بیٹیوں کے فی سبیل اللہ نہ دیتے تھے
نقود و زر کا اک خاصا بڑا تاوان لیتے تھے

جسے ملتا نہ کچھ لڑکی کنواری بیٹھی رہتی تھی
بچاری بوڑھی ہو جاتی زباں سے کچھ نہ کہتی تھی

اسے ماں باپ کا گھر قید خانے سے بھی بدتر تھا
ادھر منحوس کہلانے کا بھی بہتان سر پر تھا

ہر اک بستی کے باہر اک نہ اک درگاہ ہوتی تھی
جو لوگوں کی عقیدت کا نشان راہ ہوتی تھی

وہاں لگتے تھے میلے عرس بھی ہر سال ہوتا تھا
جہاں تقدیس کے پردے میں استحصال ہوتا تھا

ہر اہل قبر کو معبود اپنا جانتے تھے وہ
اسے حاجت روا مشکل کشا گردانتے تھے وہ

اسی کے نام کی نذریں نیازیں دیتے رہتے تھے
اسی کو قسمتوں کا مالک و مختار کہتے تھے

زن و مرد و جوان و پیر مجرا بھی بجا لاتے
وہ کرتے قبر پر سجدے بھی چادر بھی چڑھا جاتے

کھلے بندوں وہاں شرک جلی دن رات ہوتا تھا
یہ سب اثم مبیں درپردہ حسنات ہوتا تھا

مشائخ نے علم بدعات کے قبروں پہ گاڑے تھے
عقیدے ہر طرح اپنے مریدوں کے بگاڑے تھے

بری رسمیں برے اعمال اس کثرت سے جاری تھے
کہ ان پر سنت و توحید کے احکام بھاری تھے

ضرورت تھی کہ ان لوگوں کی بھی اصلاح کی جائے
انہیں اسلام کے احکام کی تعلیم دی جائے

بیعت شریعت کی تجویز اور انعقاد بیعت

یہ حالت دیکھ کر سید بہت مغموم رہتے تھے
رفیقوں سے بھی اکثر اپنے دل کی بات کہتے تھے

کہ یاں بھی ہر طرح اصلاح کرنے کی ضرورت ہے
مٹانی چاہئے لوگوں میں جو باہم کدورت ہے

یہ ناداں ہیں بچایا جائے ان کو شرک و بدعت سے
نکالا جائے بیچاروں کو گمراہی کی لعنت سے

مٹائے جائیں سب اخلاق کش رسم و رواج ان کے
دیانت اور امانت سے چلیں سب کام کاج ان کے

انہیں توحید و سنت سے کچھ ایسا پیار ہو جائے
کہ اک اک فرد ان کا صاحب کردار ہو جائے

وہ دین حق کی خدمت کے لئے سنجیدہ ہو جائیں
جہاد فی سبیل اللہ کے گرویدہ ہو جائیں

یہاں کے خان بھی سب دیں کے خدمت گار بن جائیں
یہ اسلامی عساکر کے سپہ سالار بن جائیں

یہ پھر اسلام کے جھنڈے کو لہراتے ہوئے نکلیں
جہاد و دعوت تبلیغ فرماتے ہوئے نکلیں

اتاریں طوق گردن سے یہ سکھوں کی غلامی کا
یہ بن جائیں نمونہ اپنے اسلاف گرامی کا

تمنا ہے کہ یہ پھر بابر و محمود بن جائیں
ہمارے ساتھ مل کر دعوت اسلام پہنچائیں

اب اس کے واسطے بیعت شریعت کی ضروری ہے
بغیر اس کے کوئی بھی کافرمائی ادھوری ہے

مری خواہش ہے اس کے واسطے لوگوں کو بلوائیں
اور ان کو بیعت اسلام کی برکت سمجھائیں

پھر اس کے واسطے لوگوں میں اک اعلان کروایا — اور اک دن کا تعین کر کے اک اجلاس بلوایا
بہت سے اہل علم و فہم و پیران کرام آئے — امیر آئے غریب آئے خواص آئے عوام آئے
ہزاروں مومنوں نے آ کے بیعت کا شرف پایا — شریعت پر عمل کرنے کا سب نے عہد فرمایا
بری رسموں سے باز آئے غلط کاری سے توبہ کی — زنا سے، قتل سے، چوری سے، میخواری سے توبہ کی
اٹھایا ہاتھ قبروں کی پرستش سے نیازوں سے — تعلق منقطع فرما دیا سجادہ بازوں سے
ملی بیعت کے ہاتھوں شرک و بدعت سے نجات ان کو — فلاح دین و دنیا کا ملا آب حیات ان کو

زیدہ و پنجتار سے دعوت

انہی ایام میں زیدہ سے خط سید کے نام آیا — وہ جس میں خان اشرف خاں کی جانب سے پیام آیا
کہا اس نے کہ حضرت آپ اگر تکلیف فرمائیں — تو لشکر کے جلو میں میرے ہاں تشریف لے آئیں
مرا سارا علاقہ آپ کی خدمت کو حاضر ہے — یہ بندہ آپ کا خادم ہے اور بے دام چاکر ہے
اسی انداز کا خط فتح خاں پنجتار کا آیا — اور اس نے بھی اسی خواہش اسی دعوت کو دہرایا
لکھا اس نے کہ حضرت نے مجھے جو کچھ شرف بخشا — وہ میرے واسطے اکرام تھا، عزت کا تمغہ تھا
یہاں رہ کر جو کی حضرت نے میری عزت افزائی — وہ عنداللہ و عندالناس تھی میری پذیرائی
وہی پنجتار جس کو آپ نے مرکز بنایا تھا — اور اس کی خاک کو چرخ چہارم تک اٹھایا تھا
انہی بے تاب نظروں سے ہے محو انتظار اب بھی — وہ ہے شوق قدم بوسی کے ہاتھوں بے قرار اب بھی
مرے ہم قوم بھی حضرت کو اکثر یاد کرتے ہیں — وہ میرے پاس آ آ کر یہی فریاد کرتے ہیں
کہ جتنی جلد ممکن ہو یہاں حضرت کو بلوائیں — خدا کے واسطے یاں لشکر اسلام کو لائیں
کریں گے لوگ سب تسلیم ہر فرماں شریعت کا — خلوص دل سے ہم کرتے ہیں وعدہ سمع و طاعت کا

یہ نامے غور کے قابل تھے ہر اقدام سے پہلے
انہی پر فیصلہ لازم تھا اگلے کام سے پہلے

مرکز کی تبدیلی کا فیصلہ

امیرالمومنین نے مجلس شوریٰ کو بلوایا
خطوں پر رائے دینے کے لئے ارشاد فرمایا
کہا سب نے کہ پہلے آپ کچھ ارشاد فرمائیں
کہ اس کی روشنی میں ہم بھی اپنا مشورہ لائیں
کہا سید نے ہم کو خمھر میں اک سال گزرا ہے
نگاہوں سے عوام الناس کا سب حال گزرا ہے
یہ خوش اطوار ہیں دیں سے محبت کرنے والے ہیں
ہمارے بھی ارادت مند ہیں یوں بھی جیالے ہیں
مگر ان کی ارادت جو بھی ہے سب انفرادی ہے
انہیں اسلام سے بھی ہم سے بھی خوش اعتقادی ہے
سواتی خاں مگر باہم دگر دست و گریباں ہیں
یہ سب نادان آئین شریعت سے گریزاں ہیں
یہ کوئی فیصلہ مل جل کے باہم کر نہیں سکتے
جہاد حق میں جمعیت فراہم کر نہیں سکتے
ادھر پنجتار اور زیدہ کے سرداروں کی دعوت ہے
ہمارے ان پرانے حکم برداروں کی دعوت ہے
جنھوں نے کی ہوئی ہے پہلے بھی بیعت امامت کی
انہی سے ہے توقع کچھ نہ کچھ اب استقامت کی
توقع ہے وہاں مرکز ہمارا بارور ہوگا
جہاں درانیوں سے بھی نمٹنا سہل تر ہوگا
ہمارے حسب منشا کار بیعت بھی وہیں ہوگا
جہاں خانوں کی باہم چپقلش کا ڈر نہیں ہوگا
ہمارے واسطے پنجتار ہی بہتر ٹھکانا ہے
اسی مرکز سے اگلے معرکوں کا بوجھ اٹھانا ہے
یہ سن کر سب کے سب احباب نے تائید فرمائی
تو سید نے بھی فوراً کوچ کی تاکید فرمائی

لشکر کی تیاری اور اہل خمھر کی فریاد

نماز فجر پڑھ کر جا رہے تھے لوگ جب گھر کو
اچانک سامنے دیکھا کھڑے تیار لشکر کو
شتر لادے ہوئے گھوڑوں پہ بھی باندھی ہوئی زینیں
جوانمردوں کے کندھوں پر تھیں بندوقوں پہ سنگینیں
حمائل تھیں کمر کے ساتھ شمشیریں میانوں میں
بلا کا جوش و جذبہ تھا نہاں ان سخت جانوں میں
امیران جیوش ان کو ہدایت دیتے پھرتے تھے
سر و ساماں کا اپنے جائزہ بھی لیتے پھرتے تھے
یہ منظر خمھر کے لوگوں کی حیرانی کا باعث تھا
یہ حیرانی ہی کیا بلکہ پریشانی کا باعث تھا

ہوا معلوم جب ان کو کہ لشکر جانے والا ہے
ہمارے شہر پر منحوس لمحہ آنے والا ہے
بچارے سب کے سب دوڑے ہوئے سید کے پاس آئے
غم و اندوہ کے باعث بہت ہی روئے چلائے
کہا' حضرت یہ کیسا فیصلہ ہے' ماجرا کیا ہے
ہمیں کچھ تو بتائیں ہم غریبوں کی خطا کیا ہے
یہاں جو آپ کے ہونے سے تھا برکات کا عالم
فضاؤں میں تھا گویا نور کی برسات کا عالم
اندھروں میں ہمیں حاصل بصارت ہی بصارت تھی
ہمارے لمحے لمحے میں طہارت ہی طہارت تھی
ملا ہے ہم کو فیض بے بہا ان پاک جانوں سے
ہمارے گھر میں اترے تھے فرشتے آسمانوں سے
ہمیں اس لشکر قدسی نے دیں ایماں کی تنویریں
ہمارے بچوں بوڑھوں کی زبانوں پر تھیں تکبیریں
ہر اک کا قلب حضرت کی توجہ سے مجلّٰی تھا
یہ لشکر گاہ کیا تھی اک دبستان معلّٰی تھا
یہی ہے التجا ہم پر کرم فرمایئے حضرت
ہمیں یوں اندھا بہرا چھوڑ کر مت جایئے حضرت
یہ سن کر آپ نے جذبات کی تحسین فرمائی
اور ان کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی
یہ فرمایا کہ ہم یہ ملک تو چھوڑے نہیں جاتے
بلاد خمھر سے بھی رابطہ توڑے نہیں جاتے
یہ لشکر اس زمیں پر صورت خورشید چلتا ہے
ادھر سے ڈوب جاتا ہے ادھر سے جا نکلتا ہے
یہ غازی منزل توحید کی راہوں کے راہی ہیں
یہ درویشان دیں ہیں حضرت حق کے سپاہی ہیں
جہاد راہ حق میں جو ضروری ہو وہ کرتے ہیں
کہیں لڑتے کہیں چلتے کہیں جا کر ٹھہرتے ہیں
ہمیں اگلے علاقوں میں بھی کچھ اقدام کرنا ہے
خدا ہی جانتا ہے ہم کو جو جو کام کرنا ہے
اب آپ اسلام کی دعوت یہاں پہنچاتے رہیئے گا
جہاد حق کا نعرہ بھی یہاں پھیلاتے رہیئے گا

پنجتار میں قیام

نکل کر خمھر سے لشکر ہوا پنجتار کو راہی
وہی دشت و جبل کے منحنی رستوں کی جانکاہی
کہیں ٹیلہ کہیں میداں کہیں ندی کہیں نالے
کہیں سرسبز کھیتوں میں کھڑے فصلوں کے رکھوالے
پہاڑوں میں پڑی تھیں ساکت و صامت گزرگاہیں
یہ گویا غازیوں کی دید کی مشتاق تھیں راہیں

تھے محو دید برگ و غنچہ و گل شاخساروں کے
سر رہ تھے تماشائی شجر بھی دیواروں کے

کہیں تکتے مسافر ان جوانوں کو سر راہے
لپک کر آ کھڑے ہوتے کہیں ریوڑ کے چرواہے

یہ لشکر حمد باری کے ترانے گاتا جاتا تھا
تلاوت بھی کلام پاک کی فرماتا جاتا تھا

کسی بستی میں حسب حال کچھ آرام فرماتا
کسی کے پاس سے چلتا ہوا آگے نکل جاتا

اگر ٹھہرا لیا اس کو کسی بستی کے خانوں نے
تو کر لی شب بسر اللہ کے غازی جوانوں نے

پھر اگلے دن وہی منزل کی جانب کوچ فرمایا
اسی معمول سے یہ کارواں پنجتار میں آیا

نکل کر فتح خاں بھی بیریوں کے باغ تک آیا
نہایت چاؤ سے لشکر کا استقبال فرمایا

مکاں خالی کرائے اور کچھ خیمے بھی لگوائے
خدائے پاک کے یہ پاک بندے ان میں ٹھہرائے

یہی پہلے کی لشکر گاہ تھی جو دیکھی بھالی تھی
جو لشکر کی ضرورت کے لئے عرصے سے خالی تھی

پنجتار میں بیعت شریعت کی دعوت

امیر المومنیں کا آستاں دارالامارت تھا
یہیں دارالاقامہ تھا یہیں دارالسفارت تھا

یہی تھا ان دنوں ایوان شوریٰ کی نشستوں کا
یہی تھا مرکز تدریب غازی حق پرستوں کا

زیارت کے لئے اکثر یہاں احباب بھی آتے
ہدایت خواہ بھی آتے ہدایت یاب بھی آتے

امیران علاقہ کی طرف سے بھی وفود آتے
جو خدمت میں ہدایائے عقیدت پیش فرماتے

ضرورت تھی کہ اب تکمیل ہو اس حسن نیت کی
کہ لی جائے یہاں پنجتار میں بیعت شریعت کی

امیرالمومنیں نے ایک دن اجلاس بلوایا
رفیقان گرامی مرتبت کو پاس بلوایا

یہ فرمایا کہ سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں
فلاں دن کو یہاں پنجتار میں تشریف لے آئیں

معزز عالمان وقت بھی تکلیف فرمائیں
ہمارے ہاں بس اک دن کے لئے مہمان بن جائیں

گئے پیغام لے کر ہر طرف سید کے ہرکارے
مقرر دن کو آخر آ ہی پہنچے میہماں سارے

قریب ودور کے سردار بھی عالم بھی عامی بھی
مشائخ بھی مجاہد بھی رئیسان گرامی بھی

تھے ان میں وہ بھی جو مارے ہوئے تھے عیش کوشی کے — جو رسیا تھے ہجوم مہوشاں میں بادہ نوشی کے
انہیں نام آوری ہی کے لیئے گو چل کے آنا تھا — اور اپنے ہمسروں کو سچا جھوٹا منہ دکھانا تھا
مگر اکثر کے دل میں شوق دینداری مچلتا تھا — ولیکن اپنے سرداروں کے آگے بس نہ چلتا تھا
وہ خواہاں تھے کہ یاں اسلام کی فصل بہار آئے — خزاں دیدہ گلستان شریعت پر نکھار آئے

اجلاس میں بیعت کا انعقاد [۱۳۶۷ھ]

درختوں کا گھنا سا جھنڈ تھا پنجتار سے باہر — جہاں اجلاس فرمانے کو آئے سید طاہر
یہ مجمع بیس صد سے تیس صد کے درمیاں سا تھا — کچھ اہل دل کو اس سے بھی زیادہ کا گماں سا تھا
سنبھالیں شوق سے اپنی نشستیں میہمانوں نے — عوام الناس نے اور عالموں نے اور خانوں نے
جما مجمع تو اٹھ کر سید والا نے فرمایا — عزیزو میں یہاں سردار بننے کو نہیں آیا
کسی مسند کی شیخی ہے نہ غرہ ہے سیادت کا — نہ لپکا ہے رئیسی کا نہ چسکا ہے قیادت کا
مری خواہش ہے نافذ اس جگہ حکم الٰہی ہو — مسلمانوں کی دھرتی پر خدا کی بادشاہی ہو
یہاں تم چاہتے ہو گر شریعت کا اجالا ہو — اور اہل حق کی ہر بستی میں حق کا بول بالا ہو
یہاں ہر شخص ہو اللہ کے قرآن کا بندہ — رہے بن کر رسول اللہ کے فرمان کا بندہ
تو اٹھو اور جسے چاہو امام وقت ٹھہراؤ — اسی کے ہاتھ پر بیعت کا تم اقدام فرماؤ
یہ سن کر عالمان وقت نے ارشاد فرمایا — کہ حضرت آپ کی باتوں کا ہم نے مدعا پایا
مگر فرمایئے ہم میں سے کون ایسا دلاور ہے — جسے سمجھیں کہ دریائے قیادت کا شناور ہے
کسی پہلو بھی ہم میں آپ کا ہمسر نہیں کوئی — یقیناً آپ سے بہتر یہاں رہبر نہیں کوئی
امام العصر کا خلعت فقط حضرت کو لائق ہے — بلا شک آپ کی ذات گرامی سب پہ فائق ہے
بڑھائیں ہاتھ ہم سب آپ کی بیعت کو آئے ہیں — یہ مال و زر ہے کیا ہم جان و تن کی نذر لائے ہیں
یہ سننا تھا کہ اک انبوہ اٹھا خوش خصالوں کا — بڑھا سید کی جانب سیل بیعت کرنے والوں کا

ہر اک نے شوق سے سید کی بیعت کا شرف پایا
شریعت پر عمل کرنے کا سب نے عہد فرمایا
ہر اک سردار نے اپنے قبیلے کو ہدایت کی
کہ اب ہر شخص پر لازم ہے پابندی شریعت کی
کسی شرعی گنہ کا مرتکب جو پایا جائے گا
سزاوار نفاذ حد اسے ٹھہرایا جائے گا
فرامین شریعت سے کوئی اب منہ نہ موڑے گا
سزا فی الفور پائے گا جو کوئی حکم توڑے گا

قاطع بیعت کے خلاف فتویٰ

یہ پہلا مرحلہ تھا جو خوش اسلوبی سے طے پایا
اور اس کے بعد اٹھ کر سید والا نے فرمایا
عزیزان گرامی کچھ ابھی تک کام باقی ہے
ابھی اس فیصلے کا منطقی انجام باقی ہے
ہمارے محترم سردار جو بیعت میں شامل ہیں
یقیں ہے ہم کو وہ بھی جذبہ دینی کے حامل ہیں
یقیناً اپنے حلقوں میں وہ دینداری دکھائیں گے
شریعت کیطرف نادان لوگوں کو بلائیں گے
وہ خود بھی لشکر اسلام کو امداد بھیجیں گے
جہاد راہ حق میں جنگجو افراد بھیجیں گے
اگر بدقسمتی سے ان میں کوئی پھر گیا حق سے
تعلق چپکے چپکے اس نے جوڑا جا کے ناحق سے
وہ بیعت توڑ دے اور جنگ پر تیار ہو جائے
امام وقت سے وہ بر سر پیکار ہو جائے
تو ایسے شخص سے برتاؤ کیا کرنا ہے بتلائیں
معزز عالمان دین فتویٰ اس پہ فرمائیں
یہ سن کر عالم و مفتی بہم سر جوڑ کر بیٹھے
سب اغراض و علائق سے تعلق توڑ کر بیٹھے
ہر اک عالم نے ہر پہلو سے اس پر غور فرمایا
اور از روئے نتائج بھی بہت کچھ زیر بحث آیا
بالآخر اتفاق رائے سے فتویٰ ہوا جاری
یہ فتویٰ کیا تھا گویا مجرموں پر ضرب تھی کاری
یہ لکھا تھا کہ فرمان امام وقت برتر ہے
اور اس فرماں سے سرتابی گنہگاری سراسر ہے
اگر باغی قتال و جنگ پر تیار ہو جائے
اور اس کا روکنا ہر طور سے دشوار ہو جائے
تو لازم ہے مسلمانوں پہ خود تلوار بن جائیں
جہاد حق میں سینے تان کر دیوار بن جائیں
قتال ان سرکشان دین سے ایسے کیا جائے
کہ یہ فتنہ گری اس ملک میں باقی نہ رہ پائے

مسلماں جو کوئی ان معرکوں میں کام آئے گا
شہادت کا مقام اللہ کی رحمت سے پائے گا

ولیکن باغیوں کا جو سپاہی مارا جائے گا
وہ مردود ازل دوزخ کا ایندھن سمجھا جائے گا

اسے مغضوب حق کر دے گی طبع فتنہ باز کی
روا ہرگز نہیں ہوگی جنازے کی نماز اس کی

فتح خان (پنجتار' خادے خان (ہنڈ) اور اشرف خان (زیدہ) کی مشترکہ تجدید بیعت

ہوئی بیعت تو پلٹے لوگ سب اپنے ٹھکانوں کو
نئے جذبوں سے لوٹے اپنے اپنے آستانوں کو

ولیکن ہنڈ اور زیدہ کے خاں پنجتار میں ٹھہرے
کہ دونوں کے مراسم فتح خاں کے ساتھ تھے گہرے

یہ تینوں پندرہ دن بعد پھر سید کے پاس آئے
اور اک اقرار نامہ مشترک تحریر میں لائے

کہ ہم سب سابقہ رسموں سے یکسر ہاتھ اٹھاتے ہیں
شریعت کے تمام احکام پر ایمان لاتے ہیں

نفاذ شرع میں حضرت کو جانیں گے امام اپنا
خدا شاہد' دل و جاں سے بجا لائیں گے کام اپنا

یقیناً ساتھ سب لوگوں کے بیعت کر چکے ہیں ہم
شریعت پر عمل کرنے کی نیت کر چکے ہیں ہم

مگر حضرت کے فرمانوں کی ہم تائید کرتے ہیں
اسی بیعت کی پھر اک بار ہم تجدید کرتے ہیں

ہمارے واسطے حضرت دعائے خاص فرمائیں
کہ ہم بھی رحمت رحمان کے حقدار ہو جائیں

خداوند تعالیٰ ہم کو حق پر استقامت دے
شریعت پر عمل کرنے کی ہم کو استطاعت دے

بسر ہو خدمت دیں میں حیات مستعار اپنی
شریعت پر بنائے زندگی ہو استوار اپنی

بیعت شریعت کی برکات

علاقے بھر میں اس بیعت کا چرچا دور تک پھیلا
محلات شہی سے کلبہ مزدور تک پھیلا

نکل کر بستیوں قریوں سے پہنچا کوہساروں تک
گلی کوچوں سے جا نکلا رئیسوں کے حصاروں تک

جوان و پیر میں پھر جذبہ ایمان جاگ اٹھا
زن و فرزند کے سینوں میں پھر قرآن جاگ اٹھا

اذاں کے زمزموں میں اک نیا سوز و سرور آیا
مساجد کے چراغوں میں فلک افروز نور آیا

نمازیں پڑھنے والوں کی ہوئی اتنی فراوانی
کہ خود شکوہ کناں تھی مسجدوں کی تنگ دامانی

خطیبوں کی نوا سے منبر و محراب روشن تھے — بہر لمحہ مساجد کے ستون و باب روشن تھے
کوئی مصروف اک گوشے میں تھا تسبیح خوانی میں — بہاتا تھا گناہوں کو کوئی اشکوں کے پانی میں
اتارا جا رہا تھا ہر طرف قرآن سینوں میں — نظر آتی تھی تقوے کی جھلک سب کی جبینوں میں
کسی بستی میں ڈاکہ تھا نہ غارت تھی نہ تھی چوری — نہ کوئی بدقماشی بے حیائی تھی نہ منہ زوری
جدال و قتل کی خاطر کہیں بلوے نہ ہوتے تھے — غریب و اغنیا امن و سکوں کی نیند سوتے تھے
مقرر تھے ہر اک حلقے میں قاضی بھی محاسب بھی — مساجد میں تھے تعلیم و تعلم کے مکاتب بھی
جرائم پر حدود شرع سے تادیب ہوتی تھی — سزا دینے میں بھی حسنات کی ترغیب ہوتی تھی
مبلغ دین کے سب بستیوں میں جاتے رہتے تھے — عوام الناس کے مجمع میں جا کر وعظ کہتے تھے
جدھر دیکھو شرافت ہی شرافت کے مظاہر تھے — کسی بستی میں اب باقی نہ غاصب تھے نہ قاہر تھے
یہ ساری برکتیں لایا تھا قانون خداوندی — عطا کی جس نے لوگوں کو حیات آبرومندی

چل اے خامے

چل اے خامے مرے آگے کڑے کوسوں کی منزل ہے — کہیں دریا کی موجیں ہیں کہیں کہسار حائل ہے
پرے باندھے کھڑے ہیں اس طرف کفار کے لشکر — اٹک سے لے کے ہیں لاہور تک اشرار کے لشکر
ادھر ایسے منافق ہیں بدعوائے مسلمانی — کہ ہے ان کے سروں میں موجزن سودائے سلطانی
یہ سب رنجیت سنگھ کے حاشیہ بردار بندے ہیں — یہ دربار مہاراجہ کے زلہ خوار بندے ہیں
یہ نابجار ہیں ملی شکوہ و جاہ کے دشمن — یہ ناداں ہیں جہاد فی سبیل اللہ کے دشمن
انہیں سید سے اور ان کی جماعت سے عداوت ہے — دلوں میں بغض کی آتش ہے سینوں میں شقاوت ہے
یہ اکثر لشکر اسلام سے ٹکراتے رہتے ہیں — بغاوت پر عوام الناس کو اکساتے رہتے ہیں
مگر اللہ والے اس سے گھبرایا نہیں کرتے — اولوالعزمان حق کے پاؤں تھرایا نہیں کرتے
چل اے خامے کہ ان سب اڑچنوں کو پار کرنا ہے — جو ہیں رستے کی دیواریں انہیں مسمار کرنا ہے

اٹھا آنکھ اور دیکھ اللہ کا وہ بے نوا بندہ / وہ جس کے سامنے حالات ہیں یکسر پراگندہ
وہ جس نے ہر مصیبت کو بھی راحت جان رکھا ہے / جہاد راہ حق میں جس نے سینہ تان رکھا ہے
فداکاروں کو لے کر ان بیابانوں میں بیٹھا ہے / گزر کر ریگزاروں سے کہستانوں میں بیٹھا ہے
یہ ننھی سی جماعت دیں کو غالب کرنے نکلی ہے / دلوں میں جوش و جذبات حمیت بھرنے نکلی ہے
علم تھامے ہوئے ہے دین حق کی سربلندی کا / جنوں ہے ملت اسلام کی شیرازہ بندی کا
مرے خامے چلا چل تو بھی ان غزووں کا غازی ہے / جبیں سائی تری راہ خدا میں سرفرازی ہے
مری نظروں میں یہ سرا گلنی ہے دلربا تیری / مری ہمت بندھاتی ہے صریر جاں فزا تیری

واقعہ مانیری

شریعت کا نفاذ ایسا نظام زندگی لایا / کہ ہر چھوٹے بڑے کے دکھ مٹے اور سکھ کا سانس آیا
ہر اک حلقے میں قاضی عدل کی میزان رکھتے تھے / عوام ان کی دیانت پر بڑا ایمان رکھتے تھے
وہ ہر عنوان کے جھگڑے عدالت میں لئے آتے / جنہیں قاضی زروئے شرع جلد از جلد نمٹاتے
یہ انصاف و ہوا خواہی کی خوشبو دور تک پہنچی / ہر اک مظلوم تک، معذور تک، مجبور تک پہنچی
کیا جس نے جہاں بھی استغاثہ داد خواہی کا / ہوا ممنون وہ فی الفور قانون الٰہی کا
ادھر کچھ اہل مانیری بڑے مظلوم پھرتے تھے / زمینوں اور سب گھر بار سے محروم پھرتے تھے
انہیں اس حال میں رہتے صدی ہونے کو آئی تھی / انہوں نے مختلف قریوں میں عمر اپنی بتائی تھی
قبائل میں وہاں اک ظالمانہ رسم جاری تھی / جو کمزوروں ضعیفوں کے لئے اک ضرب کاری تھی
کسی باہم لڑائی میں جو کوئی ہار جاتا تھا / تو فاتح اس کی سب املاک پر قبضہ جماتا تھا
وہ اپنے مال مغصوبہ کو ہرگز پا نہ سکتا تھا / کوئی جرگہ بھی حق اس کا اسے دلوا نہ سکتا تھا
یہ سب املاک فاتح ہی کی ملکیت میں آ جاتی / قبائل میں کھلے بندوں وہ فاتح کی ہی کہلاتی
ادھر مفتوح بچے لے کے بستی سے نکل جاتا / بچارا دربدر پھرتا کہیں جا کر اماں پاتا

بہت سے خاندان اب تک تھے مظلومین مانیری — کئی اک بستیوں میں تھے یہ محرومین مانیری
یہ محرومین بھی آخر وہ غیرت مند افغاں تھے — کہ حق کی بازیابی کے لئے دن رات کوشاں تھے
جہاں رہتے تھے اپنے دوست اکٹھے کرتے رہتے تھے — اور ان کو لے کے مانیری پہ حملے کرتے رہتے تھے
یہ کشت و خون کا اک سلسلہ مدت سے چلتا تھا — نہ دشمن رام ہوتا تھا نہ کوئی حل نکلتا تھا
مگر ہاں سیکڑوں لوگوں کی جانیں جاتی رہتی تھیں — جو اکثر آتش پیکار کو بھڑکاتی رہتی تھیں
اسی سے اختلافات اہل سمہ میں بھی جاری تھے — کوئی ان کے حواری تھے کوئی ان کے حواری تھے
یہ قصہ ہوتے ہوتے سید والا تک آ پہنچا — جسے سن کر انہیں رنج و الم بے انتہا پہنچا
سنی تفصیل تو یہ سید والا نے فرمایا — کہ ایسے ظلم کا فرمان قرآں میں نہیں آیا
کسی کی ملک پر قبضہ کسی کا ہو نہیں سکتا — حقوق اپنے زروئے شرع کوئی کھو نہیں سکتا
یہ ہیں مظلوم انہیں ہم ان کا اپنا حق دلائیں گے — مزاحم ہو اگر کوئی تو ہم خود ساتھ جائیں گے
یہ فرماں لے کے محرومین مانیری گئے چل کر — کہ خود قبضہ کریں جا کر وہاں اپنی زمینوں پر
یہ فرماں جا کے مانیری میں جب خانوں کو دکھلایا — تو بندوقوں ہی کی چہرہ نمائی میں جواب آیا
بچارے پھر پلٹ کر سید والا کے پاس آئے — اور اپنے ساتھ سب بیتے ہوئے حالات بتلائے
یہ سن کر سید والا نے جانبازوں کو بلوایا — اور ان مظلوم لوگوں کی مدد کرنے کو فرمایا

اہل مانیری کے انکار کی توجیہہ

جواب ان غاصبوں کا صورت انکار یوں آیا — کہ ہم نے ان زمینوں پر یونہی قبضہ نہیں پایا
ہمارے ہاں قبائل میں یہی دستور چلتا ہے — ہمارا زور بازو ہی یہ تقدیریں بدلتا ہے
جو ہاتھ آ جائے قوت سے وہ ملکیت ہماری ہے — وہی محروم ہے جو قوت بازو سے عاری ہے
ہمارے ہاں کے اس دستور کو ملحوظ فرمائیں — کہ قبضہ پختہ تر ہوتا ہے جب کچھ قتل ہو جائیں
یہ نوے سال کا قبضہ مثال روز روشن ہے — یہاں اک دو نہیں چالیس صد لاشوں کا مدفن ہے

یہ قبضہ اب کسی بھی طور چھوڑا جا نہیں سکتا
یہ دستور قدیمی ہے جو توڑا جا نہیں سکتا

غاصبین مانیری کے خلاف فتویٰ

یہ مضموں سید والا نے اک کاغذ پہ لکھوایا
اور استفتاء کی صورت عالمان دیں کو بھجوایا
جب اہل علم نے اس مسئلے پر غور فرمایا
تو ہر غاصب انہیں باغی شریعت کا نظر آیا
دیا فتویٰ کہ سرتاپا ہے غالب سرکشی ان پر
روا ہے لشکر اسلام کی لشکر کشی ان پر
کھلا انکار حق ہے اس گروہ کور باطن کا
قتال ان سے ہے جائز اور خوں بھی ہے مباح ان کا
امام وقت پر لازم ہے اپنی فوج بھجوائیں
اور ایسے جابروں کا فورا استیصال فرمائیں

مانیری پر مجاہدین کی لشکر کشی

چلائی الغو مانیری کو اہل اللہ کا لشکر
جو کشت و خوں کا ٹولہ تھا نہ حب جاہ کا لشکر
یہ لشکر عدل گستر تھا یہ مظلوموں کا یاور تھا
حق و انصاف کی بازی لگانے میں دلاور تھا
مجاہد ہی نہ تھے سب اس میں کچھ ملکی بھی شامل تھے
وہی جو تازہ تازہ بیعت سید کے حامل تھے
خود اپنے طور پر تھا فتح خاں پنجتار بھی اس میں
اور اشرف خان وہ زیدہ کا تھا سردار بھی اس میں
ابھی رستے میں تھا لشکر جو مانیری نہ تھا پہنچا
وہاں ان کو کسی ہمدرد کا پیغام جا پہنچا
کہ محرومین کے ہمراہ سید کے جواں بھی ہیں
اور ان کے ساتھ ہی پنجتار اور زیدہ کے خاں بھی ہیں
وہ غاصب لیس تھے گو اپنی تیغوں اور تفنگوں سے
یہ دعویٰ تھا کہ وہ ڈرتے نہیں ہیں ایسی جنگوں سے
مگر جب لشکر اسلام کی پہنچی خبر ان کو
تو سٹی گم ہوئی بھولے سبھی تیغ و تبر ان کو
انہیں لاحق ہوا خطرہ کہیں ایسا نہ ہو جائے
ہماری جان بھی جائے ادھر قبضہ بھی کھو جائے
ہمارا ہی نہ دستور قدیمی ہم پہ پڑ جائے
عدو آباد ہو جائے ہمارا گھر اجڑ جائے
یہ بہتر ہے کہ ہم جنگ و جدل سے باز آ جائیں
شریعت کو حقیقت مان لیں اور صلح فرمائیں
ادھر جب لشکر اسلام آبادی کے پاس آیا
تو بستی میں نہ کوئی لڑنے والوں کا نشاں پایا

پیام آیا کہ لشکر شوق سے اندر چلا آئے — ہمارے واسطے جو حکم لایا ہے وہ فرمائے
شریعت کے مقابل ہم تو بازی ہار بیٹھے ہیں — مکمل قبضہ دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں
شریعت نے یہ سارا خرخشہ یکسر مٹا ڈالا — صدی بھر کا یہ جھگڑا ایک ہی دن میں چکا ڈالا
دھرے ہی رہ گئے دعوے سب ان کے زور بازو کے — شریعت نے برابر کر دیئے پلڑے ترازو کے

خادے خان کی سرکشی اور سید صاحب سے بغاوت

چکا جھگڑا جو مانیری کا تائید الٰہی سے — علاقہ ہو گیا محفوظ نادیدہ تباہی سے
زمینیں اور مکاں واپس ملے حقدار لوگوں کو — مگر صدمہ بھی پہنچا اس سے کچھ عیار لوگوں کو
یہ اکثر خان زادے غاصبوں کے جو حواری تھے — یہ مال و زر کے بندے غیرت ملی سے عاری تھے
انہی لوگوں کا خادے خان بھی غمخوار بن بیٹھا — وہ جو سید کے دشمن تھے یہ ان کا یار بن بیٹھا
یہ ناہنجار ایمان و عقیدہ کا نہ قائل تھا — یہ بداطوار پابند رسومات قبائل تھا
ہوئے تھے کچھ ہی دن بیعت کا جب اعزاز پایا تھا — شریعت پر عمل کرنے کا وعدہ کرکے آیا تھا
کیا تھا عہد بداعمالیاں سب چھوڑ دینے کا — قبائل کی رسوم جاہلیت توڑ دینے کا
ولیکن اس کی عصبیت کے بت اب تک نہ ٹوٹے تھے — علو مرتبت کے ناروا حیلے نہ چھوٹے تھے
یہ دشمن بن گیا سید کا اور ان کی جماعت کا — اتارا اپنی گردن سے قلادہ ان کی طاعت کا
نہ صرف اس طور ناداں سید والا سے ہی ٹوٹا — یہ خود اپنے قرابت دار اشرف خاں سے بھی ٹوٹا
بلاشک اس کی اشرف خاں سے دہری رشتہ داری تھی — ولیکن چھوٹی موٹی چپقلش اس سے بھی جاری تھی
مگر جو واقعہ اس وقت مانیری میں پیش آیا — بس اس نے چپقلش کی آگ کو کچھ اور بھڑکایا
یہ بڑھ کر دشمنی ہی بن گئی دونوں عزیزوں میں — خوشی کی لہر دوڑی اس کے باعث بدتمیزوں میں
انہیں سید کا طاقتور عدو خادے جو ہاتھ آیا — قبائل کی حمیت کی علامت اس کو ٹھہرایا

مرکز پنجتار

پلٹ کر خمھر سے جب لشکر اسلام آیا تھا
تو سید نے یہاں پنجتار میں مرکز بنایا تھا

یہی اب چھاؤنی تھی دین کے جانباز شیروں کی
یہی تھی تربیت گہ سرفروشوں کی دلیروں کی

یہ کہساروں کی اک وادی میں اک محفوظ بستی تھی
یہاں اللہ کا لشکر تھا اور رحمت برستی تھی

زمیں شاداب، فصلیں بارور، خوش باش باشندے
کسان اور اہل حرفہ سب تھے سادہ پوش کارندے

یہ بستی جس کے تین اطراف سے نالے گزرتے تھے
مثلث سا جزیرہ جس کو یہ محصور کرتے تھے

اس آبادی کے گردا گرد پتھر کی فصیلیں تھیں
ہر اک کونے پہ اک اک برج اس چوکھٹ کی کیلیں تھیں

تھے ان برجوں میں حجرے بھی جو اکثر کام آتے تھے
فصیلوں میں بھی تھے حجرے جو چاروں سمت جاتے تھے

شمالی مشرقی جو برج تھا سید کا مسکن تھا
جماعت خاص کا بھی اس کے پہلو میں ہی مامن تھا

جنوبی برج جو دیوار کے نچلے سرے پر تھا
قیام اس میں تھا اسماعیل اور ان کی جماعت کا

ادھر مغرب کے برجوں میں بھی غازی تکیہ فرما تھے
فصیلوں کے بھی حجروں میں یہی سب جلوہ آرا تھے

یہ گویا قلعہ تھا یاں کے مکینوں اور مکانوں کا
جو اب مسکن بنا تھا دین حق کے پاسبانوں کا

یہیں چھوٹے سے اک ٹیلے پہ رکھوائی گئیں توپیں
ضرورت کے لئے محفوظ فرمائی گئیں توپیں

قریب اس کے مکاں تھا جس کے اندر توپچی رہتے
اسی میں ہر طرح کے گولے اور بارود بھی رہتے

یہی ان کی رہائش گاہ تھی بارود خانہ بھی
یہی ان بے نواؤں کی تھی پونجی بھی خزانہ بھی

یہی زاد رہ حق تھا یہی خیل و حشم بھی تھا
یہ حرف ماستطعتم کا مآل بیش و کم بھی تھا

رہی کچھ دیر تک یہ چھاؤنی اللہ والوں کی
مگر کچھ بات بنتی تھی نہ اس صورت جیالوں کی

یہاں سے جنگ کی مشقیں بڑی دشوار تھیں ان کو
کھلے میدان کی پہنائیاں درکار تھیں ان کو

یہ مشکل سید والا نے خود محسوس فرمائی
نئی بستی بسا لینے کی اک تجویز در آئی

نئی بستی بسانے کو چلے خود سید والا
اٹھا کر برج سے ڈیرا کھلے میدان میں ڈالا

یہیں چھپر بنے، بستر بچھے، دفتر ہوئے جاری
لگی ہونے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری

ہوا آغاز پھر سے لشکری مشق و قواعد کا
کہ توڑا جا سکے ہر جال دشمن کے مکائد کا

وہی تیر افگنی تیغ آزمائی چاند ماری بھی
وہ پیراکی وہ کشتی نیزہ بازی گھڑ سواری بھی

وہی آپس کی مشقیں جنگ میں یلغار کرنے کی
ظفر انگیز تدبیریں وہ گیر و دار کرنے کی

چٹانوں میں وہ ننگے پاؤں اکثر کوہ پیمائی
نہ بھوک اور پیاس کا شکوہ نہ فکر آبلہ پائی

ہر اک غازی یہ سب کچھ فی سبیل اللہ کرتا تھا
اور اس کا لمحہ لمحہ طاعت حق میں گزرتا تھا

وہ خورد و نوش کا بھی اہتمام از خود ہی کرتے تھے
پکھالیں لے کے خود چشموں پہ جا کر پانی بھرتے تھے

قریبی جنگلوں سے لکڑیاں خود کاٹ لاتے تھے
اور ان کو چیر کر پکوان کا ایندھن بناتے تھے

وہ خود بن چکیوں سے آٹا پسوا کر اٹھا لاتے
عبادت جان کر ہر قسم کی خدمت بجا لاتے

نہ تھا عجب و ریا کا وسوسہ تک ان کے سینوں میں
نیاز و عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں

خادے خان کی باغیانہ سرگرمیاں

رئیس ہنڈ خادے خان تھا پتلا شقاوت کا
کھلے بندوں کیا آغاز اب اس نے بغاوت کا

بلاد ہند سے غازی جو سرحد کی طرف آتے
وہ آ کر مختلف گھاٹوں سے دریا پار فرماتے

جنوبی راجپوتانہ سے جو غازی گزرتے تھے
شمالی سندھ میں جا کر وہ دریا پار کرتے تھے

مگر پنجاب کے رستے جو غازی آیا کرتے تھے
عبور سندھ آ کر ہنڈ سے فرمایا کرتے تھے

ہوا تھا جب سے خادے خان باغی لشکر حق سے
چھنی تھی اس سے توفیق ہدایت بھی در حق سے

ادھر سے جو بھی غازی آ کے دریا سے گزرتا تھا
یہ نانجار بڑھ کر اس کی خود تذلیل کرتا تھا

پھر اس کے آدمی سامان اس کا چھین لیتے تھے
اسے لشکر تلک جانے سے اکثر روک دیتے تھے

بہت سے آدمی لٹ پٹ کے جب سید کے پاس آئے
انہوں نے سارے اہل ہنڈ کے کرتوت گنوائے

مگر حضرت نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی
اور اپنے دل کے اندوہ و الم پر کی شکیبائی

پھر اک دن اور اک غازی شکایت لے کے آ پہنچا
کہ حضرت ظلم اب تو ظالموں کا حد کو جا پہنچا

مجھے پیٹا گیا اور قید میں رکھا گیا مجھ کو
سزاوار عذاب پے بہ پے سمجھا گیا مجھ کو

مجھے غوطے دئے دریا کے بھی یخ بستہ پانی میں
سزا ایسی کبھی پائی نہیں تھی زندگانی میں

مرا سامان بھی خادے نے سب میں بانٹ ڈالا ہے
ذلیل و خوار کرکے ہنڈ سے مجھ کو نکالا ہے

کیا اس مرتبہ بھی ضبط حضرت نے قلق اپنا
سپرد اللہ کے فرما دیا بدلے کا حق اپنا

اہل مانیری کی شکایت

رئیس ہنڈ کوشاں تھا کہ ایسا سلسلہ رکھے
جو سید کو پریشانی کے اندر مبتلا رکھے

اسی خاطر مسافر غازیوں کو تنگ کرتا تھا
شقی القلب تھا ایسا خدا سے بھی نہ ڈرتا تھا

علاقے بھر میں واویلا مچا تھا اس کی غارت کا
بڑا چرچا تھا اس کی بدنہادی کا شرارت کا

انہی ایام میں اک روز مانیری سے لوگ آئے
بچارے یہ بھی اس کی مار دھاڑوں کی خبر لائے

کہا، خادے کے اکثر لوگ یاں چپکے سے آتے ہیں
ہماری کچی فصلوں کو یہ ظالم کاٹ جاتے ہیں

پرانے غاصب ان لوگوں کی کرتے ہیں مدد کھل کر
ہمارے ڈھور ڈنگر ہانک لے جاتے ہیں مل جل کر

کرم فرمایئے اور کچھ تدارک کیجئے حضرت
غریبوں بے نواؤں کی دعائیں لیجئے حضرت

کہا حضرت نے اللہ آپ کو مامون فرمائے
مویشی مال کو فصلوں کو بھی مصئون فرمائے

یہی بہتر ہے اس پر آپ صبر و ضبط فرمائیں
کہ شاید نصرت حق کے کوئی اسباب بن جائیں

ہنڈ اور زیدہ میں صلح کی کوشش

انہی ایام میں زیدہ سے لطف اللہ خاں آیا
یہ پہلی بار اشرف خان کا بھائی یہاں آیا

کہا حضرت ہمارے حال پر بھی غور فرمائیں
ہمارے اور خادے خاں میں باہم صلح کروائیں

ہماری اس سے گو خاصی قریبی رشتہ داری ہے
مگر وہ شخص ہر اک چور ڈاکو کا حواری ہے

اسے حرص و ہوس نے اتنا دیوانہ بنایا ہے
کہ اس ناداں نے اپنوں کو بھی بیگانہ بنایا ہے

بنا رکھا ہے اکثر زیردستوں کو غلام اس نے — کیا ہے جبر پر قائم یہ سرداری نظام اس نے
دبا رکھی ہے ناحق کچھ ہماری بھی زمیں اس نے — قرابت کو کبھی ملحوظ رکھا ہی نہیں اس نے
چلیں خود اور اس بے درد کی اصلاح فرمائیں — جہاں تک ہو سکے اس کو خدا کا خوف دلوائیں
یہ سن کر سید والا نے مولانا کو بلوایا — اور ان کو خان اشرف خاں کے ہاں جانے کو فرمایا
کہ اس مرد خدا سے مل کے خود تحقیق فرمائیں — رئیس ہنڈ کو بھی صلح کا پیغام پہنچائیں
مٹا دیں ان کے سینوں میں سے جو وجہ کدورت ہے — مٹا دیں حتی الامکاں جو بھی کچھ رنجش کی صورت ہے

شاہ اسماعیل کا مصالحتی وفد اور خان اشرف خان کی ناگہانی موت

چلا اللہ والا لے کے اپنے جاں نثاروں کو — کہ زیدہ جا کے آپس میں ملا دے رشتہ داروں کو
یہ دوسو غازیوں کا قافلہ پنجتار سے نکلا — یہ امن و صلح کا داعی بڑی رفتار سے نکلا
انہیں رستے میں آوازیں سی تھوڑی دور سے آئیں — صدائیں گولیاں چلنے کی شہ منصور[۳۷] سے آئیں
امیر جیش نے فی الفور اپنا راستہ چھوڑا — اور اپنے جیش کا رخ ان صداؤں کی طرف موڑا
ذرا سی دیر کے اندر فضا میں خامشی چھائی — کسی بھی سمت سے ان کو نہ گولی کی صدا آئی
گئے آگے تو دیکھا خان اشرف خان آتا ہے — مسرت میں سراپا ناز سے گھوڑا کداتا ہے
جلو میں اس کے جانبازوں کا اتراتا ہوا لشکر — فضا میں اپنی بندوقوں کو لہراتا ہوا لشکر
جب اسماعیل نے پوچھا کہ بھائی ماجرا کیا ہے — یہ کیسی چاند ماری ہے یہ سب ناز و ادا کیا ہے
ہمیں حضرت نے بھیجا ہے کہ ہم فوراً ادھر آئیں — تنازع ہے جو خادے خاں سے اس پر صلح کروائیں
مگر میں دیکھتا ہوں اک نیا گل کھل گیا شاید — کوئی اس آگ کو بھڑکانے والا مل گیا شاید
یہ سن کر خان اشرف خان نے بندوق کو تولا — پھر آگے بڑھ کے تسلیمات کی اور ہنس کے یوں بولا
کہ حضرت ہم میں اور خادے میں خاصا بعد حائل ہے — کہاں کی صلح، وہ تو قتل اور غارت پہ مائل ہے
ابھی سورج چڑھا تھا اس نے جب ہم پر چڑھائی کی — ہمیں ہرگز توقع تھی نہ ایسی کج ادائی کی

اچانک گولیاں جب اس کے کارندوں نے برسائیں
ہماری فصل باڑی سے در و دیوار تک آئیں

ہوئے ہوشیار ہم بھی اور فورا مورچے پکڑے
جوابی گولیوں نے ظالموں کے دست و پا پکڑے

ہمارے شیر مردوں نے کچھ ایسا مینہ برسایا
کہ حملہ آوروں کی ساری تدبیروں کو پلٹایا

جو طوفاں بن کے آئے تھے کمینے جھاگ نکلے ہیں
ابھی کچھ دیر پہلے دم دبا کر بھاگ نکلے ہیں

خدا کا شکر ہے دشمن پہ ہم نے فتح پائی ہے
شریعت کے کمینے باغیوں نے منہ کی کھائی ہے

یہ کہہ کر ایڑ دی گھوڑے کو اور قدموں پہ کدوایا
وہ بے بس ناچا ٹاپا' ہنہنایا' پیچ و بل کھایا

ڈپٹ کر باگ کھینچی ہو گیا یوں سیخ پا گھوڑا
کھنچی پیچھے کو گردن' پیٹھ کے بل گر گیا گھوڑا

کمر کے بل گرا گھوڑے کے نیچے شہسوار اس کا
اسی کے بوجھ نے کچلا سوار نامدرا اس کا

گڑا سینے کے اندر خان کے یوں زین کا ہرنا
کہ بہہ نکلا بدن میں سے ابلتے خون کا جھرنا

یہ مہلک سانحہ لمحوں میں ایسا بے تحاشہ تھا
رمق باقی نہ تھی کچھ زیست کی بس ایک لاشہ تھا

جدا کر دی گئی گھوڑے سے جب سردار کی میت
الم انگیز تھی اس صاحب کردار کی میت

وفور کرب سے احباب پر سکتہ ہوا طاری
نہ ایسی آنکھ تھی جس سے نہ سیل اشک ہو جاری

یہ تھا وہ سانحہ جو سب پہ بجلی بن کے ٹوٹا تھا
ہر اک کے ہاتھ سے دامان صبر و ضبط چھوٹا تھا

تڑپتے اور کھاتے تھے پچھاڑیں جاں نثار اس کے
بلکتے اور دھاڑیں مارتے تھے غم گسار اس کے

نہایت ساکت و صامت تھے اسماعیل بھی اس پر
نہیں پاتے تھے خود میں تاب قال و قیل بھی اس پر

رہا کچھ دیر تک آہ و بکا کا سلسلہ جاری
کہیں رکنے میں آتی تھی نہ ان کی گریہ و زاری

بالآخر آپ نے کچھ صبر کی تلقین فرمائی
اور آں مرحوم کے کردار کی تحسین فرمائی

کہا' میت کو جلد از جلد اب زیدہ میں پہنچائیں
خدائے پاک کی تقدیر کو تسلیم فرمائیں

ہمارا بھی کلیجہ شق ہوا ہے ان کے مرنے پر
مگر مجبور ہیں ہم حکم حق تسلیم کرنے پر

ہمارا پاک طینت دوست رخصت ہو گیا ہم سے
رفیق شیر دل لمحوں کے اندر کھو گیا ہم سے

شریعت کا یہ خادم، لشکر اسلام کا یاور
روانہ ہو گیا ہے عاقبت کی شاہراہوں پر
خدائے پاک اس کی منزلیں آسان فرمائے
یہ مرد حق ابد تک راحتیں اور رحمتیں پائے
چلو، شاید کہ راضی ہو چکا پروردگار اس کا
کہ شاید ہو رہا ہو خلد میں بھی انتظار اس کا

اشرف خان کی تکفین و تدفین

ڈھلا سورج تو گھر میں شہسوار نامدرا آیا
جو گھوڑے پر گیا تھا چارپائی پر سوار آیا
وہی نالے، وہی شیون، وہی چیخیں تھی آہیں تھیں
زن و فرزند کا گریہ عزیزوں کی کراہیں تھیں
یہ حکم حق تھا اسپر صبر آخرکار کرنا تھا
اور اب اگلے سفر پر خان کو تیار کرنا تھا
دیا غسل و کفن احباب نے سردار نامی کو
جنازے کے لئے رکھا گیا مرد گرامی کو
پڑھائی شاہ اسماعیل نے بڑھ کر نماز اس کی
دعاؤں سے ہوئی کچھ اور میت سرفراز اس کی
پھر اس کی قوم میت کو اٹھا کر قبر تک لائی
عزیزوں نے بڑی تعظیم سے تدفین فرمائی

مسجد میں تعزیتی اجتماع اور دعائے مغفرت

سپرد خاک کرکے خان کو مسجد میں سب آئے
اکٹھے ہو گئے سب اہل بستی اور ہمسائے
عزیز و اقربا بھی اور بیٹے بھی تھے بھائی بھی
نمک خوار اور ارباب وفا بھی تھے خدائی بھی
کئی سردار بھی یاں تعزیت کرنے کو آئے تھے
معزز خان بھی افسوس کو تشریف لائے تھے
رئیس ہنڈ خادے خان بھی موجود تھا ان میں
یہی تھا اپنے کرتوتوں سے جو مردود تھا ان میں
جما مجمع تو اسماعیل نے اٹھ کر یہ فرمایا
عزیزو! خان بھائی کو تو ہے اللہ نے بلوایا
اسی دن تک معین تھی حیات مستعار ان کی
نہ ہو سکتی تھی بیش و کم گھڑی بھر زینہار ان کی
خدائے پاک کا یہ حکم ٹالا جا نہیں سکتا
کوئی اس مرنے والے کو بھی واپس لا نہیں سکتا
اب ان کی نیکیاں ہی ہیں جو ان کے ساتھ جائیں گی
ہماری بھی دعائیں ہیں جو ان کے کام آئیں گی
ہمارا دوست اک مرد خلیق و پاک سیرت تھا
جوانمرد شجاع و صاحب فہم و بصیرت تھا

ہمارا خان بھائی اک شریف النفس انساں تھا
دھنی تھا بات کاایسا کہ قول و فعل یکساں تھا
خدا سے اس نے جو بھی عہد باندھا تھا نبھایا ہے
شریعت کے مطابق ہر عمل کرکے دکھایا ہے
کسی لمحے امام وقت کی بیعت نہیں توڑی
رفاقت ہم سے جو کی تھی وہ جیتے جی نہیں چھوڑی
خدائے پاک اس کی نیکیاں منظور فرمائے
اندھیری قبر اس کی نور سے معمور فرمائے
پھر اس کی مغفرت کی اور بھی لمبی دعائیں کیں
رفیق کار کے حق میں خدا سے التجائیں کیں
دعائیں کرکے مجمع چھٹ گیا سب سوگواروں کا
قیام اس رات زیدہ میں رہا غازی سواروں کا
سحر کو خاں کے فرزندوں سے مولانا ملے جا کر
ہوئے پنجتار کو واپس یہاں افسوس فرما کر
تمام احوال آ کر سید والا کو بتلایا
انہوں نے بھی نہایت کرب سے افسوس فرمایا

خان اشرف کی جانشینی کافیصلہ

رہی سردار کے گھر تین دن تک تعزیہ داری
قریب و دور سے آتے رہے ارباب غم خواری
بالآخر رک گیا یہ سلسلہ غم آفرینی کا
انہیں اب فیصلہ کرنا تھا خاں کی جانشینی کا
جوار و قرب سے اکثر قبائل کے امیر آئے
نواحی بستیوں سے سربرآوردہ مشیر آئے
وراثت خان کی اولاد میں تقسیم ہونی تھی
نہ اس میں کوئی جھگڑا تھا نہ کچھ ترمیم ہونی تھی
مقرب خان اور اک فتح خاں فرزند تھے دونوں
نہایت نیک طینت اور سعادت مند تھے دونوں
پدر ہی کی طرح دیندار و نیک اطوار تھے دونوں
امیرالمومنیں کے حاشیہ بردار تھے دونوں
قبیلے کا اب ان میں ایک کو سردار بننا تھا
پدر کا جانشین و صاحب دستار بننا تھا
جمی محفل تو ہر سردار منصف بن کے بیٹھا تھا
رئیس ہنڈ خادے خاں بھی ان میں تن کے بیٹھا تھا
ہوا جب رائے کا اظہار اطراف و جوانب سے
توکثرت فتح خاں کے حق میں تھی ہر ایک جانب سے
اسی کے سر پہ اب باندھی گئی دستار سرداری
اسے ہر نوع کی سونپی گئی زیدہ کی مختاری
اسی کو صاحب فہم و تدبر سب نے جانا تھا
اسی خاطر قبیلے کا اسے سردار مانا تھا

خادے خان کی برہمی اور سکھوں سے سازباز

رئیس ہنڈ خادے خاں بھی گو محفل میں شامل تھا
مگر یہ فیصلہ اس کے لئے خفگی کا حامل تھا

وہ دعوے دار تھا داماد کے حق دار ہونے کا
وہ حامی تھا مقرب خان کے سردار ہونے کا

مگر جب فیصلہ اس کی رضا کے برخلاف آیا
تو افغانی انا نے اس کو گمراہی پہ اکسایا

وہ پہلے بھی کوئی ملی مقاصد کا نہ حامی تھا
جہاد فی سبیل اللہ کے بدخواہوں میں نامی تھا

شریعت پر وہ بیعت کرکے اس کو توڑ بیٹھا تھا
وہ توحید و رسالت کا علاقہ چھوڑ بیٹھا تھا

اسے احساس ہو پایا نہ کوئی اپنی خامی کا
گلے میں طوق پہنا جا کے سکھوں کی غلامی کا

نہ سوجھی راہ صائب غیظ و بدخواہی کی حالت میں
سنبھلنے کی بجائے گر گیا چاہ ضلالت میں

انہی ایام میں جرنیل ونٹورا ادھر آیا
اور اس نے خالصہ افواج کو حضرو میں ٹھہرایا

رئیس ہنڈ اس کافر کی خدمت میں گیا فورا
او اپنی قوم کے ناموس کا سودا کیا فورا

کیا پیش ایک گھوڑا ایک کتا ایک باز اس کو
بتایا ملت افغان کا ایک ایک راز اس کو

کہا اس سے' یہ موقع ہے ذرا تکلیف فرمائیں
کرم ہوگا اگر آگے ہمارے ملک میں آئیں

مجھے املاک مانیری کا گر قبضہ دلا دیں گے
تو ہم انبار زر کا آپ کے آگے لگا دیں گے

مقرب خاں کی جانب سے بھی گھوڑا لیجئے مجھ سے
اسے سردار بنوانے کا سودا کیجئے مجھ سے

ادھر اک فتح خاں پنجتار کو فرمان بھی لکھئے
کہ وہ دے آپ کو گھوڑے بھی اور تاوان بھی لکھئے

اگر صاحب بہادر چل کے خود سمہ میں آئیں گے
تو سب سردار استقبال میں تاوان لائیں گے

جنرل ونٹورا کی سرحد میں آمد

فرانسیسی بڑا محتاط و دوراندیش جنرل تھا
ضمانت کے بغیر اس پر یقیں کرتا تو کیوں کرتا

لیا خادے کے بھائی کو بطور یرغمال اس نے
کسی امکانی بدعہدی کا یوں رکھا خیال اس نے

یہ شرطیں باندھ کر خادے پلٹ کر ہنڈ میں آیا
اور اپنے دل کے اندر اک امیدوں کا جہاں لایا

دیا لشکر کو ونٹورا نے فرماں کوچ کرنے کا ۔۔۔ گزر کر سندھ سے خادے کی بستی میں اترنے کا
اٹھایا حکم سن کر خالصہ افواج نے ڈیرا ۔۔۔ اتر کر سندھ کے اس پار جا کر ہنڈ کو گھیرا
دیا میدان خادے خاں نے لشکر کے اترنے کو ۔۔۔ دیا قلعہ میں ونٹورا کو گھر آرام کرنے کو
مقرب خاں کی جانب سے یہیں گھوڑا دیا اس کو ۔۔۔ اور اس کے ساتھ بازوں کا بھی اک جوڑا دیا اس کو
ذرا مونچھوں کو تاؤ دے کے ونٹورا نے بڑ ماری ۔۔۔ مقرب خاں کو ہم نے بخش دی زیدہ کی سرداری
یہ خوشخبری مقرب خاں کو خادے خاں نے پہنچائی ۔۔۔ بزعم خویش تھی یہ معرکے کی کارفرمائی

مقرب خاں کا ردعمل

نہ تھا ہرگز مقرب خان اس اعزاز پر راضی ۔۔۔ زبردستی سے لیکن اس میں خادے خاں بنا قاضی
وہ دونوں بھائیوں میں دشمنی کا بیج بوتا تھا ۔۔۔ کہ اس میں خود بھلا اس شخص کا اس طور ہوتا تھا
مقرب کو نہ جب یہ فیصلہ اس کا پسند آیا ۔۔۔ تو اس نے خدمت سید میں جا کر حال بتلایا
کہ حضرت یہ تمام اس شخص کی ہے کارفرمائی ۔۔۔ جو ہے بدقسمتی سے رشتے ناتے میں مرا بھائی
مگر میں فتح خاں بھائی کا برخوردار ہوں پھر بھی ۔۔۔ میں آپ اور آپ کے لشکر کا خدمت گار ہوں پھر بھی
میں اپنے باپ کی مانند دینداری دکھاؤں گا ۔۔۔ ہمیشہ آپ کے احکام پر گردن جھکاؤں گا

ونٹورا کا فرمان بنام فتح خاں پنجتاری

رئیس ہنڈ پھر اک روز ونٹورا کے پاس آیا ۔۔۔ اور اس سے فتح خاں پنجتار کو فرمان لکھوایا
کہ ہے نامہ ہمارا فتح خاں پنجتار کی جانب ۔۔۔ وہ متوجہ ہو فورا خالصہ سرکار کی جانب
ہم آئے ہیں یہاں معمول کے سالانہ دورے پر ۔۔۔ خراج نعل بندی لینے آ پہنچا ہے یہ لشکر

بلا تاخیر آ کر یہ خراج اپنا ادا کیجے
مہاراجہ کی خوشنودی کی یوں ہم سے سند لیجے

فتح خاں پنجتاری کا جواب

یہ نامہ دیکھتے ہی خاں کے چہرے پر جلال آیا — رگوں میں خون دوڑا لب پہ حرف اشتعال آیا
گرج کر، سخت لہجے میں یہ نامہ بر سے فرمایا — ہمیں اس سے غرض کیا کون آیا کس لئے آیا
نہیں ہم نے دیا ہرگز کسی کو بھی خراج اب تک — نہیں ہونے دیا ہم نے غلامی کا رواج اب تک
دیا ہے اور نہ دیں گے ہم کوئی تاوان سکھوں کو — کریں پنجاب میں محدود ان نادان سکھوں کو
تمہیں غرہ ہے لشکر کا تو یہ بھی کام کر دیکھو — تمہارے جی میں جو آئے وہی اقدام کر دیکھو

ونٹورا کی برہمی اور خادے خاں کا مشورہ

فرانسیسی کے آگے جب ٹکا سا یہ جواب آیا — تو غصے سے بھڑک اٹھا غضبناکی سے تھرایا
کہا، اس قسم کی جرأت کوئی افغاں نہ کرتا تھا — ہر اک سردار سکھی فوج کے سائے سے ڈرتا تھا
بتاؤ تم ہی خادے خان آخر ماجرا کیا ہے — اور ایسے خودسر و گستاخ بندے کی سزا کیا ہے
کہا خدے نے آپ اس شخص کی پروا نہ فرمائیں — بساط اس کی نہیں کچھ بھی بس اس کو بھول ہی جائیں
یہ سید ہی کے بل بوتے پہ اتنا ناز کرتا ہے — انہی کے بال و پر سے بے گماں پرواز کرتا ہے
ذرا آپ ایک خط سید کو بھی تہدید سے لکھئے — کہ وہ اس ملک سے نکلیں ذرا تاکید سے لکھئے
مجاہد لوگ جس دن یہ علاقہ چھوڑ جائیں گے — تو سب سردار فورا آپ کی خدمت میں آئیں گے
اٹھا کر کیمپ کو پنجتار کے نزدیک ہو جائیں — یہ ممکن ہے بہت سے لوگ یوں بھی ٹھیک ہو جائیں
ہوا غصہ فرو جرنیل کا خادے کی باتوں سے — وہ خود بھی تھا شناسا ایسی تدبیروں سے گھاتوں سے
سواد ہنڈ سے لشکر کو ونٹورا نے اٹھوایا — اور آگے کھینچ کر پنجتار سے دو میل پر لایا

سید والا کے نام ونٹورا کا خط

نئے ڈیرے سے ونٹورا نے خط سید کو لکھوایا — اور اپنے ایلچی کے ہاتھ اسے پنجتار بھجوایا
ادب آمیز لفظوں میں خطاب اور مدعا لکھا — کچھ اپنا اور کچھ بدبخت خادے کا کہا لکھا

نجیب النسل عالی خانداں سادات خوش گوہر
ولی و حاجی حرمین و سردار کرم گستر
جناب سید والا قدر والا حشم سنئے
یہ معروضات ونٹورا کی از راہ کرم سنئے
یہاں حضرت سے پہلے ایک بدنظمی سی چھائی تھی
قبائل میں عناد و بغض تھا باہم لڑائی تھی
ہو، ہے آپ کی برکات سے تازہ جہاں پیدا
فساد و شر مٹا ہے ہو گیا امن و اماں پید
ولیکن اک حقیقت کو بیاں کرنا ضروری ہے
نہاں ہے آپ سے جو کچھ عیاں کرنا ضروری ہے
یہ ساری سلطنت رنجیت سنگھ ہی کی قلمرو ہے
ہمارے خالصہ لشکر کا میدان تگ و دو ہے
یہ سب سردار مدت سے ہمیں تاوان دیتے تھے
یہ گھوڑے' باز' نقد وجنس اور سامان دیتے تھے
مہاراجہ کی خدمت میں پہنچتا تھا خراج ان کا
مگر اب آپ نے آ کر بگاڑا ہے مزاج ان کا
گزارش ہے کہ آپ ان کو بغاوت پر نہ اکسائیں
انہیں فوراً مہاراجہ کے ہی جھنڈے تلے لائیں
انہیں فرمایئے یہ حاکم مطلق اسے جانیں
وہاں سے جو بھی حکم آئے بلاچون و چرا مانیں
علاوہ اس کے بتلائیں کہ منصب آپ کا کیا ہے
یہاں لشکر کے ساتھ آنے کا آخر مدعا کیا ہے
جواب اس خط کا شستہ' غیر مبہم بادلیل آئے
اور اس پر گفتگو کرنے کو حضرت کا وکیل آئے

ونٹورا کے نام سید صاحب کا نامہ مبارک

ملا سید کو ونٹورا کا مکاری بھرا نامہ
تو اس کہسار کے دامن سے کچھ اٹھا نہ ہنگامہ
نہایت حوصلہ مندی سے اس تحریر کو دیکھا
سراپا کذب میں لتھڑی ہوئی تعزیز کو دیکھا
دیا حضرت نے پھر مسکت جواب اک اک عبارت کا
کیا رد اس کے ہر الزام کا ہر اک شرارت کا
کہا' تم جس طرح رنجیت کو حاکم سمجھتے ہو
اور اس کی حکم برداری بہت لازم سمجھتے ہو
تم اس کی نازبرداری سے باہر جا نہیں سکتے
تم اس کی اک ذرا سی بات بھی جھٹلا نہیں سکتے
ادھر ہم لوگ ہیں' آقا ہے رب العالمیں جن کا
بغیر اس کے سہارا دونوں عالم میں نہیں جن کا
وہ جس کی سلطنت حاوی زمین و آسماں پر ہے
وہ جس کے حکم کا پرچم مکان و لامکاں پر ہے

وہی مشرق کا والی ہے وہی مغرب کا والی ہے
ازل سے تا ابد قائم اسی کی ذات عالی ہے
عبادت اس کی کرتے ہیں اسی کا رزق کھاتے ہیں
اسی کی بارگہ کی سمت ہر اک کو بلاتے ہیں
جو شخص ایمان لے آئے وہ ہم لوگوں کا بھائی ہے
نہ اس سے دشمنی باقی نہ اس سے کچھ لڑائی ہے
تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ ہو اہل کتاب آخر
کچھ اپنے عالموں کا بھی سنا ہوگا خطاب آخر
یہ جو دعوت تمہیں دی ہے اکیلے کو نہیں دی ہے
مخاطب اس کا وہ آقا تمہارا' خالصہ بھی ہے
تمہارا فرض ہے اس کو بھی یہ پیغام دے دینا
ہمارے ہاں کی اس کو دعوت اسلام دے دینا
یہ تم اس ملک کو جو خالصہ کا ملک کہتے ہو
خدا ہی جانتا ہے کونسی دنیا میں رہتے ہو
حقیقی طور پر مالک ہے رب العالمیں اس کا
یہاں اس کی نیابت میں مسلماں ہے امیں اس کا
یہاں آ آ کے تم اکثر ستم ایجاد کرتے ہو
جلاتے ہو گھروں کو کھیتیاں برباد کرتے ہو
اثاثے لوٹ لیتے ہو ہر اک بستی میں جا جا کے
تم اکثر ڈالتے ہو عزت و ناموس پر ڈاکے
مرا اس ملک میں آنے کا مقصد جانتے ہو تم
مرا ان سے جو رشتہ ہے اسے بھی مانتے ہو تم
مری اسلام کی دعوت اگر تسلیم کر لو گے
تو داماں طلب اک سرمدی دولت سے بھر لو گے
نہ مانو گے تو ہم بھی نصرت حق سے نہیں عاری
تمہارے ساتھ رکھیں گے جہاد مستقل جاری

مولانا خیرالدین شیرکوٹی کی پیغام رسانی

بیاں فرما دیا سید نے جب فکر و نظر اپنا
بتایا شیر کوٹی کو وکیل و نامہ بر اپنا
وہ غازی لے کے کچھ احباب ونٹورا کے پاس آیا
اور اس کو سید والا کا نامہ پیش فرمایا
یہ نامہ کیا تھا اس جرنیل پر بجلی کا تھا کڑکا
جسے سن کر یہ بزدل سٹپٹایا غیظ سے بھڑکا
غرور و تمکنت کے ساتھ تند و تیز باتیں کیں
جناب شیر کوٹی سے ہتک آمیز باتیں کیں
ادھر غازی بھی غیرت مند تھا جرات کا پیکر تھا
اسے خاطر میں کیا لاتا کہ خود مرد دلاور تھا
ہوا جتنا بھی تلخ اور طنز سے مملو خطاب اس کا
دیا ترکی بہ ترکی شیر کوٹی نے جواب اس کا

پھر آخر کار غازی نے یہ واضح کر دیا اس پر — کہ فخر و ناز کے قابل ہوا کرتے نہیں لشکر
خدائے پاک کا لشکر قوی ہے سب سے اعلیٰ ہے — وہ ہر غالب سے غالب پر بھی غالب رہنے والا ہے
ڈرو اللہ سے جبر و ستم سے ہاتھ اٹھاؤ تم — یہی بہتر ہے اب پنجاب سے باہر نہ آؤ نہ تم
یہ کہہ کر مردِ غازی جانب پنجتار لوٹ آیا — اور اپنی کارفرمائی کا سارا حال بتلایا

درہ پنجتار کے باہر جیش اسلام کا تعین اور ونٹورا کا فرار

جناب سید والا نے یہ محسوس فرمایا — کہ سکھوں کا یہ لشکر سیر کرنے کو نہیں آیا
یہ جا کر بستیوں میں حسب عادت غل مچائیں گے — کسی کا مال لوٹیں گے کسی کا گھر جلائیں گے
بعید ان سے نہیں شاید کریں پنجتار پر حملہ — کہ ہے ترجیح ان کی لشکر احرار پر حملہ
بلا کر شیر کوٹی سے کہا تیار ہو جائیں — اور اپنے تین سو جانباز بھی تیار فرمائیں
پھر اپنا جیش لیکر درہ پنجتار پر جائیں — پرے درے سے خیمے گاڑ کر لشکر کو ٹھہرائیں
وہاں سکھوں کی جانب سے شرارت پر نظر رکھیں — اور اس جرنیل کی ہر ایک حرکت کی خبر رکھیں"
ادھر میداں میں ونٹورا جو تھوڑی دور بیٹھا تھا — وہ لوگوں کے لئے ایذا رساں زنبور بیٹھا تھا
صوابی اور مانیری کے باشندے پریشاں تھے — وہ مارے خوف کے باہر نکلنے سے گریزاں تھے
جب آ کر ہو گئے درے کے باہر خیمہ زن غازی — رہا باقی نہ کچھ سکھوں کا خوف فتنہ پردازی
سکوں سے گھومنے پھرنے لگے ہر سمت باشندے — چراگاہوں کو چرواہے چلے' کھیتوں کو کارندے
بلا خوف و خطر سب لوگ کام اپنے لگے کرنے — ادھر چشموں پہ جا کر بیبیاں پانی لگیں بھرنے
یہاں پہلے ہی جانبازوں کے شبخونوں کی شہرت تھی — خصوصا خالصہ دل پر یہ شہرت وجہ دہشت تھی
انہیں لوگوں کے یوں بے کھٹکے پھرنے سے تھی حیرانی — یہ حیرانی بنی ان کے لئے خاصی پریشانی
وہ یہ سمجھے کہ یہ شب خون کی منصوبہ سازی ہے — یہ پخت و پز ہے کوئی چپکے چپکے حیلہ بازی ہے
یقیناً خالصہ لشکر پہ چھاپہ آنے والا ہے — کسی بھی رات کو سید ہمیں تڑپانے والا ہے

یہی بہتر ہے اس سے پیشتر جانیں بچائیں ہم — چلیں واپس یہاں سے لاؤ لشکر کو اٹھائیں ہم
اگر چھاپہ پڑا تو ہم بہت نقصاں اٹھائیں گے — یہ وحشی لوگ ہم کو ناچ تگنی کا نچائیں گے
اندھیری رات میں تارے بھی یہ گنوائیں گے ہم سے — یہ دہشت گرد لوہے کے چنے چبوائیں گے ہم سے
بڑے گھمساں میں بھی ان کی توجہ بٹ نہیں سکتی — اور ان کی ایک گولی بھی ہدف سے ہٹ نہیں سکتی
کچھ ایسی سوچ کچھ ایسے ہی تھے خدشات ان سب کے — بالآخر لڑکھڑا کر رہ گئے جذبات ان سب کے
صدا آئی کہیں سے آج چھاپہ آنے والا ہے — نہ جانے کون آج اگلے جہاں کو جانے والا ہے
چلو جلدی سے اپنی بوریا بستر لپیٹو تم — ذرا تیزی سے جتنا ہو سکے ساماں سمیٹو تم
یہ سننا تھا کہ ڈیرا ہو گیا زیر و زبر ان کا — ادھر سورج چھپا اور چھپ گیا لشکر ادھر ان کا
کچھ ایسی افراتفری میں یہ بزدل "سورما" بھاگے — کہ دیکھا جا سکا ان سے نہ کچھ پیچھے نہ کچھ آگے
دھواں اٹھتا تھا چولہوں سے جہاں لکڑی جلائی تھی — اور ان کی ہانڈیوں میں دال بھی گلنے نہ پائی تھی
کہیں خیموں کے پرزے تھے کہیں ٹوٹی طنابیں تھیں — بکھرے، پگڑیاں، جوتے کہیں بکھری جرابیں تھیں
کہیں بکھرا ہوا آٹا کہیں الٹے ہوئے مٹکے — کہیں کپڑے کہیں لتے کہیں چولے کہیں پٹکے
کہیں ٹوٹا ہوا کنگھا کڑا کرپان چھوڑا تھا — کہیں خواب و خورش کا بیشتر سامان چھوڑا تھا
رئیس ہنڈ کی محنت کے اوپر پھر گیا پانی — رہا یہ ہاتھ ملتا، چل دیا لاہور کو "جانی"

تسخیر اٹک کی ناکام مہم

اٹک سے اک معزز شخص خیرالدین آتا تھا — جو تنہائی میں سید ہی سے مل کر لوٹ جاتا تھا
کسی کو بھی نہ تھا معلوم کس مقصد سے آتا ہے — یہ لگتا تھا کہ شاید کوئی منصوبہ بناتا ہے
بالآخر کھل گیا وہ راز جو اب تک تھا سربستہ — وہ خواہاں تھا کہ کر دیں بند سکھ افواج کا رستہ
اٹک کا قلعہ اک مضبوط لشکر گاہ تھی ان کی — کنار سندھ پر یہ خیمہ و خرگاہ تھی ان کی
خزانہ مل نامی ایک قلعہ دار تھا اس میں — مسلح فوج کا دستہ بھی اک تیار تھا اس میں

یہاں لاہور سے لشکر جب آتے تھے ٹھہرتے تھے
پشاور کے لئے دریا یہیں سے پار کرتے تھے

یہ خیرالدین کی خواہش تھی کچھ غازی بلا لائیں
جو ان کے ساتھ مل کر قلعہ پر یلغار فرمائیں

یہاں کچھ روز سے قلعہ میں بھی لشکر نہ تھا کوئی
اور اس میں فوج کا دستہ بھی طاقتور نہ تھا کوئی

بس اس کی ایک ہی شبخون سے تسخیر ممکن تھی
اسی صورت میں اس کے خواب کی تعبیر ممکن تھی

بڑی معقول سی تھیں آرزوئیں مردِ مومن کی
جناب سید والا نے بھی تحسین کی جن کی

دیا اک غازیوں کا جیش اس کے ساتھ جانے کو
اٹک کا قلعہ ان احرار کے قبضہ میں لانے کو

کیا اہل اٹک نے جو بھی حسب حال کرنا تھا
چھپا کر رکھ لیا ساماں جو استعمال کرنا تھا

اٹک کے ان مسلمانوں کا جذبہ اتنا کامل تھا
کہ اک اک نوجواں اس کار جانبازی میں شامل تھا

کیا تیار انہوں نے پانچ سو افراد کا دستہ
ہوئے یہ سب جہاد فی سبیل اللہ سے وابستہ

ادھر دریائے کابل کے کنارے آ گئے غازی
کہ طے تھی آنے والی رات ہی کو معرکہ بازی

انہوں نے چپکے چپکے صورت بارات جانا تھا
اٹک والوں نے اس بارات کو مہماں بنانا تھا

پھر ان کے ساتھ مل کر یک بیک یلغار کرنا تھی
پہنچ کر قلعہ میں جاں توڑ کر پیکار کرنا تھی

مگر افسوس اک ناداں نے بھانڈا پھوڑ ہی ڈالا
جو پیماں بھائیوں سے کر چکا تھا توڑ ہی ڈالا

یہ سب صورت خزانہ مَل کے آگے بیاں کر دی
جو خفیہ کارفرمائی ہوئی تھی سب عیاں کر دی

ادھر سے خان خادے خان کا بھی آدمی آیا
مسلمانوں کے منصوبے کی وہ بھی سب خبر لایا

خزانہ مَل نے سرکردگاں کے نام پچھوائے
گرفتاری ہوئی سب کی، سب اس کے سامنے آئے

وہ جن کا جرم ہلکا تھا انہیں تو قید کروایا
مگر جو سرغنہ ٹھہرے انہیں پھانسی پہ لٹکایا

مجاہد غازیوں کے پاس پہنچا ایک ہرکارا
کہ اب آگے نہ آئیں کام چوپٹ ہو گیا سارا

ہمارا راز خادے خان نے ہے فاش کر ڈالا
ہوئی ہیں سب امیدیں اور تدبیریں تہ و بالا

یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا یہ جیش ہی سارا
زباں سے کچھ بھی کہہ پایا نہ خیرالدین بے چارا

کہا سالار نے بے سود ہے آگے قدم رکھنا
اٹک میں جا کے اب ممکن نہیں اپنا بھرم رکھنا
ہوا ہشیار دشمن اب کسی صورت نہ بھاگے گا
وہ آنکھیں کھول کر بیٹھے گا ساری رات جاگے گا
یہ کہہ کر غازیوں کو واپسی کا حکم فرمایا
سحر ہوتے ہی جیش غازیاں پنجتار لوٹ آیا

ناکامی پر سالار جیش ارباب بہرام خاں کی توجیہہ

اٹک کے جیش کو جو صورت احوال پیش آئی
جناب ارباب نے کچھ اس کی یوں تفصیل فرمائی
کہا' حضرت ہماری قوم کی یہ بدنصیبی ہے
کہ اس کے عزم کے رستے کا اک روڑا غریبی ہے
اٹک والے مسلماں لیس تھے سب کیل کانٹے سے
بہادر نوجواں یلغار کرنے کو بھی چھانٹے تھے
نہایت راز میں رکھی گئی تھیں ساری تجویزیں
چھپا رکھی تھیں دشمن سے سب استعمال کی چیزیں
کسی کو بھی نہ تھا معلوم چھاپا آنے والا ہے
ہمارا جیش بھی ان کی مدد کو جانے والا ہے
کوئی بدبخت مفلس کچھ ٹکوں پر بک گیا جا کر
خزانہ کُل کی جھولی کے اندر ٹک گیا جا کر
یقیں شاید نہ کرتا وہ بھی معمولی سے انساں پر
اگر آتا نہ اس کے بعد خادے خان کا نوکر
وہ جس نے آ کے اس سازش کی بھی تصدیق کر ڈالی
مجاہد جیش کی آمد کی بھی توثیق کر ڈالی
دھری ہی رہ گئیں بے چارے خیرالدیں کی تدبیریں
رہیں بے کار بندوقیں ہوئیں ناکام شمشیریں
مسلمانوں پہ قلعہ دار نے ہر اک ستم توڑا
عقوبت کے شکنجے سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا
ہماری پیش رفت اس حال میں بے کار ہی ہوتی
جو ہوتی تو یقیناً باعث آزار ہی ہوتی
نفاق و بغض میں خادے جو اتنا بڑھتا جاتا ہے
ہماری دشمنی میں اس کا پارہ چڑھتا جاتا ہے
یہ سکھ افواج کا اب مرغ دست آموز ہے ظالم
منافق ہے یہ فتنہ باز و کینہ توز ہے ظالم

علاج ایسے عداوت کوش کا اس وقت واجب ہے
اب ایسے آدمی سے چشم پوشی نامناسب ہے

مجلس مشاورت کا انعقاد اور اجتماع عام کا فیصلہ

امام العصر خادے خاں کے ہاتھوں دل گرفتہ تھے
کہ بڑھتی جا رہی تھیں الجھنیں اس شخص کے دم سے

اب اس کے حق پہ لوٹ آنے میں تھی ہر اک کو مایوسی
کہ غدارانہ حرکت تھی اٹک میں اس کی جاسوسی

بلائی ایک دن حضرت نے اپنی مجلس شوریٰ
کہ خادے خان کے قصے میں حجت کو کریں پورا

یہ اہل مشورت سید کے جانبازان نامی تھے
سفر میں بھی حضر میں بھی رفیقان گرامی تھے

یہ اسماعیل و بہرام و حسن اور شیر کوٹی تھے
رئیس بلدہ پنجتار یعنی فتح خاں بھی تھے

علاوہ ان کے بھی کچھ اور دانشمند غازی تھے
جہاد راہ حق میں شرع کے پابند غازی تھے

بیاں کی سید والا نے گرد و پیش کی حالت
بتائی ہر عداوت کیش و بداندیش کی حالت

کہا، ہم کیوں نے پھر اک اجتماع عام بلوائیں
وہ جس میں عالمان دین بھی اور خان بھی آئیں

انھی کے سامنے خادے کی بھی سرگرمیاں رکھیں
پشاور کے محمد یار کی ہٹ دھرمیاں رکھیں

وہ بتلائیں کہ ایسے بدنہادوں کی دوا کیا ہے
شریعت کے مطابق ایسے لوگوں کی سزا کیا ہے

جناب فتح خاں اب اس کا بندوبست فرمائیں
وہ جتنی جلد ممکن ہو سکے اجلاس بلوائیں

خوشی سے سن لیا سردار نے فرمان سید کا
یہ فرماں تھا نہایت واجب الاذعان سید کا

سحر دم فتح خاں نے ہر طرف پیغام بھجوائے
قریب و دور کے سب عالمان دین بلوائے

یہی پیغام تھا سارے قبائل کے امیروں کو
یہ دعوت عام تھی گدی نشینوں اور پیروں کو

یہ سب کاوش جہاد جادہ رحمان کی بھی تھی
تمنا اتحاد ملت افغان کی بھی تھی

اجتماع عام کا انعقاد

بروز جمعہ مدعوین بھی پنجتار آ پہنچے
رئیس و عالمان دین بھی پنجتار آ پہنچے

سحر کے بعد اسماعیل نے مہمان بلوائے
اور ان کے سامنے کھانے کے دستر خوان بچھوائے

کھلایا خندہ پیشانی سے ہر مہمان کو کھانا
تواضع کا سلیقہ غازیوں کا سب نے پہچانا

ہوئے فارغ تو دستر خوان سے مہمان سب اٹھے
معزز عالمان و میر و پیر و خان سب اٹھے

مقام اجتماع عام پر لایا گیا سب کو
درختوں کے تلے عزت سے بٹھلایا گیا سب کو

انہی کے سائے میں سب کو نماز جمعہ پڑھوائی
خطابت احمد اللہ میرٹھی صاحب نے فرمائی

نماز جمعہ جب کر لی ادا اللہ والوں نے
کیا آغاز اپنے کام کا ان خوش خصالوں نے

امام وقت نے اٹھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
توجہ قوم کی اپنی طرف مبذول کروائی

کرم فرمایئے اور میری معروضات سن لیجے
دکھے دل کی صدا ہے غور سے ہر بات سن لیجے

سید صاحب کا خطاب

کھڑا پہلو میں اپنے کر لیا کامل اخونزادہ
کہ تھا اکثر علوم وقت کے عرفاں کا دلدادہ

وہ زیرک شخص تھا کافی زبانیں بول لیتا تھا
وہ میزان تفکر میں معانی تول لیتا تھا

زبان فارسی پشتو پہ تھا حاصل عبور اس کو
زبان اردوئے ہندی کا تھا کامل شعور اس کو

کہا اس سے کہ آپ آئے ہیں میری ترجمانی کو
ذرا پہنچائیں لوگوں تک مری کج مج بیانی کو

مری باتوں کو سن کر پہلے اپنے دل میں بٹھلائیں
پھر ان لوگوں کی بولی میں مرا مفہوم سمجھائیں

یہ کہہ کر آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا
عزیزو میں تمہارے ہاں بلا مقصد نہیں آیا

مجھے غیبی اشارے رات دن مجبور کرتے تھے
جہاد فی سبیل اللہ کے جذبات ابھرتے تھے

ہوا حکم الٰہی خدمت اسلام کرنے کو
اور اپنی بے سر و سامانیوں میں کام کرنے کو

مجھے ہندوستاں میں ہر طرح آرام حاصل تھا
معاشی طور پر ہر دنیوی انعام حاصل تھا

وہاں لیکن فرنگی کا ہر اک قانون جاری تھا
اور اس کے جبر و استبداد کا ماحول طاری تھا

مرا مقصد مسلماں کو غلامی سے چھڑانا تھا
مسلمانوں کی سلطانی کا واپس دور لانا تھ

وہ دارالحرب تھا جس میں نہ ایسی کوئی صورت تھی
مجھے اس کے لئے دارالاماں ہی کی ضرورت تھی

نہ تھا معلوم کن لوگوں کو ہم آواز کرنا ہے
کہاں سے حکم حق پر کام کا آغاز کرنا ہے

کہا اک نے یہیں رہ کر جہاد آغاز فرمائیں
ہزاروں لوگ شاید آپکے حامی نکل آئیں

وہاں لیکن مقام ایسا نہ تھا کوئی نظر آتا
جہاں سے میں بلا کھٹکے جہاد آغاز فرماتا

مرے ہمراہ تو محمود کی شوکت نہ تھی کوئی
مری تحویل میں بابر کی بھی صولت نہ تھی کوئی

تہی دستوں کو لے کر مجھ کو میداں میں اترنا تھا
بنام حق تعالیٰ اپنا موقف پیش کرنا تھا

ابھی کچھ فیصلہ اس باب یں ہونے نہ تھا پایا
کہ اک افغانیوں کا وفد میرے سامنے آیا

وہ بولے' آپ حضرت کس لئے آخر پریشاں ہیں
خدائے پاک کے ہاں ہر طرح نصرت کے ساماں ہیں

بلا خوف و خطر حضرت ہمارے ملک میں آئیں
وہاں اپنے مبارک کام کا آغاز فرمائیں

مسلماں بھائیوں کا ملک ہے آزاد خطہ ہے
بہادر جنگجو افراد سے آباد خطہ ہے

وہاں لاکھوں بہادر آپ کے مدحت سرا ہوں گے
جہاد راہ حق میں آپ کے سب ہمنوا ہوں گے

وہاں پہلے ہی سکھوں سے ہماری جنگ جاری ہے
اور ان کی فوج کا پلہ بہر انداز بھاری ہے

وہ جب آتے ہیں بے حد جبر و استبداد کرتے ہیں
جلاتے ہیں گھروں کو کھیتیاں برباد کرتے ہیں

وہ منہ مانگا ہر اک سردار سے تاوان لیتے ہیں
یہ بے چارے بھی مجبوری کے ہاتھوں مان لیتے ہیں

یہ پنجابی مہاراجا سے اتنا خوف کھاتے ہیں
کہ ان کے باز اور گھوڑے اسے تحفے میں جاتے ہیں

یہ سن کر میں نے ہر نفع و ضرر پر غور فرمایا
ہر اک خطے کا گرد و پیش میرے سامنے آیا

بالآخر اس طرف آنے پہ ہی میں نے کمر باندھی
خدا کا نام لے کر نیت عزم سفر باندھی

ہر اک چھوٹے بڑے نے کی یہاں میری پذیرائی
ہر اک عالم نے اور سردار نے تکریم فرمائی

مکاں ہم کو دیئے اور کھول دیں تعظیم کو باہیں
ہمارے اونٹ گھوڑوں کو مہیا کیں چراگاہیں

ہمارے ہاتھ پر بیعت امامت کی بھی فرمائی
عقیدت کی مثالی شان صبح و شام دکھلائی

ہمارے ساتھ اکثر معرکوں میں نوجواں بھیجے
پہاڑوں میں ہمارے رہنما اور پاسباں بھیجے

مگر اب سلسلہ معدوم ہے اس گرم جوشی کا
وطیرہ آپ نے اپنا لیا ہے چشم پوشی کا

محمد یار نے شیدو میں کیا کردار اپنایا
وہ بیعت کرکے بھی ظالم عداوت پر اتر آیا
اکوڑہ میں ہماری دھاک جو بیٹھی تھی دشمن پر
وہ اس ناداں کی غداری سے زائل ہو گئی یکسر
ہمارے حامیوں پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے
وہ ہم سے دشمنی کی بیج اکثر بوتا رہتا ہے
بیاں میں کیا کروں اتماں زئی کی قتل گاہوں کا
نہ جانے اس کے سر پر خوں ہے کتنے بے گناہوں کا
انہی راہوں پہ چل نکلے ہیں اب یہ خان خادے خاں
جنہوں نے سب سے پہلے ہم کو ٹھہرایا تھا اپنے ہاں
ہمارے اولیں بیعت کنندہ میزباں یہ تھے
ہر اک سردار سے بڑھ چڑھ کے ہم پر مہرباں یہ تھے
انہوں نے پھر یہاں آکر شریعت کی بھی بیعت کی
ابھی کچھ روز پہلے پھر امامت کی بھی بیعت کی
ولیکن اب یہ ساری بیعتوں کو توڑ بیٹھے ہیں
جو ہم سے عہد باندھے تھے وہ سارے چھوڑ بیٹھے ہیں
اگر ترک تعلق پر یہ قصہ ختم ہو جاتا
تو شاید ہم کو بھی کچھ دیر میں صبر و سکوں آتا
مگر ایسے کہاں تھے چین سے یہ بیٹھنے والے
انہوں نے تو بہت سے باغیانہ کام کر ڈالے
نیا غازی کوئی جو اس علاقے سے گزرتا تھا
وہ اکثر ہنڈ کے گھاٹوں سے دریا پار کرتا تھا
یہاں یہ لوگ اکثر اس کا ساماں لوٹ لیتے تھے
ہمارے نام سے چڑ کر اسے غوطے بھی دیتے تھے
کیا تھا ہم نے مانیری کا جھگڑا طے شریعت پر
جو مبنی تھا سراسر حسن ایماں حسن نیت پر
دلایا ہم نے حق اس طرح مظلوموں غریبوں کو
ملا انصاف اس سے نوے سالہ غم نصیبوں کو
ہمارے خان نے ان غاصبوں کی ہمنوائی کی
شریعت پر جو بیعت کی تھی اس سے بے وفائی کی
اسی غصے میں شاید خان زیدہ پر چڑھائی کی
بڑی دیدہ دلیری سے وہاں جا کر لڑائی کی
جب اشرف خاں کی مرگ ناگہاں کا حادثہ گزرا
تو گویا ہٹ گیا اس آدمی کی راہ کا روڑا
ادھر تھا مسئلہ درپیش اس کی جانشینی کا
ادھر موقع ملا خادے کو فتنہ آفرینی کا
انہوں نے بھائیوں میں پھوٹ ڈلوانے کی کوشش کی
شریف انسان کے بیٹوں کو لڑوانے کی کوشش کی
مگر یہ مسئلہ آخر خوش اسلوبی سے طے پایا
ولیکن خان نے اپنی اسے توہین ٹھہرایا

کیا محمول اس قصے کو میری کامیابی پر / اتر آئے ہمارے ساتھ ہر صورت خرابی پر
ہماری دشمنی میں اتنا غصے میں جلے حضرت / کہ ونٹورا کو حضرو سے بلانے کو چلے حضرت
وہاں جا کر کیا خود نذر اس ظالم کی گھوڑا بھی / بہت تحفے تحائف اور اک بازوں کا جوڑا بھی
کہا اس سے کہ مانیری پہ قبضہ ہم کو دلوائیں / مقرب خان کو زیدہ کا بھی سردار بنوائیں
پھر اپنے لاؤ لشکر سے کریں پنجتار پر حملہ / کریں سید کی سرکوبی کو ان ابرار پر حملہ
اسے حضرو سے لا کر ہنڈ میں مہمان ٹھہرایا / ہماری مخبری کرکے اسے آگے بھی بھجوایا
بہت ساری امیدیں لے کے وہ میدان میں آیا / خدائے پاک نے اس کو مگر ناکام لوٹایا
اب ان کی تازہ تر حرکت نے ہم کو زک بھی پہنچائی / اٹک والی مہم ان کے سبب ناکام لوٹ آئی
اٹک کا قلعہ لے لینے میں کچھ مشکل نہ حائل تھی / مسلمانوں کی آبادی ہماری سمت مائل تھی
محافظ قلعہ کے اپنے تحفظ کے گماں میں تھے / سوائے پہریداروں کے سبھی خواب گراں میں تھے
انہوں نے مخبری کرکے انہیں ہشیار کر ڈالا / ہمای کاوشوں کا قلعہ ہی مسمار کر ڈالا
ہمارے محترم عالم جو وارث انبیا کے ہیں / یہ علم و فضل کے پیکر نشاں دین ہدیٰ کے ہیں
انہیں کے مشوروں سے ہم نے آکر حوصلہ پایا / جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز فرمایا
سلوک ان کا بتائیں ہم سے پہلے کیا تھا اب کیا ہے / یہ فرمائیں کہ اس سے بے اعتنائی کا سبب کیا ہے
بیاں کیں بعض کے اعمال کی پوشیدہ چالیں بھی / کئی اک مرحلوں کی آپ نے دے دیں مثالیں بھی
سنائے واقعات اس قسم کے یوں چشم پرنم سے / کہ اہل درد بھی سن سن کے سب رونے لگے غم سے
رندھی آواز سے آخر میں حضرت نے یہ فرمایا / مری حق گوئی پر شاید کسی کو طیش ہو آیا
خدائے پاک مجھ سے اور اس سے عفو فرمائے / بدی سے دور رکھے اور سیدھی راہ دکھلائے
دعا کیجے ہمارا دین و دنیا بھی سنور جائے / حیات چند روزہ صدق و ایماں سے گزر جائے
کریں گے آپ سے باتیں اب اسماعیل مولانا / شریعت کے مطابق فیصلہ آخر میں فرمانا
۳۷۲
یہ کہہ کر آپ رخصت ہو گئے دارالامارت کو / وہاں بھی لوگ بیٹھے تھے ملاقات اور زیارت کو

مولانا اسماعیل کا خطاب

اٹھا اللہ کا غازی اب اپنی بات کرنے کو
شریعت کے مطابق پیش معروضات کرنے کو

ثنا و حمد سے آغاز مولانا نے فرمایا
محمد مصطفیٰؐ کو بھی درود پاک پہنچایا

پھر اس کے بعد آیات الٰہی کی تلاوت کی
دکھائی قوت تسخیر قرآں کی حلاوت کی

اطیعواللّٰہ کی تشریح اور تفسیر فرمائی
رسول پاکؐ کی طاعت کی بھی تعبیر فرمائی

امام العصر کی طاعت پہ استفسار فرمایا
کہ کیا اللہ کا یہ حکم قرآں میں نہیں آیا؟

وہ بولے اس کے فرماں کی سماعت بھی ضروری ہے
وہ جو بھی حکم دیں اس کی اطاعت بھی ضروری ہے

کہا' بتلایئے احوال عاصی کی حقیقت کا؟
جواب آیا کہ جو عاصی ہے باغی ہے شریعت کا

کہا' بتلائیں باغی کے لئے حکم خدا کیا ہے؟
شریعت کے مطابق ایسے مجرم کی سزا کیا ہے؟

ملا فتویٰ کہ ہر باغی کی گردن ماری جائے گی
کسی حجت سے جان اس شخص کی بچنے نہ پائے گی

یہ فتویٰ لے کے مولانا نے یوں ارشاد فرمایا
کہ خانوں نے شریعت کو تو بے مصرف ہے ٹھہرایا

وہ اپنے عالموں کو قوم کا نوکر سمجھتے ہیں
رواجوں کو شریعت سے وہ بالاتر سمجھتے ہیں

یہ عالم بھائی میری تلخ گوئی پر معافی دیں
یہ سیدھی سیدھی باتیں ہیں ذرا آرم سے سن لیں

یہ سب سردار بے شک آپ کی تکریم کرتے ہیں
مگر حسب ضرورت شرع میں ترمیم کرتے ہیں

انہوں نے اپنی عظمت کا یہاں جھنڈا جو گاڑا ہے
مری دانست میں تو آپ نے ان کو بگاڑا ہے

خلاف شرع جتنے کام فتنہ باز کرتے ہیں
انہیں دانستہ آپ اکثر نظر انداز کرتے ہیں

انہوں نے آپ کو ہر طرح سے محتاج رکھا ہے
ولیکن آپ نے ان کے سروں پر تاج رکھا ہے

اگر بنتے نہ محتاج آپ بداطوار لوگوں کے
تو کہلاتے یقیناً آپ بھی سردار لوگوں کے

جو اپنا آپ ان سے آپ نے منوا لیا ہوتا
تو ہر خرد و کلاں آج آپ ہی کا ہمنوا ہوتا

کوئی سردار بھی یوں دیں سے کر سکتا نہ سرتابی
شریعت کے مقابل کام کچھ آتی نہ نوابی

بہر صورت ہوا جو کچھ ہوا اب بھی سنبھل جائیں
شریعت کو یہاں ہر طور بالا دست فرمائیں
یہ سب باتیں خموشی سے یہاں سنتا رہا خادے
بالآخر دل ہی دل میں پیچ کھا کر اٹھ گیا خادے
بجائے شرمساری کے دکھائی اس نے بے شرمی
بڑھی اس شخص کے کردار میں کچھ اور ہٹ دھرمی
سبھی مہماں ابھی بیٹھے ہوئے تقریر سنتے تھے
اور اسماعیل کے سحر بیاں پر سر بھی دھنتے تھے
بیاں پورا ہوا، واضح ہوا مطلب تمام اس کا
تو حضرت نے کیا آخر دعا پر اختتام اس کا
نہایت دردمندی سے دعا حضرت نے فرمائی
بہائے اشک آنکھوں نے دلوں نے تازگی پائی

نماز عصر اور مہمانوں کی واپسی

ہوا اجلاس جب برخاست غازی آ گئے سارے
اذان عصر سنتے ہی نمازی آ گئے سارے
صفیں آراستہ کر لیں ندا سن کر اقامت کی
امام العصر نے بڑھ کر جماعت کی امامت کی
یہ مجمع تیس صد کا یوں خموشی سے صف آرا تھا
کہ گویا آسماں سے حق نے اک لشکر اتارا تھا
صفیں مربوط تھیں اللہ کے طاعت گزاروں کی
نہایت ساکت و صامت فضا تھی کوہساروں کی
نہیں تھا کوئی متنفس جماعت سے جو باہر تھا
اور ان کی ہر ادا سے انکسار و عجز ظاہر تھا
قیام ایسا کہ ساتھ اس کے پیام جنتاں آیا
قعود ان کا نوید تکیہ باغ جناں لایا
رکوع ایسا کہ جھک کر ڈھونڈ لی تسکین سینوں نے
گرے سجدے میں تو معراج حاصل کی جبینوں نے
حضور حق سراپا خوف و خشیہ تھا وجود ان کا
قیام ان کا، قعود ان کا، رکوع ان کا، سجود ان کا
نماز آخر ہوئی اللہ کے ان درمندوں کی
گئی درگاہ رب العرش میں فریاد بندوں کی
ہوئے فارغ تو ہر اک شخص اقامت گاہ پر آیا
جو مہماں تھے انہوں نے واپسی کا قصد فرمایا
ہوئے رخصت سبھی مہمان اپنے گاؤں کو گھر کو
کچھ ایسے تھے جنہیں ٹھہرا لیا سید نے شب بھر کو

رئیس ہنڈ خادے خاں کو بھی رہنے کی دعوت دی
ضروری گفتگو سننے کی کچھ کہنے کی دعوت دی

خادے خان کی اصلاح کی کوشش

عشاء کے بعد جب سید کی تنہائی کا وقت آیا
تو خادے، خان کو حضرت نے اپنے پاس بلوایا
وہ آیا تو بڑی شفقت سے کی اس کی پذیرائی
نہایت حلم سے یوں گفتگو آغاز فرمائی
سنو اے خان بھائی آپ دانشمند انساں ہیں
مگر اپنے اصولوں کے بڑے پابند انساں ہیں
خدا نے آپ کو شوکت بھی ثروت بھی عطا کی ہے
علاقے بھر کے سرداروں میں عزت بھی عطا کی ہے
ہمارے سب سے پہلے آپ ہی انصار ٹھہرے تھے
وہ گھر تھا آپ کا آ کر جہاں احرار ٹھہرے تھے
رہے فعال آپ اسلام کی پرچم کشائی میں
جہاد حق کے داعی بھی ہماری ہمنوائی میں
ہمارے ہاتھ پر بیعت امامت کی بھی فرمائی
اسی جذبے سے پھر بیعت شریعت کی بھی فرمائی
مگر اب کس لئے اللہ کی رسی کو چھوڑا ہے
وہ کیا جذبہ ہے جس سے آپ نے بیعت کو توڑا ہے
بھرے اجلاس سے آپ اٹھ گئے اس کا سبب کیا ہے
ہمارے ساتھ پہلے کیا رویہ تھا اور اب کیا ہے؟
ہمارے عالمان دین وارث انبیاء کے ہیں
اطاعت کیش پیغمبرؐ کے ہیں' بندے خدا کے ہیں
یہ لازم ہے کہ ان کی ہر طرح تعظیم فرمائیں
انہوں نے فیصلے جو بھی کئے تسلیم فرمائیں
اسی حسن عمل میں دین و دنیا کی بھلائی ہے
اسی سے عاقبت میں بھی جہنم سے رہائی ہے
شریعت سے یہ جو کچھ آپ کے دل میں عداوت ہے
خداوند تعالیٰ کے اوامر سے بغاوت ہے
شریعت پر عمل دونوں جہاں میں کامیابی ہے
اور اس سے چشم پوشی میں خرابی ہی خرابی ہے
مری باتوں میں یکسر آپ ہی کی خیر خواہی ہے
بلانا آپ کو حق کی طرف حکم الٰہی ہے
کھلے ہیں راستے دونوں جدھر چاہیں ادھر جائیں
ہے مرضی آپ کی اقرار یا انکار فرمائیں

خادے خان کا جواب

رئیس ہنڈ جو عزت گنوا بیٹھا تھا پہلے ہی
اور اپنی بدمزاجی میں بھرا بیٹھا تھا پہلے ہی
لگا کہنے کہ حضرت آپ مت اصرار فرمائیں
نہ اپنے وعظ کی میرے لئے تکرار فرمائیں

یہ سن لیجے کہ ہم پختون ہیں اہل ریاست ہیں ۔۔۔ ہم اپنی مملکت میں شہسواران سیاست ہیں
یہ ملا لوگ خیراتیں ہماری کھانے والے ہیں ۔۔۔ ہمارے در پہ ختم اور فاتحہ پر آنے والے ہیں
یہ بیچارے تو ٹکڑوں پر ہمارے پلنے والے ہیں ۔۔۔ ہمارے ساتھ ہوں تو پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں
جہاں محدود ہے ان کا نمازوں اور اذانوں میں ۔۔۔ شمار ان کا کبھی ہوتا ہے سرداروں نہ خانوں میں
نمازوں کی امامت میں تو رتبہ ہے ضرور ان کا ۔۔۔ سیاست میں نہیں ہے معتبر لیکن شعور ان کا
یہ جتنے فیصلے بھی آپ نے کروائے ہیں ان سے ۔۔۔ ہمارے واسطے فتوے بھی جو لکھوائے ہیں ان سے
ہمارے واسطے تو ان کی حیثیت نہیں کوئی ۔۔۔ ہمارے ہاں کسی کی بھی اُہمیّت نہیں کوئی
یہ سن لیں ہم نہیں ہرگز یہ فتوے ماننے والے ۔۔۔ یہ ملا لوگ بھی ہیں خوب ہم کو جاننے والے
یہ جو کچھ بھی کہیں خاطر میں ہم لایا نہیں کرتے ۔۔۔ ہم ان کے مشوروں پر غور فرمایا نہیں کرتے
کسی بھی حال میں ہم تابع فرماں نہیں ان کے ۔۔۔ نہ یہ صاحب ہمارے ہیں نہ ہم ہیں ہم نشیں ان کے
نہیں شیوہ ہمارا یہ کہ ان کو رہنما جانیں ۔۔۔ انھی کا فرض بنتا ہے ہمیں فرمانروا جانیں
شریعت کے مسائل گو بہت ارفع ہیں اعلیٰ ہیں ۔۔۔ مگر یہ سب ہماری دانش و بینش سے بالا ہیں

سید صاحب کا آخری انتباہ

نہایت دل شکن تھیں گو یہ خادے خان کی باتیں ۔۔۔ سنیں سید نے صبر و ضبط سے "شیطان" کی باتیں
ادھر اپنی اور اپنے فعل کی تحسین کی اس نے ۔۔۔ ادھر سب عالمان وقت کی توہین کی اس نے
یہ سن کر سید والا کے چہرے پر جلال آیا ۔۔۔ مگر یک لخت دل میں "قول احسن" کا خیال آیا
کہا نرمی سے' دیکھیں خان بھائی ہوش سے بولیں ۔۔۔ نہیں ہے آپ کو لائق کہ یوں لمبی زباں کھولیں
شریعت سے قدم یوں آپ نے باہر نکالا ہے ۔۔۔ کہ خود کو اور ہم کو بھی بڑی مشکل میں ڈالا ہے
ہمارا فرض تھا اتنا کہ اک بھائی کو سمجھائیں ۔۔۔ اور اک بھٹکے ہوئے راہی کو راہ راست پر لائیں
ولیکن آپ کو شیطان نے دھوکے میں ڈالا ہے ۔۔۔ کہ اک مومن کو بہکا کر شریعت سے نکالا ہے

یہ سن لیں آپ کو اب زعم جس جاہ و حشم کا ہے
یہ غرّہ مال و دولت اور جس خیل و خدم کا ہے

یہ سب کچھ چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا ہے
یہ فانی زندگانی ہے اجل نے جس کو گھیرا ہے

زمانے میں بڑے ذی مرتبت سردار گزرے ہیں
وقار و شان و شوکت کے علمبردار گزرے ہیں

بڑے سلطان سلطانی سے ناتے توڑ کر گزرے
سریر و تاج و ایوان و خزائن چھوڑ کر گزرے

نہ کام آیا کسی کے بھی کوئی مال و منال ان کا
سبق عبرت کا دیتا ہے زمانے کو زوال ان کا

پکڑ جبار مطلق کی نہایت سخت ہوتی ہے
کبھی مہلت بھی دیتی ہے کبھی یک لخت ہوتی ہے

یہ ممکن ہے کہ آپ اک رات میٹھی نیند سو جائیں
سحر کو آنکھ کھلتے ہی بساط الٹی ہوئی پائیں

کسی شہزور تر کے ہاتھ میں ہو باگ ڈور اس کی
ولیکن آپ ہرگز تاب لا سکتے نہ ہوں جس کی

یہ سن کر خان کے سینے میں پھوٹا غیظ کا لاوا
مگر بدبخت کو چھونے نہ پایا کوئی پچھتاوا

نہ کوئی بات کی اور اٹھ کے چھوڑا آستانے کو
خموشی سے روانہ ہو گیا مہمان خانے کو

سحر ہوتے ہی اس بے فیض نے پنجتار کو چھوڑا
نئی سازش کی خاطر ہنڈ کو دوڑا دیا گھوڑا

حواشی

حصہ اول و دوم

حواشی (حصہ اول)

۱ ۔ بالا کوٹ ضلع ہزارہ میں شاہراہ کاغان پر وہ مقام ہے' جہاں سید احمد شہید' شاہ اسماعیل شہید اور ان کی قدوسی جماعت سکھوں سے آخری بار معرکہ آرا ہوئی اور ان کی اکثریت یہیں شہید ہو کر زندہ جاوید بن گئی۔ بالا کوٹ تحریک جہاد کے دور اول کا نقطہ انجام بھی ہے اور احیائے اسلام اور آزادی ہند کے لئے ولولہ انگیزی کا نقطہ آغاز بھی۔

۲ ۔ دریائے کنہار جس کے کنارے بالاکوٹ واقع ہے' یہ دریا کاغان سے آتا ہے اور دریائے جہلم میں مل جاتا ہے۔

۳ ۔ اکوڑہ خٹک دریائے کابل کے کنارے نوشہرہ (سرحد) سے تقریبا آٹھ میل جنوب مشرق میں ایک گاؤں ہے جہاں مجاہدین نے سکھوں کے دس ہزار کے لشکر پر شبخون مارا اور ان کو پسپا کر دیا۔

۴ ۔ پنجتار ضلع مردان کا ایک گاؤں ہے' جہاں جنگ شیدو کے بعد سید صاحب نے مرکز بنایا۔

۶٫۵ ۔ زیدہ اور مایار دونوں قصبے ضلع مردان میں ہیں' جہاں مجاہدین کو نہایت مجبوری سے درانیوں (سرحدی مسلمانوں) سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ زیدہ میں سات سو مجاہدین نے دس ہزار درانیوں کو شکست دی اور مایار میں بھی کثیر التعداد درانیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ درانیوں نے بار بار جہاد میں غدارانہ روش اختیار کی اور مجاہدین کو نقصان پہنچایا' جس کے باعث یہ معرکہ آرائیاں ناگزیر ہو گئیں۔

۷ ۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری مصنف "شاہنامہ اسلام" ۔ حضرت حفیظ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے (دسمبر ۱۹۸۲ء) میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۸ ۔ قال اللّٰہ تعالٰی وفضل اللّٰہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیما○ درجت منہ ومغفرۃ ورحمہ وکان اللّٰہ غفورا رحیما (النساء - ۹۵ - ۹۶) (اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو (گھر) بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم کے حساب سے فضیلت دے رکھی ہے (یعنی) اللہ کی طرف سے بہت سے درجات اور بخشش اور رحمت (کا وعدہ ہے) اور اللہ بڑا بخشش کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے)۔

۹ ۔ نواب امیرالدولہ والی ٹونک نے واقائع احمدی مرتب کروائی۔ نواب صاحب مذکور نے سید صاحب کے بقیۃ السیف مجاہدین میں سے کچھ نیازمندوں کو جمع کر کے مختلف واقعات کو مرتب کر کے یہ مجموعہ تیار کروایا۔ نیز نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے مختلف کتابوں میں سید صاحب کے حالات تحریر کئے ہیں۔ تقصار حیود الاحرار من تذکار جنود الابرار میں آپ نے ان کے حالات مستقل عنوانات کے تحت لکھے ہیں۔ "ترجمان وہابیہ" میں بھی سید صاحب اور شاہ اسماعیل کا ذکر ہے۔

۱۰ ۔ منظورۃ السعدا مرتبہ سید جعفر علی نقوی جو شاہ اسماعیل شہید کے کاتب خاص تھے۔

۱۱ ۔ مخزن احمدی مرتبہ سید محمد علی جو سید صاحب کے بھانجے تھے۔

۱۲ ۔ وقائع احمدی حاشیہ نمبر ۹ (مندرجہ بالا)۔

۱۳ ۔ نور احمدی مرتبہ مولوی نور احمد نگرامی۔ یہ جماعت مجاہدین میں مورخ اسلام کے نام سے مشہور تھے۔ یہ کتاب بالاکوٹ میں موصوف کی شہادت کے ساتھ ہی تلف ہو گئی تھی۔

۱۴، ۱۵ ۔ سید صاحب اور شاہ اسماعیل شہید کے مکتوبات کے مجموعے جو بعد میں مرتب ہوئے۔

۱۶ ۔ مکاتیب بریلی ان خطوط کا مجموعہ ہے جو سید صاحب نے وقتاً فوقتاً سرحد سے اہل خانہ کو تحریر کئے۔

۱۷ ۔ مکاتیب سید حمید الدین۔ مولانا مہر لکھتے ہیں کہ یہ مکاتیب انہوں نے منظورۃ السعدا سے نقل کرائے۔

۱۸ ۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کی کتاب "تواریخ عجیبہ" اور "حیات سید احمد شہید"

۱۹ ۔ مرزا حیرت دہلوی کی کتاب حیات طیبہ جو شاہ اسماعیل کی سوانح حیات ہے مگر اختصار کے ساتھ پوری تحریک کا ذکر ہے۔ مولانا مہر نے "حیات سید احمد شہید (جعفر تھانیسری) اور "حیات طیبہ" (حیرت دہلوی) پر مدلل تنقید کی ہے کیونکہ ان کتب میں بوجوہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تحریک جہاد صرف سکھوں کے خلاف تھی، انگریزوں کے خلاف نہیں۔

۲۰ ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "سیرت سید احمد شہید"۔ اس میں تحریک کی مفصل داستان ہے۔ مولانا موصوف سید صاحب کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور اپنے اسلاف کے عقائد پر ہندوستان میں آج بھی توحید و سنت کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔ آپ عالم اسلام کی بھی ایک معروف شخصیت ہیں۔ مولانا موصوف اس وقت برصغیر ہند و پاکستان کے دینی اور علمی افق پر ایک نجم ثاقب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیرت سید احمد شہید (دو جلد) کے علاوہ اسی موضوع پر آپ کی دیگر کتب "جب ایمان کی بہار آئی (تلخیص سیرت سید احمد شہید) اور کاروان ایمان و عزیمت نہایت وقیع تصانیف کے ساتھ ساتھ اردو کی نبی ﷺ رحمت مکمل، معرکہ ایمان و مادیت، پرانے چراغ، نقوش اقبال، تاریخ دعوت و عزیمت (۴ جلد)، قادیانیت، دریائے کابل سے دریائے یرموک تک، مذہب و تمدن اور دیگر بے شمار تصانیف اور مقالات ہیں، جن کو سلسلۃ الذہب کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔

۲۱ ۔ "سید احمد شہید" مرتبہ مولانا غلام رسول مہر۔ مولانا نے اس سلسلے میں تین کتابیں لکھی ہیں۔ پہلی "سید احمد شہید" جس میں تحریک جہاد، شہادت گاہ بالاکوٹ تک ہے، جس میں سید صاحب کی مفصل سیرت ہے۔ دوسری "جماعت مجاہدین" جس میں اکثر معروف مجاہدین کے سوانح جمع کئے ہیں۔ تیسری "سرگزشت مجاہدین" جس میں بالا کوٹ کی شہادت گاہ کے بعد بقیۃ السیف مجاہدین کی سرگرمیاں بالتفصیل تحریر کی گئی ہیں۔ مولانا موصوف کی کوششوں کی انتہا یہ ہے کہ آپ نے ان تمام علاقوں کو بچشم خود دیکھا ہے اور ایک ایک مقام کی تصدیق و تحقیق میں مشقت اٹھائی ہے۔ مولانا بے شمار علمی اور تحقیقی کام کر کے ۱۹۶۸ء میں عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔

۲۲ ۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے علمائے وقت کو آئین اسلامی کی تدوین پر مقرر کیا اور "فتاویٰ عالمگیری کے نام سے اس وقت کے مذہبی ماحول کے مطابق شرعی قوانین کی شہر آفاق کتاب مرتب کروائی۔

۲۳،۲۴ ۔ اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند ہونے کے باوجود قرآن مجید کی کتابت اور ٹوپیاں سی کر گزارا کرتا تھا۔ اس نے وفات سے پہلے وصیت کر دی تھی کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں سی کر جو روپے جمع کئے ہیں، ان میں سے ساڑھے چار روپے موجود ہیں۔ یہ رقم میرے کفن کے لئے استعمال کی جائے اور چند سو کی رقم قرآن نویسی کی اجرت ہے، اسے مساکین میں بانٹ دیا جائے۔ (تاریخ ہند، مہر)

۲۵ ۔ عالمگیر نے ۱۷۰۷ء میں وفات پائی اور دولت آباد (دکن) کے قریب خلد آباد میں دفن ہوا

۲۶ ۔ سیواجی کی قیادت میں مرہٹوں نے بہت طاقت حاصل کر لی اور دکن سے نکل کر شمالی ہند پر تاخت و تاراج شروع کی۔ اورنگ زیب کی زندگی میں ان کو دہلی تک رسائی حاصل نہ ہو سکی مگر بعد میں پیشواؤں نے دہلی بلکہ پنجاب تک کے علاقے زیر نگیں کر لئے۔ آخر احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری لڑائی (۱۷۶۳ء) میں ان کی کمر توڑ ڈالی اور وسطی اور شمالی ہندوستان ان کی ستم کوشیوں سے محفوظ ہوا (مرہٹوں کو پہاڑی چوہے بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہ پہاڑوں سے اچانک نکلتے اور لوٹ مار کرکے پھر پہاڑوں میں گھس جاتے۔

۲۷ ۔ سکھوں کے دسویں گرو گوبند سنگھ جی اورنگ زیب کی وفات سے تھوڑا عرصہ بعد ۱۷۰۸ء میں دکن میں قتل ہو گئے۔ ان کے بعد سکھوں کی قیادت بندہ بیراگی کو سونپی گئی جو نہایت جنگجو اور سنگدل شخص تھا۔اس نے عالمگیر کی وفات کے بعد لدھیانہ سرہند اور دیگر کئی شہروں کو لوٹا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ آخر کار فرخ سیر کے عہد میں بندہ کا قلع قمع ہوا۔ بندہ کشمیری جوگی تھا جو دکن کے جنگلوں میں پھر رہا تھا۔ گروجی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو اپنے ڈھب کا پایا اور سکھ بنا کر لشکر کی سرداری پر فائز کر دیا۔

۲۸ ۔ تاریخ پنجاب، کنہیا لال صفحہ ۵۹ و تاریخ ہندوستان، مولانا ذکاء اللہ صفحہ ۵۹ جلد ۹

۲۹ ۔ بندہ نے بار بار لاہور پر حملہ کیا مگر شاہی فوجیں ہمیشہ اسے شکست دیتی رہیں۔ بہادر شاہ اول (جانشین اورنگ زیب) خود اس محاذ پر آ کر بیٹھ گیا اور بندہ لاہور پر حملے کے بعد بھاگ کر پہاڑوں میں چھپتا رہا اور پھر فوج اکٹھی کرکے حملہ آور ہوتا رہا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس میں کامیابی عطا نہ کی۔ (تاریخ پنجاب، کنہیا لال)

۳۰ ۔ فرخ سیر نے بادشاہ بنتے ہی بیراگی کی گوشمالی پر خاص توجہ مبذول کی۔ اس غرض کے لئے عبدالصمد خان دلیر جنگ کو پنجاب کا گورنر بنایا جو تورانی امیروں میں بڑا قابل اور دلیر تھا (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۲)

۳۱ ۔ سکھوں نے محاصرے کے دوران کچھ مدت تک رسد وغیرہ کھائی مگر محاصرہ طویل تھا، اس لئے بھوک کے مارے گھوڑے اور خچر تک کھانے شروع کر دیئے اور انہیں بھی ختم کر دیا۔

۳۲ ۔ بندہ بیراگی اور اس کے ساتھیوں کو قید کرکے لاہور لایا گیا۔ یہاں سے عبدالصمد خان نے اپنے بیٹے زکریا خان کی

قیادت میں تمام قیدی دہلی بھیج دیئے جہاں ان کو عبرتناک سزائیں دے کر ختم کر دیا گیا۔

۳۳ ۔ بندہ بیراگی کو عبرتناک سزا دینے کے لئے لوہے کے بڑے بڑے زنبور بنائے گئے۔ جلاد ان زنبوروں کو آگ میں سرخ کرتے اور پھر بندا کے بدن سے بوٹیاں نوچتے۔ اس طرح اسے اذیت ناک سزا دی گئی اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

۳۴ ۔ بیراگی کو سزا دینے سے پہلے پوچھا گیا کہ تو نے اتنے ظلم کیوں کئے اور بے گناہوں کو کس وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا اس نے جواب دیا' جب بندگان خدا کی سرکشی حد سے بڑھ جائے تب تو "منتقم حقیقی در مکافات اعمال آنہا چوں من ظالمے را می گمار و تا جزائے ہر یکے در کنارش نہد بعد ازاں مثل شما مقتدراں براو تسلط دادہ او را بہ سزائے کردارش مے رساند"۔ (منتقم حقیقی سرکشوں کو سزا دینے کے لئے میرے جیسے ظالم کو مقرر کر دیتا ہے پھر تم جیسے طاقتوروں کو اس ظالم پر مسلط کرکے اسے کیفر کردار کو پہنچاتا ہے) گویا بیراگی اپنے آپ کو خدا کی طرف سے تعزیر کا تازیانہ سمجھتا تھا (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۳ بحوالہ سیر المتاخرین)۔

۳۵ ۔ سید عبداللہ اور سید حسین علی دونوں بھائی دربار پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ جسے چاہتے تھے بادشاہ بنا دیتے تھے اور جب اس سے ناراض ہو جاتے تھے تو کسی دوسرے شہزادے کو سازش کے ذریعے سے اپنا ہمنوا بنا لیتے اور بادشاہ کو قتل کرا دیتے تھے۔ تاریخ میں ان کو "بادشاہ گر بھائی" کہا گیا ہے (ماخوذ از تاریخ ہند)۔

۳۶ ۔ محمد شاہ جو اپنی عیش پرستی کی بنا پر رنگیلے کے نام سے مشہور ہوا۔

۳۷ ۔ نادر شاہ نے جب دلی میں قتل عام کا حکم دیا تو گلیوں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ پھر اس نے خزانہ لوٹا' تخت طاؤس (جسے شاہجہان نے دس کروڑ روپے کی لاگت سے بنایا تھا) اور کوہ نور ہیرا قبضے میں کر لیا اور ایران چلا گیا۔ (تاریخ ہند)

۳۸ ۔ مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اکثر صوبیداروں نے خود مختار ریاستیں قائم کر لیں' خصوصاً دکن' بنگال' اودھ اور پنجاب آزاد ہو گئے جو پھر کبھی مغلوں کے زیر اقتدار نہیں آئے۔ (تاریخ ہند)

۳۹ ۔ سیواجی مرہٹہ کے مرنے کے بعد اس کے جانشین کمزور ہو گئے تو ان کی گدی پر پیشواؤں نے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے یہاں تک طاقت حاصل کر لی کہ محمد شاہ رنگیلے کے بعد دہلی کے تخت پر قابض ہو گئے اور پھر آگے بڑھ کر پنجاب کے بعض حصوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ پانی پت کی تیسری لڑائی (۱۷۶۳ء) میں احمد شاہ ابدالی نے ان کی کمر توڑ دی۔ تاریخ ہند)

۴۰ ۔ شاہ بنگال نواب سراج الدولہ انگریزوں سے بدظن تھا کیونکہ وہ اس کی پروا کئے بغیر اپنی جنگی تیاریاں کرتے رہتے تھے اور حکومت کے نظم و نسق میں بھی دخل اندازی کرتے رہتے تھے۔ (تاریخ ہند)

۴۱ ۔ میر جعفر سراج الدولہ کا بھائی اور سالار لشکر تھا۔ انگریزوں نے اس سے وعدہ کیا کہ سراج الدولہ کو معزول کرکے اسے بنگال کا حکمران بنا دیں گے۔ لہٰذہ میر جعفر نے خفیہ معاہدہ کرکے انگریزوں کا ساتھ دینا منظور کر لیا۔ (تاریخ ہند)

۴۲ ۔ (Robert Clive) بنگال کا انگریز گورنر تھا جو نہایت عیار حکمران تھا۔ اس نے انگریزی سلطنت کو وسیع بنیادوں پر

کھڑا کر دیا۔ اسے مورخ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا بانی قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ ہند)

۴۳ ۔ میر جعفر نے نواب بنگال بن کر انگریزوں پر انعام و اکرام کی بارش شروع کر دی اور خزانہ خالی کر دیا۔ جب انگریزوں نے مزید روپیہ طلب کیا تو وہ ادا نہ کر سکا۔ اس پر انگریزوں نے میر قاسم سے ساز باز کرکے اسے نواب بنا دیا اور میر جعفر کو گدی سے اتار دیا۔ ماخوذ تاریخ ہند)

۴۴ ۔ انگریز تاجر مال پر چنگی ادا نہیں کرتے تھے نیز حفاظتی فوج کے اخراجات بھی میر قاسم کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ جب اس میں اس کا یارا نہیں رہا تو اس نے انگریزوں سے جنگ چھیڑ دی مگر ہر بار شکست کھائی۔ اس طرح بہار اور اڑیسہ کے علاقے انگریزوں کے تسلط میں آ گئے اور مشرقی ہندوستان پر انگریز کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ (ماخوذ از تاریخ ہند)

۴۵ ۔ شہنشاہ ہندوستان شاہ عالم ثانی نے نواب اودھ کو ساتھ ملا کر میر قاسم کی مدد کی مگر بکسر کے مقام پر شکست کھائی جس کے نتیجے میں انگریزوں کو بہار اور اڑیسہ کی دیوانی دے کر معاہدہ صلح کرنا پڑا۔ (ماخوذ از تاریخ ہند)۔

۴۶ ۔ بکسر کی شکست نے اودھ میں بھی انگریز کا عمل دخل کر دیا اور نواب اودھ نے بلا محصول انہیں تجارت کے حقوق دے دئے بعد ازاں بہانوں کے ساتھ انگریز نے نواب کو وظیفہ دے کر معزول کر دیا اور خود نظم ریاست پر قابض ہو گئے۔ (ماخوذ از تاریخ ہند)

۴۷ ۔ سلطان فتح علی ٹیپو والی میسور جس نے اپنے زور بازو اور حسن تدبر سے میسور کو اسلامی ریاست بنایا

۴۸ ۔ سلطان کے غداروں میں میرزادے یعنی میر صادق' میر غلام علی لنگڑا وغیرہ سر فہرست تھے۔

۴۹ ۔ انگریزوں نے تمام ریاستوں میں امدادی نظم (Subsidiary System) جاری کیا جس کی رو سے ہر ریاست میں ایک انگریز ریزیڈنٹ اور ایک مقررہ فوج متعین کی جس کی تنخواہ بھی ریاست کے ذمے ہوتی تھی جو بظاہر والی ریاست کی محافظ تھی مگر درحقیقت انگریز کی بالادستی کا نشان تھی۔ ریزیڈنٹ کے پاس بے پناہ حقوق تھے جو والی ریاست پر برتری کی علامت تھی۔

۵۰ ۔ میسور کی آخری جنگ مئی ۱۷۹۹ء میں لڑی گئی جس میں سلطان کی شہادت کے ساتھ مسلمانوں کی فرمانروائی کا آخری مضبوط قلعہ بھی مسمار ہو گیا اور اٹھارہویں صدی بھی اپنے اختتام کو پہنچی۔

۵۱ ۔ حصار سرخ۔ لال قلعہ دہلی' مغل بادشاہوں کا فرمان لال قلعہ کے باہر کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔ انتظامی امور میں ریزیڈنٹ کو ہر شعبے میں برتری حاصل تھی۔

۵۲ ۔ "ظل سبحانی" (خدا کا سایہ) مغل شہنشاہوں کا لقب تھا جو اب ایک طنز بن کر رہ گیا تھا۔

۵۳ ۔ سکھ راج درحقیقت کوئی باقاعدہ اور منظم راج نہ تھا بلکہ ایک نوع کا فوجی غلبہ تھا۔ (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۶)

۵۴ ۔ سکھ فوجیں جب نقل و حرکت میں ہوتی ہیں تو کھیتی باڑی کا کچھ خیال نہیں کرتیں۔ ان کا توپ خانہ اور رسالہ کھڑی فصلوں سے بے تکلف گزرتا ہے (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۶ بحوالہ جنرل فین کی کتاب "ہندوستان میں پانچ سال"

(Five years in India)

۵۵ ۔ ہربرٹ ایڈورڈس دیوان دولت رائے حاکم لکی مروت (سرحد) کے بارے میں رقمطراز ہے " یہ شخص چاہتا ہے کہ دریائے سندھ کے اس سمت میں مختار کل رہے۔ لوگوں کو جتنا چاہے لوٹے' نہ کوئی غیر جانبدار مبصر موجود ہو اور نہ اس کی رپورٹ کی جائے۔ مروت میں میں نے جو کچھ دیکھا اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ حکومت بے پروایانہ غارت گری کا ایک منظم سلسلہ ہے۔ (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۷)

۵۶ ۔ پھولا سنگھ اکالی کو اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ مسلمان آبادی پر گھناؤنے ظلم کرے اور ان کو حد درجہ مکروہ انداز کی تذلیلات کا نشانہ بنائے (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۷ بحوالہ پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ جلد پنجم صفحہ ۱۰۶)

۵۷ ۔ سکھوں کے مذہبی پیشواؤں یا اکالیوں میں (جن کی حیثیت جنونی قسم کے فقیروں کی ہے) رواداری اور اعتدال بالکل ناپید ہے اور مسلمان مجبور ہیں کہ اپنے مذہبی فرائض چھپ چھپ کر پورے کریں (سید احمد شہید صفحہ ۳۳ بحوالہ آرلج کی کتاب "ہندوستان میں سفر' جلد اول صفحہ ۱۶۴) نیز حیات طیبہ صفحہ ۲۰۷ پر مرزا حیرت لکھتے ہیں "یہ غضب تھا کہ کوئی مسلمان مسجد کے کواڑ کھول کر نماز نہ پڑھ سکتا تھا اگر کسی نے ایسا کیا تو اسے راہ چلتا سکھ پیچھے سے دھکا دے کر الٹ دیا کرتا تھا۔

۵۸ ۔ دس فیصد مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں تھیں۔ ان میں گھوڑے بندھتے تھے یا سکھوں کے دفتر تھے۔ قطعاً حکم دے دیا گیا تھا کہ کوئی شخص اذان بلند آواز سے نہ کہے بلکہ اس خاموشی سے کہے کہ اس کا دوسرا بازو بمشکل سن سکے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۲۰۵)

۵۹ ۔ اسلامی بادشاہت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی کمزوری پر جو پردہ پڑا ہوا تھا' وہ اٹھ گیا تھا۔ دنیوی حکومت اور اقتدار کا معاملہ عجیب ہے کہ اس سے بہت سے عیب چھپ جاتے ہیں اور کئی برائیاں تو خوبیوں کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ (موج کوثر از شیخ محمد اکرام صفحہ ۹)

۶۰ ۔ جب مسلمانوں کا جاہ و جلال رخصت ہونے لگا اور انہیں اپنے حالات اور اپنی تقدیر پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کی ضرورت پڑی تو کوتاہیاں پرانوں کو نظر ہی نہ آتی تھیں' وہ اب آنکھوں میں کھٹکنے لگیں۔ (موج کوثر صفحہ ۹)

۶۱ ۔ سیتلا (چیچک) ایک بیماری ہے مگر ہندوؤں کے ہاں ایک دیوی کا نام ہے جو اس بیماری سے نجات دہندہ کہلاتی ہے۔ وہ اس کی باقاعدہ پوجا کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی چیچک سے نجات پانے کیلئے اس دیوی کو پکارنا شروع کر دیا تھا۔ ہندو اسے سیتلا ماتا (ماں) کہتے ہیں۔ اہل پنجاب اس بیماری ہی کو ماتا کہنے لگے اور اس کے نام کے دم ٹوٹکے کرنے لگے۔ حیات طیبہ میں مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں کہ بڑے بڑے شرفاء اور عمائد جو بڑی ڈینگ کی لیتے تھے اور کوئی اپنے کو نجدی کوئی بغدادی' کوئی مکی' کوئی مدنی بخاری بتاتا تھا' ان کی خواتین سیتلا کی پرستش کرتی تھیں۔ (حیات طیبہ صفحہ ۱۷)

۶۲ ۔ کرشن جی کا لقب کنہیا بھی مشہور ہے ہندو ان کو کرشن بھگوان (یعنی خدا) کے نام سے پوجتے ہیں۔

۶۳، ۶۴ ۔ سید احمد کبیر کے نام کی گائے قربان کرنا اور شیخ سدو کے نام کا بکرا قبر پر چڑھانا ایک عام معمول بن گیا تھا اور یہ مشرکانہ رسوم ہندوؤں کے ہاں سے آ کر مسلمانوں میں رائج ہوئیں۔ آج کل بھی ہمارے ہاں پنجاب میں بلکہ پورے پاکستان میں بزرگوں کی نذریں مانی جاتی ہیں۔ لاہور میں حضرت علی ہجویری کو داتا گنج بخش کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کے عرس پر جو خرافات ہوتی ہیں' خدا پناہ! پاکپتن میں حضرت فریدالدین کی قبر پر کیا کچھ نہیں ہوتا' یہاں تک کہ وہاں داخلے کے لئے "بہشتی دروازہ" تک بنا رکھا ہے جس میں سے گزرنے والے کو جنتی ہونے کی سند دی جاتی ہے۔ استغفراللہ! کراچی میں منگا پیر کے تالاب میں مگرمچھوں کو بکرے چڑھائے جاتے ہیں۔ منگا پیر یا منگھو پیر غالباً "مگر پیر" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

۶۵ ۔ بی بی کی صحنک حضرت فاطمہؓ الزہرا کے نام کی نیاز کو کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی صحنک یا کونڈے میں خاص کھانا جمایا جاتا' جس کو پارسا اور سہاگن عورت کے سوا کسی کو کھانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ حکیم عبداللہ خاں نصر علیگ نے "الاعتصام" یکم ستمبر ۱۹۷۱ء کے شمارے میں اپنی ڈائری کے حوالے سے لکھا ہے کہ "یہ رسم جہانگیر کی ہندو بیوی اجودھیا بائی نے شروع کی۔ چونکہ نور جہاں اس کو اکثر گنوار اور دیہاتن کہہ کر پکارتی تھی' لہٰذا اس نے انتقاماً ایک منصوبہ سوچا کہ نور جہاں کی تذلیل ہو۔ چونکہ نور جہاں شیر افگن کی بیوہ تھی اور جہانگیر نے اسے بدقت تمام اپنی بیوی بنایا تھا لہٰذا سہاگن کی تعریف میں نہیں آتی تھی۔ اجودھیا بائی نے اس فاتحہ میں محض سہاگن رانیوں کو شامل کرنا ضروری قرار دیا تاکہ نور جہاں اس میں نہ آ سکے اور اس کی سبکی ہو" (حوالہ مذکور)۔ اس میں نور جہاں کی سبکی تو شاید وقتی طور پر ہو گئی ہو گی مگر ایک ہندو عورت جاتے جاتے مسلمانوں کو ایک مشرکانہ رسم ضرور دے گئی جو بعد میں دین کا لازمہ بن گئی۔

۶۶ ۔ ماہ رجب کی اکیسویں شب کو ایک خاص قسم کی میٹھی چیز پکا کر کونڈوں میں بھری جاتی ہے پھر اس پر امام جعفر صادق کے نام کا ختم پڑھا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ ختم دلانے والا سال بھر ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے بلکہ اگر کوئی اچانک مصیبت آ جائے تو حضرت "امام" صاحب اس کی مدد کو آ پہنچتے ہیں۔

۶۷ ۔ جس طرح ہندو اپنی گیتا کے اشلوک (آیات) پڑھ کر پھونکیں مارتے ہیں' اسی طرح ملاؤں نے قرآن کی آیات سے شکم پروری کا سامان پیدا کر لیا ہے۔

۶۸ ۔ منادی عورتوں کی بولی میں ہیضہ کو کہتے ہیں جو کہ ایک رسم پڑ گئی تھی کہ ایسے شخص کے سرہانے بیٹھ کر جو جان کنی کی حالت میں ہو اور اس کا دم نہ نکلتا ہو' سورۃ یسین پڑھا کرتے ہیں اور یہ مشہور ہے کہ یٰسین کے ختم ہوتے ہی مریض مر جاتا ہے۔ اس لئے قلعہ میں سورۃ یٰسین ہیضہ کی سورۃ مشہور تھی۔ (حاشیہ' حیات طیبہ' صفحہ ۲۴)۔

۶۹ ۔ کُناگت (اور کریا کرم) سلطانی حرم سرائے میں جہاں بہت کچھ اسلامی رسوم کی اشاعت کی امید کی جاتی تھی' زیب النساء کی جدت پسند طبیعت نے ہندووانی رسوم سے نئی نئی باتیں تراش کے خواتین اسلام میں ان کو رواج دیا۔ کُناگت جو ہندوؤں کے ہاں مردوں کی فاتحہ کے لئے سالانہ حلوا پوری پکائی جاتی ہے' شب برات کی حلوا پوری سے اس کا تبادلہ کر دیا۔ (حیات۔ طیبہ' صفحہ ۱۵)۔

۷۰ ۔ بندرابن وہ جنگل ہے جہاں جمنا کے کنارے کرشن جی گائیں چرایا کرتے تھے۔ یہ جنگل ہندو جوگیوں کی پرستش گاہ بن گیا۔ اسے بندرابن یا برندابن دونوں ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

۷۱ ۔ لاتنھوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور تمہی سربلند ہو بشرطیکہ تم مومن ہو)۔

۷۲ ۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (خدا کی راہ میں قتل ہونے والے کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کو نہیں سمجھتے۔ البقرہ)

۷۳ ۔ سید صاحب کے نزدیک اسلامی قوت کے زوال و اضمحلال کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں روح اسلام اور روح جہاد باقی نہیں رہی تھی۔ سید صاحب اسی روح کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے تھے۔ ان کا نصب العین یہ تھا کہ کلمۃ اللہ سربلند ہو۔ سید المرسلین کی سنتیں تازہ ہو جائیں اور بلاد اسلام کو غیر مسلموں کے تصرف سے آزاد کرا لیا جائے۔ انہی اغراض کے پیش نظر انہوں نے جہاد کے لئے دعوت عام دے کر مسلمانوں کی تنظیم شروع کی۔ (سید احمد شہید صفحہ ۲۷۶)

۷۴ ۔ ------ملتوں اور قوموں کے انقلاب میں اللہ تعالی کی یہی سنت جاری ہے کہ معمولی لوگوں میں سے ایک بے سر و سامان آدمی اٹھتا ہے' آہستہ آہستہ رفیقوں کی جماعت فراہم کرتا ہے' تدریجاً اپنی شوکت کو اس حد تک بڑھا لیتا ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں اور ذی حشم خانوں کی مملکتیں توڑ کر رکھ دیتا ہے"۔ (سید احمد شہید صفحہ ۲۷۳ بحوالہ ملتوبات شاہ اسماعیل شہید)

۷۵ ۔ حادثہ فاجعہ بالاکوٹ کے بعد مجاہدین کی قیادت مولانا نصیرالدین منگلوری نے کی اور مرکز اگھور سے سکھوں کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑیں اور آخر جنگ ٹوپی میں شہید ہوئے۔

۷۶ ۔ سید نصیر الدین دہلوی سندھ اور بلوچستان کے راستے سکھوں اور انگریزوں سے کئی معرکوں کے بعد ستھانہ پہنچے اور یہاں مجاہدین کا مرکز قائم کیا' یہیں فوت ہوئے اور اسی مقام پر دفن ہوئے۔

۷۷ ۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی طالب علمی ہی کے زمانے سے سید صاحب سے وابستہ ہوگئے تھے اور شاہ اسماعیل شہید کی جماعت میں شامل رہے۔ سید صاحب نے آپ کو حیدر آباد دکن میں وعظ و تبلیغ پر مقرر کیا تھا۔ بالاکوٹ کے معرکے میں موجود نہیں تھے۔ بعد میں آپ نے مجاہدین کی قیادت سنبھالی اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے۔ آپ نے ۱۸۵۲ء میں وفات پائی۔

۷۸ ۔ مولانا عنایت علی مولانا ولائیت علی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی امارت کے زمانے مجاہدین نے بالاکوٹ' گڑھی حبیب اللہ وغیرہ کے علاقے فتح کئے اور اسلامی حکومت قائم کی۔ بعد میں انگریزوں کے مقابلے میں گرفتار ہوئے' پھر ستھانہ چلے گئے اور کاروبار جہاد میں مصروف رہے۔ مولانا ولایت علی کی وفات کے بعد مجاہدین کی امارت ان کے سپرد ہوئی۔ (ماخوذ سرگزشت مجاہدین از مہر)

۷۹ ۔ مجاہدین نے دسمبر ۱۸۴۵ء میں مولانا عنایت علی کی قیادت میں بالاکوٹ پر قبضہ کر لیا اور پھر گڑھی حبیب اللہ کو فتح کرکے فتح گڑھ پر حملہ کیا اور اسے بھی تسخیر کر لیا۔ یہاں مجاہدین نے باقاعدہ اسلامی حکومت قائم کی۔ فتح گڑھ کی جنگ کے بعد سکھوں پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ انہوں نے پکھلی، نواں شہر اور جدون کے علاقے سے مکمل دستبرداری اختیار کر لی۔ اسلامی مملکت کی حد نواں شہر سے سکندر پور کے قریب تک پہنچ گئی (ماخوذ سرگزشت مجاہدین از مہر)۔

۸۰ ۔ مولانا ولایت علی کی وفات (۱۸۵۲ء) کے بعد مولانا عنایت علی نے سادات ستھانہ کی رفاقت میں انگریزوں سے کئی جنگیں لڑیں۔ آخر انگریزوں نے ستھانہ کو برباد کر دیا تو مولانا مع سادات ستھانہ کے منگل تھانہ میں مقیم ہو گئے اور جہاد جاری رکھا۔

۸۱ ۔ سادات ستھانہ نے جب دوبارہ ستھانہ پر قبضہ کرنے کے لئے لشکر تیار کیا تو مولانا عبداللہ غازی ابن مولانا ولایت علی نے ان کی معیت میں امبیلہ کے مقام پر انگریزوں سے خون ریز جنگ لڑی جو مقامی خانوں کی غداری سے شکست پر منتج ہوئی۔ بعد میں انگریزوں نے ماکا وغیرہ مجاہدین کے مقامات کو جلا کر خاکستر کر دیا (ماخوذ از سرگزشت)۔

۸۲ ۔ انگریزوں نے مجاہدین سرحد کی اعانت کے جرم میں مولانا محمد جعفر تھانیسری، مولانا احمد اللہ اور مولانا یحیٰی علی عظیم آبادی پر مقدمہ چلایا جو مقدمہ انبالہ کے نام سے مشہور ہے۔ انبالہ جیل میں ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ ان کے آبائی مکانات کو اکھاڑ پھینکا گیا اور لواحقین کو بے خانماں کر دیا گیا۔ پھانسی کی سزا سنائی گئی مگر جب مذکورہ بزرگوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا تو اسے منسوخ کرکے کالے پانی (انڈیمان) میں عمر قید بہ عبور دریائے شور کی سزا دی۔ صرف مولانا محمد جعفر علی تھانیسری وطن واپس لوٹے۔ دوسرے بزرگ وہیں فوت ہو کر دفن ہوئے جن کے مدفن آج بھی زبان حال سے پکار رہے ہیں ؎

خیزند چوں زخاک شہیدان ما بہ حشر
در محشر آوریم، دو عالم سیاہ را

(ماخوذ از سرگزشت مجاہدین)

۸۳ ۔ شاہ علم اللہ سید صاحب کے قریبی اجداد میں گرامی مرتبہ شخصیت کے مالک تھے جن کا تذکرہ علیحدہ آ رہا ہے۔

۸۴ ۔ امیر سید قطب الدین سید صاحب کے اجداد کرام میں پہلے شخص تھے جو بغداد سے غزنی اور پھر دہلی آئے۔ یہاں سے وہ پورب کی طرف چلے گئے۔ ان کے ساتھ غزنی کے مجاہدین تھے۔ انہوں نے مانک پور، کڑا اور قنوج کے علاقے فتح کرکے اسلامی سلطنت میں شامل کئے۔ یہ سلطان شمس الدین التمش کا عہد تھا۔ سید قطب الدین کی عمر شریف بحوالہ بحر الانساب ۵۸۱ ہجری (۱۱۵۸ء) تا ۶۶۷ ہجری (۱۲۶۷ء) ہے (ماخوذ از سیرت علی ندوی، جلد اول، صفحہ ۶۵۔۶۶ اور "سید احمد شہید" از مہر صفحہ ۳۶۔۳۷)

۸۵ ۔ حضرت سید قطب الدین کی اولاد کو اللہ نے بڑی دینی و دنیوی برکت عطا فرمائی۔ سیادت و امارت کے ساتھ علم و

فضل، زہد و تقویٰ کی دولت سے مالا مال رکھا۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید تاج الدین تھے جو مدت تک اودھ اور بدایوں کے عہدہ قضا پر رہے---- امیر سید قطب الدین کے بڑے صاحبزادے سید نظام الدین نے ایک فرزند یادگار چھوڑا جن کا نام سید رکن الدین تھا۔ آپ ہی سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کے مورث ہیں۔ (سیرت علی ندوی، جلد اول، صفحہ ۶۶۔۶۷ بحوالہ تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی)

۸۶ ۔

امیر سید قطب الدین کی اولاد پوری ایک صدی تک بڑی نیک نامی، عزت و حرمت، دینداری اور بزرگی کے ساتھ کڑے میں مقیم رہی پھر جائس، نصیر آباد اور بریلی میں نقل مکانی کی (حوالہ مذکورہ صفحہ ۶۸)۔ مولانا علی ندوی مدظلہ نے اسی صفحہ پر حاشیے میں تحریر کیا ہے کہ سید قطب الدین کے اخلاف میں سید ہدایت اللہ کی اولاد میں مولانا سید محمد امین نصیر آبادی اور آپ (مولانا علی ندوی) کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی ہیں۔

۸۷ ۔ شاہ علم اللہ جو سید صاحب کے والد گرامی سید محمد عرفان کے پردادا ہیں، ۱۰۳۲ ہجری (۱۶۲۳ء) میں نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ عہد شاہجہانی (۱۰۴۸ ہجری) میں سرکاری ملازمت کی مگر اچانک ذہنی انقلاب سے ملازمت ترک کرکے فقر اختیار کیا۔ حضرت آدم بنوری سے خرقہ خلافت سے لے کر ۱۰۶۰ ہجری (۱۶۴۰ء) میں رائے بریلی میں آباد ہوئے۔ (ملخص)

۸۸ ۔ حج بیت اللہ کے سفر میں ہندوستان میں بھی جوتا نہیں پہنا اور ارض مقدس حجاز میں ننگے پاؤں رہے کہ یہ سرزمین خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خرام گاہ رہی ہے۔ اس پر ننگے پاؤں ہی پھرنا مناسب ہے۔ (سید احمد شہید صفحہ ۴۰)

۸۹ ۔ قیام مدینہ میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور فروخت کرکے خرچ چلاتے۔ "مشائخ حرمین" نے انہیں "مثیل ابوذرؓ) کا لقب دے دیا تھا (سید احمد شہید، صفحہ ۴۰)۔

۹۰ ۔ سید علم اللہ نے ایک وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد کسی فرزند کی دستار بندی نہ کی جائے یعنی کسی کو جانشین نہ بنایا جائے اس لئے کہ سجادہ آرائی کا جو سلسلہ عام طور پر رائج تھا، اس سے سخت متنفر تھے (ایضاً، صفحہ ۴۶)۔

۹۱ ۔ سید محمد عرفان جو سید صاحب کے والد تھے، شہ علم اللہ کے پرپوتے تھے (سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ہدیٰ بن شاہ علم اللہ)۔

۹۲ ۔ سید صاحب ۶ صفر ۱۲۰۱ ہجری مطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو پیر کے دن رائے بریلی میں پیدا ہوئے (سید احمد شہید صفحہ ۵۶)۔

۹۳ ۔ ڈنڑ (بروزن بڑ) بازوؤں کی ورزش جسے پنجابی میں "ڈنڈ" کہتے ہیں۔

۹۴ ۔ اس بات کا اظہار سید صاحب نے لکھنؤ میں کیا مگر ارادہ پہلے ہی سے تھا

۹۵ ۔ یاراں و برادراں ہرچہ کہ احسان امروز بر من کردید بقیتہ العمر از ادائے شکر آں بیروں نخواہم آمد (دوستو اور بھائیو! آج جو احسان آپ نے مجھ پر کیا ہے، میں عمر بھر اس کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا) (سید احمد شہید صفحہ ۶۵ بحوالہ مخزن

احمدی۔

۹۶ ۔ لکھنؤ پہنچتے ہی سید صاحب کے لئے ایک امیر کے ہاں سے کھانا مقرر ہو گیا جو آپ کے والد اور دوسرے اقربا کا نیازمند تھا (سید احمد شہید صفحہ ٦۵)۔

۹۷ ۔ یہاں والی سے مراد والی لکھنؤ ہے۔

۹۸ ۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہونے کا اشتیاق آغاز سفر ہی سے تھا مگر اس کا اظہار یہاں آکر کیا (ماخوذ)۔

۹۹ ۔ بلبل شیراز۔ حافظ شیرازی کا شعر ادنیٰ تصرف کے ساتھ۔

۱۰۰ ۔ اسلامی حکومت کی مخالفین سے کشمکش کے دوران میں جو کوئی کار نمایاں کرتا شاہ صاحب اس کے لئے دعا کرتے اور تحریر و تقریر سے اس کا دل بہلاتے۔ اس سلسلے میں ان کے دو خطوط قابل ذکر ہیں۔ ایک پائندہ خان روہیلہ کے نام ہے۔ "در ہنگام فتح نواح جہال شرقیہ ہندوستان و کسر کناس کفار و منصوری اہل اسلام"--- اور دوسرا خط سہارنپوری کے فوجدار خان زمان خان کے نام----شاہ صاحب کے یہ خطوط کتب خانہ جامع عثمانیہ کے ایک قلمی مجموعے سے ہمیں ملے تھے اور ہم نے انہیں "رود کوثر" کے گزشتہ ایڈیشن میں شامل کر دیا تھا۔ اس کے بعد پروفیسر خلیق احمد نظامی نے شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکاتیب میں اس سے بھی اہم مکاتیب شائع کئے ہیں اور رائے ظاہر کی ہے کہ مرہٹوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی کو بلانے اور نجیب الدولہ کو اس کا شریک کرنے میں شاہ صاحب کا ہاتھ تھا۔ "پانی پت کا میدان کارزار حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحب کا سجایا ہوا تھا" (رود کوثر از شیخ اکرام، صفحہ ۵۱۲۔ ۵۱۳)

۱۰۱ ۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا' جب کہ ترجمہ کرنا کلام اللہ کی بے حرمتی سمجھا جاتا تھا۔ اس وقت علماء نے سخت مخالفت کی بلکہ آپ کے قتل کے درپے ہوئے مگر آپ نے استقلال و پامردی سے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عام کر دیا ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ آپ کی دوسری اہم تصنیف حجتہ اللہ البالغہ ہے جس میں آپ نے شریعت کے حقائق و معارف بیان کئے ہیں۔ علاوہ ازیں تفسیر' حدیث' فقہ' تصوف' اجتہاد و تقلید وغیرہم پر بکثرت تصانیف آپ سے یادگار ہیں' جن کے باعث توحید و سنت کی تبلیغ کے لئے راستہ ہموار ہوا۔ آپ کے جانشینوں نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جس مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی تھی' وہ احیائے اسلام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۰۲ ۔ اکبر آبادی مسجد جس میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ درس و تدریس پر متعین تھے۔

۱۰۳ ۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ!

۱۰۴ ۔ شاہ اسماعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ ہجری مطابق ۲٦ اپریل ۱۷۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ (مقدمہ تقویتہ الایمان از غلام رسول

مہر، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی، نیز جماعت مجاہدین از مہر۔ حیات طیبہ میں تاریخ پیدائش ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ ہجری درج ہے)

۱۰۵ ۔ اس وقت آپ کے تینوں اعمام کرام کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے تینوں کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ (تذکار شہید از ندیم کوموی صفحہ ۴۷)

۱۰۶ ۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کا دارالحدیث مدرسہ رحیمیہ۔

۱۰۷ ۔ خود شاہ صاحب (شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ)، مولانا عبدالحی کو "شیخ الاسلام" اور شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کو "حجتہ الاسلام" فرمایا کرتے تھے۔ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ بھتیجے اور شاہ اسحق رحمہ اللہ نواسے تھے۔ اکثر بطور تحدیث نعمت یہ آیت پڑھا کرتے تھے : الحمد لله الذی وهبنی علی الکبر اسماعیل و اسحٰق (ہر تعریف اس خدائے پاک کے لئے ہے، جس نے بڑھاپے میں مجھے اسماعیل اور اسحٰق عطا کئے)۔ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی زبان پر جاری ہوئی تھی جنہیں بڑھاپے میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق (علیہم السلام) عطا کئے گئے (سید احمد شہید صفحہ ۱۱۷ معہ حاشیہ)۔ ایک موقع پر شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ تفسیر قرآن میں عبدالحی میرا نمونہ ہے، تحریر میں رشید الدین، حدیث میں مرزا حسن علی اور فقہ میں اسحاق۔ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا "اسماعیل کا علم کسی ایک شعبے میں محدود نہیں۔ جن لوگوں نے میرے عہد شباب کا علم دیکھا ہے، اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسماعیل کو دیکھ لو۔ (ایضا صفحہ ۱۱۸)

۱۰۸ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ "شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) نے مزاج وقت کے نامساعدت سے مجبور ہو کر بحکم۔

به رمز نکته ادا کن شمع که صلوتیان
سر سبو بکشانند و در فرو بستند

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے گئے تھے، اب اس سلطان وقت اور سکندر دوراں کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا، اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑے بڑوں کو بند حجروں کے اندر تاب نہ تھی، وہ اب سر بازار کہی جا رہی تھیں"۔ (موج کوثر، شیخ اکرام، صفحہ ۳۵-۳۴)

۱۰۹ ۔ جامع مسجد میں زیارت کے لئے کچھ تبرکات رکھے ہوئے تھے جن کو ایک مقررہ دن قلعہ میں لے جایا جاتا تھا اور وہاں بادشاہ ان کی زیارت کرتا اور خدام کو انعام دیتا تھا۔ ان اشیائے زیارت میں موئے مبارک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جبہ، نعلین اور قدم مبارک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ پارہ کلام مجید نوشتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، پنجہ شریف حضرت علیؓ، قرآن مجید نوشتہ حضرت امام حسنؓ، موئے مبارک حضرت حسنؓ، پارہ کلام مجید نوشتہ حضرت امام حسنؓ موئے مبارک حضرت امام حسینؓ، پارہ کلام مجید حضرت امام جعفر صادق، غلاف روضہ اطہر نبی اکرمؐ، غلاف کعبہ شریف (حیات طیبہ صفحہ ۸۴ سے اقتباس معہ حاشیہ)

۱۱۰ ۔ قبلہ گاہ، ظل الٰہی جہاں پناہ وغیرہ ۔ بادشاہ کے القاب تھے جن کی حیثیت اب سوائے ایک زہرخند کے کچھ نہ تھی۔

۱۱۱ ۔ ----آپ کے معتقدوں اور کنبہ کے بعض ممبروں نے مشورہ دیا کہ آپ پہلے ریزیڈنٹ سے مل لیں اور اپنی مخالفت کی ساری حقیقت بیان کر دیں، مبادا اکبر شاہ آپ کو کچھ مضرت پہنچائے، مگر آپ نے جواب میں یہ آیات پڑھیں قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولینا و علی اللہ فلیتو کل المؤمنون( ) (تو کہہ نہ پہنچے گا ہمیں ہرگز مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے وہی ہے صاحب ہمارا اور چاہئے مسلمان اللہ ہی پر بھروسہ کریں)۔ یہی آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں اس وقت پڑھی تھی جب آپ بطریق سے اس کے کیمپ میں ملنے گئے اور لوگ مصر ہوئے تھے کہ دشمن کی فوج میں تنہا تشریف نہ لے جائیں اور آپ نے اس آیت کے بھروسہ پر کسی کی بھی پروا نہ کی (حیات طیبہ، صفحہ ۸۷۔۸۸ مع حاشیہ بحوالہ الواقدی، جلد ۲ صفحہ ۳۸۹)۔

۱۱۲ ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے بادشاہ کے ساتھ ایک انگریز ریزیڈنٹ (Resident) حکومت کی نگرانی پر مقرر تھا۔ انتظامی امور میں اس کا حکم بادشاہ سے زیادہ موثر تھا اور بعض امور میں تو بادشاہ کو بھی سرتابی کی مجال نہ تھی۔

۱۱۳ ۔ بقول مصنف حیات طیبہ اس وقت ریزیڈنٹ کے سرشتہ دار مولوی فضل حق خیر آبادی تھے اور زبان بندی کی درخواست بھی انہوں نے ہی دلوائی تھی۔

۱۱۴ ۔ فرمان نبویؐ کے مطابق کسی غیر مسلم کو السلام علیکم کی بجائے "سلام علی من اتبع الھدیٰ" کہا جاتا ہے، یعنی سلامتی ہو اس پر جو راہ ہدایت پر چلتا ہے۔

۱۱۵ ۔ مصنف حیات طیبہ مولوی فضل حق صاحب کو منطقی کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ اکثر مسائل میں منطق و فلسفہ کی رو سے بحث کرتے تھے۔ مولانا جعفر تھانیسری صاحب "تواریخ عجیبہ" (جس کا نیا ایڈیشن ۱۹۶۸ء میں نفیس اکیڈمی کراچی کی طرف سے "حیات سید احمد شہید" کے نام سے شائع ہوا ہے) میں لکھتے ہیں کہ مولوی فضل حق معقولی خیر آبادی جو اس زمانے میں حاکم اعلیٰ شہر دہلی کے سرشتہ دار اور علم منطق کے پتلے اور افلاطون و سقراط و بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے، مولانا شہید کے سخت مخالف ہو گئے (صفحہ ۳۰۴) وعظ کی بندش بھی انہوں نے کروائی (صفحہ ۳۰۵)۔

۱۱۶ ۔ شیخ اکرام موج کوثر میں لکھتے ہیں کہ "سرسید اور مولانا سید احمد بریلوی کے ذاتی تعلقات کا کا تو کوئی سراغ نہیں ملتا لیکن آثار الصنادید سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید مولانا شہید کے جامع مسجد کے وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے اور مولانا کی تعلیمات سے خاص طور پر متاثر تھے۔ مولانا حالی سرسید کی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید نے ان کے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور انہیں کسی قدر تقلید کی بندشوں سے آزاد کیا۔ یہ صحیح ہے کہ بعد میں سرسید کے خیالات میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں لیکن ان کے باوجود سرسید کے دل میں ان بزرگوں کی جو عقیدت تھی، برقرار رہی (موج کوثر صفحہ ۳۰)۔ مفتی صدرالدین صاحب بھی بڑی رغبت سے وعظ سننے آتے تھے اور نئے نئے نکات سن کر

محظوظ ہوتے تھے (حیات طیبہ صفحہ ۱۷۲)۔ اسی طرح بہت سے اہل علم وعظ میں شریک ہو کر استفادہ کرتے تھے۔

۱۱۷ ۔ (شاہ اسماعیل صاحب کا وعظ سننے کے لئے) "مسجد جامع میں نماز جمعہ کے واسطے ایسی کثرت ہونے لگی جیسے عید گاہ میں نماز عیدین کے واسطے ہوا کرتی ہے --- سامعین ہزارہا سے متجاوز ہوتے تھے --- ان کی تقریر کی جامعیت سے وہ چیزیں مذکور ہوتیں کہ ہر شخص اپنے شعبے کا جواب پا لیتا اور کچھ خدشہ باقی نہ رہتا---" (آثار الصنادید' سرسید احمد خاں' صفحہ ۵۵۲ ۔ ۵۵۳' مطبوعہ ۱۹۶۵ء دہلی)

۱۱۸ ۔ مولانا شہید کے مختلف وعظ اپنا اثر برابر پھیلاتے جاتے تھے اور گروہ کے گروہ سچے دیندار بنتے جاتے تھے۔ جوں جوں کامیابی ہوتی جاتی تھی دوسری طرف دل میں عداوت بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ مفتی صدرالدین صاحب کے مکان پر جلسہ ہوا اور اس میں حاجی قاسم امام عید گاہ دہلی اور دینا بیگ خاں اس جلسہ کے سرغنہ تھے (حیات طیبہ صفحہ ۱۳۹)۔ اسی صفحہ کے حاشیہ پر تحریر ہے کہ مولوی مفتی صدرالدین صاحب مولانا شہید کے بڑے گہرے معتقدین میں سے تھے اور اس جلسہ میں خود شریک بھی نہ تھے (بحوالہ مجموعہ واقعات صفحہ ۲۱۱) حاشیہ تذکار شہید (ندیم کوموی) صفحہ ۶۴ پر ہے کہ مفتی صدرالدین نے اس میٹنگ میں ذاتی طور پر کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ ولی اللهی خاندان کے زبردست معتقد تھے۔

۱۱۹ ۔ اسی جلسہ میں حاجی قاسم اور دینا بیگ خان نے ریزولیوشن پاس کیا کہ جس کو اسماعیل حلال کہے' ہم اسے حرام کہیں گے اور جسے وہ حرام کہے ہم اسے حلال کہیں گے (حیات طیبہ صفحہ ۱۴۰)۔ دینا بیگ خان کے متعلق بحوالہ مجموعہ واقعات صفحہ ۲۱ حیات طیبہ کے اسی صفحہ (۱۴۰) کے حاشیہ پر ہے کہ اس شخص نے شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی شہادت کی خبر سن کر جامع مسجد میں مٹھائی تقسیم کی تھی۔

۱۲۰ ۔ اس جلسہ کا الٹا اثر بدعتی گروہ پر پڑا اور وہ محمدی گروہ کی طرف رجوع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں اگر ہم "مجموعہ واقعات" والے کی بات سچ مانیں تو آٹھ سو آدمی دیندار ہوئے تھے۔ انہوں نے قبروں پر سجدہ کرنا چھوڑ دیا تھا اور پیروں شہیدوں کی اپنی حاجت براری کے لئے نیاز و دلوانا ترک کر دیا۔ یوں بھی جتنی بدعتیں تھیں ان سب سے توبہ کی (حیات طیبہ' صفحہ ۱۴۰ ۔ ۱۴۱)

۱۲۱ ۔ حاجی قاسم کا تو یہ عالم تھا کہ ادھر مولانا شہید عیدگاہ میں اس کے پیچھے نماز پڑھنی ناجائز نہیں سمجھتے بلکہ فرماتے تھے کہ وہ سب باتیں محض نفسانیت سے کہتا ہے' عقیدہ سے نہیں۔ ہم تفرقہ بین المسلمین کے باعث نہ ہوں گے (ماخوذ از حیات طیبہ صفحہ ۱۸۷)

۱۲۲ ۔ غلام رسول نامی ایک رنگریز جس کی لڑکی رنجیت سنگھ نے اپنے گھر ڈال رکھی تھی' لاہور میں رہتا تھا۔ رنجیت سنگھ نے اسے جاگیر بھی دے رکھی تھی۔ یہ سخت بدعتی اور قبرپرست تھا۔ سکھوں کو خوش کرنے کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سے باز نہ آتا تھا۔ دہلی کے بدعتیوں سے بھی اس کی خط و کتابت تھی بلکہ بعض کے اس نے وظیفے مقرر کر رکھے تھے (ماخوذ از حیات طیبہ' صفحہ ۱۴۲ ۔ ۱۴۳)۔

۱۲۳ ۔ مسجد فتح پوری۔ شاہ اسماعیل شہید کے دادا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جب قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کیا تھا تو ملاؤں نے واویلا مچایا تھا اور اسی مسجد میں شاہ صاحب مغفور کا گھیراؤ کیا تھا۔

۱۲۴ ۔ صاحب "حیات طیبہ" نے لکھا ہے کہ پہلے ایک نوجوان نے مسجد میں حملہ کرنے کی کوشش کی تھی اور توبہ کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو بلا کر لایا تھا۔ یہ نوجوان قندھار کی سرحد میں منافقوں کے مقابلے میں شہید ہوا (ماخوذ از حیات طیبہ' صفحہ ۱۵۰)۔ ندیم کوموی نے لکھا ہے کہ چاروں نے مسجد میں بیک وقت توبہ کی اور یہ چاروں بالا کوٹ میں شہید ہوئے (تذکار شہید' صفحہ ۶۴)۔

۱۲۵ ۔ یہ واقعہ مولانا محمد جعفر تھانیسری نے تواریخ عجیبہ میں "ذکر جلی" کے حوالے سے مولانا محمد علی رامپوری کی زبانی بیان کیا ہے (حیات طیبہ' صفحہ ۳۰۶ ۔ ۳۰۸)

۱۲۶ ۔ ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ○ (اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکیوں کا حکم کرے اور برائیوں سے روکے اور وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں) آل عمران - ۱۰۴)

۱۲۷ ۔ مدرسہ عالیہ رحیمیہ جہاں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی درس فرمایا کرتے تھے۔

۱۲۸ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر پڑھا کرتے اور اترتے وقت سبحان اللہ (الحدیث)۔

۱۲۹ ۔ چونکہ مولانا صاحب ایک نامی گرامی اور مشہور شخص تھے اور ایک بڑے گھرانے کے صاحبزادے تھے۔ باوجود بھیس بدلنے کے بھی وہ آپ کو پہچان گئی (حیات طیبہ' صفحہ ۱۵۲ ۔ حیات سید احمد شہید' صفحہ ۳۰۷)۔

۱۳۰ ۔ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما ○(اور جو کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر زیادتی کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور بڑی رحمت والا پائے گا۔ النساء - ۱۱۰)

۱۳۱ ۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (الحدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ توبہ کرنے والا ایسا (معصوم) ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔

۱۳۲ ۔ اس دلپذیر وعظ کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس قدر جوان عورتیں اس مجمع میں قابل نکاح تھیں' ان سب نے توبہ کر کے نکاح کر لئے اور جو بوڑھی اور سن رسیدہ تھیں انہوں نے محنت مزدوری سے اپنی گزران شروع کی (حیات طیبہ' صفحہ ۱۵۴ ۔ حیات سید احمد شہید' صفحہ ۳۰۸)۔

۱۳۳ ۔ مولانا ماہرالقادری (ف ۱۹۷۸ء) راسخ الفکر مومن اور بدیع النظر شاعر تھے۔ توحید و سنت کے زبردست موید بلکہ مبلغ اور شعر و ادب میں پاکیزگی اور شائستہ گوئی کے داعی تھے۔ کراچی سے اسلامی ادب کے فروغ کے لئے ماہنامہ "فاران"

نکالتے تھے' جو دینی اقدار کے حامل مضامین کے علاوہ شعر و ادب اور زبان و بیان کی صحت و سلاست کا رہنما جریدہ تھا۔ یہ نظم اب ان کے کلیات (کلیات ماہر' مرتبہ عبدالغنی فاروق' مطبوعہ القمر انٹرپرائزز' لاہور) میں شامل ہے)۔

۱۳۴ ۔ امام اہل حق سے مراد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں جن کے ہاتھ پر سید صاحب نے ۱۲۲۲ ہجری میں بیعت کی (حیات سید احمد شہید از مہر صفحہ ۷۶)۔

۱۳۵ ۔ سید صاحب نے سیر و سلوک کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کر لیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خود ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ ایں سید عالی تبار در علم باطن چناں ذکی الطبع اندکہ باندک اشارہ مقامات عالیہ را فہم نمودہ طے می کنند (یہ سید عالی تبار علم باطن میں اتنے ذکی ہیں کہ معمولی سے اشارے کی بنا پر مقامات عالیہ کو سمجھ کر انہیں طے کر لیتے ہیں (سید احمد شہید از مہر' صفحہ ۷۸)۔

۱۳۶ ۔ نواب امیر خاں والی ٹونک جو اس وقت ایک آزاد اسلامی ریاست قائم کئے ہوئے تھا۔

۱۳۷ ۔ جب تک نواب امیر خاں آزاد رہا سید صاحب نے اس کا دامن نہ چھوڑا۔ نواب نے انگریزوں سے معاہدہ کر لیا تو امید کا یہ چراغ بھی گل ہو گیا اور سید کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے نصب العین کی خاطر تنظیم کا مستقل بندوبست کریں (سید احمد شہید صفحہ ۱۱۵)

۱۳۸ ۔ مسجد اکبر آبادی جہاں سید صاحب شاہ عبدالقادر سے پڑھا کرتے تھے مگر اب شاہ صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے بھائی شاہ رفیع الدین محدث دہلوی مسجد اکبر آبادی میں درس دیتے تھے۔

۱۳۹ ۔ مولوی محمد یوسف پھلتی شاہ ولی اللہ کے برادر اکبر شاہ اہل اللہ کے پوتے تھے۔ سرحد میں لشکر مجاہدین کے ساتھ تھے۔ وہیں ۱۲۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ سید صاحب ان کو قطب لشکر اسلام کہا کرتے تھے۔

۱۴۰ ۔ مولانا عبدالحی پھلتی ثم دہلوی شاہ عبدالعزیز کے داماد اور بھانجے تھے۔ مجاہدین میں سب سے زیادہ معتمد اور سید صاحب کے عظیم سالاروں میں سے ایک تھے۔ شیخ اکرام نے موج کوثر کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ یہ دونوں بزرگ (شاہ عبدالحی اور شاہ اسماعیل رحمہ اللہ) بمنزلہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے آپ کے یار غار اور جاں نثار تھے۔ مولانا عبدالحی نہایت متین اور خاموش طبع تھے مگر ان کا ایمان چٹان کی طرح مضبوط و محکم تھا۔ یہ اس وقت سید صاحب کے مشن پر ایمان لائے جب سید صاحب کی خوبیاں ابھی بے نقاب نہیں ہوئی تھیں (ماخوذ از موج کوثر' صفحہ ۳۴)

۱۴۱ ۔ شاہ اسحاق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے تھے۔

۱۴۲ ۔ سید صاحب کے ساتھ اس دورے پر بیس پچیس آدمی تھے جن میں مولانا عبدالحی' شاہ اسماعیل' مولی محمد یوسف اور دیگر عقیدت مند شامل تھے۔ آپ نومبر ۱۸۱۸ء میں دورے پر روانہ ہوئے اور مئی ۱۸۱۹ء کو دہلی واپس پہنچے (سید احمد شہید' صفحہ ۱۳۴)

۱۴۳ ۔ سید صاحب نے جن مقامات کادورہ کیا' ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ غازی آباد' میرٹھ' کاندھلہ' بودھانہ' پھلت' دیو

بند، گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون اور سہارن پور وغیرہ۔
۱۴۴ ۔ سید صاحب کے قدم جہاں جہاں پہنچے رحمت ایزدی کی بارش سے ارواح و قلوب کی بنجر زمینیں شاداب و سیر حاصل ہو گئیں۔ مولانا ذوالفقار علی والد حاجی شیخ الہند محمود حسن فرماتے تھے کہ سید صاحب جن قصبات میں تشریف لے گئے وہاں اب تک خیر و برکت ہے۔ گویا وہ ایک نور مستطیل تھے کہ جدھر گئے پھیل گئے۔ ایک اور بزرگ مولانا محمد حسین فرماتے تھے حضرت کے قدم جہاں جہاں گئے وہاں خیر و برکت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ (سید احمد شہید صفحہ ۱۲۸ بحوالہ ارمغان احباب از مولانا سید عبدالحی بریلوی)
۱۴۵ ۔ ساتھ کم از کم پچاس اور زیادہ سے زیادہ بہتر تہتر آدمی ہوں گے۔ اغلب ہے کہ وہ ۴ شعبان ۱۲۳۴ ہجری مطابق ۲۹ مئی ۱۸۱۹ء کو روانہ ہوئے ہوں (سید احمد شہید صفحہ ۱۲۹)۔
۱۴۶ ۔ ۲۹ شعبان ۱۲۳۴ ہجری مطابق ۲۳ جون ۱۸۱۹ء (سید احمد شہید صفحہ ۱۳۱)
۱۴۷ ۔ ہندوؤں کے اثر سے مسلمانوں نے بھی بیوہ عورت کا نکاح ثانی ترک کر دیا تھا۔ سید صاحب نے اس سنت کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے خود اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کیا۔ دوسرے مقامات پر بھی اس کی خوب اشاعت کی گئی اور مسلمان شرفاء نے بیوگاں کے نکاح کئے۔ اس سنت کو رواج عام دینے کے لئے شاہ اسماعیل نے اپنی بیوہ بہن کا نکاح مولانا عبدالحی سے کیا (ماخوذ سید احمد شہید، صفحہ ۱۴۸ ۔ ۱۴۷)۔
۱۴۸ ۔ غازی الدین حیدر شاہ اودھ کی بیگم جس کا لقب "بادشاہ بیگم" تھا۔ وہ بڑی مغلوب الغضب خود رائے اور خود سر عورت تھی (ماخوذ از حاشیہ صفحہ ۱۴۹ سید احمد شہید)۔
۱۴۹ ۔ مولوی سید دلدار علی شیعہ مجتہد تھے جو لکھنؤ کی شیعہ سلطنت میں بااثر شخصیت تھے۔ وہ نصیر آباد کے رہنے والے تھے لہٰذا انہوں نے شیعہ حضرات کو اکسایا کہ سینوں کے محلے میں تبرا کہو اور گڑ بڑ ہو تو قتل و غارت بھی کرو حکومت تمہارے ساتھ ہے (ماخوذ از سید احمد شہید صفحہ ۱۴۹ اور حیات سید احمد شہید مولانا جعفر تھانیسری صفحہ ۹۹ ۔ ۱۰۰)۔
۱۵۰ ۔ صبح کی نماز کے بعد شہر میں داخل ہوئے۔ آپ کی ایک ہمشیرہ کی شادی نصیر آباد میں ہوئی تھی۔ آپ پہلے اس کے گھر گئے پھر اہلیہ اولیٰ کے والدین سے ملے (سید احمد شہید صفحہ ۱۵۱)۔
۱۵۱ ۔ آغا میر نائب السلطنت اودھ جو بادشاہ بیگم کا سخت مخالف تھا۔ ان دونوں میں شدید دشمنی تھی۔ بادشاہ بیگم کو نیچا دکھانے کے لئے آغا میر کو یہ اچھا موقع مل گیا یعنی وہ اس فتنہ کے الزام سے بیگم کی جاگیر ضبط کروانا چاہتا تھا مگر سینوں کے لئے یہ خدا ساز اسباب تھے جو اچانک فراہم ہو گئے (ماخوذ از سید احمد شہید صفحہ ۱۰۲)۔
۱۵۲ ۔ آغا میر نے کہا "حضرت آپ تشریف لے جائیں اور اپنے دولت کدے میں آرام سے بیٹھے رہیں۔ فتنے کی جو آگ آپ کی وجہ سے بھڑکی ہے اس کے شعلے آسماں تک پہنچ رہے ہیں "اگر اس کے اشتعال سے میں اور میرے آقائے محترم محفوظ رہیں اور ریاست کو کوئی گزند نہ پہنچے تو باقی عمر اس نعمت الٰہی کے شکر و سپاس میں بسر کر دوں گا" (سید احمد

شہید صفحہ ۱۵۲ بحوالہ مخزن احمدی صفحہ ۵۱)۔

۱۵۳ ۔ یہاں شاہ اشرف کا مزار تھا اور شاہ کریم عطا اس مسند کے سجادہ نشین تھے۔ غالبا عرس کا موقع تھا اور وہاں بڑے زور کی قوالی ہوتی تھی۔ مرید کورے گھڑوں میں پانی بھر کر سر پر رکھ لیتے۔ اس حالت میں گاتے اور رقص کرتے (سید احمد شہید صفحہ ۱۰۰)۔

۱۵۴ ۔ یہاں شیخ غلام علی مہاراجہ بنارس کی طرف سے عملدار تھے ---- وہ ان تمام اخلاقی امراض میں مبتلا تھے جو اس زمانے کے امراء میں عام طور پر پھیلی ہوئی تھیں۔ سید صاحب کے ساتھ ارادت مندی کا رشتہ استوار ہو گیا تو تمام غیر شرعی اعمال سے بہ اخلاص قلب توبہ کی پھر ان کی زندگی اسلامیت کے سانچے میں ڈھل گئی۔ ان کے پاس بیسیوں سنہری اور روپہلی حقے تھے۔ وہ سب تڑوا کر دریا میں بہا دیئے (سید احمد شہید' صفحہ ۱۵۷)۔

۱۵۵ ۔ اللہ بخش مورانوی اپنے تین ساتھیوں سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہی اللہ بخش خان مورانوی تھے جو معرکہ اکوڑہ خٹک میں شبخون مارنے والے جیش کے سالار تھے یعنی سید صاحب کی جہاد آرائی کے سلسلے کے پہلے سپہ سالار جو داد مردانگی دیتے ہوئے اکوڑہ میں شہید ہوئے۔ اسی جنگ میں ان کے دوسرے ساتھی شمشیر خان اور شیخ رمضانی بھی شہید ہوئے (ماخوذ)۔

۱۵۶ ۔ معتمد الدولہ آغا میر نائب السلطنت اودھ جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

۱۵۷ ۔ آوازہ وعظ و تذکیر آں روشن ضمیر عالمگیر گردیدہ۔ اگر بہ قدوم میمنت لزم خود اہالی لکھنؤ را عموماً و ایں مشتاق مستمند را خصوصاً بنوازید بعید از اخوت و مروت و فتوت نخواہد شد (آپ کے وعظ و تذکیر کی شہرت زمانے بھر میں پھیل چکی ہے۔ اگر اہل لکھنؤ کو عموماً اور مجھ مشتاق و طلبگار زیارت کو خصوصاً تشریف آوری سے نوازیں تو یہ امر رشتہ برداری مروت اور عالی حوصلگی سے بعید نہ ہوگا (سید احمد شہید صفحہ ۱۶۳ بحوالہ مخزن احمدی)۔

۱۵۸ ۔ سید احمد شہید صفحہ ۱۶۵ بحوالہ سید عبدالرحمٰن و مخزن احمدی۔

۱۵۹ ۔ سب کے لئے سواری کا انتظام نہ تھا۔ ہاں سید صاحب کے لئے ایک یکہ لے لیا گیا تھا (سید احمد شہید' صفحہ ۱۶۵)۔

۱۶۰ ۔ جن اکابر کی دعوتوں کا ذکر روایتوں میں آیا ہے ان میں مولانا عبدالرب فرنگی محلی' مرزا حسن علی محدث' معتمد الدولہ آغا میر نائب السلطنت اودھ' رسالہ دار فقیر محمد خان آفریدی' عبدالباقی خان قندھاری خاص طور پر مشہور ہیں (سید احمد شہید' صفحہ ۱۶۷)۔ (رسالہ دار ۔ گھڑ سوار' فوجی دستہ کا افسر اعلیٰ --- یہ لفظ کثرت استعمال سے بگڑ کر رسالدار بن گیا ہے)۔

۱۶۱ ۔ سید احمد شہید' صفحہ ۱۶۸۔

۱۶۲ ۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی پٹنہ کے رئیس مولوی فتح علی کے فرزند گرامی تھے۔ سید صاحب اور ان کے رفقاء کی بالاکوٹ میں شہادت کے بعد مجاہدات کے دوسرے دور کا آغاز مولانا ولایت علی نے کیا اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی نے ان کی معیت میں سکھوں سے مسلسل جنگیں لڑیں اور اکثر علاقے فتح کرکے اسلامی حکومت قائم کی (تفصیل کے لئے دیکھئے

سرگزشت مجاہدین' مولانا مہر)۔

۱۶۳ ۔ یہاں ہزاروں آدمی سید صاحب کے مرید بن گئے۔ ان میں خاصی تعداد شیعہ حضرات کی بھی تھی۔ اس وجہ سے اکابر کو تشویش لاحق ہوئی۔ سبحان علی خان' تاج الدین حسین خان اور بعض دوسرے حضرات نے سید صاحب کے وجود کو سلطنت اور دین عامہ کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ بنا کر معتمد الدولہ کے پاس شکایت پہنچائی (سید احمد شہید' صفحہ ۱۷۱ ۔ ۱۷۲)۔

۱۶۴ ۔ سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۷۲ - سیرت سید احمد شہید' جلد اول' صفحہ ۱۵۴۔

۱۶۵ ۔ رسالدار فقیر محمد خان (مرید سید صاحب)۔

۱۶۶ ۔ مجلس برخاست ہوئی تو نواب معتمد الدولہ نے پانچ ہزار روپے پیش کئے۔ آپنے ہر چند عذر کیا لیکن معتمد الدولہ نے قبول نہیں کیا (سیرت جلد اول صفحہ ۱۵۶)۔

۱۶۷ ۔ دعوت میں --- مذہبی گفتگو بھی ہوتی رہی مثلاً سبحان علی خان نے "والحیاء شعبتہ من الایمان" والی حدیث کا مطلب پوچھا' مولانا نے پوری حدیث پڑھی۔ ایمان کی تمام اہم شاخوں کی کیفیت بتائی (سید احمد شہید' صفحہ ۱۷۳)۔

۱۶۸ ۔ معتمد الدولہ نے---کھانے کے بعد پانچ ہزار روپے بطور نذر پیش کئے۔ سید صاحب نے ہر چند معذرت کی لیکن معتمد الدولہ نے قبول نذر پر اتنا اصرار کیا کہ سید صاحب نے فقیر محمد خان سے کہا کہ رقم لے کر اپنے پاس رکھ لیں--- سید صاحب نے ایک نہیت عمدہ بلند قد آور گھوڑی بچے سمیت معتمد الدولہ کو بطور تحفہ دی (سید احمد شہید' صفحہ ۱۷۴)۔

۱۶۹ ۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوا لله وعدوكم --- الآیہ (اور ان کیلیے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں (الانفال - ۶۰)۔

۱۷۰ ۔ سیرت سید احمد شہید' جلد اول' صفحہ ۱۶۷۔ صفحہ ۱۷۵ - سید احمد شہید' صفحہ ۱۷۵۔

۱۷۱ ۔ سید احمد شہید (مہر) جلد اول صفحہ۱۷۶۔

۱۷۲ ۔ ولاتلقوا بايديكم الى التهلكة اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو (قرآن)۔

۱۷۳ ۔ منشی خیرالدین لکھنوی۔

۱۷۴ ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی۔

۱۷۵ ۔ سیرت سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۷۲ تا ۱۷۵۔

۱۷۶ ۔ سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۸۰ - ۱۸۱۔

۱۷۷ ۔ سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۸۶۔ سیرت سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۷۷۔

۱۷۸ ۔ شوال کی آخری تاریخ ۱۲۳۶ ہجری (۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء) کو سفر آغاز ہوا (سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۸۶)۔

۱۷۹ ۔ سیرت سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۱۸۰ تا ۱۹۶ - سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۱۸۷ تا ۱۹۹۔

۱۸۰ ۔ سانحہ بالاکوٹ کے بعد مجاہدین کی کمان مولانا ولایت علی کے ہاتھ آئی۔ یہ اس تحریک کا دوسرا دور ہے۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی نے ایک طویل عرصے تک سکھوں اور انگریزوں سے جہاد کیا اور کامیاب جنگیں لڑیں (تفصیل کے لئے دیکھئے "سرگزشت مجاہدین" از مولانا غلام رسول مہر اور "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" از مولانا مسعود عالم ندوی)۔

۱۸۱ ۔ مولانا احمد اللہ جن کا ذکر آ چکا ہے' انبالہ کیس میں عمر قید کی سزا پا کر انڈیمان بھیجے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔

۱۸۲ ۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی پسران مولوی فتح علی جنھوں نے تحریک جہاد کے دوسرے دور میں سکھوں اور انگریزوں سے پے در پے جہاد کیا اور بیشتر فتوحات حاصل کیں۔

۱۸۳ ۔ مولانا عبداللہ غازی ابن مولانا ولایت علی جس نے اپنے والد گرامی اور چچا کے بعد ستھانہ اور امبیلہ میں معرکہ آراء جنگیں لڑیں اور انگریز کی افواج قاہرہ کو ناکوں چنے چبوائے۔

۱۸۴ ۔ عظیم آباد میں سید صاحب کا قافلہ گول گھر کے سامنے ٹھہرا اور لین کے میدان میں جمعہ کی نماز ہوئی تھی۔ مولانا شاہ اسماعیل نے وعظ فرمایا تھا۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی فرماتے تھے کہ ہم بھی اس وعظ و نماز میں شریک تھے۔ سارا میدان لین کا آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلی ملاقات سید صاحب اور مولانا شہید سے یہیں پٹنہ (عظیم آباد) میں ہوئی تھی (حاشیہ سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۲۰۷ بحوالہ حیات بعد الممات' صفحہ ۲۶)۔

۱۸۵ ۔ بھاگل پور قیام کرکے مرشد آباد ٹھہرے۔ یہاں شیعیت کے اثرات بہت تھے۔ یہی ایک شہر تھا جہاں باوجود اس کے کہ چار پانچ روز قیام رہا کسی نے گھر آئی ہوئی دولت کی قدر نہ کی (سیرت سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۲۳۲)۔

۱۸۶ ۔ مرشد آباد اس جگہ چار پانچ مقام ہوئے۔ زیادہ تر غریبوں نے فیض حاصل کیا (سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۲۱۱)۔

۱۸۷ ۔ ہگلی سے تین چار کوس پر ایک مقام تھا' جسے اس زمانے کی اصلاح میں "پرمٹ" کہتے تھے۔ وہاں کلکتہ جانے والی کشتیوں سے محصول لیا جاتا تھا (سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۲۱۲)۔

۱۸۸ ۔ منشی امین الدین احمد بنگال کے اونچے گھرنے کے فرد فرید تھے۔ انگریزی کمپنی (حکومت) میں انہیں وکالت کا عہدہ حاصل تھا۔ کمپنی کے پورے ہندوستانی علاقوں میں سے جتنے مقدمات کلکتہ کی مرکزی حکومت کے پاس پیش ہوتے تھے' سب منشی صاحب ہی کی وساطت سے پیش ہوتے تھے (سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۲۱۲ - سیرت سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۲۲۷)۔

۱۸۹ ۔ سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۲۱۳ - سیرت سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۲۲۵۔

۱۹۰ ۔ کلکتہ سے چل کر لنکا کے قریب سے گزرے اور راس کماری کے سامنے سے گزرتے ہوئے بحیرہ عرب میں داخل ہو گئے۔ آگے جنوبی ہند کے مغربی ساحل پر کالی کٹ کی بندرگاہ پر رکے اور پھر لکادیپ وغیرہ چھوٹے چھوٹے جزائر کے قریب

سے گزرتے ہوئے عدن کی طرف سفر جاری رکھا۔

۱۹۱ ۔ سید صاحب بمعہ قافلہ شعبان ۷ ۱۲۳ ہجری مطابق ۲۱ مئی ۱۸۲۲ء کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے (سید احمد شہید صفحہ ۲۳۰)۔

۱۹۲ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

۱۹۳ ۔ تمام شہر ذیحجہ و محرم و نصف شہر صفر اقامت در بلدالامین باشغال طواف و صلواۃ و ادائے عمرہ اتفاق افتاد (ہمیں بلدالامین مکہ میں ذی حجہ اور محرم کے پورے مہینے اور نصف ماہ صفر تک طواف نماز اور عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی (مخزن احمدی' صفحہ ۹۷)۔ مولانا مہر نے لکھا کہ "اواخر محرم میں مدینہ منورہ کا قصد فرمایا" (صفحہ ۲۲۵) اور مولانا علی ندوی نے ۵ صفر تک مکہ میں قیام کا ذکر کیا ہے (صفحہ ۲۸۶)۔

۱۹۴ ۔ مولانا ندوی لکھتے ہیں جب مدینہ منورہ کا قصد ہوا تو آپ نے قافلے میں سے کمزور اور معذور اشخاص کو مولانا محمد اسماعیل کے سپرد کیا۔ معذوروں کے نام بھی لکھے ہیں (سیرت صفحہ ۲۸۶) نیز حاشیہ میں لکھا ہے' قلمی یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی مدینہ منورہ سے مراجعت کے بعد مولانا اسماعیل صاحب مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ یادداشت میں ان کی روانگی مدینہ کی تاریخ ۱۶ جمادی الاول چہار شنبہ درج ہے (سیرت صفحہ ۲۸۷) مولانا مہر نے شاہ صاحب کی والدہ کی بیماری کا بھی ذکر کیا ہے (صفحہ ۲۲۵ - حاشیہ)۔

۱۹۵ ۔ مخزن احمدی صفحہ ۱۰۵ - سیرت سید احمد شہید' مولانا علی ندوی' صفحہ ۲۹۰۔

۱۹۶ ۔ قیام کے لئے سید سمہودی کا مکان لے لیا تھا جو حرم پاک کے پاس باب جبریل سے بالکل متصل تھا۔ اسی مکان میں حضرت عثمان شہید ہوئے تھے سید احمد شہید از مہر' صفحہ ۲۲۷)۔ مولانا علی ندوی نے سیرت صفحہ ۲۹۰ کے حاشیے میں اس سے اختلاف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "یہ مکان باب جبریل کا وہ مکان نہیں ہے جس میں حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تھی۔ یہ باب الرحمہ پر تھا اور مسجد نبوی کی حالیہ توسیع کے موقع پر منہدم ہو کر مسجد میں شامل ہوا۔

۱۹۷ ۔ حضرت عثمانؓ نے میٹھے پانی کا کنواں (بیر رومہ) خرید کر اہل مدینہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔

۱۹۸ ۔ عن قتادہ سمعت انساً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھذا جبل یحبنا و نحبہ ○ (قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا (انہوں نے کہا) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ احد کا پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (بخاری جلد دوم' کتاب المغازی صفحہ ۲۵۲)۔

۱۹۹ ۔ اس زمانے میں ارباب حکومت بجدیوں سے بے حد بگڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جنگ کو ختم ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے۔ اگر کوئی شخص موحدانہ عقاید کی اشاعت میں ذرا سرگرم معلوم ہوتا اور بدعات و محدثات کے رد میں سختی سے کام لیتا تو اسے "وہابی" سمجھ کر مواخذے کا تختہ مشق بنا لیا جاتا (سید احمد شہید جلد اول' صفحہ ۲۲۷)۔

۲۰۰ ۔ سید صاحب کے ساتھیوں میں مولوی عبدالحق نیوتنوی بہت تیز مزاج تھے--- مولانا عبدالحی نے ضمانت دے کر انہیں چھڑایا --- مکہ معظمہ میں سید صاحب کے ساتھ رہے پھر صنعا چلے گئے اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ سے حدیث کی

سند لے کر ہندوستان آئے (سید احمد شہید' صفحہ ۲۲۸)۔

۲۰۱ ۔ قاصد نے یہ مضمون اہل مجلس کو پہنچا دیا۔ حاضرین سن کر خاموش ہو گئے (سیرت سید احمد شہید' علی ندوی' صفحہ ۲۹۰)۔

۲۰۲ ۔ مولانا مہر نے واپسی کی تاریخ ۹ ربیع الاول ۱۲۳۸ ہجری درج کی ہے (صفحہ ۲۲۸) جب کہ مخزن احمدی میں ۲۹ ربیع الاول ہے (صفحہ ۱۰۹) اور مولانا علی ندوی نے بھی سیرت صفحہ ۲۹۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "سید صاحب کی مراجعت مکہ کی تاریخ ۹ ربیع الاول صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ "منظورہ" کی روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو آپ مدینہ طیبہ ہی میں تھے اور آپ کو محفل میلاد میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی' اس لئے روانگی یقیناً اس تاریخ کے بعد کی ہے"۔ چونکہ صاحب "مخزن احمدی" مولانا محمد علی خود سید صاحب کے ساتھ تھے اس لئے ان کی روایت کو معتبر سمجھنا چاہئے۔

۲۰۳ ۔ مکہ معظمہ کے دوبارہ قیام میں دوسرا ماہ رمضان المبارک آ گیا۔ تمام اہل قافلہ روزہ نماز اور عمرہ و طواف میں حسب معمول سرگرم و مشغول ہو گئے (سیرت علی ندوی' صفحہ ۲۹۲)۔ (شعر میں رمضان کی "م" سکون اوسط کا سہارا لے کر ضرورت شعری کے تحت (بالجزم) رکھی گئی ہے)۔

۲۰۴ ۔ مکہ معظمہ سے روانگی کی تاریخ مولانا مہر نے (سیرت سید احمد شہید صفحہ ۲۲۸) ۱۵ شوال ۱۲۳۸ ہجری (۲۵ جون ۱۸۲۳ء لکھی ہے جب کہ مولانا علی ندوی نے سیرت صفحہ ۲۹۳ پر کیم ذی قعدہ ۱۲۳۸ ہجری لکھی ہے' اور مخزن احمدی صفحہ ۱۰۹ پر بھی "غرہ ذی قعدہ سنہ یک ہزار و دو صد و سی و ہشت ہجری" تحریر ہے۔

۲۰۵ ۔ مخزن احمدی صفحہ ۱۱۰ پر بمبئی میں ایک مہینہ قیام لکھا ہے جب کہ مولانا مہر نے سید احمد شہید صفحہ ۲۳۹ اور علی ندوی نے سیرت سید احمد شہید صفحہ ۲۹۴ پر اٹھارہ دن کی مدت درج کی ہے۔

۲۰۶ ۔ اٹھارہ دن کے بعد انیسویں دن بمبئی سے روانگی ہوئی اور جہاز نے مالا بار کی طرف رخ کیا (سیرت علی ندوی' صفحہ ۲۹۴)۔

۲۰۷ ۔ الپی۔ جنوب مغربی ہندوستان کی بندرگاہ ہے جو کوچین کے جنوب میں واقع ہے (حاشیہ سید احمد شہید از مہر' صفحہ ۱۲۸)۔

۲۰۸ ۔ ۶ صفر ۱۲۳۹ ہجری مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۲۳ء کو کلکتہ پہنچ گئے (سید احمد شہید از مہر صفحہ ۲۲۹) گویا یہ بحری سفر مکہ معظمہ سے کلکتہ تک تقریباً ساڑھے تین مہینے میں تمام ہوا۔

۲۰۹ ۔ شیخ غلام حسین فخر التجار نے چند روز پہلے انتقال کیا تھا۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ فینس پر سوار کرا کے اپنے باغ میں لائے (سیرت علی ندوی صفحہ ۲۹۴ ۔ سید احمد شہید از مہر صفحہ ۲۲۹)۔

۲۱۰ ۔ امتداد قیام کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے ساتھیوں کا جہاز عطیۃ الرحمٰن راستہ بھول گیا تھا۔ ایک مہینے تک اس کی کچھ خبر نہ ملی۔ اس اثنا میں سید صاحب دعائیں کرتے اور قنوت پڑھتے رہے۔ جب جہاز کی سلامتی کی خبر پہنچی تو سب

کو بڑی خوشی ہوئی (سید احمد شہید صفحہ ۲۲۹ - سیرت علی ندوی صفحہ ۲۹۴)۔

۲۱۱ - یہ دیوان غلام مرتضیٰ تھا۔ جو بندوق اس نے سید صاحب کی نذر کی تھی وہ سات دید بانوں کی رومی بندوق تھی۔ پشاور میں یہ بندوق یار محمد خاں (والی پشاور) نے مانگ لی تھی اور سید صاحب نے اسے دے دی۔

۲۱۲ - عظیم آباد سے روانگی کے وقت مولوی ولایت علی' طالب حسین (مولانا مہر نے ان کا نام طالب علی لکھا ہے) شاہ محمد حسین' محمد حیات' سید کرامت اللہ وغیرہ اپنا سامان لے کر ہمرکاب ہوئے (سیرت علی ندوی صفحہ ۲۹۶ - سید احمد شہید از مہر' صفحہ ۲۳۰)۔

۲۱۳ - بنارس میں چند روز قیام کرکے جس میں سابق مریدین کو زیارت کا موقع ملا۔ بنارس سے روانگی ہوئی (سیرت علی ندوی' صفحہ ۲۹۷)۔

۲۱۴ - سید احمد شہید از مہر صفحہ ۲۳۰ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۲۹۸۔

۲۱۵ - اس سے مراد شیخ غلام علی ہیں جنہوں نے بقول مولانا ندوی (صفحہ ۲۹۸) بنارس سے اور بقول مولانا مہر (صفحہ ۲۳۰) مرزا پور سے پورے قافلے کے اخراجات کا ذمہ لے لیا تھا۔

۲۱۶ - سید احمد شہید صفحہ ۲۳۱ - سیرت علی ندوی صفحہ ۲۹۸۔

۲۱۷ - کشتیاں دریائے جمنا کے کنارے شیخ صاحب موصوف (شیخ غلام علی) کے بنگلے کے سامنے پہنچ کر لنگر انداز ہوئیں (سیرت علی ندوی صفحہ ۲۹۸)۔ الہ آباد دریائے گنگا اور جمنا کا سنگم ہے۔ کشتیاں شیخ صاحب کے بنگلے کی وجہ سے جمنا میں داخل ہوئیں۔ اگلا سفر گنگا ہی میں ہوا۔

۲۱۸ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۲۹۸۔

۲۱۹ - ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ ہجری (۲۹ اپریل ۱۸۲۴) کو سید صاحب وطن پہنچے (سید احمد شہید صفحہ ۲۲۱)۔ سیرت علی ندوی صفحہ ۲۹۹ پر آخر شعبان یا غرہ رمضان درج ہے۔ (روانگی سے واپسی تک دو سال دس مہینے کی مدت صرف ہوئی۔

۲۲۰ - تکیہ شاہ علم اللہ۔

۲۲۱ - یہ قصیدہ بقول مولانا غلام رسول مہر (صفحہ ۲۳۱) مولانا سید ابوالحسن نے پیش کیا تھا جن کو وہ سید صاحب کا خلیفہ اور میوات کا رہنے والا بتاتے ہیں (صفحہ ۲۳۲) جب کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ وہ مولانا ابوالحسن کاندھلوی ابن حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی تھے جو حسن تخلص کرتے تھے اور اپنے زمانے کے خوش گو اور قادرالکلام شاعر تھے۔ مثنوی "گلزار ابراہیم" انہی کی یادگار ہے (صفحہ ۲۹۹' حاشیہ)۔

۲۲۲ - تواریخ عجیبہ (مولانا جعفر تھانیسری) میں اس قصیدہ کے ۹۷ شعر درج ہیں جب کہ بقول مولانا مہر اصل قصیدے میں سے کچھ شعر چھوٹ گئے ہیں (گویا کل ایک سو سے بھی زیادہ ہوں گے) مولانا مہر نے ۳۶ شعر انتخاب کئے ہیں اور مولانا علی ندوی نے ۸۲۔

۲۲۳ ۔ راقم الحروف نے چالیس اشعار (مع مادہ تاریخ) کو بحر رمل مثمن مخبون سے بحر ہزج میں منتقل کیا ہے۔

۲۲۴ ۔ حسن مرحوم نے حج کی تاریخ واپسی کا مادہ "یہ حج ہے منظور" سے نکالا ہے جس کے اعداد ۱۲۴۷ ہوتے ہیں جب کہ سن واپسی ۱۲۳۹ ہجری تھا۔

۲۲۵ ۔ مولانا مہر نے جلد اول صفحہ ۲۳۴ پر لکھا ہے کہ داعیوں کے سرخیل مولانا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے۔ ان دوروں کی کوئی تفصیل تو میسر نہیں آ سکی البتہ مولانا مہر نے اپنے قیاس کا یہ ثبوت دیا ہے کہ ۱۲۴۰ ہجری میں جب مولانا اسماعیل نے ملا بغدادی کو تقویۃ الایمان پر اعتراض کا جواب لکھا تھا تو آپ کانپور میں تھے جیسا کہ انہوں نے خود اس مکتوب کے آخر میں لکھا تم ھذا المکتوب حین کنت نزیلا فی الکانفور سنہ الف وما تین واربعین---!! (یہ مکتوب اس وقت تمام ہوا جب میں ۱۲۴۰ ہجری میں کانپور میں تھا)۔

۲۲۶ ۔ شیخ فرزند علی رئیس غازی پور' سید صاحب کے قدیمی نیازمند تھے' وہ آئے تو دو خوبصورت گھوڑے وردی کے بہت سے کپڑے اور چالیس جلد خوبصورت قلمی قرآن لے کر آئے' ساتھ اپنے فرزند عزیز شاخ امجد علی کو لائے جو سید صاحب کے ساتھ گئے جنگ اتمان زئی میں "زندہ شہید" کا خطاب پایا۔ بالاکوٹ میں سید صاحب کے ساتھ شرف یاب شہادت ہوئے (سید احمد شہید' جلد اول ۲۷۱)۔

۲۲۷ ۔ شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کے ایثار و خدمت کی تفصیل بھی مولانا مہر نے صفحہ ۲۷۱ (حوالہ مذکور) پر درج کی ہے۔

۲۲۸ ۔ ۷ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ ہجری (مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو دو شنبہ کے دن سید صاحب نے راہ ہجرت میں قدم رکھا (سید احمد شہید' مہر' صفحہ ۲۶۸)۔

۲۲۹ ۔ زمانے کہ آنحضرت بہ عزم جہاد توجہ فرموند ودر دارالریاست والدم رونق افزا بودند' والدم و دیگر خلائق لاتعداد لا یحصی بہ شرف بیعت مشرف گشتند (جب سید صاحب جہاد پر جاتے ہوئے میرے والد کے دارالریاست میں رونق افروز تھے تو میرے والد اور دوسرے بے شمار لوگ بیعت سے مشرف ہوئے (سید احمد شہید صفحہ ۲۷۷ بحوالہ وصایا' سیرت علی ندوی صفحہ ۳۵۵)۔

۲۳۰ ۔ مہران دریائے سندھ کا نام ہے۔ حیدر آباد سے شمالی سمت کو کشتیوں میں سفر کیا۔ کشتیوں میں کمزور لوگوں کو بٹھایا گیا۔

۲۳۱ ۔ سندھ "سادات پگاڑا" کے مسند نشین اس وقت سید صبغۃ اللہ شاہ تھے۔ وہ اس وقت رانی پور آئے ہوئے تھے۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ ابتدا سیاس خاندان کا نشان امتیاز تھا۔ اس وجہ سے ہر دور میں یہ مرجع خلائق رہا۔ سید صاحب ۱۷ ذی قعدہ ۱۲۴۱ ہجری (۲۴ جون ۱۸۲۶ء) کو پیر کوٹ پہنچے تھے۔

۲۳۲ ۔ پنجاب پر سکھوں کا اقتدار مکمل ہونے کے بعد وہ سندھ کیطرف بھی نگاہ ہوس سے دیکھ رہے تھے۔ ادھر

ہندوستان کے طول و عرض میں انگریزی اقتدار مسلسل بڑھ رہا تھا اور وہ بھی سندھ کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

۲۳۳ ۔ سندھ کی حکومت حقیقتاً طوائف الملوکی تھی۔ بعید سی امید بھی نہ تھی کہ یہ سفینہ زیادہ دیر تک طوفان ہی ہولناک تھپیڑوں سے محفوظ رہے گا' لہٰذا انہوں نے اپنے مریدوں کو ایسے طریق پر منظم کرنا شروع کر دیا کہ موقع پیش آتے ہی ان جانبازوں کے جیش تیار کئے جا سکیں۔ یہی "حر" تحریک کی ابتدا تھی (سید احمد شہید صفحہ ۲۸۹ - سیرت علی ندوی صفحہ ۳۶۶)۔

۲۳۴ ۔ روضہ سلطان محمود غزنوی کے مقبرے اور ملحق باغ کو کہا جاتا ہے۔

۲۳۵ ۔ اس زمانے میں افغانستان پر درانیوں کے بارک زئی بھائیوں کی حکومت تھی۔ قندھار میں پردل خاں وغیرہ' غزنی میں میرمحمد حاں' دوست محمد خاں' پشاور میں یار محمد خاں' کوہاٹ میں سلطان محمد خاں اور ہشت نگر میں سید محمد خاں حاکم تھے۔ جب لشکر کابل پہنچا تو سلطان محمد خاں یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ اپنے دوسرے بھائیوں اور پچاس سواروں کو لے کر سید صاحب کے استقبال کو شہر سے باہر آیا۔

۲۳۶ ۔ سید صاحب کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کم و بیش پینتالیس روز کابل میں ٹھہرے--- "فقیر بنا بر امید ایں معنی کہ شاید بہ سعی من فرع منازعت و وقوع مصالحت صورت بندد' چہل و پنج روز تخمینا در آں بلدہ اقامت نمود۔ آخر الامر چوں سعی خود را مفید نہ دید رخت اقامت از بلدہ مذکور برکشید" (بحوالہ "منظورہ" صفحہ ۳۱۶) (میں اس امید پر پینتالیس روز کابل میں بیٹھا رہا کہ شاید میری کوشش سے جھگڑا رفع ہو جائے اور مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے' آخر جب دیکھا کہ میری سعی سودمند نہیں ہو سکتی تو وہاں سے رخت قیام اٹھا کر چل پڑا) سید احمد شہید از مہر' صفحہ ۳۱۴ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۳۹۲۔

۲۳۷ ۔ سید صاحب ۲ اکتوبر ۱۸۲۶ء کو کابل پہنچے۔ ڈیڑھ مہینہ وہاں رہ کر پشاور کو چلے اور ۲۰ نومبر ۱۸۲۶ء کو وہاں پہنچ گئے (ماخوذ)۔

۲۳۸ ۔ سید صاحب نومبر ۱۸۲۶ء کے آخر میں پشاور پہنچے تھے۔ وہاں تین یا چار دن ٹھہرے (سید احمد شہید صفحہ ۳۳۹)۔

۲۳۹ ۔ رود کابل (دریائے کابل) جس کو اہل سرحد دریائے لنڈا بھی کہتے ہیں۔ سرحد کے پہاڑوں سے نکل کر نوشہرہ اور اکوڑہ کے پاس گزرتا ہوا اٹک کے سامنے دریائے سندھ میں جا ملتا ہے۔

۲۴۰ ۔ ہشت نگر یا ہشت نگری کا علاقہ نوشہرہ سے ابازئی تک دریائے سوات کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ اس میں آٹھ بستیاں تھیں جس کی وجہ سے ہشت نگر (آٹھ بستیاں) مشہور ہوا۔ پرانے زمانے میں اس خطہ کا نام پشکلاوتی یا گندھارا تھا۔ آج کل یہ علاقہ ضلع مردان میں ہے۔ انہی بستیوں میں چارسدہ ایک مشہور بستی تھی جہاں سید صاحب نے سب سے پہلے قیام فرمایا۔

۲۴۱ ۔ اجنبیوں کی متواتر یورش کے باعث جینا ان کے لئے دوبھر ہو چکا تھا اور وہ انتہائی بے تابی سے منتظر تھے کہ خدا کا کوئی بندہ عزیمت کا جھنڈا اٹھا کر سامنے آئے تو اس کے ساتھ مل کر مصیبتوں سے نجات کی کوئی صورت پیدا کریں (سید احمد شہید صفحہ ۳۴۰)۔ (حفیظ جالندھری کا مصرع بہ ادنیٰ تصرف)۔

۲۴۲ ۔ راویوں کا بیان ہے کہ زائرین زین پوش کے تار نکال کر بطور تبرک لے گئے بلکہ اونٹ کی دم کے بال بھی محفوظ نہ رہے جنہیں ان تبرکات میں سے کوئی حصہ نہ ملا وہ اونٹ کے نقش ہائے پا کی خاک اٹھا اٹھا کر سر اور آنکھوں پر ملتے رہے (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۰)۔

۲۴۳ ۔ راویوں کا بیان ہے کہ چارسدے پہنچنے پر کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا اور نہ روپیہ پاس تھا۔ چند برتن ایک بنئے کے پاس بطور کفالت رکھ کر جنس خریدی گئی اور فی غازی ایک پاؤ جنس تقسیم کی گئی (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۰)۔

۲۴۴ ۔ حضرت کے پلنگ کے ارد گرد اکثر لوگ آپ کی باتیں سننے کو رہا کرتے تھے اور کثرت سے رہا کرتے تھے کہ کسی کا سر' کسی کا پیر' کسی کا پیٹ اور کسی کی پیٹھ' کسی کو کسی بات کا کچھ تکلف نہ تھا۔ جس نے جہاں جگہ پائی' وہیں بے تکلف سو رہا۔ سو اس رات کو بھی یہی حال تھا (سید احمد شہید صفحہ ۳۴۲ - ۳۴۱ بحوالہ وقائع احمدی' صفحہ ۴۴۹)۔

۲۴۵ ۔ سلسلہ دعا دیر تک جاری رہا۔ ہمراہیوں کے حلقے سے محویت کے عالم میں برابر آمین کی صدا بلند ہوتی رہی---- پھر وقائع کے اس بیان پر تعجب کی کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ رحمت الٰہی نے ایسا جوش مارا کہ ہر شخص کا اور ہی حال ہو گیا گویا سب پر ایک حالت فنا کی ساری و طاری تھی کہ بیان اس کا لکھنے میں نہیں آ سکتا (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۲)۔

۲۴۵ ۔ (۱)

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا
(اقبال)

۲۴۶ ۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض ○---الایہ۔

۲۴۷ ۔ سید محمد خان پور سے ہشت نگر کا رئیس تھا جو چارسدہ کے بالاحصار میں رہتا تھا۔

۲۴۸ ۔ پھر لوگ ایسی کثرت سے جمع ہو گئے کہ ایک ایک سے بیعت کا لینا مشکل ہو گیا۔ سید صاحب اپنا دوپٹہ پھیلا دیتے۔ ایک سرا اپنے ہاتھ میں رکھتے اور دوپٹے کو متعدد لوگ پکڑ لیتے' اس طرح بیعت سے فراغت پائی (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۳)۔

۲۴۹ ۔ بدھ سنگھ رنجیت سنگھ کا رشتہ دار تھا اور سرحد پر حملہ کرنے والے اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔

۲۵۰ ۔ خیر اباد دریائے اٹک (سندھ) پار کرتے ہی سرحد کی پہلی قابل ذکر بستی ہے۔

۲۵۱ ۔ سکھ لشکر کی تعداد سات ہزار سے دس ہزار تک بتائی جاتی تھی (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۹)۔

۲۵۲ ۔ یعنی شمشیر خاں کو سید صاحب کی دلنوازی نے گرویدہ کر لیا تھا' یہ کہیں سے معلوم نہ ہو سکا کہ شمشیر خاں نے پھر حسب وعدہ واپس آ کر بیعت کی یا نہیں۔ ممکن ہے اس کا یہ وعدہ محض جان بچانے ہی کا ایک حیلہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۲۵۳ ۔ سید صاحب نے فرمایا کہ اسے تین چار میل باہر لے جا کر چھوڑ دینا' جہاں چاہے چلا جائے (سید احمد شہید صفحہ ۳۴۵)۔

۲۵۴ ۔ سمہ۔ پشتو زبان میں میدان کو کہتے ہیں۔ اس سے مقصود وہ علاقہ ہے جو سرحدی پہاڑوں اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔

۲۵۵ ۔ امیر اکوڑہ--- امیر خاں خٹک' اکوڑہ دریائے لنڈے کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہ گاؤں سولھویں صدی میں قبیلہ خٹک کے سردار اکوڑہ خان نے آباد کیا تھا۔

۲۵۶ ۔ امیر خان کا بھتیجہ خواص خاں بندھ سنگھ سے مل گیا تھا اور اسے آگے بڑھنے میں مدد دے رہا تھا۔

۲۵۷ ۔ نوشہرہ میں جو لنڈے کے مشرقی کنارے پر ہے۔ سید صاحب نے وہیں جانے کا فیصلہ کیا۔ موجودہ نوشہرہ چھاؤنی اس وقت تک آباد نہیں ہوئی تھی۔

۲۵۸ ۔ اس وقت سید صاحب کے ہمراہی غازی پندرہ سو تھے۔ قریبا پانچ سو ہندوستانی کچھ اوپر دو سو قندھاری اور کوئی آٹھ سو ملکی (مقامی باشندے) (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۷)۔

۲۵۹ ۔ خویشگی چارسدہ اور نوشہرہ کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی ہے۔

۲۶۰ ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب○ (یاد رکھو کہ اللہ کا ذکر دلوں کو اطمینان بخشتا ہے)۔

۲۶۱ ۔ قدرت کی کرشمہ فرمائی ملاحظہ ہو کہ اس اثناء میں دریا کی بعض بستیوں کے لوگوں کو علم ہو گیا کہ سید صاحب خویشگی میں ٹھہر گئے ہیں۔ انہوں نے آٹا فراہم کرکے ایک کشتی میں بھرا۔ غازی عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو یہ کشتی خویشگی پہنچ گئی۔ اس میں اتنا سامان تھا کہ غازیوں میں دو وقت کی رسد بانٹ کر بھی بچ رہا (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۷)۔

۲۶۲ ۔ نوشہرہ کلاں جس میں سید صاحب وارد ہوئے' دریائے کابل (لنڈے) کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ مغربی کنارے پر نوشہرہ چھاؤنی اور ریلوے اسٹیشن ہے جو بعد میں آباد ہوا۔

۲۶۳ ۔ سید صاحب ۱۸ دسمبر ۱۸۲۶ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۲۴۲ ہجری کو خویشگی پہنچے تھے۔ ۱۹ دسمبر کو ڈیڑھ پہر دن چڑھے نوشہرہ میں وارد ہوئے (سید احمد شہید' صفحہ ۳۴۸)۔

۲۶۴ ۔ دشمن کے قرب کو پیش نظر رکھتے ہوئے سید صاحب نے حکم دے دیا کہ غازی کمریں نہ کھولیں اور کھانا کھا کر تیار رہیں (سید احمد شہید صفحہ ۳۴۸)۔

۲۶۵ ۔ سید صاحب نے یہ نامہ غالباً وردود سرحد کے ساتھ ہی بھجوا دیا تھا جس کے رد عمل کے طور پر بدھ سنگھ کو پیش قدمی کرنے کا حکم دیا ہوگا، واللہ اعلم!

۲۶۶ ۔ سکھ اپنے بہادروں کو سوربیر کہتے ہیں۔

۲۶۷ ۔ واصبر علی ما یقولون واھجر ھم ھجرا جمیلا (اور جو (دل آزار باتیں) یہ لوگ کہتے ہیں، ان پر صبر کرو اور ان سے اچھے طریقے سے کنارہ کش رہو۔ المزمل)۔

۲۶۸ ۔ جب قاصد لشکر گاہ مجاہدین میں پہنچا اور ساری کیفیت سنا دی تو سید صاحب خوش ہوئے اور کہا "ہم اپنا فرض ادا کر چکے اب ہم سے خداوند تعالیٰ روز محشرباز پرس نہیں کرے گا (حیات طیبہ جدید ایڈیشن صفحہ ۲۹۸)۔

۲۶۹ ۔ سید صاحب کی یہ پہلی جنگ تھی جس کے خوشگوار اور حوصلہ افزاء نتائج پر سرحد میں کاروبار جہاد کی تنظیم موقوف تھی، اس لئے معاملے کے ہر پہلو کو خوب جانچا اور تولا گیا۔ آخر یہ رائے ٹھہری کہ سکھ لشکر پر شبخون مارا جائے۔ (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۰)۔

۲۷۰ ۔ شبخون کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اپنی قوت کو کم سے کم گزند پہنچے۔ دشمن کی قوت پر اچانک ضرب لگا کر اسے ہراس زدہ بنا دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اندازہ بھی ہو جائے کہ منظم جنگ کے لئے اس میں کتنی صلاحیت موجود ہے سید صاحب کا فیصلہ شبخون انہی مقاصد پر مبنی تھا (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۰)۔

شبخون اس دور میں بھی طریق جنگ ہے جس میں آج کل جدال و قتال (Army Warfare) میں جنگی چالیں (Tactics of war) کہا جاتا ہے۔ دوسری جنگ عالمگیر میں کم و بیش تمام معرکے راتوں کو برپا ہوئے۔ بلکہ اب تو ہر جنگ رات کو ہوتی ہے اور دشمن پر چھپ کر حملہ کیا جاتا ہے تاکہ دشمن کو غافل پا کر ضرب کاری لگائی جا سکے۔

۲۷۱ ۔ فہرستیں پیش ہوئیں تو سید صاحب نے نو سو آدمی چن لئے (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۱)۔

۲۷۲ ۔ اس شبخون کی سالاری کے لئے اللہ بخش خان مورانوی کا نام تجویز ہوا۔

۲۷۳ ۔ سبحان اللہ کتنی قابل رشک سعادت تھی جو اس مرد مجاہد کے حصے میں آئی۔ ہندوستان میں اسلام کی برتری اور فرمانفرمائی کی متاع عزیز لٹ جانے کے بعد اس کی بازیافت کے لئے رائے بریلی کے پاک نفس سید نے مجاہدات کا جو سلسلہ شروع کیا۔ اس میں پہلے معرکے کی سالاری کا تاج اللہ بخش خاں کے سر پر رکھا گیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا (سید احمد شہید، صفحہ ۳۵۲)۔

۲۷۴ ۔ جب اللہ بخش خان کے پاس تمام مجاہدین پہنچ گئے تو خان ممدوح پھر چند رفیقوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر رخصتی ملاقات کے لئے خیمہ گاہ میں آیا (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۲)۔

۲۷۵ ۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون○ (جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کو) نہیں سمجھتے۔ البقرہ)۔

۲۷۶ - اکوڑہ کی جنگ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ ہجری مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء چہارشنبہ اور پنج شنبہ کی درمیانی رات سوا چار بجے سے چھ' بجے صبح تک جاری رہی (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۸)۔

۲۷۷ - لا یلف قریش---الخ (سورہ قریش) مولانا مہر نے لکھا ہے کہ سید صاحب نے فرمایا تھا' روانگی سے پیشتر ہر شخص گیارہ مرتبہ سورہ قریش پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے اور پھر قدم اٹھایا جائے' اس پر پورا عمل ہوا۔

۲۷۸ - وقت کے عام رواج کے مطابق لشکر گاہ کے اردگرد خاردار درختوں کی شاخوں سے سنگھر بنا لیا گیا تھا (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۳)۔

۲۷۹ - سکھ بے ہوش نہ تھے۔ پہرہ چوکی سے وہ بھی چوکس تھے (حیات طیبہ صفحہ ۲۹۹)۔

۲۸۰ - خود سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ جو سالار لشکر تھا رات کے وقت اکوڑے میں چلا جاتا تھا' اگرچہ اس کا خیمہ لشکر گاہ میں نصب تھا (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۴)۔

۲۸۱ - سید صاحب نے مولوی امیرالدین ولایتی کو مشیر کے طور پر ساتھ کر دیا تھا۔ وہ بڑے صائب الرائے اور دانشمند بزرگ تھے اور مقامی احوال و مصالح کو خوب سمجھتے تھے (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۴ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۰)۔

۲۸۲ - ملکی لوگوں سے مراد مقامی سرحدی باشندے تھے۔

۲۸۳ - سید صاحب کی قدوسی جماعت میں وہ پہلے شہید تھے گویا احیاء تجدید اسلامیات کی راہ میں سب سے پہلے جانی قربانی عظیم آباد کے اس جلیل المرتبت خاندان کی طرف سے پیش کی گئی جو آگے چل کر سید صاحب کی جاری کردہ تحریک کا علمبردار بننے والا تھا اور اس نے ہر متاع سبیل حق میں بے دریغ لٹا دی (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۵ - سیرت علی ندوی صفحہ ۴۰۰)۔

۲۸۴ - فتح گڑھ (ہزارہ) میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی اور ان کے برادر خورد عنایت علی کے ہاتھوں عبرت ناک شکست ستھانہ میں تنظیم جماعت اور پھر امبیلہ میں مولانا عبداللہ (ابن مولانا ولایت علی) کی معرکہ آرائی' مقدمہ انبالہ میں مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ علی کی سزائے حبس دوام' اور انڈیمان کے جزیرہ (کالا پانی) میں ان کے مدفن' جائیدادوں کی ضبطی اور مکانوں کا انہدام یہ سب کچھ اس خاندان کی اسلام دوستی اور عزیمت کے کارہائے نمایاں ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "سرگزشت مجاہدین" از مولانا غلام رسول مہر' اور "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" از مسعود عالم ندوی۔

۲۸۵ - اہل سرحد نے اصل کام چھوڑ دیا۔ وہ مال و متاع سمیٹنے لگے اور اپنا اپنا مال اٹھا کر گھروں کو چل دیئے جس کے نتیجے میں حملے کی شدت میں معتدبہ کمی آ گئی (سید احمد شہید' صفحہ ۳۵۶)۔

۲۸۶ - جب گولہ انداز نے رن مہتاب جلائی اور ڈورا کھینچ کر اسے بلند کر دیا تو دور تک میدان روشن ہو گیا۔ اس وقت سکھوں کو پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد بہت کم ہے (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۶) رن مہتاب (میدان جنگ کا چاند) ایسی مشعل ہوگی جو ایسے موقع پر روشنی کرنے کے کام آتی ہوگی۔

۲۸۷ ۔ عبدالمجید خان آفریدی نے (جو بیماری کے باوجود باصرار ساتھ آیا تھا) کمزوری کے باوجود چودہ آدمی قتل کئے پھر اس کی تلوار ٹوٹ گئی۔ مولوی امیرالدین ولایتی نے جھٹ ایک تلوار عبدالمجید خان آفریدی کو دے دی (سید احمد شہید' صفحہ ۳۵۷ - سیرت علی ندوی صفحہ ۴۰۰)۔ مولانا جعفر تھانیسری نے امیرالدین کا نام مولوی احمد دین لکھا ہے جن کے پاس دو تلواریں تھیں (سید احمد شہید صفحہ ۲۲۰)۔

۲۸۸ ۔ اس سے بھی کئی ایک آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا' پھر خود بھی جام شہادت پی کر عند ربھم یرزقون کے انعام یافتہ گروہ میں شامل ہو گیا (سید احمد شہید' صفحہ ۳۵۷)۔

۲۸۹ ۔ اللہ بخش خان مورانوی' امیر جیش۔

۲۹۰ ۔ یہاں تک کہ اکثر سکھ سراسیمہ بھاگ نکلے اور غازی توپوں کے قریب پہنچ گئے (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۶ - سیرت علی ندوی صفحہ ۴۰۱)۔

۲۹۱ ۔ راستے میں شیخ ہمدانی اور علی حسن خان ایک جگہ کھڑے بندوقیں چلا رہے تھے۔ انہوں نے قرائن سے امیر جیش کے عزم مراجعت کو بھانپ لیا اور پکار اٹھے' "امیرالمومنین نے آپ کو ہمارا سردار بنا کر بھیجا ہے' آپ دشمن کے مقابلے میں پیچھے کیوں ہٹتے جا رہے ہیں" (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۷ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۱)۔

۲۹۲ ۔ اللہ بخش مورانوی نے ایک چھوٹے سے گروہ کو ساتھ لے کر ایسا شدید حملہ کیا کہ سکھ فوج دور تک پیچھے ہٹ گئی۔ اس حملے میں خود بھی ساتھیوں سمیت خلعت شہادت پا کر جنت الفردوس میں پہنچ گئے (سید احمد شہید' صفحہ ۳۵۸ - سیرت علی ندوی صفحہ ۴۰۱)۔

۲۹۳ ۔ باقی غازی آگے بڑھے لیکن اکبر خان بہیلہ دار نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ اسی میدان میں آخری فیصلہ نہیں ہو گا۔ سب واپس چلو' ان شاء اللہ پھر لڑیں گے (سید احمد شہید' صفحہ ۳۵۸ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۱)۔

۲۹۴ ۔ سید صاحب نے صبح ہی سے غازیوں کی ایک جماعت کو دریا کے مغربی کنارے پر کھڑا کر دیا تھا تاکہ اگر دشمن غازیوں کے تعاقب میں آ رہا ہو تو اس کے مقابلے پر جم جائیں اور شبخون مارنے والے غازی اطمینان سے دریا کو عبور کر لیں (سید احمد شہید' صفحہ ۳۵۸ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۲)۔

۲۹۵ ۔ اس جنگ میں چھتیس ہندوستانی اور چھیالیس قندھاری شہید ہوئے (سید احمد شہید صفحہ ۳۵۸ - سیرت علی ندوی صفحہ ۴۰۲)۔ مولانا جعفر تھانیسری نے حیات سید احمد شہید میں ۳۷ شہداء کی فہرست دی ہے (صفحہ ۲۲۱)۔

۲۹۶ ۔ زخمیوں کی تعداد تیس اور چالیس کے درمیان تھی۔ اہل سرحد میں سے غالباً کسی نے شہادت نہیں پائی (سیرت سید احمد شہید صفحہ ۳۵۸ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۲)۔ مولانا جعفر تھانیسری نے زخمیوں کی تعداد ۳۵ بتائی ہے (حیات سید احمد شہید' صفحہ ۲۲۱)۔

۲۹۷ ۔ سکھوں کے نقصان کی بابت روایات مختلف ہیں۔ ابتداء میں یہ افواہ تھی کہ کم و بیش ایک ہزار مارے گئے۔ سید

صاحب نے اپنے مکتوب میں یہی تعداد درج کی ہے۔ پھر امیر خان خٹک نے اکوڑے جاکر پوری تحقیقات کی اور بتایا کہ مقتولین کی تعداد سات سو سے کم نہ ہوگی۔ مجروحین اس سے کہیں زیادہ تھے۔(سید احمد شہید' صفحہ ۳۶۳ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۲)۔ مولانا جعفر تھانیسری نے بھی یہ تعداد سات سو ہی لکھی ہے اور زخمی بھی اتنے ہی بتائے ہیں (حیات سید احمد شہید' صفحہ ۲۲۱)۔

۲۹۸ ۔ جمدوت ہندی میں موت کے فرشتے کو کہتے ہیں (اس کا تلفظ یم دوت بھی ہے)۔

۲۹۹ ۔ سردار بدھ سنگھ اس جنگ کی وجہ سے اس قدر ہراساں ہوا کہ وہ لاہور بھاگ جانا چاہتا تھا مگر قلعہ دار اٹک نے اسے منع کیا اور کہا کہ تمہارے بھاگ جانے سے لشکر خلیفہ (سید صاحب) خیر آباد اور اٹک تک پہنچ کر اس ملک کو اپنے قبضے میں کر لے گا (حیات سید احمد شہید از مولانا جعفر تھانیسری' صفحہ ۲۲۲)۔

۳۰۰ ۔ بدھ سنگھ کے پائے ثبات میں سخت تزلزل پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اکوڑے سے ہٹ کر شیدو پہنچ گیا جو چار پانچ میل جنوب میں ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ دریائے اباسین (دریائے سندھ) عبور کرکے اٹک چلا جائے لیکن قلعہ دار اٹک نے یہ کہہ کر روکا کہ اگر سرحدی علاقے سے فوجیں ہٹالیں تو اٹک خطرے میں پڑ جائے گا اور سید صاحب سرحدیوں کو لے کر یورش کر دیں گے تو مقابلہ مشکل ہو جائے گا (سید احمد شہید' صفحہ ۳۶۲ -- سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۳)۔

حواشی (حصہ دوم)

۳۰۱ ۔ سانحہ بالا کوٹ کے بعد بقیۃ السیف غازیوں میں سے جو واپس آئے' وہ ٹونک میں نواب وزیرالدولہ کی کفالت میں رہے۔ ان کے رہائشی علاقہ کا نام محلہ قافلہ تھا۔ یہیں غازیوں کے چشم دید بیانات کے ذریعے تحریک جہاد کی داستان "وقائع احمدی" مرتب ہوئی۔

۳۰۲ ۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب سید احمد شہید' سرگزشت مجاہدین' جماعت مجاہدین۔

۳۰۳ ۔ مومن' نغزگو شاعر و مصنف مثنوی جہادیہ اور دیگر منظومات۔

۳۰۴ ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب "سیرت سید احمد شہید اور دیگر متعلقہ کتب کثیرہ۔

۳۰۵ ۔ مولانا سید ابوالحسن میواتی جنہوں نے سید صاحب کی حج سے واپسی پر قصیدہ لکھا۔ مولانا علی ندوی نے ان کو ابوالحسن کاندھلوی مصنف گلزار ابراہیم لکھا ہے۔

۳۰۶ ۔ وزیرالدولہ ابن نواب امیر خاں والی ٹونک جو سید صاحب کے بے حد عقیدت مند تھے۔ واقعہ بالاکوٹ کے بعد سید صاحب کے اہل و عیال اور بقیۃ السیف مجاہدین کو نواب وزیر الدولہ نے ٹونک میں ٹھہرایا اور جملہ مصارف برداشت کیے۔

۳۰۷ ۔ وقائع احمدی تحریک جہاد کی تاریخ ہے جو وزیرالدولہ نے غازیوں سے مرتب کروائی۔

۳۰۸ ۔ صاحب مخزن احمدی سید محمد علی (سید صاحب کے ہمشیر زادے)۔
۳۰۹ ۔ ہنڈ بہت پرانا مقام ہے جہاں سے قدیم زمانے میں دریائے سندھ کو عبور کیا جاتا تھا۔ اٹک سے سترہ میل مشرق میں واقع ہے۔
۳۱۰ ۔ خادے خان۔ یہ فارسی نام شادی خاں کی پشتو شکل ہے۔
۳۱۱ ۔ رئیس زیدہ اشرف خان خادے خاں کا رشتہ دار تھا۔
۳۱۲ ۔ مولوی عبدالقیوم اور سید امانت علی کو زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے مقرر فرمایا (سید احمد شہید از مہر' صفحہ ۳۴۶ - سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۰۳)۔
۳۱۳ ۔ مصری بانڈہ اکوڑہ کے عین سامنے دریائے لنڈے کے مشرقی کنارے پر ہے (مہر صفحہ ۳۴۶)۔
۳۱۴ ۔ یم۔ ہندی میں فرشتہ موت کو کہتے ہیں۔
۳۱۵ ۔ یہ دو غازی حیات خاں بریلوی اور برکت اللہ بنگالی تھے (مہر جلد اول صفحہ ۳۴۹)۔
۳۱۶ ۔ رنجیت سنگھ کے سپاہی۔
۳۱۷ ۔ ہندی میں بہادر کو سورما کہتے ہیں۔
۳۱۸ ۔ پنجتار پہاڑوں کے بیچ محفوظ مقام تھا اور سکھوں کی عام یورش گاہوں سے ہٹا ہوا تھا (مہر جلد اول صفحہ ۳۵۲)۔
۳۱۹ ۔ ہنڈ میں رہنا سید صاحب کو اس وجہ سے بھی مناسب نظر نہیں آتا تھا کہ یہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہو گیا تھا کہ بعض خوانین سے خادے خاں کے تعلقات خوشگوار نہیں تھے اور وہ ہنڈ میں آنے سے ہچکچاتے تھے (مہر جلد اول' صفحہ ۳۵۲)۔
۳۲۰ ۔ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۲ ہجری (۱۱ جنوری ۱۸۲۷ء) کو جمعرات کے دن ہنڈ کے تالاب کے کنارے "سادات کرام' علمائے عظام' مشائخ ذوی الاحترام' امرائے عالی مقام و سائر خواص و عوام" نے سید صاحب پر امامت جہاد کی بیعت کر لی۔ اس سے اگلے روز جمعہ کے خطبے میں سید صاحب کا اسم گرامی شامل ہو گیا (مہر' جلد اورل' صفحہ ۳۵۳' سیرت علی ندوی' صفحہ ۴۱۱)۔
۳۲۱ ۔ سردار محمد یار خاں' سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں کی عرضیاں آئیں کہ ہم بھی آپ کی اطاعت میں جان و دل سے حاضر ہیں۔ وہاں کے خوانین اور رئیسوں نے کہا کہ سردار یار محمد خاں نے یہ دنیا سازی کی بات کی ہے۔ وہ اعتبار کے قابل نہیں' اس لئے ہشیار رہنا چاہئے۔ سید صاحب نے فرمایا "آپ سچ کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہادی مطلق ہے' یہ ہماری شرکت کا اظہار کرتا ہے' دل کا حال خدا کو معلوم ہے' ہمارے لئے ظاہر شریعت کا حکم ہے" (سیرت علی ندوی' جلد اول' صفحہ ۴۱۸)۔
۳۲۲ ۔ گدڑی شہزادہ رحمہ اللہ تعالیٰ وہی للہیت کا پیکر ہے جس کے نام شاہانہ نا انتساب کیا گیا ہے۔ مولانا مہرؔ مرحوم نے بعض حوالوں سے اسے افغانستان کے ایک گدڑی نام علاقے کا باشندہ بتایا ہے (جلد اول' صفحہ ۳۶۲ - حاشیہ) اس نے

بیعت کے وقت جو عزم ظاہر کیا تھا' اللہ تعالٰی نے اس کی جزا یوں دی کہ بیعت کے کچھ ہی عرصہ کے بعد سکھوں سے پہلی باقاعدہ جنگ میں شیدو کے معرکے میں شہید ہوا۔ اس کی معرکہ آرائی اور شہادت و شہامت کا تذکرہ "جنگ شیدو" میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

۳۲۳ ۔ پشاور سے نوشہرے کے راستے میں ایک مقام ہے جہاں سے نوشہرہ پانچ کوس رہ جاتا ہے۔ وہاں سے انہوں نے سید صاحب کو ہنڈ اطلاع بھیجی کہ وہ نوشہرے پہنچ رہے ہیں۔ آپ بھی تشریف لائیں (ملخصاً مہر' جلد اول' صفحہ ۳۶۳)۔ مولانا ندوی نے اس مقام کے متعلق لکھا ہے کہ غالبا پیر پیائی ہوگا -سیرت علی ندوی' جلد دوم' صفحہ ۴)۔

۳۲۴ ۔ شیدو اکوڑہ سے قریبا چار میل جنوب میں دریائے کابل (لنڈے) کے قریب ایک قصبہ تھا جسے سیدو یا سید والا بھی کہا جاتا ہے۔ بقول مولانا مہر "منظورہ" اور "وقائع" میں اسے سیدو بتایا گیا ہے لیکن عوام میں شیدو متداول ہے (ملخصاً مہر' صفحہ ۳۶۷)۔

۳۲۵ ۔ اس لشکر کی تعداد تیس پینتیس ہزار سے کم نہ تھی اور اس کے پاس ساز و سامان بہت زیادہ تھا (مہر' صفحہ ۳۶۶)۔

۳۲۶ ۔ یہ مولوی عبدالقیوم اور سید امانت علی تھے جو اکوڑہ خٹک کے زخمیوں کی تیمارداری پر متعین تھے۔

۳۲۷ ۔ محمد یار خاں کا نام اصل میں یار محمد خاں تھا۔ ضرورت شعری کے لئے نام میں تقدیم و تاخیر کی گئی ہے۔ اسی طرح محمد پیر خاں بھی پیر محمد خاں تھا جس کی ترتیب بدلی گئی ہے۔

۳۲۸ ۔ صبح جنگ سے پیشتر کی رات کو سردار کے ہاں سے کھچڑی اور گنڈیریاں آئیں۔ آپ نے کھچڑی کھائی اور چند گنڈیریاں چوسیں۔ کچھ دیر بعد طبیعت بگڑ گئی۔ اچانک غشی طاری ہو جاتی' کسی وقت افاقہ معلوم ہوتا (مہر' جلد اول' صفحہ ۳۶۹ - سیرت علی ندوی' جلد دوم' صفحہ ۵)۔

۳۲۹ ۔ اگر میرا ذوق گوارا کرتا تو میں یہاں تماشا کی جگہ ڈرامہ لکھتا جو اس قسم کی ریاکاری اور فریب بازی کے لئے عام زبان میں زیادہ موزوں ہے۔

۳۳۰ ۔ غازی صلاح الدین پھلتی جو سید صاحب کو گھوڑے پر لانے والوں میں شامل تھا۔

۳۳۱ ۔ تپتیا۔ یہ تین پتوں والی ایک بوٹی تھی جسے فارسی میں سہ برگہ کہتے تھے۔

۳۳۲ ۔ جے کارا۔ ہندی میں فتح کا نعرہ۔

۳۳۳ ۔ لئی۔ دراصل الئی ہے مگر ضرورت شعری کے لئے الف گرا دیا گیا ہے۔

۳۳۴ ۔ والی چترال کا لقب مہتر چترال ہوتا تھا۔

۳۳۵ ۔ ذوالحجہ ۱۲۴۱ ہجری۔

۳۳۶ ۔ یہ مینڈھا سوات میں سید صاحب کو تحفہ میں دیا گیا تھا۔

۳۳۷ ۔ اس سے مراد سید صبغۃ اللہ شاہ اول بانی تحریک حر ہیں۔

۳۳۸ ۔ مولانا سید محمد علی رام پوری۔

۳۳۹ ۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی۔

۳۴۰ ۔ مولانا عنایت علی عظیم آبادی (مولانا ولایت علی کے بھائی)۔

۳۴۱ ۔ مولانا محمد قاسم پانی پتی۔

۳۴۲ ۔ مولانا سید اولاد حسن قنوجی والد گرامی نواب صدیق حسن خاں۔ (ان علاقوں میں بعض لوگ جہاد کے خلاف تھے)۔

۳۴۳ ۔ ہری سنگھ نلوہ رنجیت سنگھ کی طرف سے کشمیر کا گورنر تھا۔ وہاں اس کے جابرانہ استحصال کا حساب نہ دینے پر رنجیت سنگھ نے اسے طلب کیا تو اس نے پیش ہونے سے پہلے کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے لئے ہزارہ پر حملہ کر دیا۔ ہزارہ کی بستیوں کو تباہ و برباد کرکے اور سرداروں کو ذلت آمیز شکستیں دے کر ہزارے کو سکھ سلطنت میں شامل کر لیا' جس پر خوش ہو کر رنجیت سنگھ نے محاسبہ ترک کر دیا بلکہ اسے ہزارے کا گورنر بنا دیا گیا (ملخصاً سید احمد شہید' مولانا غلام رسول مہر)۔

۳۴۴ ۔ سردار حبیب اللہ گڑھی والا' محمد خاں ترین' سربلند خاں تنولی اور دیگر سردار ہری سنگھ کی یلغاروں سے دربدر ہو گئے (ایضاً)۔

۳۴۵ ۔ ہری سنگھ نے سکندر پور کے قریب ہرکشن گڑھ کے نام سے قلعہ تعمیر کیا' اس کے پاس کی بستی ہری پور کے نام سے موسوم ہوئی (ایضاً)۔

۳۴۶ ۔ سربلند خاں تنولی کے مرکزی مقام شنگڑی کو ہری سنگھ نے جلا کر راکھ کر دیا اور اس کے بیٹے شیر خاں کو پھانسی دے دی۔ حبیب اللہ خاں گڑھی والا جو معزز سردار تھا اور جھگڑوں میں حکم بنایا جاتا تھا دربدر ہو گیا۔ ناصر خاں بھٹ گرامی اور امان اللہ خاں خان خیل امب میں پناہ گزیں تھے۔ سردار پائندہ خاں تنولی والی امب کے کئی علاقے سکھوں نے دبا لئے تھے (ملخصاً' سید احمد شہید از مہر)۔

۳۴۷ ۔ امب دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع ہے جہاں سے دریا پار کے مشرق میں ضلع ہزارہ میں داخل ہوتا تھا۔ اس علاقے کا سردار پائندہ خان تھا۔

۳۴۸ ۔ ستھانہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر سادات کا قصبہ تھا۔ سادات ستھانہ نے سید صاحب سے بیعت کی اور دم آخر تک یہ وفا کا رشتہ نہ ٹوٹنے دیا۔ اکبر شاہ ستھانوی ان میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ سانحہ بالاکوٹ کے بعد جب مولانا ولایت علی اور عنایت علی عظیم آبادی اور ان کے بعد عبداللہ غازی کے عہد میں انگریزوں سے معرکے ہوئے تو سادات ستھانہ ہی نے مجاہدین کے اپنے ہاں قیام کا بندوبست کیا اور اس وفا شعاری کے صلے میں ستھانہ پر قیامت ٹوٹتی رہی مگر ان سادات کرام نے تمام مصائب برضا و رغبت برداشت کئے' جزاھم اللہ!

۳۴۹ ۔ جالا ایک بڑا سا ٹوکرا ہوتا تھا جسے چمڑے سے منڈھ لیا جاتا تھا تاکہ اس میں پانی نفوذ نہ کر سکے۔

۳۵۰ ۔ ان کا اصل نام سید محمد مقیم رامپوری ہے۔

۳۵۱ ۔ مولانا خیرالدین شیر کوٹی۔

۳۵۲ ۔ مولانا مہر نے اس جنگ کی تاریخ اکتوبر ۱۸۲۷ء لکھی ہے (صفحہ ۴۲۷) یہ مہینہ ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری بنتا ہے اور اس کی تاریک راتیں ۱۰ - ۲۱ ربیع الاول اور اس کے بعد ہوتی ہیں۔ تقویم کے لحاظ سے ۱۰ ربیع الاول کو یکم اکتوبر پڑتا ہے' لہٰذا یہ معرکہ ۱۱ - ۱۲ اکتوبر کے بعد وقوع پذیر ہوا ہوگا۔

۳۵۳ ۔ شبد۔ سکھوں کے مذہبی گیت۔

۳۵۴ ۔ یکاد البرق یخطف ابصارھم (معلوم ہوتا ہے کہ بجلی ان کی نظر کو اچک لے جائے گی (البقرہ - ۲۰)۔

۳۵۵ ۔ سکھ مقتولین کی تعداد ایک روایت کے مطابق دو سو اور ایک روایت کے مطابق تین سو تھی (مہر' صفحہ ۴۲۶)۔

۳۵۶ ۔ مسلمانوں کو سکھ حقارت سے مسلے کہتے تھے۔

۳۵۷ ۔ سکھ مذہب میں دعا۔

۳۵۸ ۔ مولانا جعفر علی نقوی مصنف "منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء"۔

۳۵۹ ۔ یہ پندرہ قافلے تھے جن میں اصحاب عزیمت سید احمد علی' مولانا عنایت علی صادق پوری' مولانا مظہر علی عظیم آبادی' مولانا خرم علی بلہوری اور سید محمد علی رامپوری کے قافلے تھے۔ مولانا مہر نے اس واقعے کی تاریخ سلطان محمد خاں کے مکتوب سے درج کی ہے یعنی ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۴۲ ہجری (۱۸ جولائی ۱۸۲۷ء)۔

۳۶۰ ۔ یہ مولوی محبوب علی دہلوی اور سید میرن شاہ نارنولی تھے جن کے نفاق اور فتنہ انگیزی نے مجاہدین میں وقتی طور پر اضطراب پیدا کر دیا تھا۔

۳۶۱ ۔ مولانا علی میاں اور مولانا مہر نے خھر کو شہر کی پشتو شکل قرار دیا ہے۔ یہ دریائے سوات کے مشرقی کنارے پر سوات زیریں کا مشہور مقام ہے۔

۳۶۲ ۔ سید صاحب جمادی الاخریٰ ۱۲۴۳ ہجری (دسمبر ۱۸۲۷ء) میں خھر میں پہنچے اور وہاں ایک سال تک قیام فرمایا۔

۳۶۳ ۔ مولانا عبدالحی کی پہلی شادی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی صاحبزادی سے ہوئی جو شاہ اسماعیل کی چچا زاد بہن تھی۔ اس کی وفات کے بعد دوسری شادی ہوئی اور پھر جب سید صاحب نے نکاح بیوگاں کی تحریک شروع کی تو شاہ اسماعیل کی بیوہ ہمشیرہ سے مولانا مرحوم کا نکاح ہوا۔

۳۶۴ ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایک خط میں لکھا ہے کہ دونوں تاج المفسرین' فخرالمحدثین اور سرآمد علماء محققین ہیں۔ نیز فرمایا کہ دونوں تفسیر' فقہ' حدیث' منطق' اصول وغیرہ میں مجھ سے کم نہیں (جماعت مجاہدین' مہر' صفحہ ۱۱۵)۔

۳۶۵ ۔ یہ دوشیزہ سیدہ فاطمہ تھی جس کے والد کا نام نواب شاہ لور والدہ کا نام خدیجہ تھا۔

۳۶۶ ۔ سید احمد علی بریلوی، مولانا شاہ اسماعیل اور شیخ ولی محمد کے روبرو میاں جی چشتی نے نکاح کا خطبہ پڑھا(سید احمد شہید، صفحہ ۴۴۶)۔

۳۶۷ ۔ بیعت شریعت کا یہ اجتماع یکم شعبان ۱۲۴۴ ہجری (۶ فروری ۱۸۲۹ء) کو منعقد ہوا۔

۳۶۸ ۔ یہ بیعت کا تحریری اقرار نامہ ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ ہجری (۲ فروری ۱۸۲۹ء) کو پیش کیا گیا۔

۳۶۹ ۔ خان اشرف خاں (رئیس زیدہ) کی بیٹی خادے خاں کی بیوی تھی اور خادے خاں کی ہمشیرہ خان اشرف کے بیٹے مقرب خاں سے بیاہی ہوئی تھی۔

۳۷۰ ۔ شاہ منصور ایک نواحی بستی کا نام ہے۔

۳۷۱ ۔ مُلّ۔ ہندو کے نام کا دوسرا جزو جس کی لام بالتشدید ہوتی ہے۔ ہندی میں مُلّ کا معنی پہلوان ہے۔

۳۷۲ ۔ مولانا مہر لکھتے ہیں کہ یہ شیشم کے درخت تھے اور یہیں نماز جمعہ ادا کی گئی (سید احمد شہید، صفحہ ۴۸۹)۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بھی لکھا ہے "مولانا نے فرمایا کہ آج جمعہ کا دن ہے سب بھائی نالے پر شیشم کے درختوں کے نیچے ہماری مسجد میں نماز پڑھیں (سیرت علی ندوی، جلد دوم، صفحہ ۱۰۹)۔

۳۷۳ ۔ سید صاحب کی یہ تقریر ان کی دو تقریروں کا مضمون ہے، جو میں نے اپنی ترتیب سے بیان کیا ہے۔ پہلی تقریر آپ نے اپنی مجلس مشاورت میں فرمائی تھی جس میں مولانا اسماعیل، ارباب بہرام خاں اور سردار فتح خاں پنجتاری وغیرہ شامل تھے۔ دوسری تقریر اجتماع عام میں فرمائی جس میں علمائے کرام اور خوانین قبائل مدعو تھے۔ رئیس ہنڈ خادے خاں بھی مدعوین میں شامل تھا۔

۳۷۴ ۔ جادلھم بالتی ھی احسن○

اعلامنامهٔ کلان بسم الله الرحمن الرحیم. از امیر المومنین سید احمد بر الواح خواطر
سادات کرام و مشاهیر علمای عظام و جماهیر مشائخ ذوی الاحترام و اراکین امرای عالی مقام
و سائر خواص و عوام از اهل ایمان و اسلام حفظهم الله ——— منقش و مبرهن باد که اصل جمیع
طاعات و اساس همه عبادات و مدار سعادات جاودانی و سرمایه راحت دو جهانی تکمیل علاقهٔ عبودیت
و انقیاد و تحصیل مقام اطمینان و اعتماد و ترجیح جانب حضرت حق بر جانب عبادت و اقوی علامات
و اعظم آثار آن ایثار محبت حضرت حق جل رب الارباب بر محبت سائر اخوان و احباب است چنانچه نص
و من الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم کحب الله والذین آمنوا اشد حبا لله و حدیث
من کان الله و رسوله احب الیه مما سواهما برین دعوی فرمان مجمل و شاهد معدل است و هرچند این
محبت مذکوره سریست مخفی نهانی و گوهریست مبطن لیکن آثار و علامات آن در ضمن افعال و اعمال
ظاهر و هویدا میگردد و اقوی مظنهٔ ظهور آثار این محبت و انقیاد همگر جهاد با اهل کفر و عناد است چه
مقابلهٔ مشرکین و اقامت این رکن رکین مستلزم صرف جان و مال و ترک اهل و عیال و مهاجرت
اخوان و اوطان است پس اقدام در اقامت ذروه سنام اسلام اقوای علامات غلبهٔ محبت
حضرت خالق است بر محبت جمیع مخلوقات و لهذا آیه در کریمه قل ان کان آباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و
ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مساکن ترضونها احب الیکم من
الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفاسقین جهاد را
با محبت خدا و رسول در یک سلک منسلک گردانیده اند و هرچند قتال اهل کفر و طغیان در هر زمان
و هر مکان لازم است اما درین جزو زمان که شورش اهل کفر و طغیان از حد گذشته و فریاد و فغان
مظلومان از دست تطاول ایشان سر بفلک کشیده و تخریب شعائر اسلام از دست تعدی ایشان هویدا
گردیده پس برین تقدیر اقامت این رکن رکین یعنی مقابلهٔ مشرکین بر ذمهٔ جمهور مسلمین درین ایام

اوکد واجب

۲۶

او که واجب گردیده بنا بر آن علیه اینجانب از وطن مألوف خود برخاسته در دیار هند و سند
و خراسان دور و سیر نمود مؤمنین آن اقطار و مسلمین آن دیار را بسوی ادای این عبادت عظمی
و ادراک این سعادت علیا ترغیب کرد الحمد لله والمنة که اکثر مؤمنین مخلصین و صادقین را این سخن این
دعوت حق را قبول کردند و بکمال وفور رغبت و غایت علو همت کمر عزیمت در ادراک این سعادت
چست بستند عند الطلب بتعجیل تمام حاضر خواهند گردید و در صرف جان و مال در رضاجوئی ایزد متعال
دریغ نخواهند کرد آخر الامر در اوطان یوسف زئی رسیده آن قبائل را بادای این عبادت عظمی و ادراک
این سعادت علیا ترغیب نمود الحمد لله والمنة که مخلصین ایشان این دعوت حق را بگوش هوش
شنیدند در رفاقت اینجانب در مقابله کفار نگونسار نمودند چنانچه چند بار بر سر آن اشرار تاخت آورده
مظفر و منصور گردیدند هرچند در مقدمه قتل و قتال بحکم الحرب بیننا و بینهم سجال فتح و شکست جانبین میسر است
اما در هر حال اضعاف و اقران نیک مآل مستعد این کار اند بالجمله بر طبق منطوق الکلام الانیق فقاتل فی
سبیل الله لا تکلف الا نفسک و حرض المؤمنین بخدمت کافه اهل دین و جماع ارباب صدق و یقین بطریق
دعوت عامه نگارش کرده میشود که ای مؤمنان پاک و ای مسلمانان چست و چالاک شکر منعم علی الاطلاق
بجا آرید و حقوق مالک بالاستحقاق یاد آرید و حمیت اسلامی کار فرمائید و غیرت ایمانی بر روی کار
آرید و این جان ناتوان و تنها دست بینا و بجان آفرین حقیقی و خداوند تحقیقی بسپارید و متاع زندگانی
فانی بعوض راحت جاودانی بفروشید و در تحصیل رضاجوئی حضرت رب العزت بکمال علو همت کمر
تاکید عزیمت بکوشید و لباس صبر و استقامت در میادین شجاعت و شهادت بپوشید و از چشمه شمشیر آن
تشنه لبان آب زلال باران بنوشید بالجمله محبت اهل و عیال و الفت اخوان و اوطان پس پشت انداخته
و جان و مال در رضاجوئی ایزد متعال در باخته و اطاعت رب ذو الجلال قبله همت خود ساخته
و علم نصرت دین متین برافراخته و کوس تائید شرع مبین نواخته مردانه وار در معرکه جهاد کفار نگونسار در آمده

وگوی سعادت جاودانی و راحت دو جهانی بقوت ایمانی از میدان شجاعت و جلادت بربائید
و در مصاف قتل و قتال و معرکه جنگ و جدال مثل کوه متین در مقابله اعدای دین ثابت القلب
و راسخ القدم باشند و شکستن رونق اهل کفر و عناد و برباد دادن نمایش ارباب شرک و فساد
بمثابه راندن مگس ها یک بار بر تافتن خس و خاشاک شمارند و نص قرآنی ان ینصرکم الله ینصرکم
و یثبت اقدامکم در دل جلادت منزل ملاحظه کنید و آیه فرقانی کان حقا علینا نصر المؤمنین
و کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله بلسان صدق ترجمان بخوانید و مضمون اذهب انت
و ربک فقاتلا انا ههنا قاعدون و لا طاقة لنا الیوم بجالوت و جنوده مثل فاسقین سابقین بر
زبان حدت نشان مرانید و گلگونه شهادت بر چهره عبودیت و اطاعت مالیده سرخروئی دنیا
و آخرت حاصل کنید و انگشت وفا و انقیاد بحنای خون اهل کفر و فساد مخضب کرده عروس وار
در محضر حضرت پروردگار جلوه گر شوید و چون همین رفتار و گفتار و آیین نیت درست و عزیمت صحیحت
مثل شیر نر غران و فیل مست دمان در مقابله اهل کفر و طغیان خواهید رسید ظفر و بالعز بطریق
منطوق لازم الوثوق و ان جندنا لهم الغالبون مظفر و منصور خواهید شد و از الواث آثام مطهر
گردیده و از عذاب الیم جحیم نجات یافته بمدارج عالیه و مراتب سامیه در ریاض جنان و روح و ریحان
در جوار ملک منان خواهید رسید و در سلک عباد مقربین و جماعه سابقین از بندگان خاص مقبولان
ذوی الاختصاص منسلک خواهید گردید و علاوه برین آنکه در میان اخوان و اقران بشجاعت و جلادت
موصوف بغیرت و حمیت معروف خواهید شد و آن که را الله بر بلاد کفار و خزاین بیشمار ایشان قابض خواهید
گردید و بتسلط و حکومت بر اهل غرور و نخوت فائز شده بمنصب ریاست سلطانی و خلافت رحمانی
خواهید رسید و این مواعید مثل نمایش باغ سبز نیست برای تسلی اطفال تصور نفرمایید بلکه مواعید مذکوره
مطابق کلام ربانی و موافق مضمون آیات قرآنی ست قال الله تبارک و تعالی یا ایها الذین آمنوا

اذا لقیتم

٣٧

هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله باموالکم
وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری من تحتها الانهار ومساکن
طیبة فی جنات عدن ذلک الفوز العظیم واخری تحبونها نصر من الله وفتح قریب وبشر المؤمنین
وعلاوه برین اکثر ایجاب در منامات بشیار و معاملات خارج از حد و حصار در باب انجام
دادن این امر عظیم و مهم فخیم از پرده غیب بشارات ربانی مامور و از کمین لاریب بشارات رحمانی
مبشر است و چونکه الهام غیبی بکلام لاریبی منضم گردد مصمم شود پس در نظر مومنین راسخ الاعتقاد
و مخلصین کامل الانقیاد شبانه روز علی نور جلوه گر شود و اگر کسی از اعیان اسلام که از زمره منافقان
بد انجام باشد مانع این امر گردد پس اولا با او مقابله و مقاتله نماید قال الله تبارک وتعالی
یا ایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم وماویهم جهنم وبئس المصیر و اگر تقاعد و اهل
در این باب عمل خواهند آورد پس چنانکه در دار دنیا مخذول و منکوب شده اند همچنین در دار آخرت
بعذاب الیم در درکات جحیم گرفتار خواهند گردید و در عوض ایشان دیگر سعادتمندان ازلی
و مقبلان لم یزلی در سلک حضرت ربانی منسلک خواهند شد قال الله تبارک وتعالی الا تنفروا یعذبکم
عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروه شیئا والله علی کل شیء قدیر بالجمله این زندگانی فانی
روزی گذشتنی و گذاشتنی است و در محکمه حساب و کتاب سوال و جواب در حضور حضرت رب الارباب
حاضر شدنی است پس اهل تقاعد و تساهل در محکمه حساب و کتاب بکدام زبان جواب خواهند داد
و در حضور ملک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق بکدام روی حاضر خواهند شد و از گرفت دیگران
رب قدیر بکدام حیله و تزویر خلاص خواهند یافت و ما علینا الا البلاغ المبین والسلام علی
من اتبع الهدی ۵

اعلام نامہ کلاں

اس اعلام نامے کی نقول پنجتار سے داعیوں کے ہاتھ روانہ کی گئیں۔ امیر المومنین سید احمد رحمہ اللہ نے اپنے لشکر کے ساتھ سوات و بونیر کا دورہ فرمایا اور شمالی علاقوں کے مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے پنجتار واپس تشریف لے آئے۔ اسی دورے کے دوران مولانا عبدالحی بڈھانوی بھی ہندوستان سے چکدرہ (سوات) پہنچے اور لشکر اسلام میں شامل ہوئے---
پنجتار پہنچ کر سید صاحب نے یہاں سے اعلام نامہ کی صورت میں چترال' سوات' دیر' کابل' قندھار' پشاور' بہاول پور' سندھ' بلوچستان' دکن' رام پور' ٹونک اور یوپی وغیرہ کے علاقوں کے ارباب عزیمت' علمائے کرام' مشائخ عظام اور دیگر معزز رہنماؤں کے نام مکتوبات روانہ کئے' اور بعض احباب کو بطور داعی مقرر فرمایا۔ متن میں اس کا ذکر صفحہ نمبر ۲۱۸ پر "اہم شخصیتوں کے نام مکتوبات" اور صفحہ نمبر ۲۱۹ پر "داعیان دین کا تقرر" کے عنوان سے موجود ہے۔

(اردو ترجمہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - از امیرالمومنین سید احمد بجانب سادات کرام' مشاہیر علمائے عظام' تمام مشائخ ذوی الاحترام و اراکین امرائے عالی مقام اور جملہ خواص و عوام از اہل ایمان و اسلام --- آپ کے دلوں پر یہ بات روشن اور نقش ہو جانی چاہیئے کہ ہر قسم کی اطاعت' جملہ عبادات کی بنیاد' اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس پر کلی اعتماد اور رب الارباب سے محبت اور اس کے لئے ایثار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے نشانی تمام براوران اور احباب سے محبت ہے۔ چنانچہ اس نص صریح ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ (الایہ) اور حدیث من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما اس دعوے پر شاہد عدل ہے۔ ہرچند یہ محبت ایک راز ہے سربستہ اور امر ہے پوشیدہ لیکن اس کی نشانیاں افعال و اعمال کے ضمن میں ظاہر

ہو جاتی ہیں اور اس محبت و فرمانبرداری کا واضح اظہار اہل کفر و عناد کے ساتھ جہاد کی معرکہ آرائی ہے کیونکہ مشرکین سے مقابلہ اور اس رکن اعلیٰ کو قائم کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی' اہل و عیال' برداران اور وطن کو خیرباد کہنا ہے۔ پس اسلام کی اس بلند چوٹی پر رسائی حاصل کرنا حضرت خالق کی محبت کے تمام مخلوق کی محبت پر غالب آنے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ لہٰذا اس آیہ کریمہ یعنی (ترجمہ) (اے نبیؐ) "کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے آبا و اجداد اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بیویوں اور اپنی اولاد اور اپنے مال جو تم نے کمائے ہیں' اور تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو' اللہ اور اس کے رسولؐ اور جہاد کرنے سے زیادہ عزیز جانتے ہو تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ (عذاب) لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو پسند نہیں کرتا" میں جہاد کو خدا اور رسولؐ کی محبت کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ کفار و مفسدین کے ساتھ جہاد ہر زمانے اور ہر مقام پر لازم رہا ہے لیکن ہمارے اس دور میں ان کی شورشیں حد سے گزر گئی ہیں جس کے باعث مظلوموں کی فریادیں آسمان کو چھو رہی ہیں اور اسلام کے شعائر کی بے حرمتی واضح ہو چکی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس رکن اسلام (جہاد) یعنی مشرکین سے مقابلہ اس دور کے تمام مسلمانوں پر موکد اور واجب ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ اپنے وطن سے اٹھ کر دیار ہند و سندھ اور خراسان میں پہنچے اور ان علاقوں کے مومنوں اور مسلمانوں کو اس عبادت عظمیٰ کے ادا کرنے اور اس سعادت اعلیٰ کے حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا شکر ہے کہ اکثر مخلص' سچے اور پکے مسلمانوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور نہایت شوق اور بلند ہمتی سے اس سعادت کے حصول پر کمر باندھی۔ وہ ہماری دعوت پر بنفس نفیس حاضر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں دریغ نہیں کریں گے۔ آخر کار ہم علاقہ یوسف زئی میں پہنچے اور یہاں کے لوگوں کو اس عبادت عظمیٰ اور سعادت اعلیٰ کے حصول پر متوجہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کا احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اس دعوت حق کو گوش ہوش سے سنا اور ہماری رفاقت میں کفار سے جنگ کی۔ چند مرتبہ ہم نے دشمنوں پر حملے کئے اور فتح و ظفر سے ہم کنار ہوئے۔ ہر چند قتل و قتال میں فتح و شکست دونوں جانب واقع ہو سکتی ہے لیکن وہ مومنین صادق ہر حال میں اس کام میں مستعد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ (ترجمہ) "پس اللہ کی راہ میں لڑ۔ تجھے تکلیف نہیں دی جاتی مگر تیری جان کی اور مومنوں کو رغبت دلا" اسی حکم کے تحت تمام دینداروں اور اہل صدق و یقین کو بطور دعوت یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ اے پاکباز مومنو اور اے جوانمرد مسلمانو اس انعام دہندہ ذات باری تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ اور اپنے ذمے اس کے حقوق یاد کرو اور ایمانی اور اسلامی غیرت کو بروئے کار لاؤ اور اپنی جان فانی کو خداوند حقیقی کے

سپرد کر دو۔ اپنی بے بنیاد زندگی کا مال و متاع حیات جاودانی کے بدلے فروخت کر دو' رب العزت کی رضا کے لئے بلند ہمتی اور عزم صمیم میں کوشاں ہو جاؤ۔ میدان شجاعت و شہامت میں صبر و استقامت کا لباس زیب تن کرو۔ کاٹ دار تلواروں کی آب و تاب بارش کے آب شیریں کی طرح نوش جاں کرو۔ اس کے ساتھ ساتھ اہل و عیال کی محبت اور بھائیوں اور وطن کی الفت کو پس پشت ڈال دو۔ اپنی جان و مال کو رضائے خداوندی میں قربان کر دو۔ اطاعت رب ذوالجلال کی اطاعت کو اپنا قبلہ ہمت بنا لو۔ نصرت الٰہی کا جھنڈا لہراؤ۔ شرع مبین کی تائید کا آوازہ بلند کرو اور کافروں سے معرکہ آرائی کے لئے میدان جہاد میں کود پڑو۔ میدان شجاعت و جلادت سے اپنی قوت ایمانی کے زور سے سعادت جاودانی اور راحت دو جہانی کی بازی جیت لو۔ قتل و قتال اور جنگ و جدال کے میدان میں دشمن کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح مستحکم' مضبوط دل اور ثابت قدم رہیں ۔ کافروں اور دشمنوں کی رونق کو تہس نہس کرنے اور ان کی ظاہری شان و شوکت کو برباد کرنے کو یوں سمجھیں کہ آپ ناپاک مکھیوں کو بھگا رہے ہیں اور کوڑا کرکٹ کو صاف کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ (ترجمہ) "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا"۔ اپنے بہادر دل کے اندر جھانکیں اور (ترجمہ) "ہم پر لازم ہے کہ مومنین کی مدد کریں' اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک چھوٹے گروہ نے بڑے گروہ پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے غلبہ پایا ہے"۔ قرآن کی اس نص کو صدق دل سے پڑھیں اور (ترجمہ) جا تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں) والا مضمون ان بیٹھ رہنے والوں کی طرح زبان پر نہ لائیں۔ اور اپنے عبادت و اطاعت والے چہرے پر شہادت کا غازہ مل کر دنیا و آخرت کی سرخروئی حاصل کریں۔ اور وفا دار اور فرمانبردار انگلی کو کافروں کے خون کی مہندی سے سرخ کرکے دلہن کی طرح خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ جب اسی رفتار و گفتار اور اسی نیت و عزیمت سے شیر نر کی طرح غراتے ہوئے اور مست ہاتھی کی طرح جھومتے ہوئے کافروں کے مقابلہ پر اتریں گے تو ضرور بالضرور اس حکم ربانی کے مصداق "ہمارے لشکر یقیناً غالب ہوں گے" آپ غالب و فاتح ہوں گے۔ اور آپ گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو جائیں گے اور دوزخ کے دردناک عذاب سے نجات پائیں گے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ' مقامات بلند اور اس احسان کرنے والی ذات باری تعالیٰ کے ملک کے پڑوس میں خوشبوؤں بھرے سبزہ زاروں اور گلستانوں میں مقیم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں اور بارگاہ الٰہی کے مقبول بندوں کے ساتھ شامل ہوں گے۔ اس کے علاوہ اپنے بہادر اور غیور بھائیوں میں معزز بن جائیں گے۔ ان شاء اللہ کفار کے علاقوں اور بے شمار خزانوں کے مالک بنیں گے اور حکومت

پر تسلط حاصل کر کے اہل غرور و تکبر پر حکمرانی کریں گے اور ریاستوں کی سلطانی اور خلافت رحمانی کے منصب پر فائز ہوں گے۔ یہ وعدے محض سبز باغ کی نمائش یا طفل تسلی نہ سمجھیں بلکہ یہ وعدے کلام ربانی اور آیات قرآنی کے مطابق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔۔۔(ترجمہ) "اے ایمان والو! کیا تم کو ایسی تجارت سے آگاہ کریں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دلائے' وہ ہے اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنا۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم نہیں جانتے۔ وہ (اللہ) تمہارے گناہ بخش دیے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور جنت دوام میں پاکیزہ مکان ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے' اور دوسری جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور عنقریب حاصل ہونے والی فتح ہے۔ آپ مومنوں کو اس کی خوش خبری سنا دیں" علاوہ بریں یہ بات ہے کہ یہ بندہ عاجز اس جہاد کی عظیم مہم کو سرانجام دینے میں پردہ غیب سے بے شمار و حساب معاملات میں بشارات رحمانی پردہ غیب سے حاصل کر چکا ہے اور چونکہ الہام غیبی جو کلام ربانی سے ہوتا ہے' وہ پختہ ہوتا ہے اور راسخ الاعتقاد مومنین اللہ کے کامل فرمانبردار اور مخلص بندوں کی نظر میں نور علیٰ نور جلوہ گر ہوتا ہے۔ اگر کوئی مدعی اسلام کہ منافقین کے زمرے سے ہو' اس امر کا مانع ہوتا ہے۔ پس پہلے تو اس سے مقابلہ و مقاتلہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ ان کی جگہ جہنم ہے جو بدترین مقام ہے۔ اگر اس میں سستی اور صرف نظر سے کام لیا جائے گا تو تم دنیا میں ذلیل ہو جاؤ گے اور اسی طرح آخرت میں عذاب الیم اور جہنم کے گہرے درجات میں گرفتار ہو گے اور اس کے عوض دوسرے سعادت مندان ازلی اور مقبولان بارگہ الٰہی اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر تم (اللہ کی) مدد نہیں کرو گے تو وہ تمہیں عذاب الیم میں پکڑے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا جس کا تم کچھ نہ بگاڑ سکو گے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ بہرحال یہ زندگی فانی ہے اور اسے ایک دن چھوڑ جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقررہ حساب کتاب اور سوال و جواب کے لئے حاضری ہوگی۔ پس جہاد سے ہٹ کر بیٹھ رہنے اور اس میں سستی کرنے والے کس زبان سے جواب دیں گے اور اس مالک کائنات کے روبرو کس منہ سے پیش ہوں گے اور رب قدیر کی گرفت سے کس عذر [illegible] الا البلاغ المبین والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حقیقت نگاری

ڈاکٹر سید عبداللہؒ سابق صدر شعبہ اردو / معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

یوں تو رزم نامے اور شاہ نامے فارسی اور اردو میں خاصی تعداد میں لکھے گئے ہیں لیکن جو دینی جذبہ علیم ناصری کے شاہنامہ بالا کوٹ میں ہے، وہ کسی اور جگہ شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہو گا۔ مومن کی ایک مثنوی جہادیہ بھی اس سلسلے کی ایک چیز ہے لیکن مثنوی ہے اور مختصر۔ حفیظ جالندھری کے شاہ نامہ اسلام کو نوع دیگر سمجھنا چاہیے۔ وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے لیکن اسے نعتیہ تاریخ اسلام سمجھنا چاہیے۔ علیم ناصری کے شاہ نامہ بالا کوٹ کو ایک عمدہ بیانیہ اور ایک پہلو سے دینی جنگ نامہ کہا جا سکتا ہے، جس میں تاریخ سے سرمو انحراف نہیں کیا گیا۔ مبالغہ سے پاک، محض واقعہ نگاری ہے، جس کا ہر ہر لفظ ایمان و ایقان میں لپٹا ہوا، اور جذبہ جہاد میں ملفوف ہے۔ کئی مواقع ایسے تھے جن میں شاعر بیان آرائی سے کام لے سکتا تھا لیکن اس نے سادہ حقیقت نگاری ہی کو اپنا شعار بنایا ہے۔ اس کے باوجود درد اور تاثیر میں کمی نہیں آئی۔ زبان پر غیر معمولی قدرت کی وجہ سے کوئی لفظ بے جا اور بے محل استعمال نہیں ہوا۔ حضرت سید احمد شہید کی سوانح عمریوں میں قبول عام کے لحاظ سے شاہ نامہ بالا کوٹ منظوم ہونے کی وجہ سے سب سے گوئے سبقت لے گیا ہے۔